تالیف
مولانا محمد ابو الحسن رحمہ اللہ
سیالکوٹی

تحقیق و نظر ثانی:
مولانا محمد زبیر عقیل
فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ محمدیہ

فہرست حصہ اول

چودھواں مغالطہ ۲۲۵

پندرھواں مغالطہ ۲۲۸

سولھواں مغالطہ ۲۳۴

سترھواں مغالطہ ۲۴۰

فقہ حنفی کے مردود مسائل ۲۴۱

اٹھارھواں مغالطہ ۲۵۰

انیسواں مغالطہ

بیسواں مغالطہ ۲۵۴

اکیسواں مغالطہ

بائیسواں مغالطہ ۲۵۶

تئیسواں مغالطہ ۲۷۳

چوبیسواں مغالطہ

فہرست حصہ دوم

پہلا مغالطہ

دوسرا مغالطہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لمحۂ فکریہ

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''الیوم اکملت لکم دینکم'' میں اس بات کا اعلان ہے کہ دین (چودہ سو سال قبل) مکمل ہو چکا اور نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے اور ایک کے سوا باقی تمام جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ وہ کون خوش نصیب لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ماانا علیه و اصحابیَ الیوم. جس دین پر آج میں اور میرے صحابہ چل رہے ہیں اور جو اس پر چلے گا وہی جنت کا حق دار ٹھہرے گا۔

آیت اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اس میں کمی کا مرتکب بھی مجرم ہے اور زیادتی کا مرتکب بھی۔ اگر کوئی شخص مکمل دین میں سے نماز کو نکال دے یا زکوٰۃ کا انکار کر دے یا بقول مرزا قادیانی جہاد ختم ہو چکا ہے تو اس نے مکمل دین میں کمی کر دی اور اگر کوئی دین مکمل ہونے کا اقرار بھی کرتا ہو اور اس میں کچھ اضافے بھی کرتا چلا جائے' گویا کہ اس کے مطابق دین مکمل نہیں تھا ناقص تھا اور اس کے اضافے سے دین مکمل ہو گیا (نعوذ باللہ) مثلاً مکمل دین کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اذان سے قبل درود شریف کو لازم کر لے تو اس نے گویا الیوم اکملت لکم دینکم کے تقاضے کو نہیں سمجھا بلکہ دین میں اضافے کا مرتکب ہوا۔

اور اگر کوئی شخص دین مکمل ہونے کے بعد اس میں کسی کے فوت ہونے پر تیجا' ساتا یا چالیسواں شروع کر دے تو یہ دین میں اضافے کا مرتکب ہوا۔

اور یہ سب وہ کام ہیں جن کی مذکورہ حدیث سے نفی ہوتی ہے. جس میں واضح اعلان ہے کہ جنتی وہ ہوں گے جس دین پر میں اور میرے صحابہ ہیں اور اسی اضافے کو نبی کریم ﷺ نے بدعت کا نام دیا ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔[1] اس مکمل ضابطہ حیات میں کسی پہلے نبی کی شریعت کے ساتھ اضافہ کیا جائے تو وہ بھی قابل قبول نہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کے تورات پڑھنے والے واقعہ سے اس کی نفی ہوتی ہے اور اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا موسیٰ (نبی) صاحب تورات بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کرنا پڑتی۔ اگر مکمل شریعت میں کسی نبی کے احکامات کو داخل نہیں کیا جا سکتا جو کہ منزل من اللہ تھے تو کسی فقیہ یا امام کے اقوال کیونکر داخل ہو سکتے ہیں جن میں بہر حال غلطی کا احتمال ہے۔

---

[1] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے کہ جو شخص دین میں کسی نئے کام کی طرح ڈالتا ہے اور اس کام کو وہ اچھا سمجھتا ہے تو گویا اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) خائن تصور کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا لہٰذا (مسلمانو یاد رکھو) جو کام (یا طریقہ) اس دن تمہارے لیے دین نہیں تھا وہ آج دین کیسے ہو گیا؟ (یعنی آج بھی وہ دین کا کام نہیں ہے)

ائمہ کرام نے تو اس وقت اجتہاد کیا جب کوئی حدیث ان کو نہ مل سکی اور ان کا طریقہ کار یہی تھا کہ جونہی حدیث مل جاتی تو فوراً اپنے قول سے رجوع کر لیتے اور ائمہ کرام نے تو صراحتاً کہہ بھی دیا ہے کہ اگر صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کرنا اور ہمارے اقوال کو فوراً ترک کر دینا' جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا **اذاصح الحدیث فھو مذھبی**. اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ومسلک ہے۔ وہ تو صحیح حدیث کے مل جانے پر اپنے قول پر حدیث کو ترجیح دینے کا کہہ گئے مگر ہمارے دوستوں نے اس پر اتنا تشدد کیا کہ حدیث پر قول امام کو ترجیح دے دی جو نہ تو کسی آیت وحدیث کی رو سے جائز وصحیح ہے اور نہ ہی قول امام سے' ائمہ کرام نے تو اپنے شعور وعقل اور فہم کے مطابق مسئلہ بتایا اور اجتہاد کیا' لیکن صحیح حدیث مل جانے پر اس قول کی کوئی حیثیت نہیں رہتی کیونکہ دین کسی امام کی عقل اور فہم کا نام نہیں بلکہ دین نبی کریم ﷺ کے فرمان کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اگر دین کی بنیاد کسی کی عقل پر ہوتی تو مسح پاؤں کے نچلے حصے کا ہوتا اوپر والے کا نہ ہوتا' چونکہ دین میں کسی کی عقل سے حکم نہیں لگ سکتا بلکہ اسی کو دین کہا جائے گا جو کتاب وسنت سے ثابت ہوگا۔

زیر نظر کتاب میں مصنف نے پورے اخلاص اور امانت علمی کے طور پر ایسے مسائل اور اقوال جمع کر دیئے ہیں جو کہ آیات واحادیث اور جمہور محدثین کے مسلک کے خلاف ہیں۔ بندہ عاجز نے ان مسائل کی تحقیق وتخریج اور حوالہ جات مزید آسان کرنے کی سعی کی ہے تاکہ حوالہ تک پہنچنا آسان ہو جائے اور پھر احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگا دیا تاکہ اقوال حنفیہ اور صحیح احادیث کا موازنہ سامنے آجائے اس میں کسی کی دل آزاری مقصود نہیں بلکہ اہل خرد اور دانشمند قارئین کے لئے دعوت فکر ہے کہ وہ بھول بھلیوں سے نکلیں اور کتاب وسنت پر عمل پیرا ہوں کیونکہ دین اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور نبی کریم ﷺ کے فرمان (احادیث مبارکہ) کا نام ہے اور یہی مسلک اہل حدیث اور دعوت اہل حدیث ہے۔

اس ادنیٰ سی کاوش پر دو سال کا عرصہ لگ گیا۔ میری ادارۃ المساجد والمشاریع الخیریہ کی مصروفیات کی بنا پر کام معرض التوا میں پڑتا تو مکرم بھائی عبدالرحمان صاحب کا پراخلوص اصرار پھر غالب آجاتا اور مزید تھوڑا سا کام مکمل ہو جاتا' ہر کام اللہ تعالی کی توفیق سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اس کام میں والد مکرم مولانا قدرت اللہ فوق حفظہ اللہ اور والدہ مکرمہ کی شب وروز کی عائیں اور محقق اہل حدیث مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور ان کے دست راست مولانا عبدالحیٔ انصاری حفظہ اللہ کی سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو شاید کتاب اس صورت میں پیش نہ کر سکتا۔

اللہ رب العزت سے عاجزانہ دعا ہے کہ اس کتاب کی تحقیق ونظر ثانی میں جس جس شخص نے میرا ہاتھ بٹایا اللہ تعالی ان تمام کی مساعی کو قبول فرمائے اور اس احقر کی کوشش کو قبول فرما کر میرے اور معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

محمد زبیر عقیل

فاضل مدینہ یونیورسٹی

۱۲-۴-۲۰۰۲

مُقدّمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ)

(اے مسلمانو!) آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو میں نے پسند کرلیا۔

یہ آیت مبارکہ ۹ھ ذی الحج کو میدان عرفات میں عرفہ کے دن نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ صرف دو ماہ دنیا میں زندہ رہے، اس عرصہ میں وحی تو آتی رہی مگر احکام اسلام نازل نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ کی نبوت سے جو غرض تھی (یعنی دین اسلام کو مکمل کرنا) جب وہ پوری ہو چکی تو اللہ کے حبیب وہ کامل اور غیر ناقص دین ہمیں سونپ کر واصل باللہ ہو گئے اور امت کو وصیت کر گئے کہ

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهٖ. (موطا امام مالک)

میں تمھیں دو چیزیں سونپ چلا ہوں کہ جب تک تم انھیں مضبوط تھامے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ (قرآن) اور دوسری سنت رسول (حدیث)۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام قرآن وحدیث میں محدود ہے اور ان دونوں (قرآن و حدیث) کے ہوتے ہوئے کوئی تیسری چیز ایسی نہیں جسے اسلام کہا جائے۔

سنن دارمی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لیے ایک سیدھی لکیر کھینچی، اور فرمایا! یہ اللہ کی راہ ہے (یعنی اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے)، پھر آپ نے اس کے ساتھ دائیں بائیں چند ٹیڑھی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ راہیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک راہ پر شیطان (بیٹھا ہوا) ہے جو اس راہ کی طرف (لوگوں) پکارتا ہے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (الانعام: ۱۵۴)

بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے پس تم لوگ اس کی پیروی کرو اور دوسرے طریقوں پر نہ چلو (کیونکہ) وہ تمہیں اس کی سیدھی راہ سے الگ کر دیں گے، اللہ نے تمہیں ان باتوں کا حکم دیا ہے تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔

کیا یہ کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صراط مستقیم کی پیروی کا حکم دیا اور دوسری راہوں کے اختیار کرنے سے منع فرما دیا کہ جن پر

چلنے سے آدمی بھٹک جاتا ہے اور ہدایت گم ہو جاتی ہے۔

اگر ہم غور وفکر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ صراط مستقیم ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے نبی اکرم ﷺ کی سنت اور حدیث، جس راہ پر آپ چلے وہی جنت کی راہ ہے اور سوائے اس کے کوئی اور راہ نجات نہیں، کسی امتی کا ذاتی قول وفعل اللہ کی راہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لیے صرف قرآن مجید نازل کیا اور حکم دیا ہے۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ○ (الاعراف ۳)

جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا، اسی کی پیروی کرو، اور اس کے علاوہ دوسروں کی پیروی نہ کرو، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اور فرمایا:

((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.)) رسول اللہ کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

مگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور کو ابھی چار صدیاں ہی گذری تھیں کہ بدعات وخرافات نے سر اٹھایا اور اچھی شکل وصورت بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا اور نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کی جگہ ائمہ کے اقوال، رائے اور قیاس کو دی جانے لگی، اس پر بس نہیں بلکہ اپنی نسبت محمدی کی بجائے حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی کی طرف کر کے فخر محسوس کرنے لگے۔

جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر کسی کی طرف اپنی نسبت کرنا ہی تھی تو پھر اللہ کے سچے رسول، محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ منسوب کرتے اور محمدی کہلواتے، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نسبتوں کی بجائے محمدی نسبت تو بڑی پیاری نسبت ہے، پھر اس پیاری اور محبوب ترین نسبت کو تمام جہانوں کی نسبتوں پر ترجیح کیوں نہیں دیتے؟ مگر یہاں تو الٹی گنگا بہتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ

نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرنے والا، قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا، دین اسلام سے خارج سمجھا جانے لگا اور اسلام کا معیار فقط ائمہ کے اقوال، رائے اور قیاس تک محدود کر دیا گیا اور پھر اس پر بغیر دیکھے، سمجھے، ٹٹولے آنکھیں بند کر کے عمل شروع کر دیا اور قرآن وحدیث پر عمل چھوڑ کر اس پر عمل کرنے والوں کو برا بھلا کہا جانے لگا، بلکہ وہ نسبتیں کرنے والے اس قدر ناآشنا ہو گئے کہ ان پر عمل کرنا ان کے نزدیک ایک ناقابل معافی گناہ سمجھا جانے لگا۔ اور ایسی جماعت کو نت نئے طعنوں، مصیبتوں، پریشانیوں کا ہدف بنایا گیا۔ درحقیقت مقلدین کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ جو بات ان کے مسلک کے خلاف ہو اور وہ بات چاہے کتنی ہی صحیح اور سچی کیوں نہ ہو اس کے متعلق نازیبا کلمات وغلط بیانی سے کام لینے سے باز نہیں آتے۔

آج فقہ حنفیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور ان کو عوام الناس کی سہولت کے لیے جمع ویکجا کر دیا ہے تاکہ عام آدمی کو مسائل سمجھنے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (مقلدین کے بقول) ایک عام آدمی مسئلے کی اصلیت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ کسی معین شخص کا مقلد نہ بن جائے۔ اور عام آدمی متضاد احادیث میں مطابقت تلاش نہیں کر سکتا کیونکہ احادیث ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی ہوتی ہیں، کسی حدیث میں مسئلہ کچھ ہوتا ہے اور کسی میں کچھ، جس کی وجہ سے وہ مسئلہ کو پرکھ نہیں سکتا ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ مجتہد کی تقلید کی جائے تاکہ وہ اختلاف والی احادیث میں سے نتھار کر، نچوڑ کر، عطر نکال کر، پھوک وغیرہ پھینک کر ہمیں دے، لہٰذا اس کا مقلد بنے بغیر گذارہ نہیں۔ جبکہ حقیقتاً اگر دیکھا جائے

تو مقلدین خود ایسے علماء کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں کہ جن کو موضوع اور صحیح حدیث کی بھی خبر نہ تھی اور جن کتب کے بارے میں یہ جتلاتے ہیں کہ وہ بہت تحقیق اور کوشش کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں تو ان کی بیان کردہ احادیث کا حال ظاہر ہو جانے کے باوجود پھر بھی اسی کو سند جانتے اور اسی پر عمل کرتے ہیں' جیسا کہ ہدایہ کی بعض احادیث کے بارے میں یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ وہ موضوع ہیں پھر بھی انہیں پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ فرمان ربی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ٥ (الانفال: ۲۰)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور بات سن لینے کے بعد اس سے منہ نہ موڑو۔

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا٥ (النساء: ۶۵)

اے محمد (ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ کبھی ایماندار نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں یہ تم کو حکم (فیصل) تسلیم نہ کرلیں' پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو تو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں بلکہ اسے یکسر (بلا حیل وحجت) قبول کرلیں۔

امام رازیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص رسول اللہؐ کے فیصلے اور حکم پر راضی نہ ہو وہ ایماندار نہیں۔

مگر مقلدین اس آیت کی صریحاً خلاف ورزی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا فرض ہے جب تک کسی ایک معین شخص کی تقلید نہ کریں گے ہمیں صحیح راہنمائی نہ ہو سکے گی۔

اسی لیے مقلدین نے دنیا بھر میں شہرت پھیلا رکھی ہے کہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں یعنی فقہ کے تمام مسائل حدیث کے مطابق ہی ہیں' کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں اور یہ بات بطور عقیدہ کے حنفی حضرات کے دلوں میں بٹھادی گئی ہے حالانکہ اصل حقیقت اس دعویٰ کے خلاف ہے اگر کوئی شخص تعصب سے ہٹ کر غور وفکر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ فقہ کے ہزاروں مسائل احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اور اکثر مقام پر دیکھیے گا کہ ایک طرف احادیث صحیحہ موجود ہیں اور دوسری طرف فقہ کا بے دلیل مسئلہ (یعنی امام صاحب کی رائے) مگر افسوس کہ پھر بھی ترجیح امام صاحب کی رائے کو ہی دی جاتی ہے اور اور فتویٰ بھی اسی کے مطابق دیا جاتا ہے' حالانکہ امام صاحب کا قول ہے کہ

(۱) کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے جب تک کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے؟

(۲) جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔

یہاں پر امام صاحب فرما رہے ہیں کہ جو میرے قول کی دلیل نہ جانتا ہو اس کے لیے لازم نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے یا اس پر فتویٰ دے۔ اور جو صحیح حدیث میں موجود ہے وہی میرا مذہب ہے' حدیث کے مقابلہ میں میری رائے یا قول کو کوئی حیثیت حاصل نہیں کیونکہ حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

اب مقلدین جواب دیں کہ جب امام صاحب نے ایسی باتیں اس شخص کے بارے میں کہیں جو ان کے قول کی دلیل نہ جانتا ہو

یا پھر جاننے کے باوجود کہ دلیل ائمہ کے قول کے خلاف ہے پھر بھی ائمہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ غور کرو تو امام صاحب کا یہی قول اندھی تقلید کو پاش پاش کرنے کے لیے کافی ہے یہ تو ہے امام صاحبؒ کی تعلیم' لیکن ان کے نام لیوا (مقلدین) امام صاحب کی اس بات کو نہیں مانتے بلکہ انہوں نے تو رائے کے لیے اصول تیار کر لیے ہیں اور ان کے ہزار ہا مسائل قیاسیہ کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے آج اسی کو مذہب حنفی قرار دے لیا ہے اب یہاں مختصر طور پر ائمہ اربعہ کے تقلید کے خلاف اقوال درج کیے جاتے ہیں۔

ائمہ اربعہ سے تقلید کا ردّ:

ائمہ اربعہ کسی ایک زمانہ میں نہیں تھے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی' امام مالکؒ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے' امام شافعیؒ ۲۰۹ھ میں اور امام احمدؒ نے ۲۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی امام ایسا نہیں ہے جس نے کسی دوسرے کی تقلید کی ہو اور نہ ہی ان میں سے کسی نے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کی ہی اتباع کریں' بلکہ ان میں سے ہر ایک نے کتاب وسنت کی اطاعت کی دعوت دی ہے اور اگر کسی نے کسی دوسرے کا قول بطور سند وحجت لیا تو اسے بھی انہوں نے رد کر دیا اور اس طرح لوگوں پر اس کی تقلید کرنا واجب نہیں رہا۔

ائمہ کرام کے اقوال

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال:

پہلا قول: جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔[۱]

دوسرا قول: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے' جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے۔[۲]

اور ایک دوسری روایت میں ہے جسے میری دلیل کا علم نہ ہو اس کے لیے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔

تیسرا قول: جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو' تو میری بات کو چھوڑ دینا۔[۳]

۲۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

پہلا قول: میں انسان ہوں مجھ سے خطا اور صواب دونوں کا امکان ہے اس لیے تم میری رائے اور فتویٰ میں غور وتامل سے کام لو'

---

۱ اس قول کو ابن عابدین نے اپنے حاشیہ (۱/۶۳) میں اور اپنے رسالہ رسم المفتی (۱/۴) مجموعہ رسائل ابن عابدین میں' اور شیخ صالح فلانی نے ایقاظ الہمم میں (ص ۶۲) اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے نقل فرمایا ہے اور ابن عابدین نے ابن الہمام کے شیخ ابن الشحنۃ الکبیر کی "شرح ہدایہ" سے یہ قول نقل کیا ہے۔

۲ اس قول کو بسند صحیح ابن عبد البر نے "الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہا (ص ۱۴۵)" اور امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین (۲/۳۰۹) اور ابن عابدینؒ نے حاشیہ البحر الرائق (۶/۲۹۳) رسم المفتی (ص ۲۹'۳۲) اور شعرانی نے المیزان (۱/۵۵) بروایت ثانیہ اور تیسری روایت کو عباس دوری نے تاریخ یحییٰ بن معین (۶/۷/۱) میں نیز اسی طرح کا قول امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ اور عافیہ بن یزید سے الایقاظ (ص ۵۲) میں بھی منقول ہے۔

۳ الایقاظ (ص ۵۰)

جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو اسے قبول کرلو اور جو قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو اسے ترک کردو۔[1]

دوسرا قول: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جاسکتی ہو صرف اور صرف نبی کریم ﷺ ہی ایسے ہیں جن کی ہر بات کا قبول کرنا فرض ہے۔[2]

۳۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

پہلا قول: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مل جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ حدیث کو چھوڑ کر کسی اور کے قول پر عمل کرے۔[3]

دوسرا قول: جب تمہیں میری کتاب میں حدیث کے خلاف کوئی بات ملے تو تم حدیث کو لے لو اور میری بات کو ترک کردو۔[4]

تیسرا قول: جب صحیح حدیث ملے تو وہی میرا مذہب ہے۔[5]

چوتھا قول: جب مجھے کوئی ایسی بات کہتے دیکھو کہ جو صحیح حدیث کے خلاف ہو، تو جان لو کہ میری عقل کھوگئی ہے۔[6]

پانچواں قول: نبی کریم ﷺ کی ہر حدیث میرا قول ہے چاہے تم نے اسے مجھ سے نہ بھی سنا ہو۔[7]

۴۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

پہلا قول: میری تقلید نہ کرو اور نہ مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری کی، بلکہ تم وہاں سے مسائل اخذ کرو جہاں سے انہوں نے اخذ کیے ہیں (یعنی کتاب وسنت)۔[8]

دوسرا قول: اوزاعی مالک اور ابوحنیفہ کی آراء آراء ہی ہیں میرے نزدیک ان کا درجہ دلیل وحجت نہ ہونے میں یکساں ہے اور دلیل وحجت تو صرف احادیث اور آثار ہیں۔[9]

تیسرا قول: جس نے نبی کریم ﷺ کی حدیث ٹھکرادی وہ ہلاکت کے دہانے پر ہے۔[10]

حدیث پر عمل پیرا ہونے کی تاکید اور ان کی اندھی تقلید سے ممانعت کے بارے میں یہ ہیں ائمہ اربعہ کے اقوال اور یہ اقوال اتنے واضح ہیں کہ ان میں کسی جدال اور تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

---

[1] ابن عبدالبر نے اس قول کو ''الجامع (۲/۳۲)'' میں روایت کیا ہے اور ان سے ابن حزم نے اصول الاحکام (۶/۱۴۹) '' میں روایت کیا ہے اور فلانی نے ''الایقاظ (ص۷۲)'' میں نقل کیا ہے۔ [2] ارشاد السالک (۱/۲۲۷) [3] اعلام الموقعین (۲/۳۶۱) اور الفانی (ص ۶۸)

[4] الاحتجاج بالشافعی (۲/۸)' ''ذم الکلام (۳/۴۷/۱)'' ''ابن عساکر (۱۵/۹/۱)'' نووی کی ''المجموع (۱/۶۳)'' اعلام الموقعین (۲/۳۶۱) فلانی (۱۰۰) [5] ''نووی کی المجموع'' الشعرانی ۱/۵۷)

[6] ''آداب الشافعی (ص۹۳)'' ''حلیہ (۹/۱۰۶)'' اور ابن عساکر نے تاریخ (۱۵/۱۰/۱) میں صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

[7] آداب الشافعی (۹۴،۹۳) [8] ایقاظ الہمم (ص۱۱۳) اعلام الموقعین (۲/۳۰۲) [9] جامع بیان العلم لابن عبدالبر (۲/۱۴۹)

[10] مناقب الامام احمد (ص۱۸۲)

تقلید اور حنفیہ کے اصول:

اور اب یہاں پر تقلید کی تعریف اور حنفی مذہب کا اصول بھی سنتے جائیے۔

اکثر حضرات تقلید کی حقیقت سے واقف نہیں اور نہ ہی انہیں اس کا مفہوم معلوم ہے اور اسی طرح تقلید اور اتباع کا فرق بھی معلوم نہیں جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تقلید کی تعریف' اس کا مطلب اور مفہوم کا مختصر ذکر کر دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ تقلید کیا ہے؟ لیجئے اس کی تعریف ہم کتب فقہ سے بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ فقہ حنفیہ کی اصول کی مستند اور مسلمہ کتب میں تقلید کی تعریف یوں لکھی ہے:

اَلتَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ مِنْ حُجَّةٍ (مسلم الثبوت ص ۲۸۹)

کسی دوسرے کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل طلب کئے عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں اور ایسے عمل کرنے والے انسان کو مقلد کہتے ہیں اور مقلد کی تعریف یہ ہے:

اَمّا الْمُقَلّدُ فَمُسْتَنَدُهٗ قَوْلُ مُجْتَهِدُهٗ. (مسلم الثبوت)

یعنی مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی واجب الاتباع اور شرعی حجت ہے۔

اَخذُ قَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيلِهٖ

یعنی غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل معلوم کیے مان لینا۔ (بحوالہ مع الجوامع لابن السبکی ج ۲ ص ۲۵۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تقلید کے متعلق فرماتے ہیں:

اَلتَّقْلِيْدُ هُوَ قُبُوْلُ قَوْلٍ بِلَا حُجّةٍ. کسی کی بات کو بغیر دلیل کے مان لینا تقلید ہے۔

یعنی آپ کو معلوم ہی نہیں کہ اس نے یہ قول کہاں سے لیا ہے' اس کی دلیل کیا ہے اور جس کے متعلق یہ معلوم ہی نہ ہو تو اس پر بغیر دلیل کے عمل کرنے کو ہی تقلید کہتے ہیں۔

يَحِلُّ الْاِفْتَآءُ بِقَوْلِ الْاِمَامِ بَلْ يَجِبُ وَ اِنْ لَّمْ يُعْلَمْ مِنْ اَيْنَ قَالَ.

یعنی امام کے ہر قول پر فتویٰ دینا حلال بلکہ واجب ہے اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام کے پاس کیا دلیل ہے۔ (شامی جلد اول مصری ص ۵۳)

حِلٌّ اِلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيّ تَعْزِيْرٌ

جو شخص حنفی سے شافعی بن جائے تو اسے تعزیر کی سزا دینی چاہیے۔ (درمختار مصری باب التعزیر جلد ۳)

لَا يُفْتٰى وَ يُعْمَلُ اِلَّا بِقَوْلِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ

نہ تو کوئی فتویٰ دیا جائے نہ عمل کیا جائے مگر صرف امام اعظم کے قول پر۔ (درمختار مصری جلد ا ص ۵۳)

یہاں تک کہ مقلدین امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِی حَنِیْفَةَ

ریت کے زروں کے برابر لعنتیں نازل ہوں اس پر جو امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے۔ (نعوذ باللہ من ھذا الشر)

اصول فقہ کی معتبر کتب سے تقلید کی تعریف اور حنفی مذہب کے اصول سے واضح ہوگیا ہے کہ مقلدین کے لیے صرف اپنے مذہب کی کتب فقہ پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے اور قرآن وحدیث پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری نہیں اور حنفی بزرگوں کی تصریحات اور نامور مشاہیر اسلام کے مشاہدات کے اقرار واعتراف وغیرہ سے ظاہر ہوگیا ہے کہ حقیقت (اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا) کا عملی نمونہ اور مجسم تفسیر ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب نے جو اپنے پیروں اور مولویوں کو اپنا رب بنالیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے مولوی اور پیر دنیا کا نظام چلانے والے خدا ہیں' بلکہ انہوں نے اوامر ونواہی میں ان کی اطاعت کی۔

عدی بن حاتم کی روایت میں ہے کہ جب وہ نصرانی تھے تو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت آپ ﷺ سورہ براءت (توبہ) کی تلاوت فرما رہے تھے' جب آپ اس آیت (مذکورہ) پر پہنچے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے' آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی حلال کردہ باتوں کو کیا وہ حرام نہیں بتاتے تھے اور تم بھی حرام بتاتے ہو اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا وہ ان کو حلال بتاتے تھے اور تم بھی ان کو حلال بتاتے ہو؟ میں نے کہا ہاں!

تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔

پس ہمارے دور کے مقلدین بھی اہل کتاب کی طرح ہیں اسی کو حلال سمجھتے ہیں جو ان کی فقہ میں حلال ہو اگرچہ وہ قرآن و حدیث میں حرام ہی کیوں نہ ہو' اور اسی کو حرام بتاتے ہیں جو ان کی فقہ میں حرام ہو اگرچہ قرآن وحدیث میں حلال ہی کیوں نہ ہو۔ مقلدین کا یہ شروع سے وطیرہ چلا آرہا ہے کہ بالکل یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

مقلدین نے جو کتابیں تقلید کے لیے واجب قرار دی ہیں ان میں ہدایہ' درمختار' قدوری' عالمگیری وغیرہ سرفہرست شامل ہیں اور مقلدین ان فقہ کی کتابوں کے ساتھ پتھروں سے بھی زیادہ سختی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ ان میں ہدایہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں ہے اور ہدایہ وہ کتاب ہے جو درس وتدریس میں داخل ہے جو حنفی مذہب کا بنیادی پتھر ہے اگرچہ یہ چھٹی صدی کی تصنیف ہے' لیکن حنفی مذہب کا دارومدار صرف اسی پر ہے۔ اور اس کے مصنف کا نام تو علی بن ابوبکر ہے مگر اس کے بعد آنے والے تمام فقہاء احناف احتراماً اسے برهان الدین (دین اسلام کی حجت ودلیل) کے نام ونشان کے لقب سے اس کو یاد کرتے ہیں اور ہدایہ کو اسلام کا حقیقی ترجمان وراہنما مانتے چلے آرہے ہیں' چنانچہ شامی وغیرہ نے ہدایہ کی شان میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ ہدایہ کے مقدمہ اور غایت الاوطار ترجمہ اردو ''درمختار'' میں من وعن یوں نقل کیا گیا ہے۔

کتاب الهداية يهدى الهدىٰ الى حافظيه و يجلوا لعمٰى
فلازمه و احفظه یا ذالحجی فمن ناله نال اقصى المنٰی

یعنی ہدایہ ہی ہدایت کی راہنما ہے اور اندھی آنکھوں کے لیے نور یعنی آنکھوں کو بینا بناتی ہے' اے عقلمند تو اس کو لازم پکڑ اس سے چمٹ جا اور حفظ کر لے کیونکہ جس نے اس (ہدایہ) کو پالیا تو یقیناً اس کی تمام مرادیں پوری ہو گئیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انتہائی جرأت اور پوری جسارت سے کھل کر کہا گیا ہے اَلْهِدَايَةُ كَالْقُرآنِ قَدْ نَسَخَتْ مَا صَنَّفُوا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ

یعنی ہدایہ حقیقتاً قرآن مجید کی مثل بے نظیر کتاب ہے جس نے اپنے سے پہلے کی کل تصانیف' تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے یعنی جس طرح قرآن مجید سے تورات' انجیل منسوخ ہو گئیں ویسے ہی ہدایہ کی تصنیف سے کتب حدیث اور حنفی شافعی وغیرہ فقہی کتب بھی منسوخ ہو گئیں۔ ہدایہ جس کے بارے میں شافعی مذہب کے علماء کہا کرتے ہیں کہ ہدایہ نے احادیث وارد کرنے میں بہت لا پرواہی سے کام لیا ہے وہ تو حدیث نقل کر دینے سے غرض رکھتے ہیں چاہے صحیح ہو یا ضعیف بلکہ ہو تو بھی اور نہ ہو تو بھی۔

بہرحال ہدایہ کے ان گنت اور لا تعداد بے شمار غلط افتراء اور جھوٹے بہتانوں میں سے بطور مثال وہ خاص جھوٹ اور افتراء ملاحظہ فرمایئے جو کہ حدیث کے نام سے رسول ﷺ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور ان کے غلط اور صریح جھوٹ ہونے کا اقرار و اعتراف خود مشاہیر فقہاء احناف نے بالکل واضح اور کھلم کھلا الفاظ میں کیا ہے۔

نبی ﷺ پر ہدایہ کے افتراء و بہتانات:

(۱) ہدایہ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے۔ لِقَولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ (هدایه کتاب الصلوة باب الامامة ج۱ص۱۰۱)

جس نے متقی عالم کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کی تو اسے اتنا اجر و ثواب میسر ہوگا جس قدر کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے ہوتا ہے۔

مصنف ہدایہ کے اس باطل و من گھڑت افتراء کو دیکھ کر مولانا عبدالحئی لکھنویؒ اس درجہ خوف زدہ ہوئے کہ ہدایہ کا حاشیہ لکھتے ہوئے انہیں یوں اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔

او ولما لفظ الحديث المذكور فى الكتاب لم يوجد بل قال بعض المحدثين انه موضوع ذكر السخاوى فى مقاصد الحسنة انه حديث لم يوجد.

یعنی یہ بالکل من گھڑت اور موضوع حدیث ہے جو کتب حدیث میں پائی نہیں جاتی۔

(۲) ہدایہ میں ہے : لِاَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصَّحَابَةُ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ كَانُوا يُسَافِرُوْنَ وَيَعُودُونَ اِلَى اَوْطَانِهِمْ مقيمين من غير عزم جديد. (هدايه جلد اول باب صلواة المسافر)

یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر وہ بہتان عظیم ہے کہ محشی کو علامہ عینی کی تصنیف بنایہ شرح ہدایہ کے یہ الفاظ نقل کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہوئی: لَا نَدْرِیْ مِنْ اَیْنَ اَخَذَ الْمُصَنِّفُ. مصنف ہدایہ کی نقل کردہ حدیث ہمیں تو کسی کتاب حدیث سے نہیں ملی نہ معلوم صاحب ہدایہ نے کہاں سے نقل کی ہے؟

(۳) ہدایہ میں لکھا ہے:

حَدِیْثُ عَلِیٍّ مَوْقُوْفًا وَ مَرْفُوْعًا لَا یُؤْخَذُ فِی الزَّکٰوۃِ اِلَّا الشیءِ. (ھدایه جلد اول کتاب الزکوٰۃ فصل فی الغنم ص ۱۷۰)

یہ عبارت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان ہے۔ چنانچہ علامہ عینی کی بنایہ شرح ہدایہ کے الفاظ اس کی تردید میں حاشیہ پر یوں نقل کئے ہیں:

هٰذَا الْحَدِیْثُ لَمْ یُرْوَ عَنْ عَلِیٍّ مَرْفُوْعًا وَلَا مَوْقُوْفًا. (حاشیه ص ۱۷۰)

یعنی نہ ہی تو یہ الفاظ حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہیں اور نہ ہی موقوفاً گویا کہ حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ پر صریح بہتان ہے۔

نبی ﷺ پر مصنف درمختار کا افتراء:

ہدایہ کے من گھڑت افتراء اور موضوعات کے ساتھ ہی ہدایہ جیسی دوسری مشہور فقہ حنفیہ کی کتاب درمختار کے بے شمار من گھڑت بہتانوں میں سے بطور مثال صرف دو ہی بہتان ملاحظہ فرماتے چلئے لکھا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) اِنَّ آدَمَ افْتَخَرَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اِسْمُهٗ نُعْمَانُ وَ کُنْیَتُهٗ اَبُوْحَنِیْفَةَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ.

(مقدمه درمختار مع رد المحتار ص ۵۲ ج ۱)

یعنی آدم کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب سے فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے جو کہ میری امت کا روشن چراغ ہے۔ **لعنت الله علی الواضعین و الکاذبین)**

اسی مقام پر دوسرا افتراء یہ لکھا ہے۔

(۲) اِنَّ سَائِرَ الْاَنْبِیَاءِ یَفْتَخِرُوْنَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ مَنْ اَحَبَّهٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ.

یعنی تمام انبیاء کو مجھ پر فخر ہے اور مجھے ابوحنیفہ پر، جس نے اس سے محبت کی ہے اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے اس سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا۔ (درمختار)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر وہ بہتان عظیم ہے جس کی مثال اور نظیر تاریخ دنیا میں نہیں ہے نہ صرف یہی بلکہ غایت الاوطار ترجمہ درمختار میں ایسے کئی ایک من گھڑت جھوٹ لکھے ہیں جس کے خلاف ملا علی نے موضوعات میں برملا اور کھلم کھلا پر زور احتجاج کیا ہے۔

یہ ہے حنفیت کا وہ مختصر نمونہ جسے قرآن مجید نے ملعون و مردود قرار دیتے ہوئے یہودیت پر یوں عتاب فرمایا ہے:

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ. (سورة بقره)

پس سخت خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی طرف سے من گھڑت مسائل لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ شرعی اور دینی احکام ہیں۔ یا بالفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ یعنی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بنانے والے نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانے کی کوشش کی ہے۔''

مصنف ہدایہ کا احادیث میں اضافہ کی جسارت:

اوپر صرف غلط' موضوع اور جھوٹی عبارتوں کو رسول اللہ ؐ کی ذات بابرکات کی طرف افتراء اور بہتان کرتے ہوئے حرمت کے نام سے درج کرنے کا نمونہ ملاحظہ فرمایا' اب اصل احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت الفاظ اور جملوں کے اضافہ کرنے کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ہدایہ میں اعرابی کی کفارہ والی مشہور حدیث ذکر کرتے ہوئے مصنف ہدایہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے ہیں:

وَلَا يُجْزِي اَحَدًا بَعْدَكَ (هدايه جلد اول باب مايوجب القضاء و الكفاره ص ٢٠٠)

محشی نے ہدایہ کی اس زبردستی اور من گھڑت زیادتی کے خلاف ہدایہ کی مشہور و معتبر شرح بنایہ سے متن ہدایہ ہی میں ان الفاظ کے نیچے یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں: **هذا لم يرو في كتاب من الحديث.** یعنی کفارہ کی حدیث کے آخر میں جو الفاظ ''**ولا يجزى احدا بعدک**'' ہدایہ کے مصنف نے لکھے ہیں وہ الفاظ حدیث کی کتابوں میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔ صرف اپنا مذہب ثابت کرنے کی خاطر اس نے یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔

۲۔ ہدایہ میں خثعمیہ کی مشہور حدیث میں ''**و اعتمری**'' کا لفظ بڑھایا گیا ہے' چنانچہ یہ روایت ہدایہ میں اس طرح لکھی ہوئی موجود ہے: **كَحَدِيْثِ الْخُثْعُمِيَّةِ فَاِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فِيْهِ حُجِّي عَنْ اَبِيْكِ وَ اعْتَمِرِي.** (ہدایہ کتاب الحج عن الغیر ص ۲۷۷) یعنی دوسروں کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے کی دلیل حدیث ہی ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ تو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر''

محشی کو ہدایہ کی اس زیادتی پر عینی شرح ہدایہ سے یہ اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔ ''**وَفِي رِوَايَةِ الْمُصَنَّفِ وَهْمٌ فَاِنَّ فِي الْحَدِيْثِ الْخَثْعَمِيَّةِ لَيْسَ ذِكْرُ الْاِعْتِمَارِ**'' یعنی مصنف ہدایہ نے جو **واعتمری** کا لفظ حدیث میں بڑھایا ہے یہ اس کی صریح غلطی ہے کیونکہ حدیث خثعمیہ میں **وَاعْتَمِرِي** کا لفظ موجود نہیں ہے۔

۳۔ حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اس لیے اپنے خلاف' مذہب حدیث کو حق و صحیح ثابت کرنے کی غرض سے حدیث میں من گھڑت الفاظ زیادہ کر دیئے' چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے:

وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَيِّتٍ فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةً لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَلَهُ- (هدايه جلد اول كتاب الصلوٰة في الصلوة على الميت ص ١٦١)

یعنی حسب فرمان رسول اللہ ؐ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ نبی اکرم ؐ فرماتے ہیں جس نے جنازہ کی نماز مسجد

میں پڑھی اس کو کچھ اجر نہیں ملے گا۔'' محشی نے مصنف ہدایہ کی اس من گھڑت زیادتی پر حاشیہ میں بنایہ جیسی مشہور شرح میں یہ اعلان نقل کردیا ہے: قَوْلُهٗ فَلَا اَجْرَلَهٗ قَالَ ابنُ عَبْدِ الْبَرِّ رِوَايَةُ فَلَا اَجْرَ لَهٗ خَطَأٌ فَاحِشٌ یعنی فَلَا اَجْرَلَهٗ کا جولفظ مصنف ہدایہ نے ذکر کیا ہے'یہ اس کی زبردست غلطی اور فاش خطا ہے۔''

اگرچہ فقہ حنفیہ کی کتب میں ایسی ان گنت اور بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن ہم بطور نمونہ مذکورہ بالا امثلہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء:

اب غلط اور موضوع احادیث کو مشہور کتب حدیث کی طرف منسوب کرنے کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ''توضیح تلویح'' جو فقہ حنفیہ کی اصول فقہ پر چوٹی کی مشہور اور درسی کتاب ہے اس میں یہ مشہور ترین موضوع حدیث صحیح بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ بلفظ

يُكْثَرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ مِنْ بَعْدِىْ فَاِذَارُوِىَ لَكُمْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ. (الحديث)

یعنی رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد لوگ بہت سی من گھڑت احادیث بیان کریں گے پس جب تمہارے پاس کوئی حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن شریف پر پیش کرنا۔'' (توضیح تلویح صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ نول کشور)

نہ صرف یہی: بلکہ اس حدیث کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی طرف غلط منسوب یا افتراء کرتے ہوئے پھر خود ہی یہ بھی لکھ دیا ہے: ذَكَرَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ اَنَّهٗ حَدِيْثٌ وَ ضَعَهُ الزَّنَا دِقَةُ یعنی حضرت یحییٰ بن معین جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں کہتے ہیں کہ یہ حدیث زندیق لوگوں کی من گھڑت اور بناوٹی حدیث ہے۔

مذکورہ تصریح ووضاحت کے باوجود پھر اس کی تصدیق اور ثقاہت پر بھی پورے دعویٰ سے یوں زور دیا ہے: وَاِيْرَادُ الْبُخَارِىِّ اِيَّاهُ فِى صَحِيْحِهٖ لَا ينائى الْاِنْقِطَاعَ وَ كَوْنُ اَحَدِ رُوَاتِهٖ مَعْرُوْفٌ (توضيح تلويح صفحه ۲۲۹ مطبوعه نولكشور) چونکہ یہ حدیث امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج کررکھی ہے لہٰذا اس کا انقطاع اور یحییٰ ابن معینؒ کی جرح وغیرہ اس کی ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

مزید سنئے:

فصول الحواشی شرح اصول شاشی میں مذکورہ حدیث کی صحت وثقاہت جس زور وضاحت وصراحت سے ذکر کی گئی ہے بلفظہ ملاحظہ فرمائیے۔ اِنَّ الْاِمَامَ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِىَّ اَوْرَدَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِى كِتَابِهٖ وَهُوَ اِمَامُ هٰذَا الصُّنْعَةِ فَكَفٰى بِهٖ دَلِيْلًا عَلٰى صِحَّتِهٖ وَلَمْ يُلْتَفَتْ اِلٰى طَعْنِ غَيْرِهٖ بَعْدَهٗ (فصول الحواشی ص ۲۸۸ شرح اصول شاشی مطبوعہ مجتبائی) یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ جو حدیث کے مشہور امام ہیں' جب انہوں نے حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں درج کرلیا تو اس حدیث کی صحت خود بخود ثابت ہوگئی اور جس قدر اس حدیث پر طعن کئے گئے ہیں وہ سب غلط اور پادرہوا ہو کر رہ گئے۔

کس قدر سینہ زوری اور سکھا شاہی ہے سراسر بناوٹی اور من گھڑت حدیث کو صحیح بخاری میں منقول ومروی ثابت کیا جارہا ہے اور یہ کس قدر ظلم وستم اور جور وجفا ہے کہ

اولاً: تو یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ صحیح بخاری میں معاذ اللہ موضوع اور بالکل جھوٹی احادیث بھی ہیں۔

ثانیاً: منکرین حدیث کوخاص موقعہ اور ایک کارگر حربہ دینے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ وہ آسانی سے یہ کہہ کر ذخیرہ احادیث کو ٹھکرا دیں کہ جب صحیح بخاری میں بناوٹی اور جھوٹی احادیث موجود ہیں تو پھر باقی ذخیرہ حدیث کا اعتبار ہی کیا؟

ثالثاً: سب سے بڑا ظلم وستم یہ کہ منکرین حدیث جو پہلے ہی سے یہ بکواس کر رہے ہیں کہ جو حدیث خلاف قرآن ہے وہ بالکل بیکار اور جھوٹی ہے۔ درحقیقت ان وضاعین نے منکرین حدیث کی صحیح بخاری کے نام سے مزید امداد کی ہے تا کہ وہ عوام کو صحیح بخاری کے نام سے مزید گمراہ کر سکیں۔

خلفاء راشدین پر حنفیہ کے افتراء:

اوپر حنفیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط افتراء باندھنے کا نمونہ ذکر ہو چکا۔ اب خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام پر غلط اور جھوٹ بہتان وافتراء کرنے کا نمونہ بھی سینہ پر پتھر رکھ کر عجائبات دیکھتے چلئے۔

۱۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے صاحب ہدایہ نے کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے:

يَأْخُذُمِنْهُ الْعُشْرَ بِقَوْلِ عُمَرَ (ھدایه باب فی من یمر علی العاشر جلد اول صفحه ۱۷۷)

صاحب ہدایہ کے اس غلط افتراء کا تردیدی اعلان علامہ بدر الدین عینیؒ نے شرح ہدایہ میں یوں کیا ہے جو محشی نے حاشیہ پر لکھ دینے میں ہی اپنی بہتری خیال کی ہے۔ قول عُمَرَ غَرِيْبٌ لَمْ يُدْرَكْ یعنی حضرت عمرؓ کی طرف جو قول صاحب ہدایہ نے منسوب کر کے لکھا ہے وہ ثابت نہیں ہو سکا بلکہ مصنف ہدایہ کے علمی عجائبات سے ہے۔

۲۔ ہدایہ میں علی الاعلان لکھا ہے: فِي رِوَايَةِ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ النَّفَقَةُ وَ السُّكْنٰى. (تنقید الھدایه ص ۲۶۵) اور یہ الفاظ حدیث کی کسی بھی کتاب میں موجود نہیں اور بالکل نہیں۔

۳۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر غلط افتراء کیا ہے: ہدایہ کتاب الصلوٰۃ الجمعہ میں ایک غلط اور جھوٹی حدیث اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے یوں لکھی ہے:

وَ عَنْ عُثْمَانَ اَنَّهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَارْتَجَّ عَلَيْهِ فَنَزَلَ وَصَلّٰى (ھدایه جلد ۱ صفحه ۱۴۹) یعنی حضرت عثمان جب خلیفہ ہوئے اور پہلی مرتبہ جو جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے منبر پر چڑھے تو صرف الحمد للہ ہی کہہ کر کانپ گئے اور اس درجہ مرعوب ہوئے کہ کچھ اور زبان سے فرما ہی نہ سکے اور بالآخر اسی طرح منبر سے نیچے اترے اور نماز پڑھا دی۔'' حاشیہ میں لکھا ہے: وقع فی الاختلاط یعنی ان پر ایسا اختلاط غالب ہوا کہ سوا الحمد للہ کے کچھ اور کہہ ہی نہ سکے۔ العیاذ باللہ

اس غلط افتراء پر صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ سے صبر نہیں ہو سکا چنانچہ اس نے علی الاعلان تردید کرتے ہوئے لکھا ہے: هٰذَا الْقِصَّةُ لَمْ تُعْرَفْ فِي كُتُبِ الْحَدِيْثِ (حاشیہ صفحہ ۱۴۹) یعنی جو قصہ مصنف ہدایہ نے حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کر رکھا ہے یہ کتب حدیث میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر افتراء:

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ حنفیت کے سرتاج نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایک غلط افتراء منسوب کر رکھا ہے۔ چنانچہ ہدایہ کتاب الصلوٰۃ فی تکبیرات ایام تشریق میں ہے: وَالتَّكْبِيْرُ اَنْ يَقُوْلَ مَرَّةً وَاحِدَةً اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ هٰذَا الْمَاثُوْرُ عَنِ الْخَلِيْلِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (جلد اول صفحہ ۱۸۸) یعنی یہ تکبیر ایام تشریق میں ایک ہی مرتبہ پڑھنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ محشی ہدایہ نے اس غلط افتراء کا تردیدی اعلان زیلعی سے حاشیہ میں یوں نقل کیا ہے۔ لَمْ اَجِدْهُ مَاثُوْرًا عَنِ الْخَلِيْلِ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوسکا بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مصنف ہدایہ کے موافق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت نہیں ہوا۔" عیاذاً باللہ۔

ائمہ دینؒ پر افتراء:

اب ائمہ دین کی طرف غلط مسائل منسوب کرنے کا نمونہ دیکھئے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء:

حضرت امام مالکؒ خطیب و مدرس مدینہ منورہ مسجد نبوی کا مذہب صاحب ہدایہ نے برائے نام ہی ذکر کیا ہے اور جو کچھ ان کی طرف منسوب کر کے لکھا وہ سراسر غلط ہی لکھا ہے' چنانچہ متعہ جیسے حرام فعل کا جواز حضرت امام مالکؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وَقَالَ مَالِكٌ هُوَ جَائِزٌ لِاَنَّهٗ مُبَاحٌ (ہدایہ کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۲۹۲) یعنی رافضیوں کی طرح حضرت امام مالکؒ بھی نکاح متعہ کو حلال جانتے ہیں۔ صاحب فتح القدیر نے شرح ہدایہ میں اس غلط افتراء کے متعلق کھلم کھلا تردیدی اعلان لکھا ہے جسے محشی نے حاشیہ پر نقل کر دینے ہی میں بہتری خیال کی ہے۔

نِسْبَتُهٗ اِلٰى مَالِكٍ غَلَطٌ وَلَا خِلَافَ فِيْهِ بَيْنَ الْاَئِمَّةِ وَ عُلَمَاءِ الْاَمْصَارِ اِلَّا الطَّائِفَةَ الشِّيْعَةَ. یعنی رافضی کے علاوہ تمام ائمہ اور علمائے اسلام متعہ کو حرام جانتے ہیں (صرف رافضی ہی جائز کہتے ہیں) محشی نے مزید تائید کے لیے بنایہ شرح ہدایہ سے حاشیہ میں لکھا ہے وَرُوِیَ فِی الْمُؤَطَّا حَدِيْثُ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَ عَادَتُهٗ اَنْ لَّا يَرْوِیَ حَدِيْثًا فِی الْمُؤَطَّا اِلَّا هُوَ يَذْهَبُ اِلَيْهِ وَ عَمِلَ بِهٖ یعنی امام مالکؒ کی عادت ہے کہ وہ مؤطا میں وہی حدیث نقل کرتے ہیں جس پر خود ان کا عمل ہے بناء علیہ مؤطا میں حضرت علیؓ سے انہوں نے حرمت متعہ کی حدیث نقل کر کے اپنے مذہب کو ظاہر کر رکھا ہے۔ مگر صاحب ہدایہ ہے کہ وہ امام مالک پر جھوٹ افتراء کر رہا ہے جس سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ مصنف ہدایہ کتب حدیث سے اس درجہ غیر مانوس اور بے خبر ہے کہ حدیث کی سب سے پہلی شہرہ آفاق کتاب مؤطا امام مالکؒ تک سے بھی واقف نہیں اگر اسے مؤطا کا علم ہوتا تو اسے امام مالک پر یہ غلط افتراء کی جرأت نہ ہوتی۔

گر ہمیں مکتب ہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

ہدایہ باب مایو جب القضاء و الکفارہ میں لکھا ہے کہ عمداً روزہ توڑنے والے کو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے بحکم حدیث واجب ہیں، لیکن حضرت امام مالکؒ مسلسل روزے رکھنے کو ضروری نہیں جانتے لہٰذا ان پر نص صریح حجت ہے۔ چنانچہ اصل الفاظ ہدایہ کے یہ ہیں۔ وَهُوَ حُجَّةٌ ..... عَلٰی مَالِکٍ فِي نَفْيِ التَّتَابُعِ لِلنَّصِّ عَلَيْهِ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۳۰) اس غلط افتراء کی تردید بنایہ شرح ہدایہ میں یوں کی گئی ہے: نسبته الی مالک سهو یعنی امام مالک کی طرف جو حدیث کے خلاف کرنے کا الزام مصنف ہدایہ نے لگایا ہے یہ اس کی سراسر غلطی، زیادتی اور لاعلمی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر غلط افتراء:

اصل حقیقت یہ ہے کہ ہدایہ کی تصنیف صرف حضرت امام شافعیؒ کی تردید اور حنفیت کی تائید وتصدیق کے لیے ہی عمل میں لائی گئی ہے، لہٰذا بطور شرعی گواہوں کے ذیل میں صرف دو مقام ہی بطور نمونہ درج ہیں:

۱۔ ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الکعبہ میں امام شافعی کی طرف یہ غلط افتراء کیا گیا ہے کہ امام شافعی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں بِلَفْظِ جَائِزَةٌ فَرْضُهَا وَ نَفْلُهَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۴۶)
ہمارے حنفی مذہب میں شافعیؒ کے خلاف کعبہ میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور چونکہ یہ سراسر غلط افتراء تھا اس لیے محشی نے اس کا تردیدی اعلان حاشیہ میں نہایہ شرح ہدایہ سے یوں کر دیا ہے فَإِنَّهُ يَرَى جَوَازَ الصَّلٰوةِ فِي الْكَعْبَةِ فَرْضَهَا وَ نَفْلَهَا كَذَا اَوْرَدَهُ اَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ فِي كُتُبِهِمْ یعنی مصنف ہدایہ نے امام شافعی کے ذمہ یہ غلط الزام لگایا ہے کہ وہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو جائز نہ جانتے تھے مگر شافعی مذہب کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنی جائز ہے۔

۲۔ ہدایہ کتاب الصوم، باب مایجب القضاء والکفارہ میں مصنف ہدایہ نے امام شافعی کے ذمہ یہ غلط الزام لگایا ہے کہ امام شافعی کہتے ہیں: روزہ توڑنے والے کو ترتیب میں اختیار ہے چنانچہ ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهٖ يُخَيَّرُ لِاَنَّ مُقْتَضَاهُ التَّرْتِيْبُ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۰۰) یعنی امام شافعیؒ پر یہ حدیث حجت ہے جس میں کفارہ دینے والے کے لیے ترتیب شرط ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ترتیب شرط نہیں بلکہ کفارہ دینے والے کو اختیار ہے کہ ترتیب کا خیال رکھے یا نہ رکھے۔ یہ غلط افتراء دیکھ کر مصنف نہایہ شرح ہدایہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ لہٰذا اس نے اس غلط افتراء کا تردیدی اعلان یوں کر دیا جو محشی نے حاشیہ میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے: وَالشَّافِعِيُّ لَايَقُوْلُ بِالتَّخْيِيْرِ بَلْ يَقُوْلُ بِالتَّرْتِيْبِ كَمَا هُوَ قَوْلُنَا وَهُوَ مَنْصُوْصٌ فِي كُتُبِهِمُ الْوَجِيْزِ وَ الْخَاصَةِ الْمَنْسُوْبَتَانِ اِلَى الْغَزَالِيِّ وَ كَذٰلِكَ فِي كُتُبِهٖ مَبْسُوْطِ شَيْخِ الْاِسْلَامِ وَ فَخْرِ الْاِسْلَامِ یعنی امام شافعی کے نزدیک تو یہ ترتیب شرط ہے جیسا کہ ہمارے حنفی مذہب کا مسئلہ ہے، چنانچہ شافعی مذہب کی کتب وجیز اور خلاصہ اور خود ہماری کتب المبسوط وغیرہ میں شافعی کا یہ مذہب لکھا ہے۔ مصنف ہدایہ نے ان کے ذمہ یہ غلط الزام لگایا ہے۔

یہ ہے حنفیت کا مختصر نمونہ جس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں اعلان فرمایا ہے۔ یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولونَ هذا من عندالله۔ یعنی خود اپنے ہاتھوں سے اپنی حسب خواہش لکھ کر مشہور کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

ہم اپنے پورے بیان کی تصدیق وتائیداور مزید وضاحت اور تشریح کے لیے بمصداق شھد شاھد من اھلھا (الآیۃ) حنفی مذہب کے سرتاج اور چوٹی کے علمائے احناف کی شہادتیں عرض کرتے ہوئے بحث کو ختم کرتے ہیں۔

ا۔ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ:

سرتاج احناف علامہ ملا علی قاریؒ نے اپنی مشہور کتاب ''موضوعات کبیر'' میں فقہاءحنفیہ کے اس مردود فعل کے خلاف اعلانیہ اور کھلے طور پر یوں شکایت کی ہے: لَا عِبْـرَۃَ بِنَقْلِ النِّھَایَۃِ وَلَا بِفَیْزِ شُرَّاحِ الْھِدَایَۃِ فَاِنَّھُمْ لَیْسُوا مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ وَلَا اَسْنَدُ وا الْحَدِیْثَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْمُخَرِّجِیْنَ''

یعنی ہدایہ جیسی چوٹی کی کتاب کے شارح نہایہ اور ایسے ہی دیگر شارحین ہدایہ اگر کسی حدیث کو اپنی کتاب میں لکھیں تو وہ حدیث معتبر نہیں ہے اس لیے کہ اولاً تو خود ان لوگوں کو علم حدیث میں مہارت اور دسترس ہی نہیں، اور ثانیاً وہ کسی مستند کتاب حدیث کا حوالہ بھی ذکر نہیں کرتے۔(موضوعات کبیر ص ۷۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ملا علی قاریؒ ہدایہ اور فقہ حنفیہ کی دوسری کتب وغیرہ کی اصلیت اور واقعہ سے اہل علم کو آگاہ کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں:

اِنَّ نَقْلَ الْاَحَادِیْثِ النَّبَوِیَّۃِ (لَا یَجُوزُ اِلَّامِنَ الْکُتُبِ الْمُتَدَ اوِلَۃِ لِعُدِمِ الْاِعْتِمَادِ عَلٰی غَیْرِھَا. رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو کتب فقہ وغیرہ سے نقل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر معتمد ہیں۔لہٰذا احادیث مستند کتب سے ہی نقل کی جائیں۔

۲۔شیخ عبدالحق حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

مصنف ہدایہ کی علمی پوزیشن کو اشکارا کرتے ہوئے شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں:

''اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ غالباً اشتغال وقت آں آستاذ در علم حدیث کمتر بودہ''

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ہدایہ کو علم حدیث سے کچھ زیادہ تعلق اور واسطہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو کہ محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ناقابل اعتبار اور ضعیف ہیں۔

۳۔رکن رکین مذہب حنفیہ حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنویؒ:

علامہ عبدالحئی لکھنویؒ ہندوستان میں حنفیت کے مجدد اعظم تسلیم کئے جاتے ہیں آپ عمدۃ الرعایہ میں فقہاء احناف کے مذکورہ مذموم فعل سے کس قدر شاکی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ اِنَّ الْکُتُبَ الْفِقْھِیَّۃَ وَ اِنْ کَانَتْ مُعْتَبَرَۃً فِی نَفْسِھَا بِحَسْبِ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِیَّۃِ وَ کَانَ مُصَنِّفُوھَا اَیْضاً مِنَ الْمُعْتَبَرِیْنَ وَ الْفُقَھَاءِ الْکَامِلِیْنَ لَا یُعْتَمَدُ عَلَی الْاَحَادِیْثِ الْمَنْقُوْلَۃِ فِیْھَا اعْتِمَادًا کُلِّیًا وَلَا یُجْزَمُ بِوُرُوْدِھَا وَ ثُبُوتِھَا قَطْعاً بِمُجَرَّدِ وُ قُوعِھَا فِیْھَا فَکَمْ مِنْ اَحَادِیْثُ ذُکِرَتْ فِی الْکُتُبِ الْمُعْتَبَرَۃِ وَھِیَ مَوضُوعَۃٌ وَ مُخْتَلَقَۃٌ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ صفحہ ۱۲ مطبوعہ یوسفی) یعنی فقہ حنفیہ کی معتبر کتابیں اگرچہ فروعی مسائل میں معتبر ہوں اور بےشک ان کے مصنف بھی ایسے ہی معتبر فقہاء ہوں کہ ان کی فقاہت پر اعتماد کیا جاتا ہو لیکن ان احادیث پر

اعتماد نہیں کرنا چاہیے جو ان لوگوں نے اپنی کتب فقہ میں لکھی ہیں۔ اور نہ ہی ان کا حدیث نام دے کر اپنی کتب میں کوئی عبارت لکھ دینے سے یقین کر لینا چاہیے کہ یہ ضرور حدیث ہی ہوگی۔ کیونکہ ان کتب فقہ میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع یعنی من گھڑت اور بناوٹی ہیں اور بہت سی مختلف فیہ ہیں، یعنی جن کی صحت کا اعتبار نہیں ہے۔"

مزید تشریح کیلئے اجوبہ فاضلہ سے رکن رکین حنفیہ مولوی عبدالحی" صاحب لکھنوی مرحوم کا کھلم کھلا اعلان پڑھیے فرماتے ہیں:

اَلاتَرىٰ اِلَى صَاحِبِ الْهِدَايَةِ مِنْ اجُلَّةِ الْحَنَفِيَّةِ وَالرَّافِعِيُّ شَارِحٌ مِنْ اُجُلَّةِ الشَّافِعِيَّةِ مَعَ كَونِهِمَا مِمَّنْ يُشَارُ اِلَيْهِمَا بِالْاَ نَامِلِ وَ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ الْاَ مَاجِدُ وَالْاَمَاثِلُ قَدْ ذَكَرُوا فِيْ تَعْسِيْفِيْهِمَا لَمْ يُوجَدْلَهٗ اَثَرٌ عِنْدَ خَبِيْرٍ بِالْحَدِيْثِ. (اجوبه فاضله)

یعنی کیا تم صاحب ہدایہ کی طرف نہیں دیکھتے جو سرتاج حنفیہ اور رافعی شارح جو چوٹی کے فقہاء شافعیہ میں شمار کئے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں کہ ان کی عظمت اور جلالت کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے جاتے ہیں اور بڑے بڑے نامور علماء وفقہاء ان کے مسائل حلال وحرام پر اعتماد کرتے چلے آئے ہیں، مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے بہت زیادہ ایسی احادیث اپنی کتابوں میں لکھی ہیں جو اس درجہ من گھڑت اور بناوٹی ہیں کہ اصل کتب حدیث سے ان کا ہرگز کچھ سروکار اور واسطہ ہی نہیں ہے۔

اور سنئے حضرت مولانا عبدالحی صاحب پورے وثوق سے اعلان فرما رہے ہیں "وَمِنَ الْمَعْلُومِ اَنَّ صَاحِبَ الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَكَابِرِ الْفُقَهَاءِ وَ مُؤَلِّفَ اِحْيَاءِ الْعُلُومِ وَغَيْرِهٖ مَنْ اَجْلَاةِ الْعُرَفَاءِ لَيْسُوا مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ (ظفر الامانی شرح مختصر الجرجانی ص ۱۹) مختصراً یہ کہ مصنف ہدایہ وغیرہ کا شمار محدثین میں نہیں ہوسکتا۔

الفوائد البہیہ (ص۴۲) میں لکھا ہے: فِي طَبَقَاتِ الْقَارِئ قَدْ وَقَعَ فِي الْهِدَايَةِ اَوْهَامٌ كَثِيْرَةٌ قَدْ نَقَلَهَا الْعَلَّامَةُ الْفَهَّامَةُ الشَّيْخُ عَبْدُالْقَادِرِ الْقُرَشِيُّ الْحَنَفِيُّ فِي كِتَابِهٖ الْمُسَمّٰى بِالْعِنَايَةِ. یعنی ملا علی قاری طبقات میں رقمطراز ہیں کہ ہدایہ میں ان گنت اور بے شمار غلط مسائل (اوھام) ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالقادر قریشی حنفی نے عنایہ شرح ہدایہ میں ان کو پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

کیا یہی فقہ اور فقہاء ہیں کہ جن کو کتاب و سنت اور ائمہ اہلحدیث سے افضل و برتر ثابت کرنے کے دعوے کئے جاتے اور ڈھنڈورے (درمختار اور تمہید النمارق، مقدمہ کنز الدقائق مطبوعہ قاسمی دیوبند اور ایضاح الادلہ وغیرہ میں) یوں پٹوائے جا رہے ہیں "اَلنَّظْرُ فِي كُتُبِ اَصْحَابِنَا مِنْ غَيْرِ سِمَاعٍ اَفْضَلُ مِنْ قِيَامٍ" کہ کتب فقہ حنفیہ (قدوری ہدایہ کنز وغیرہ) کا پڑھنا پڑھانا تو کیا، صرف ان کو ایک نظر دیکھنا بھی نماز تہجد سے افضل ہے نہ صرف یہی بلکہ پورے ادعاء سے لکھا ہے تعلم الفقه افضل من تعلم باقی القران." بھرپوری صراحت سے یوں بھی لکھا ہے تَعَلُّمُ بَعْضِ الْقُرْآنِ وَوَجَدَ فِرَاغًا فَالْاَفْضَلُ الْاِشْغَالُ بِالْفِقْهِ" تھوڑا سا قرآن پڑھنے کے بعد افضل و باعث ثواب یہ عمل ہے کہ پورا وقت فقہ حنفی میں صرف کیا جائے۔

یہ ہے مقلدین کی فقہ کی ننگی تصویر کہ جس کے متعلق بے باکی سے اعلان کررہے ہیں کہ فقہ حنفیہ میں کوئی بھی مسئلہ خلاف حدیث نہیں ہے۔

مصنفؒ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے بیش بہا معلومات کا علمی خزانہ اس کتاب میں مرتب کیا ہے اور مقلدین کے مغالطوں کے پول کھول کر ہمارے سامنے پیش کردیئے ہیں تاکہ مقلدین کے اُن مسائل سے آگاہی حاصل ہو جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ مقلدین کا دعویٰ ہے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں اس لیے ضرورت تھی کہ ان کی اس مردود بات کا اصل چہرہ عوام کے سامنے لایا جائے اور فقہ کے وہ مسائل اکٹھے کئے جائیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مصنفؒ کو جس نے فقہ کے وہ مسائل جو قرآن وحدیث کے خلاف تھے ان کو اکٹھا کیا اور ان کو عوام کے سامنے لائے تاکہ مقلدین کے دعویٰ کا پول کھل جائے کہ فقہ کے مسائل قرآن وحدیث سے ماخوذ نہیں بلکہ سراسر اس کے خلاف ہیں اور ایک عام مسلمان کو بڑے احسن انداز سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے چند اوراق پڑھ کر رائے قائم نہیں کر لینی چاہیے بلکہ اسے اول سے آخر تک کامل اطمینان کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے اور تعصبات سے ہٹ کر انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے حق بات کو قبول کرنے میں تامل سے کام نہیں لینا چاہیے اور نہ ہی کسی بات پر خواہ مخواہ بگڑنا چاہیے۔

کیونکہ اس کتاب میں کوئی بات اپنی طرف سے شامل نہیں کی گئی بلکہ فقہ کا اصل مسئلہ لکھنے کے بعد اس کے رد میں کہ یہ مسئلہ کس طرح خلاف سنت ہے، قرآن وحدیث سے دلائل دیئے ہیں تاکہ متلاشیان حق کو اصل بات سے آگاہی حاصل ہو!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان الظن لا یغنی من الحق شیئاo (النجم:۲۸) اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے اور وہ بڑا ہی اچھا ساتھی اور مددگار ہے۔

وصلی اللہ علی محمد و علی الہ و صحبہ وسلم والحمد للہ رب العلمین

نوٹ: اس مقدمہ کی تیاری میں مولانا محمد جوناگڑھیؒ کی کتب اور علامہ ناصرالدین البانی کی ''صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ'' اور مولانا محمد اشرف سندھوؒ کی کتاب ''نتائج التقلید'' وغیرہ سے مدد لی گئی ہے۔

عبدالرحمان عابد

۲۱-۰۴-۲۰۰۲

مقلدین کے مغالطوں کے جواب میں

جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص معین کی تقلید کے بغیر کام نہیں چلتا وہ قرآن اور حدیث پر چلنے والوں کو کئی طرح کے مغالطوں میں ڈالتے ہیں۔

پہلا مغالطہ

فقہ پر عمل کرنا فرض ہے

ایک مغالطہ ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ فقہ پر عمل کرنا فرض ہے اور حدیث کی پیروی جائز نہیں۔

جواب: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ ہرگز مسلمان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر یہی فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی راہ پر چلو اور یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے برخلاف یہ بتلاتا ہے کہ فقہ پر چلنا فرض ہے اور حدیث پر چلنا جائز نہیں' تو گویا یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے نہیں مانتا اور مندرجہ ذیل صریح دلائل کا صاف انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (آل عمران-۳۱)

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النسآء-۶۵)

اے محمد! تیرے رب کی قسم! یہ کبھی ایماندار نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو حکم (فیصل) تسلیم نہ کرلیں' پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ پائیں بلکہ اسے یکسر (بلا حیل وحجت) قبول کرلیں۔

مزید فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (النسآء-۵۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسول کا اور ان کا جو تم سے بااختیار ہیں پھر اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو (یعنی فیصلہ قرآن وحدیث سے لو)' اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو' یہی بہترین بات ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی نہایت اچھی صورت ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (احزاب۔۲۱)

بلاشبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النسآء۔۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اس کے بعد درج ذیل احادیث کو ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امابعد بلاشبہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین رہنمائی محمد ﷺ کی طرف سے ملنے والی رہنمائی ہے اور بدترین کام وہ نئی باتیں ہیں جو دین میں داخل کی جائیں اور اس طرح کی یہ نئی بات سراسر گمراہی ہے۔

(۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قَالُوْا وَمَنْ يَّاْبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔ (۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ کے رسول وہ کون شخص ہے جو انکار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی میرا انکار کرتا ہے۔

(۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحٰبٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ (۳)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے اس کی امت میں مبعوث فرمایا' اس کی اپنی امت ہی میں کچھ حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جاتے جو ایسی باتیں کہتے کہ جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے کام کرتے جنہیں کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگوں سے جو اپنے ہاتھ سے جہاد کرتا ہے وہ مومن ہے اور جس نے اپنی زبان کے ساتھ ان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے دلی طور پر ان سے اظہار بیزاری کر کے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جو شخص ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہیں کرتا' اس میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب رفع الصوت فی الخطبة وما یقول فیها ج۔٦' ص۔٣٩٢' حدیث۔٢٠٠٢

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة' باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ ﷺ (ابوهریرة) ج۔١٣' ص۔٢٤٩' حدیث۔٧٢٨٠

(۳) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب کون النهی عن المنکر من الایمان وان الایمان یزید وینقص ج۔٢' ص۔٢١٣' حدیث۔١٧٧

(۴) وَعَنْهُ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ وَقَرَأَ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ اَلْاٰيَةَ۔ (الانعام۔۱۵۳)[1]

اور انہی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خط کھینچ کر سمجھایا کہ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے والی سیدھی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں جانب کئی خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر راہ کی طرف شیطان انسانوں کو بلاتا ہے پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "بیشک یہ مجھ تک پہنچنے والی سیدھی راہ ہے' تم اسی کی پیروی کرو۔"

(۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِيْ اَرْبَعِيْنِهٖ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَيْنَاهُ فِيْ كِتَابِ الْحُجَّةِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)[2]

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش ان احکام دین و شریعت کے تابع نہ ہو جائے جنہیں میں لے کر آیا ہوں۔ (اس حدیث کو امام بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے اربعین میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کتاب الحجۃ میں اسے صحیح سند کے ساتھ ہم سے روایت کیا گیا ہے)

(۶) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَابُنَيَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَابُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ)[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر تو اس بات پر قادر ہو کہ صبح سے شام تک تیرے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو دل کی یہ حالت ضرور پیدا کر' پھر مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن غریب ہے)

(۷) وَعَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان تک یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم انہیں پختگی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے' ان میں سے

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج۔۱' ص۔۵۸' حدیث۔۱۶۶ والدارمی باب فی کراھیۃ اخذ الرایی ج۔۱' ص۔۶۷ (ابن مسعود) ومسند احمد ج۔۱' ص۔۳۶۵ طبع دار الفکر بیروت (مسند عبداللہ بن مسعود) ومسند احمد ج۔۳' ص۔۳۹۷ طبع دارالفکر بیروت (مسند جابر بن عبداللہ) والنسآئی۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج۔۱' ص۔۵۹' حدیث۔۱۶۷ وشرح السنۃ ج۔۱' ص۔۲۱۳ باب رد البدع والاھواء کتاب الایمان طبع۔۲' المکتب الاسلامی بیروت۔

(۳) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج۔۱' ص۔۶۲'حدیث۔۱۷۵ (حسن) وجامع الترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ واجتناب البدع ج۔۵' ص۔۳۶

وَسُنَّةُ نَبِيِّهٖ۔ (۱)

ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری اس کے نبی کی سنت۔

(۸) وَعَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّمَالِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ۔ (۲)

حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس قوم نے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کی وہ اسی درجہ کی سنت سے محروم ہو گئی۔ پس سنت پر سختی سے عمل پیرا ہونا بہت بہتر ہے بدعت پیدا کرنے سے۔

(۹) وَعَنْ حَسَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ) (۳)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس قوم نے اپنے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے اس درجہ کی سنت سلب کر لی (اُٹھالی) پھر اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تک اس قوم کی طرف نہیں لوٹاتے۔

(۱۰) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرٰةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرٰةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰى مَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس توراۃ کا ایک نسخہ لے کر آئے اور عرض کی یارسول اللہ یہ توراۃ کا نسخہ ہے' رسول اللہ ﷺ سن کر خاموش رہے' اس کے بعد جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا' آخر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تجھے عورتیں گم کریں یہ ہم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو کیسا دیکھ رہے ہیں' تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور پکار اٹھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا "میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے بچنے کے لیے اللہ ہی کی پناہ میں آتا ہوں' ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور اسلام کو بطور دین قبول کرنے اور محمد ﷺ کو نبی کی حیثیت سے ماننے پر راضی ہیں" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی تمہارے سامنے آنمودار ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگتے تو یقیناً تم راہ راست سے ہٹ جاتے اور اگر موسیٰ (علیہ السلام) میرے عہد نبوت میں

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱' ص-۶۶' حدیث-۱۸۶ و موطا کتاب القدر' باب النهی عن القول بالقدر ج-۲' ص-۸۹۹' یہ حدیث مرسل ہے' اس کی سند جید ہے اور دیگر اس کو قوی کرتی ہیں۔ دیکھئے تنقیح الرواۃ ج-۱' ص-۴۲ نیز یہ موطا کے آخر میں کتاب القدر میں ہے۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱' ص-۶۶' حدیث-۱۸۷ (ضعیف) و مسند احمد ج-۴' ص-۱۰۵' طبع دار الفکر۔ یہ بزار اور طبرانی کبیر میں بھی ہے' حافظ ابن حجر نے اس کے رجال کی توثیق کو ترجیح دی ہے اور اس کی سند کو جید لکھا ہے۔ تنقیح الرواۃ ج-۱' ص-۴۴

(۳) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱' ص-۶۶' حدیث-۱۸۸ (صحیح) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے۔ تنقیح الرواۃ ج-۱' ص-۴۴

لَاتَّبَعَنِیْ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ) (۱)

زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی پیروی کرتے۔

(۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

خلاصہ بحث: ان تمام آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع ہر شخص پر فرض ہے اور ہر شخص اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے ماں' باپ' اولاد اور تمام مخلوقات سے زیادہ محبت رکھے اور سب کی دوستی سے زیادہ ان کی دوستی اپنے دل میں سمجھے اور سب کی مرضی سے زیادہ ان کی مرضی کے کام مقدم رکھے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو سب کے اقوال سے مقدم جانے اور انہی کے مطابق عمل کرے صرف اس صورت میں ایک آدمی مسلمان بن سکتا ہے۔ پس یاد رکھئے کہ ہر دین اور مذہب کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہمیں اس سے محبت ہے اور ہم اس کے حکم پر چلتے ہیں لیکن اکثر لوگوں کا یہ کہنا ظاہر میں جھوٹ اور صرف زبانی دعوے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ لوگ سچے ہوتے اور ان کو اللہ سے محبت ہوتی تو اللہ نے جو اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی پیروی کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے آپ کے حکم کو دل و جان سے مانتے اور آپ کی حدیث پر عمل کرتے نہ کہ زبان سے تو یہ دعویٰ ہو کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے اور ہم ان کے حکم پر چلتے ہیں لیکن جب کسی مسئلے میں ان کے امام کے قول کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی حدیث کوئی شخص ان کو بتادے تو اس پر سخت خفا ہونے لگیں بلکہ ان کو مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرنے والے تو نہیں ہو سکتے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سخت بیزار معلوم ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے اپنے امام کے حکم کو افضل سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑے ظالم اور ناانصاف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی کچھ پرواہ نہیں جو سورۂ شوریٰ میں ہے :

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (الشورٰی۔۲۱)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے کچھ ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایک ایسا ضابطہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت نہیں دی اور اگر فیصلے کی بات پہلے طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا' بلاشبہ ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک تو کتاب و سنت کا جو علم پہنچا اس کی روشنی میں موصوف نے اپنی بہترین دینی بصیرت سے فروعات شرع معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود امام صاحب نے وضاحت سے فرما دیا کہ اگر میری کوئی بات

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج۔۱' ص۔۶۸' حدیث۔۱۹۴ ومسند احمد ج۔۳' ص۔۳۸۷ (جابر بن عبداللہ) یہ ابن حبان میں بھی بسند صحیح موجود ہے۔ تنقیح الرواۃ ج۔۱' ص۔۴۵

(۲) بخاری مع فتح الباری کتاب الایمان' باب حب الرسول اللہ ﷺ من الایمان ج۔۱' ص۔۵۸' حدیث۔۱۵ ومسلم کتاب الایمان' باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ اکثر من الاھل والولد والوالد والناس اجمعین' ج۔۲' ص۔۲۰۵' حدیث۔۱۶۶ (انس بن مالک) یہ روایت مسند احمد' نسائی' ابن ماجہ اور حاکم میں بھی ہے۔ دیکھئے تنقیح الرواۃ ج۔۱' ص۔۹' کتاب الایمان۔

رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔ بس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا دوسرے ائمہ کرام نے تو قطعاً فقہ کو احادیث رسول کے مقابلے میں رکھنے کی اجازت نہیں دی' نہ کسی خاص فقہ کی پیروی کو فرض قرار دیا ہے بلکہ یہ بہت بعد کے غالی مقلدین نے ازخود طے کر لیا جس کی ائمہ کرام پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ان حضرات کو اپنے موقف پر نظرثانی کرنی چاہیے اور مندرجہ بالا ارشاد الٰہی پر غور کرنا چاہیے' کہیں ایسا تو نہیں کہ احادیث رسول ﷺ کے خلاف فقہی احکام پر عمل پیرا ہو کر یہ غالی مقلدین شرک کے مرتکب ہو رہے ہوں؟

دوسرا مغالطہ

ہر مسئلے کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروری نہیں

ائمہ کے مقلدین' حدیث پر عمل کرنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ ہر مسئلے کے لیے اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروری نہیں' اس لیے کہ مجتہدین نے بڑی سعی اور کوشش سے ہر طرح کے مسائل جمع کر رکھے ہیں۔

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے قائل محقق حنفیہ بھی نہیں۔ ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر [1] میں کہتے ہیں کہ علم وہ ہے جس کی بنیاد حدثنا پر ہو' اس کے سوا جو کچھ ہے وہ وسوسہ شیاطین ہے۔

صحیح مسلم اور ترمذی میں روایت ہے کہ عبداللہ بن مبارک کہتے تھے کہ اسناد کا بیان کرنا منجملہ دین ہے [2] کیونکہ اگر اسناد کا اعتبار نہ ہوتا تو ہر کوئی جو چاہتا سو لکھ دیتا اور جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہ ہو سکتا۔ پس اسی وجہ سے روایت معلق بلا سند حجت نہیں ہوتی۔

امام قسطلانی [3] نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری نے کہا کہ میں ایسا کوئی علم نہیں جانتا جو حدیث سے افضل ہو' دنیا میں جو بدعتی بھی ہے اہلحدیث کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

ابن قطان اور امام حاکم نے فرمایا ہے کہ اگر محدثین کا کثیر طائفہ حفاظت اسناد پر کاربند نہ ہوتا تو اسلام کے راستے متروک ہو جاتے نیز بے دین اور بدعتی لوگ احادیث وضع کرنے اور اسانید بدل دینے پر قادر ہو جاتے۔

جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری نے کہا کہ تم حدیث بکثرت پڑھا کرو اس لیے کہ یہ مومن کا ہتھیار ہے پس جب اس کے پاس ہتھیار نہ ہو تو وہ کس چیز کے ساتھ لڑائی کرے گا۔ امام باقر نے کہا ہے کہ آدمی کی فقہ حدیث کو پڑھنے اور سمجھنے سے عبارت ہے۔

داؤد بن علی کا ارشاد ہے کہ جو شخص حدیث رسول کو نہیں پہچانتا اور نہ صحیح و سقیم میں تمیز کرتا ہے وہ عالم نہیں۔

امام شعبہ نے کہا کہ جو علم حدثنا اور اخبرنا سے خالی ہے وہ بیہودہ علم ہے اور محض تلچھٹ ہے۔ یزید بن زریع نے کہا کہ ہر چیز کے سوار ہیں اور دین کے سوار اصحاب اسانید ہیں۔

حفص بن عباس نے اپنے بیٹے عمر سے کہا کہ اصحاب حدیث کو کبھی حقارت سے نہ دیکھو' ان کے ہاں جو علم رائج ہے وہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

---

(۱) شرح فقہ اکبر خطبۃ الکتاب ص۔۳

(۲) مقدمہ صحیح مسلم ج۔۱' ص۔۴۶' حدیث۔۳۲

(۳) قسطلانی شرح صحیح بخاری مقدمہ ص۔۴

احمد بن سنان نے کہا کہ دنیا میں کوئی بدعتی ایسا نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو اور جب کوئی شخص بدعتی ہو جاتا ہے تو اس کے دل سے حدیث کی حلاوت چھین لی جاتی ہے۔

ابونصر بن سلام فقیہ نے کہا کہ ملحدوں کے نزدیک حدیث کو سننے اور اسناد کے ساتھ اسے روایت کرنے سے زیادہ کوئی چیز ثقیل اور مبغوض تر نہیں۔

حاکم نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو کوئی ملحد یا بدعتی ہو تو وہ اس طائفہ کی طرف چشم حقارت سے دیکھتا ہے۔ امام حاکم نے مزید کہا کہ میں نے شیخ ابوبکر احمد بن اسحاق فقیہ کو ایک شخص سے مناظرہ کرتے وقت کہتے ہوئے سنا کہ حدثنا فلان' پس اس شخص نے کہا کہ کب تک حدثنا کہتا رہے گا؟ اس پر شیخ نے کہا اُٹھ اے کافر تیرے لیے آج کے بعد میرے گھر آنا درست نہیں۔ اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اس شخص کے سوا کسی کو اس طرح خطاب نہیں کیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جو کوئی حدیث طلب کرتا ہے اس کے منہ پر تروتازگی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے موافق جو ترمذی' مشکوۃ المصابیح [1] اور ابن ماجہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور دارمی میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (ترجمہ) "تروتازہ کرے اللہ تعالیٰ اس شخص کو کہ جس نے مجھ سے کچھ سنا پھر اس کو جس طرح سنا آگے پہنچا دیا۔" ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے انتھی۔ جواہر الاصول کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔

ترمذی میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا اور ان کو بے یارومددگار چھوڑ دینے والا ان کے لیے کچھ بھی نقصان دہ نہ ہو گا' یہ گروہ قیامت کے برپا ہونے تک موجود رہے گا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: امام ترمذی نے کہا کہ اس باب میں عبداللہ بن حوالہ' ابن عمر' زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

محمد بن اسماعیل (بخاری) نے علی بن مدینی کے حوالہ سے کہا کہ وہ طائفہ (طائفہ منصورہ) اصحاب حدیث کا ہے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے لوگوں نے اس حدیث کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا اگر یہ طائفہ منصورہ اصحاب حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ اور کون سے لوگ ہیں؟

طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا الٰہی! میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ کے خلیفے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ (مسند دارمی) پس ثابت ہوا کہ جو لوگ کسی امام کے مقلد ہونے کی بنا پر صحیح احادیث کو نہیں مانتے اور حدیث کی اسناد کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچانا ضروریات دین سے نہیں جانتے اور بخاری و مسلم جیسے محدثین کا ذکر اپنی مجالس میں حقارت سے کرتے ہیں تو بلاشبہ وہی لوگ ان احادیث اور اکابر علماء کے ان اقوال کے مصداق ہیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی ج۔۱' ص۔۷۸' حدیث۔۲۳۰' ۲۳۱ (صحیح) یہ نسائی اور ابن حبان میں بھی بسند صحیح مروی ہے' دیکھئے تنقیح الرواۃ ج۔۱' ص۔۵۱

تیسرا مغالطہ

دین کے معاملہ میں قیاس کرنا مشروع ہے

ائمہ کے مقلدین خصوصاً حنفیہ' حدیث پر عمل کرنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ دین کے مسائل میں قیاس کرنا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد' ترمذی اور دارمی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (قاضی اور حاکم بنا کر) بھیجا تو (امتحان کے لیے) فرمایا کہ تو کس طرح فیصلہ کرے گا جس وقت تجھے کوئی مسئلہ پیش آئے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہ پائے تو؟ انہوں نے عرض کی پھر میں اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا اگر تجھے سنت سے بھی کوئی رہنمائی نہ ملے تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر بھی کتاب و سنت کی روشنی میں عقل سے اجتہاد کروں گا اور حق بات تک پہنچنے کی کوشش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا راوی نے' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک (خوشی کے طور پر) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا۔

جواب: اس کا تین طرح پر ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

نمبر ۱: یہ حدیث ضعیف ہے' اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میرے نزدیک متصل نہیں ہے۔[1] نواب محمد صدیق حسن خان صاحب[2] نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو احمد' طبرانی' بیہقی اور ابن عدی نے طریق حارث بن عمر سے روایت کیا ہے جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بڑا بھائی ہے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے اہل حمص سے' اس نے اصحاب معاذ رضی اللہ عنہ سے' اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق جو معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ حارث بن عمر کی اس حدیث کو ابو عون نے روایت کیا اور یہ حدیث بطور مرسل کے متعارف ہے۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو مرسل کہا ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا کہ اس حدیث کو شیبہ نے ابن عون سے اس طرح علل میں روایت کیا' ابن مہدی اور محدثین کی دوسری جماعتوں نے بھی اسے مرسل کہا۔ تاہم یہ حدیث مرسل اصح ہے۔

ابن حزم نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں اس لیے کہ اس حدیث کے راویوں میں حارث مجہول ہے اور اس کے شیخ نہیں پہچانے جاتے اور عبدالحق نے کہا (یہ حدیث) سند بیان نہیں کی جاتی اور طریق صحیح سے نہیں پائی جاتی۔

ابن جوزی نے علل متناہیہ میں کہا کہ (یہ حدیث) صحیح نہیں ہے۔ ابن طاہر نے بھی اپنی تصنیف مفرد میں اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے اس حدیث کو بڑی اور چھوٹی مسانید میں تلاش کیا اور جس عالم سے بھی ملا اس سے اس حدیث کے بارے پوچھا۔ میں نے اس کی صرف دو سندیں معلوم کیں ایک سند شعبہ سے اور دوسری محمد بن جابر

---

(۱) ترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی۔

(۲) ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی ص-۳

سے وہ اشعث سے وہ ابی شعثاء سے وہ ایک مرد سے وہ ثقیف سے اور وہ معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں اسناد صحیح نہیں ہیں۔

صاحب بدر منیر نے کہا کہ یہ حدیث بالاجماع ضعیف ہے۔

ابن وحیہ نے کہا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور اس کے مرد مجہول ہیں اور یہ حدیث ضعیف فقیہوں میں مشہور ہے۔

جلال الدین سیوطی نے مرقاۃ الصعود [1] میں کہا ہے کہ اس حدیث کو جوزقانی موضوعات میں لائے ہیں' انہوں نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اس کو ایک جماعت نے شعبہ سے روایت کیا۔

میں نے اس حدیث کو چھوٹی بڑی مسانید میں تلاش کیا اور ہر اس عالم سے کہ جس سے ملاقات ہوئی' میں نے اس کی بابت دریافت کیا تو ابوداؤد کے بیان کردہ طریقے اور حارث بن عمرو کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ میں نے نہیں پایا اور حارث بن عمر مجہول ہے اور اہل حمص سے معاذ رضی اللہ عنہ کے اصحاب پہچانے بھی نہیں جاتے اور شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کے مطابق بھی اس جیسی اسناد پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی حدیث نہ معروف ہے اور نہ صحیح۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ ابو عون محمد جو عبداللہ ثقفی کا بیٹا ہے حارث سے روایت کرنے میں منفرد ہے اور ابو عون کے سوا حارث سے جو روایت کی گئی ہے وہ مجہول ہے۔

نمبر ۲: معاذ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے متعارض ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا سردار بنا کر کہیں جہاد کے لیے بھیجا اور لشکر سے فرمایا کہ جو تمہارا سردار کہے اس کی اطاعت کرنا۔ ایک دن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سے غصہ میں آئے اور بہت سی آگ روشن کی اور لشکر سے کہا کہ اس آگ میں کود جاؤ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت تم پر واجب کر دی ہے۔ لشکر نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ دوزخ کی آگ کے خوف سے ہی تو پڑھا ہے اب ہم آگ میں کیونکر گھسیں۔ جب یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تب فرمایا لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ "اگر اس میں گھس جاتے تو ہمیشہ قیامت تک اس سے نہ نکلتے۔" [2]

فائدہ یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے اس پر کہ قیاس پر چلنے والا مرتکب گناہ ہے۔

نمبر ۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور ائمہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ دین کے معاملہ میں قیاس کرنا حرام ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے کہا کہ میں نے ابو سائب سے سنا کہتے تھے کہ ایک جگہ وکیع بیٹھے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ نے اِشعار کیا (یعنی اونٹ کا کوہان بائیں طرف سے چیر دیا) [3] جبکہ دوسری طرف ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اِشعار کرنا مثلہ کرنا ہے (یعنی تکلیف دینا ہے)۔ تو ایک شخص نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے۔ یہ سن کر وکیع سخت ناراض ہوئے اور کہا میں تو اللہ کے

---

(۱) ابوداؤد کا حاشیہ نمبر ۵' ص ۵۰۵

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب المغازی باب سریۃ عبداللہ بن حذافۃ ج ۸' ص ۵۸' حدیث ۴۳۴۰

(۳) اِشعار کا سنت ہونا صحیح بخاری ودیگر کتب حدیث میں مروی ہے۔

رسول کی حدیث تمہیں بتاتا ہوں اور تم نبی ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں ابراہیم نخعی کا قول بیان کرتے ہو، تم اس قابل ہو کہ جب تک یہ بات کہنے سے باز نہ آؤ تمہیں قید میں رکھا جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن عیسیٰ کو وکیع سے نقل کرتے ہوئے سنا کہ جس وقت وکیع نے وہ حدیث بیان کی (جس میں نبی ﷺ کے اِشعار کرنے کا ذکر ہے) تو انہوں نے ساتھ ہی کہا کہ اس بارے میں اہل رائے کے قول کی طرف مت دیکھو کیونکہ اِشعار سنت ہے اور اہل رائے کا قول بدعت ہے۔

(۱) مالک بن مغول نے مجھے شعبی کے حوالہ سے کہا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کریں وہ لے لو اور جو وہ اپنی رائے سے کہیں پس اس کو پائخانے میں ڈال دو۔ [۱]

(۲) عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ تم پر جو برس بھی آئے گا گزرنے والے برس سے برا ہو گا۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میری مراد یہ نہیں کہ پہلے بہت ارزانی تھی جو بعد میں نہ ہو گی یا پہلے امیر بہت اچھے تھے جو پھر نہ ہوں گے بلکہ میری مراد علماء اور فقہاء ہیں کہ بعد کے ادوار میں تم سلف جیسے علماء و فقہاء نہ پاؤ گے بلکہ تمہیں علماء کی اس قوم سے واسطہ پڑے گا جو معاملے کو اپنی رائے سے قیاس کریں گے۔

(۳) ابن سیرین سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان ہے اور سورج اور چاند کی عبادت جو کی گئی ہے تو یہ قیاس کی بدولت ہی ہے۔ [۲]

(۴) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آیت خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (سورہ ص) پڑھی جس کا ترجمہ ہے "تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔" پھر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شیطان نے قیاس کیا اور دین میں قیاس کرنے والوں میں سے وہ سب سے پہلا ہوا۔

(۵) مسروق سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں قیاس کرنے سے ڈرتا ہوں مبادا میرا پاؤں پھسل جائے۔ [۳]

(۶) امام شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ اگر قیاسات پر عمل کرو گے تو حلال کو حرام کر لو گے اور حرام کو حلال۔ [۴]

(۷) مشہور مفسر مجاہد سے منقول ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تجھے قیاس کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ [۵]

فائدہ: دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب [۶] میں لکھا ہے کہ ائمہ طاہرین قیاس کرنے کو حرام سمجھتے تھے اس لیے کہ شعرانی نے لواقح میں بیان کیا ہے کہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن محمد کے پاس گئے تو جعفر نے امام صاحب سے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ قیاس کیا کرتے ہیں۔ قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ واحدی نے بسیط میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شیطان کے لیے قیاس کرنے سے اطاعت کرنا بہت بہتر تھا لیکن اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور قیاس کیا اور جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ

---

(۱) سنن دارمی ص-۲۶

(۲) سنن دارمی ص-۲۵ واعلام المعوقعین ج-۱، ص-۹۲

(۳) سنن دارمی ص-۲۵

(۴) سنن دارمی ص-۲۶ واعلام المعوقعین ج-۱، ص-۹۳

(۵) یہ تمام روایات سنن دارمی میں موجود ہیں

(۶) دراسات اللبیب ص-۲۳

شیطان ہی ہے۔ لہٰذا قیاس کی بناء پر کافر قرار پایا پس جو شخص دین کی بات میں اپنی رائے سے کسی طرح بھی قیاس کرے اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے قریب کر دیں گے۔

نسفی نے تفسیر مدارک میں کہا ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے امر دین میں قیاس کرنا مردود ہے۔

دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں لکھا ہے کہ رائے کی بناء پر نص کو ترک کرنا بالاجماع حرام ہے۔

چوتھا مغالطہ

جو مسائل احادیث سے ثابت نہیں' ان کیلئے فقہ پر عمل کرنا ضروری ہے

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث کے جو مسئلے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان پر تو حدیث پر چلنے والے عمل کر ہی لیں گے لیکن جو مسئلے حدیث سے ثابت نہیں ہیں ان کے لیے کیا کریں گے' آخر کار فقہ کی کتابوں پر ہی عمل کریں گے اور کسی نہ کسی امام ہی کے مقلد بنیں گے۔

جواب: اگر کوئی شخص غور سے ازراہ تحقیق قرآن اور حدیث کی طرف نظر کرے اور دیکھے تو ہر ایک مسئلہ قرآن اور حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کسی مسئلہ کے لیے بھی کسی کو مسائل فقہیہ کی حاجت نہیں رہے گی لیکن جسے بسبب کم علمی یا قصور فہم یا قلت تدبر کے قرآن اور حدیث سے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو ایسے شخص کو (اللہ تعالیٰ کے حکم فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل۔ ۴۳) "اگر کوئی بات تمہیں معلوم نہ ہو تو وہ اہل علم سے پوچھ لو" کے مطابق) کسی محدث' مجتہد' فقیہ' قاضی' مفتی یا عالم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ لینا چاہیے۔ ایسے مواقع پر مجبوراً کسی کی تقلید کرنا جائز ہے لیکن اس تقلید کے ساتھ مسئلے کی تحقیق کی فکر میں رہے اور محض اسی پر خاطر جمع کر کے نہ بیٹھ رہے پھر جب قرآن و حدیث کے مطابق مسئلہ کا حل مل جائے تو اس کے بعد تقلید کرنا حرام بلکہ شرک ہو گا۔ اس لیے کہ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ آیا یہ حکم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ سو جو لوگ بغیر دلیل کے اپنے علماء اور مشائخ اور ائمہ کے اقوال کو حجت مانتے ہیں اور اس کی تحقیق نہیں کرتے گویا وہ ان علماء' مشائخ اور اماموں کو صاحب شریعت مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے صریح خلاف عمل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (سورۃ انعام۔ ۵۷) "حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔" یعنی یہ کسی کی شان نہیں اور کسی کا مرتبہ نہیں کہ وہ مخلوق پر اپنی طرف سے اپنا حکم جاری کرے اور خلق پر واجب ہو کہ اس کا حکم مانے اس لیے کہ تمام مخلوقات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر حکم بھی اسی کا چاہیے اور مخلوق کو اسی کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی عالم' فاضل' مخدوم' مشائخ اور امام کا حکم مخلوق الٰہی پر جاری نہیں ہو سکتا مگر ہاں! جس کی فرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ حکم دے دے تو اس کا حکم ماننا چاہیے تو وہ اس کا حکم اس کی طرف سے نہ ٹھہرا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھہرا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم مانو اور رعایا کو حکم دیا کہ اپنے بادشاہ کا حکم مانو اور عورت کو حکم کیا ہے کہ اپنے خاوند کا حکم مانے اور اولاد کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ کا حکم مانے اور غلام کو حکم دیا ہے کہ اپنے مالک کا حکم

مانے مگر وہ حکم جو بادشاہ اور خاوند اور ماں باپ اور مالک اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف بتائیں اس کی اطاعت نہ کی جائے۔

رہے رسول اللہ ﷺ تو وہ معصوم ہیں اور وہ حکم الٰہی کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتے۔ البتہ جو حکم رسول اللہ ﷺ مشورہ کے طور پر بیان کریں تو اس میں آدمی کو اختیار ہوتا ہے' چاہے اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔[1] پھر اور کسی بادشاہ' امیر' عالم' مشائخ' مجتہد اور امام کا حکم کس گنتی اور شمار میں ہے کہ حکم الٰہی کے مخالف ہونے کے باوجود اس کو مانا جائے (جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے اس طرح کسی عالم' درویش' مجتہد یا امام کی اطاعت کرنا شرک ہے)۔

چنانچہ تفسیر فتح البیان[2] میں لکھا ہے کہ ابن سعد' عبد بن حمید اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ نیز ابن منذر' ابن ابی حاتم' ابوالشیخ' ابن مردویہ اور بیہقی نے اس حدیث کو اپنی سنن میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ سورۃ برأت کی آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورہ التوبہ) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یعنی اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا۔ خبردار رہو تحقیق وہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) ان علماء کی پرستش نہیں کرتے تھے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ جس چیز کو ان کے علماء و مشائخ حلال کر دیتے تھے اس کو حلال جانتے تھے اور جس چیز کو ان کے علماء و مشائخ حرام کر دیتے تھے اس کو حرام جانتے تھے۔ اس کو احمد اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے ضمن میں مذکور ہے کہ اس آیت کے معنی کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء کو رب بنایا تاہم مفسرین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان کا مقصد ان کو معبود بنانا نہ تھا۔ بلکہ مفسرین کی اکثریت کا موقف یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے علماء و مشائخ کی اوامر و نواہی میں اطاعت کرتے تھے۔[3]

چنانچہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نصرانی تھے ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ آپ سورہ براءت پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بولے کہ ہم اپنے مولویوں اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف اس بات کو منسوب کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم حرام نہیں سمجھتے اس چیز کو جو تمہارے مولویوں اور درویشوں نے حلال کر دی ہے اور حلال نہیں جانتے اس چیز کو جو تمہارے مولویوں اور درویشوں نے حرام کر دی ہے؟ عرض کیا کہ یہ بات تو صحیح ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہی ان مولویوں اور درویشوں کی عبادت ہے جسے اللہ تعالیٰ تمہاری طرف منسوب کرتا ہے۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل میں معبود بنا لینا کیونکر مروج تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی بات اپنے دانش مندوں اور درویشوں کے قول کے مخالف پاتے تو انہیں کا قول مانتے اور اللہ کی کتاب کا حکم قبول نہ کرتے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کی کوئی ایسی بات جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو' مان لینا اس کو معبود ماننا ہے تو پھر

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة کی حدیث حرمت تأبیر کی طرف اشارہ ہے۔ ج-۱' ص-۵۳' حدیث-۱۴۷ (صحیح)

(۲) تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن ج-۴' ص-۹۷

(۳) معیار الحق باب دوم' ص-۷۷

فاسق کو جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے برعکس شیطان کی پیروی کرتا ہے کیوں کافر قرار نہیں دیا جاتا حالانکہ خارجی' فاسق کو اسی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ تو علماء اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ فاسق اگرچہ شیطان کے کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے لیکن اس کو اپنا حاکم نہیں جانتا اسی لیے اسے لعنت ملامت کرتا ہے اور ذلیل جانتا ہے یعنی غفلت سے شیطان کی مرضی کے مطابق اس سے برے اعمال ہو جاتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ یہ اس کو اپنا حاکم معظم جان کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔ لہٰذا یہ عذر ان لوگوں کے حق میں کسی طرح کارگر نہیں جو اپنے مولویوں اور درویشوں کی عظمت دل میں رکھتے ہوئے حکم الٰہی کے خلاف ان کی پیروی کرتے ہیں۔

امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ میں نے بہت سے مقلد فقہاء کو متعدد مسائل کے متعلق قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں جو ان کے مسلک کی مخالفت کرتی تھیں لیکن انہوں نے ان آیات کو قبول نہ کیا اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ الٹا میری طرف متعجب ہو کر دیکھنے لگتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ان آیات کے ظاہر پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے بزرگوں سے جو باتیں مروی ہیں وہ ان آیات کے خلاف ہیں۔

اگر آپ (قارئین) کماحقہ غور کریں گے تو بہت سے لوگوں کی رگوں میں اسی مرض کو سرایت کیا ہوا پائیں گے۔ نیشاپوری کی عبارت ختم ہوئی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی ایسی تقلید کو شرک کہا ہے اور اس کا اثبات حسب ذیل آیت سے کیا ہے :

قُلْ يَآاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلاَّ نَعْبُدَ اِلاَّ اللّٰهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (آل عمران۔۶۴)

کہو اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے۔

اور آیت اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ سے اور حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بھی دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ تفسیر مظہری[۱] میں آیت قُلْ يَآاَهْلَ الْكِتَابِ کے تحت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی کے پاس صحیح حدیث مرفوع موجود ہو جو معارض سے بھی محفوظ ہو اور اس کا ناسخ بھی معلوم نہ ہو' تو ایسی حدیث کے خلاف اگر مثال کے طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی فتویٰ ہو اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک اس حدیث کے مطابق بھی ہو تو ایسی صورت میں حدیث ثابت کی اتباع واجب ہو گی اور اس کا مذہب اسے اس بات سے نہیں روکتا۔ تاکہ خلاف حدیث فتویٰ پر عمل کر کے ہم میں سے بعض کو رب بنا لینا لازم نہ آئے۔ [۲]

اور اس عبارت کی تائید ردالمختار شرح درالمختار کی مندرجہ ذیل عبارت میں ہے :

اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ وَكَانَ عَلٰى خَلَافِ الْمَذْهِبِ عُمِلَ بِالْحَدِيْثِ وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ مَذْهَبَهٗ وَلاَ يَخْرُجُ مُقَلِّدُهٗ عَنْ كَوْنِهٖ حَنَفِيًّا بِالْعَمَلِ بِهٖ۔ [۳]

جب (اپنے) مذہب کے خلاف صحیح حدیث ہاتھ لگی تو اس حدیث پر عمل کیا جائے اور یہ اس کا مذہب بن جائے گا اور کوئی شخص حدیث پر عمل کرنے کے باعث اپنے حنفی مسلک سے خارج نہ ہو جائے گا۔

---

(۱) تفسیر مظہری آل عمران آیت۔۶۳ و معیار الحق باب دوم' ص۔۸۲ (۲) معیار الحق ص۔۸۳

(۳) ردالمختار شرح درالمختار۔

اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر [1] میں آیت اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے تحت لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے مراد یہ نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو دنیا کے معبود ہونے کا اعتقاد قائم کر لیا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے علماء اور پیران عظام کی امرونہی میں اطاعت کی تھی۔ جیسا کہ عدی ابن حاتم والی روایت میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جس کسی نے اپنے امام کو ایسا سمجھ لیا کہ اس کی شان سے خطا بعید ہے اور اسے کوئی دلیل اپنے امام کے قول کے خلاف ملے تو بھی اس کی تقلید نہ چھوڑے تو وہ شخص اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے حکم میں داخل ہے۔

چنانچہ عقد الجید [2] میں لکھا ہے کہ جو شخص عامی ہو اور فقہاء میں سے کسی ایک شخص کی تقلید کرے یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا محال ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ درست اور صحیح ہے اور اپنے دل میں اس بات کا پوشیدہ رکھے کہ اس کی تقلید نہ چھوڑوں گا۔ اگرچہ اس کے خلاف دلیل قائم ہو جائے تو وہ شخص اس حدیث کی رُو سے (جس کو ترمذی نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے) اس میں داخل ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر فتح العزیز [3] میں آیت فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ البقرہ) کے تحت لکھا ہے۔ (ترجمہ) دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفراست اطاعت غیرا و تعالیٰ نیز بالاستقلال کفرست و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ او را در مبلغ احکام ندانستہ رقبہ تقلید او در گردن اندازد او را لازم شمارد وباوجود ظہور مخالفت حکم او باحکم اوتعالیٰ دست از اتباع اوبرندارد وایں ہم موعی ست از اتخاذ انداد کہ در آیت کریمہ اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ نکوہش آن فرمودہ اندا انتہی۔

اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تنویر العینین [4] میں لکھا ہے کہ ایک شخص معین کی تقلید کو لازم کر لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے جبکہ ہم آسانی سے ان روایات کی طرف رجوع کر سکتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور جو صریحاً ایک امام کے اقوال کے خلاف ہیں جس کی تقلید لازم کر لی گئی ہو۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس امام کے قول کو نہیں چھوڑتا تو پھر یہی کہا جائے گا کہ اس کے دل میں شرک گھسا ہوا ہے جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔۔۔۔)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لے اور یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ اس کی بات اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہے پھر بھی اس کی اتباع نہ چھوڑے تو اس نے بحکم آیت "اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ" اس کو اللہ کا شریک ٹھہرایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنے کا مستحق ہوا' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ جس نے اللہ کا شریک بنایا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ قرار پایا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

(المائدۃ۔۷۲)

---

(۱) تفسیر کبیر ج۔۴' ص۔۱۲۳
(۲) عقد الجید ص۔۳۸
(۳) تفسیر فتح القدیر ص۔۳۸ ومعیار الحق باب دوم' ص۔۸۰
(۴) تنویر العینین ص۔۴۹' ۵۱ ومعیار الحق باب دوم' ص۔۸۱

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۔ (النسآء-۱۲۱)

اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اس کے سوا اور سب کچھ معاف کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

فائدہ: یہ دونوں آیات اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جلتا رہے گا اور اس کی بخشش کبھی نہ ہو گی۔ اسی سبب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تجھے جلایا جائے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

چنانچہ ابن ماجہ [1] میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ وصیت کی مجھ کو میرے دوست نے یعنی رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ شریک کر تو اللہ کے ساتھ کسی کو اگرچہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور تجھے جلایا جائے۔ اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور دوسرے علماء بھی اسی مسلک کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ معین الدین نے دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب [2] میں لکھا ہے کہ ابن غرنے ہدایہ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور خاص شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ دوسرے ائمہ کے علاوہ اسی کی بات صحیح واجب الاتباع ہے۔ پس وہ گمراہ جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے اس سے توبہ کروانی چاہیے۔ اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ قتل کیا جائے کیونکہ جب اس نے اس بات کا اعتقاد رکھا کہ لوگوں پر دوسرے تمام ائمہ کے سوا صرف ایک ہی امام کی پیروی کرنا واجب ہے تو اس نے گویا اس کو بمنزلہ نبی اکرم ﷺ کے ٹھہرایا اور یہی کفر ہے۔

اسی طرح علامہ ہارون مرجانی حنفی [3] نے یہی بات کہی ہے اور شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ [4] میں لکھا ہے کہ اگر کسی صحیح حدیث سے کسی بزرگ یا امام کا کوئی قول ٹکرائے تو ایسی صورت میں اس حدیث سے منہ نہیں موڑا جائے گا بلکہ اس بزرگ یا امام کے قول کو ترک کر دیا جائے گا۔ مزید فرمایا کہ قرآن مجید کی کسی آیت کو یا کسی حدیث رسول کو، کسی بزرگ یا امام کے قول کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں اور جو شخص ایسا کرے گا اس کی گمراہی میں کوئی شک نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے خارج ہے۔

عبدالوہاب شعرانی نے کہا کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ سے سنا فرماتے تھے کہ جو مومن ہمیشہ ایک ہی مذہب کا مقلد رہے اس کا عمل شریعت کے ساتھ مکمل نہیں ہوتا۔ [5]

امام طحاوی جو اکابر حنفیہ اور تیسری صدی کے علماء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ کیا ہر وہ بات جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہی ہے میں بھی کہوں اور کیا کسی متعصب اور کند ذہن آدمی کے سوا اور بھی کوئی تقلید کی روش اختیار کرتا ہے؟ اس قصہ کو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے پھر ابن حجر نے کہا ہے کہ امام طحاوی کی بات مصر میں اڑ گئی (اور) یہاں تک (مشہور

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ فصل ثالث ج-۱ص-۱۸۳،حدیث-۸۵۰ (حسن)

(۲) دراسات اللبیب ص-۱۲۵

(۳) ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق ص-۳۶

(۴) فتوحات مکیہ ومعیار الحق ص-۸۶

(۵) میزان شعرانی۔

ہوئی) کہ ضرب المثل بن گئی۔ یہ ساری گفتگو علامہ محمد حیات نے ایقاف فی بیان الاختلاف میں نقل کی ہے۔

شیخ محی الدین بن عربی نے خاتمہ فتوحات مکیہ (۱) میں لکھا ہے کہ جس بات کی میں تجھے وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تو عالم ہے تو تیرے لیے جو اللہ تعالیٰ نے دلیل دی ہے اس کے خلاف عمل کرنا حرام ہے اور جب تجھے دلیل حاصل ہو سکتی ہے تو پھر تیرے لیے اپنی ذات کے سوا کسی اور کی تقلید حرام ہے اور اگر تو اس درجہ پر فائز نہیں بلکہ مقلد ہے تو دیکھنا کہیں ایک ہی مذہب کو لازم نہ پکڑ لینا بلکہ جیسے تجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ویسے ہی عمل کرنا اور وہ حکم یہ ہے کہ اگر تو خود عالم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ اور اہل ذکر وہ لوگ ہیں جو قرآن اور حدیث سے خوب واقف ہیں۔ سو جب اہل ذکر سے مسئلہ پوچھنے لگے تو جہاں تک ہو سکے اپنی واردات میں ایسی سہولت تلاش کر جس سے تکلیف اور تنگی جاتی رہے اور رخصت طلب کرتا جا یہاں تک کہ تو اسے حاصل کر لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی روا نہیں رکھی اور (یہ یاد رکھنا کہ) اگر تجھے مفتی کہے کہ تیرے مسئلے میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کا یہ حکم ہے تو تو اسے قبول کر لے اور اگر یوں کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اسے مت قبول کر اور کسی اور سے پوچھ۔

اور ملا عابد سندھی نے طوالع الانوار حاشیہ در المختار (۲) میں لکھا ہے کہ مجتہد معین کی تقلید واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کی رو سے۔ (۳)

چنانچہ حنفیہ میں سے ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اور اپنی کتاب (۴) میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ اور مالکیہ میں سے شیخ ابن عبدالسلام نے مختصر منتہی الاصول میں اور شافعیہ سے محقق عضد الدین نے بھی اس کے واجب نہ ہونے کی خوب تصریح کی ہے۔

ابن امیر الحاج نے تحبیر شرح تحریر میں ذکر کیا ہے کہ (سلف) اس پر اجماع کر چکے ہیں کہ کسی حاکم اور مفتی کے لیے شخص واحد کی تقلید جائز نہیں۔ اس طرح کہ اس شخص واحد کے قول کے سوا نہ حاکم کوئی حکم دے اور نہ مفتی کوئی فتویٰ دے۔

ملا علی قاری حنفی نے شرح عین العلم میں لکھا ہے کہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی بنے بلکہ انہیں یہ تکلیف دی ہے کہ اگر وہ عالم ہوں تو سنت کے مطابق عمل کریں اور اگر ناواقف ہوں تو علماء کی پیروی کریں۔ (۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اسلاف کا یہی طریقہ تھا کہ وہ کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کیا کرتے تھے اور اس قول کو آیت اور حدیث اور اجماع سے ثابت فرماتے تھے اور حافظ الحدیث ابن حجر کے کلام سے بھی استشہاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ انصاف اور عدل اسی میں ہے۔

چنانچہ تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف میں لکھا ہے کہ مجتہدوں کے اتباع اور ان کی پیروی کو لازم کر لینے میں دو طریق ہیں۔ سو متقدمین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی خاص مذہب اور ایک ہی مجتہد کے اتباع کو واجب نہیں جانتے تھے بلکہ مجتہدوں کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتے اور عوام کا طریق یہ تھا کہ علماء سے فتویٰ پوچھ لیتے اور کسی ایک ہی مجتہد کی پیروی کے بغیر ان (علماء) کی طرف رجوع کرتے۔ (۶)

---

(۱) مفاتیح الاسرار التراویح۔
(۲) الارشاد ص۔۶۳ و معیار الحق ص۔۱۲۵
(۳) طوالع الانوار حاشیہ درالمختار۔
(۴) تحریر الاصول۔
(۵) معیار الحق ص۔۹۷
(۶) معیار الحق ص۔۱۳۲

حافظ ابومحمد بن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قرون ثلاثہ میں جو کہ خیرالقرون ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے خاص ایک ہی شخص کے قول کو پکڑ رکھا ہو بلکہ یہ صورت ان تینوں قرنوں کے بعد پیدا ہوئی جو سب قرنوں سے بہتر ہے اور اس پر کسی کا انکار نہیں ہوا' تو اب یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔ اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں خبر نہ ہو تو اہل علم لوگوں سے پوچھ لیا کرو اور کہتے ہیں کہ لوگوں کو حکم ہے کہ قرآن وحدیث اور اجماع کے مطابق عمل کریں اور علماء کے فتووں کے پیچھے لگیں جب اصل بات یہی ہے تو پھر کسی ایک امام کی تقلید کو اپنے لیے خاص اور معین کر لینے کی کیا وجہ ہے؟ ...... یہی بات انصاف اور عدل کے زیادہ تر قریب ہے اور قابل تسلیم و لائق عمل بھی ہے۔

اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ [1] نے لکھا ہے کہ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ ایک مذہب معین (گروہ' فرقہ) کا التزام نہ چاہیے پھر جو کوئی ایسا التزام کرے تو اس نے اجماع کے خلاف کیا اور اس کا اس امر میں کوئی پیشوا اور امام نہیں اور اس نے سبیل المومنین کے خلاف راہ اختیار کی۔

بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی حنفی نے شرح تحریر میں لکھا ہے کہ ایک مجتہد کی تخصیص عمل کے باب میں تحکم ہے' اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ تو شریعت کو بدل دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا بند کرنا ہے اس لیے کہ شارع نے بندوں کو صرف یہ تکلیف دی ہے کہ جس مجتہد غیر معین کی چاہیں تقلید کریں۔ [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحرانی [3] نے لکھا ہے امت کے اسلاف اور اس کے ائمہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاتی ہے اور رد بھی کر دی جاتی ہے' سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (کہ آپ کی ہر بات قبول کی جاتی ہے) اور یہی انبیاء اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں فرق ہے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی ان تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہیں اور ان کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے' بخلاف اولیاء کے۔ کیونکہ ان کے ہر حکم کی اطاعت ضروری نہیں اور نہ ان کی بیان کردہ تمام باتوں کو ماننا ہی ضروری ہے بلکہ ان کے ہر حکم اور ان کی ہر بات کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا جائے گا پھر جو کچھ کتاب و سنت کے موافق ہو گا قبول کر لیا جائے گا اور جو کتاب و سنت کے خلاف ہو گا مردود قرار پائے گا۔ اگرچہ ایسی بات کہنے والا اللہ کے اولیاء میں سے ہی کیوں نہ ہو۔

اس کتاب میں آگے چل کر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور جو شخص دلی طور پر کتاب وسنت کی مخالفت کرتا ہو وہ ہرگز اللہ کے اولیاء میں سے نہیں ہے کہ جن کی پیروی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے بلکہ یا تو وہ کافر ہے یا جہالت میں حد سے بڑھ جانے والا۔ [4]

شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ جو احناف کے اکابر میں سے ہیں' انہوں نے لکھا ہے [5] کہ ایک معین مجتہد کے قول و فعل کو اپنے آپ پر لازم کرنے سے اس کی تقلید واجب ہونے پر کوئی بھی تو دلیل نہیں بلکہ دلیل کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی مجتہد ہو اس کے قول پر جس مسئلہ میں ضرورت پڑے عمل کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "یعنی پس پوچھ لو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے" اور پوچھا تب ہی جاتا ہے جبکہ کوئی حادثہ درپیش ہو اور جب وہ آپڑا تو اس

---

(۱) نبذ الکافیہ لابن الحزم الظاہری ص۔۲۱ ومعیار الحق ص۔۱۳۶

(۲) معیار الحق ص۔۱۲۷

(۳) الفرقان بین الاولیاء الرحمان واولیاء الشیطان ص۔۷۳

(۴) الفرقان بین الاولیاء الرحمان واولیاء الشیطان ص۔۷۶

(۵) فتح القدیر ج۔۳' ص۔۳۴۷

وقت اگر مجتہد کا قول اس کے پاس ہوا تو اس پر عمل واجب ہو جائے گا۔ اور غالب یہ ہے کہ ایسی پابندیاں فقہاء کی طرف سے اس لیے عائد کی گئی ہیں تاکہ لوگ رخصتوں کی تلاش سے باز رہیں ورنہ عام آدمی ہر مسئلہ میں مجتہد کا وہی قول لے گا جو اس پر آسان ہو اور میں نہیں جانتا کہ اس کو نقل اور عقل میں سے کیسا مانع ہے پس انسان کا اپنی جان پر سہولت کا متلاشی رہنا ایسے مجتہد کے قول پر عمل کر کے جس کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہو مجھ کو معلوم نہیں کہ شرع نے اس پر اس کی مذمت کی ہو اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر سہولت کو محبوب رکھتے تھے۔

ملا علی قاری حنفی نے منح الازھر[1] میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی حدیث کو رد کرے مشائخ نے کہا وہ کافر ہو جاتا ہے اور پچھلے فقہاء نے کہا اگر وہ حدیث متواتر ہو تو کافر ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے (کہ متواتر حدیث کو رد کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور وہ شخص بھی کافر قرار پاتا ہے جو خبر واحد کو استخفاف، استحقار یا انکار کی بناء پر رد کر دے۔)

امام نووی نے کہا ہے کہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ تعیین (گروہ، فرقہ) لازم نہیں ہے بلکہ جس سے چاہے اور جس سے اتفاق پڑے فتویٰ پوچھ لے لیکن آسانیاں تلاش نہ کرتا پھرے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فتوح الغیب میں لکھا ہے "اور کتاب و سنت کو اپنا پیشوا بنا اور ان دونوں میں غور و فکر کے ساتھ نظر کر اور ان دونوں پر عمل کر اور کسی کے قول قوی یا ضعیف یا کلمات صوفیہ سے فریب مت کھا یعنی قرآن و حدیث کے خلاف کسی کا قول نہ مان۔"

اور علامہ اکمل صاحب عنایہ نے امام علائی سے نقل کر کے تقریر میں لکھا ہے کہ جب کسی مقلد کو دوسرے امام کا قول حدیث کے مطابق نظر آئے اور اپنے امام کا قول حدیث کے خلاف ہو تو اس مقلد کو چاہیے کہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کا قول جو کہ حدیث کے مطابق ہے، اس کو اپنا لے۔[2]

تقلید اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ جو شخص مقلد ہو کر اپنے ہی امام کے قول کی پیروی کرتا ہے باوجودیکہ اس کا مذہب (فرقہ) دلائل سے خالی ہے۔ گویا وہ امام کو رسول سمجھتا ہے جو اس کی طرف مرسل ہوا ہے، یہ بات خلاف حق و صواب ہے اور کوئی عقلمند اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور شاہ صاحب نے ایک اور جگہ عقد الجید[3] میں ابن حزم کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ تقلید حرام ہے اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے اس کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ۔ (الاعراف۔۳)

اس چیز کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار نے نازل کی ہے اور اس کے علاوہ دوسرے سرپرستوں کی پیروی مت کرو۔

اور دوسری دلیل یہ آیت ہے:

---

(۱) منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری۔
(۲) معیار الحق ص۔۹۰
(۳) عقد الجید ص۔۵۸

وَاِذَاقِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا۔ (البقرة-۱۷۰)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کے برعکس اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو (عمل پیرا) پایا ہے۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ تقلید نہ کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فَبَشِّرْ عِبَادِى الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ۔ (الزمر-۱۷'۱۸)

پس اے نبی بشارت دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین حصے کی پیروی کرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (النسآء-۵۹)

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیرو۔ (یعنی جھگڑنے کا فیصلہ قرآن وحدیث سے لو) اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے تنازع کے وقت قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع کرنا مباح نہیں ٹھہرایا۔ اسی لیے کسی قائل کے قول کی طرف رجوع کرنا بھی حرام ہو گیا کیونکہ یہ قول بھی قرآن و حدیث کے علاوہ اور چیز ہے۔ اور بے شک اسی تقلید سے باز رہنے اور اس سے منع کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے نیز اسی چیز پر تمام تابعین اور تبع تابعین کا بھی اجماع ثابت ہے۔ یعنی کوئی شخص اپنے میں سے کسی انسان یا اپنے پہلے بزرگوں کے کسی قول کی طرف رجوع نہ کرے۔ نہ ان کے تمام اقوال کو اخذ (عمل) کرے۔ پس جس شخص نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اقوال یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اقوال یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اقوال پر عمل کیا اور وہ ان میں سے اپنے متبوع (جس امام کی تقلید کرتا ہے) کے علاوہ کسی دوسرے کا قول قبول نہیں کرتا اور جو کچھ قرآن وحدیث میں آیا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ اسے کسی انسان معین کے قول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ شخص اچھی طرح سمجھ لے کہ اس نے اول سے آخر تک تمام امت کے طرز عمل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے طریقے کی تائید کرنے والا نہ خیرالقرون میں کوئی شخص ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اور امام۔ اس نے ایمانداروں کی راہ سے الگ راہ اختیار کی' اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین)

عقدالجید [1] میں لکھا ہے کہ ہم کسی فقیہ پر چاہے وہ کوئی ہو یہ ایمان نہیں لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقہ اس پر بذریعہ وحی بھیجی ہے اور ہم پر اس کی اطاعت فرض کر دی ہے اور یہ فقیہ معصوم ہے؟ پس اگر ہم ان میں سے کسی فقیہ کے مقلد ہوتے ہیں تو یہ تقلید اس لیے ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ فقیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے آگاہ ہے' اس کا قول ان سے خالی نہیں۔ یہ یا تو صریح کتاب وسنت سے ماخوذ ہو گا' یا دونوں سے کسی طرح استنباط کے ذریعے سے مستنبط ہو گا' یا اس نے بواسطہ قرائن کے جان لیا ہو گا کہ فلاں صورت میں حکم فلاں علت سے معلق ہے اور اس معرفت کے صحیح ہونے پر اسے یقین ہے اور اس سے غیر منصوص حکم کو منصوص پر قیاس کر لیا ہے پس گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ٹھیک گمان کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ جب یہ علت پائی جائے تو اس وقت یہی حکم ہے اور مقیس (جس پر قیاس کیا گیا) اس عموم میں داخل

---

(۱) عقد الجید ص-۶۹

سمجھا جائے گا۔ سو یہ بھی نبی ﷺ کی طرف منسوب ہو گا لیکن اس کے اس راہ میں ظن ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مومن کسی مجتہد کا مقلد نہ ہوتا پس اگر ہم کو رسولؐ معصوم ﷺ کی حدیث جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے صحیح سند سے ایسی مل جائے کہ اس فقیہ کے مذہب کے خلاف پر دلالت کرتی ہو اور ہم اس حدیث کو ترک کریں اور اس ظن اور تخمین کے ہی تابع رہیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہو گا اور ہمارا عذر قیامت کے دن پروردگار عالم کے سامنے کیا ہو گا؟

عقد الجید ہی میں لکھا ہے کہ مجتہد کی تقلید دو قسم کی ہے واجب اور حرام۔ تقلید واجب یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب اور سنت کو نہیں جانتا اور وہ بہ ذات خود تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا پس اس کا کام یہ ہے کہ فقیہ سے پوچھ لے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلے میں کیا حکم دیا ہے۔ جب فقیہ بتا دے تو اس کا اتباع کرے چاہے فقیہ نے وہ حکم صریح نص سے لیا ہو یا اسے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگرچہ دلالۃً ہوں اس کی صحت پر تو تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور تمام امتیں بھی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں اور اس تقلید کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ مجتہد کے قول پر عمل اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ وہ سنت کے موافق ہو۔ سو ہمیشہ جہاں تک ہو سکے مقلد سنت کی تلاش میں رہے پھر جب ایسی حدیث مل جائے جو اس کے قول کے مخالف ہو تو حدیث پر عمل کرے اسی چیز کی طرف ائمہ نے اشارہ کیا ہے۔

تقلید کے خلاف ائمہ اربعہ کے اقوال

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث ہی میرا مذہب ہے اور جب تم میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے خلاف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا کلام دیوار پر دے مارو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ہر امام اور فقیہ کا قول قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔[1]

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص میری دلیل سے واقف نہ ہو اس کے لیے لائق نہیں کہ میری کلام کی بنیاد پر فتویٰ دے۔[2]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا اور نہ کسی اور کی۔ اور احکام وہاں سے لے جہاں سے انہوں نے لیے ہیں یعنی کتاب و سنت سے۔[3]

تقلید حرام یہ ہے کہ کسی فقیہ کے حق میں یہ گمان کر لے کہ یہ غایت درجہ کو پہنچ گیا ہے اور ممکن نہیں کہ یہ خطا کرے پھر جب اس مقلد کو صحیح اور صریح ایسی حدیث ملے جو فقیہ کے قول کے خلاف ہو تو اس کے قول کو نہ چھوڑے، یا یہ خیال کرے کہ جب میں اس کا مقلد ہوں تو میرے حق میں اللہ کا حکم اسی (فقیہ) کا قول ہے تو اس کو بے وقوف سمجھا جائے گا اور اگر اس کو حدیث مل جائے اور صحت کا یقین بھی ہو پھر بھی نہ مانے، کیونکہ وہ تقلید کرنے کا عہد کر چکا ہے تو ایسا اعتقاد فاسد

---

(۱) عقد الجید ص-۷۰، ابن عبدالهادی نے ارشاد السالک ج-۱، ص-۲۲۷ میں اس قول کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) اس قول کو بسند صحیح ابن عبدالبر نے الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ ص-۱۴۵ میں اور ابن قیم نے ج-۲، ص-۳۰۹ میں، شعرانی نے المیزان ج-۱، ص-۵۵ میں لکھا ہے: جب ائمہ نے ایسی باتیں اس شخص کے بارے میں کہیں جو ان کی دلیل نہ جانتا ہو، اور پھر بھی وہ انہیں کے قول کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ غور کرو تو یہی ایک بات اندھی تقلید کو پاش پاش کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۳) حجۃ اللہ البالغۃ الکلام علی حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ ج-۱، ص-۱۵۷، اعلام الموقعین ج-۲، ص-۳۰۲

ہے اور ایسی بات کھوٹی ہے اس کا کوئی شاہد نہیں ہے نہ نقل اور نہ عقل۔ اور قرون سابقہ میں کوئی نہ تھا کہ ایسا کرتا ہو اور جو اپنے گمان کاذب میں خطا سے غیر معصوم کو حقیقی معصوم سمجھ لے یا اس کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے معصوم ٹھہرا لے اور اس کے گمان میں یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پابند کیا ہے کہ اس کے قول پر عمل کرے اور اس کی ذمہ داری اب تقلید کرنا ہی ہے تو ایسے ہی (مقلد) کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : وَاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۔ "یعنی ہم تو ان کے نقوش قدم پر چلنے والے ہیں۔" اور کیا ملل سابقہ کی تحریفات کی وجہ اس اندھی تقلید کے علاوہ کوئی اور شے بھی تھی؟

تردید تقلید اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "وصیت نامہ" میں لکھا ہے ..... (ترجمہ) "اور فقہی احکام کو کتاب و سنت پر پیش کرتے رہنا پھر جو کچھ کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے قبول کر لینا۔"

ا۔۔۔ ودائما تفریعات فقیہہ را برکتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد درخیر قبول آوردن والاگا لای بد بریش خاوندداد دن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات برکتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہاء راکہ تقلید عالمی رادست آویز ساختہ تتبع کتاب وسنت را ترک کردہ اندشنیدن وبدیشاں التفات نہ کردن وقربت خدا جستن بدورے اینان۔ (۱)

(ترجمہ) امت مسلمہ کسی وقت بھی اجتہادات کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی اور ان فقہاء کی زاہدانہ باتیں نہ سننا جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو سند بنا لیا ہے اور کتاب و سنت کی پیروی ترک کر دی ہے۔ ایسے لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہ دینا بلکہ ان سے دور رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنا۔

تردید تقلید اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

۲۔۔۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں آیت "وَمَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا" کے تحت لکھا ہے۔

در این آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کہ تقلید ے کنی نزدتو محق است یا نے اگر محق بودن اورا نمے شناسی پس باوجود احتمال مبطل بودن اوچرا اورا تقلید میکنی واگر محق بودن اورا مے شناسی پس بکدام دلیل مے شناسی اگر بتقلید دیگرے میشناسی سخن دراں خواہد رفت وتسلسل لازم خواہد آمد واگر بعقل میشناسی پس آں را چرا در معرفت حق صرف نمے کنی وعار تقلید برخود گوارا ای داری۔ (۲)

طریق دوم آنکہ کسی راکہ تقلید ے کنی اگر ایں مسئلہ را اوہم بتقلید دانستہ است پس تو اوبرابر شدید او راچہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی واگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتی تمام میشود کہ تو ہم آن مسئلہ را بہماں دلیل بدانی والا مخالف اوباشی نہ مقلد اوچوں تو ہم آں مسئلہ را بدلیل دانستے تقلید ضائع شد۔

(ترجمہ) اس آیت میں دو طریقوں سے تقلید کی تردید کی گئی ہے۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ مقلد سے پوچھا جائے کہ تو جس کی تقلید کرتا ہے وہ اہل حق ہے یا نہیں؟ اگر اس کے اہل حق

---

(۱) وصیت نامہ ص۔۳ و معیار الحق ص۔۹۵

(۲) تفسیر عزیزی ص۔۶۰۲

ہونے کا تجھے پتہ نہیں تو اس کے اہل باطل ہونے کے احتمال کے ساتھ تو اس کی تقلید کیوں کرتا ہے؟ اور اگر اس کا اہل حق ہونا تو جانتا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر کسی دوسرے کی تقلید میں تو اس کے برحق ہونے پر یقین رکھتا ہے تو پھر بات چلنی چاہیے تاآنکہ دلیل کا سرا ہاتھ آجائے۔ اور اگر عقل سے کام لے کر تو سمجھتا ہے کہ وہ اہل حق ہے تو اس عقل کو معرفت حق کے لیے استعمال کیوں نہیں کرتا؟ اور تقلید کی عار کیوں گوارا کیے ہوئے ہے؟

تقلید کی تردید کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کی تقلید تو کر رہا ہے اگر کسی مسئلہ میں وہ خود کسی اور کی تقلید کرتا ہو تو پھر تم اور وہ برابر ہو گئے۔ اسے کیا ترجیح حاصل ہے کہ تو اس کی تقلید کرے؟ اگر وہ اس مسئلہ کی دلیل جانتا ہے تو پھر تقلید کی کیا ضرورت ہے تو خود بھی اس دلیل سے مسئلہ کو سمجھ لے۔ اور اگر تو اس کی دلیل کو نہ مانے تو پھر اس کا مخالف قرار پائے گا نہ کہ مقلد۔ جب تو نے خود اس مسئلہ کی دلیل معلوم کر لی تو تقلید ختم ہو گئی۔

نیز شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی ہی میں آیت وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرۃ-۱۴۵) کے تحت فرماتے ہیں "ازیں معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل ست زیرا کہ اتباع ہوا بعد مجئی العلم ست" (ترجمہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دلائل و براہین واضح ہو جانے کے بعد تقلید کرنا باطل ہے کیونکہ ایسی صورت میں تقلید حصول علم کے بعد اتباع ہوا (خواہش) کے ہم معنی ہے۔)[1]

شاہ اسماعیل شہید صراط مستقیم میں فرماتے ہیں۔ "پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یا بداتباع ہیچ مجتہد دراں نکند" (ترجمہ) "پس ہر وہ مسئلہ کہ جس میں صحیح اور غیر منسوخ حدیث ملتی ہو' اس میں کسی مجتہد کی پیروی نہ کرنی چاہیے۔"

احناف کے نزدیک تقلید

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ عمل بالحدیث میں لکھا ہے :

فَمَنْ يَّتَعَصَّبُ بِوَاحِدٍ مُعَيَّنٍ غَيْرِ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيَرٰى اَنَّ قَوْلَهٗ هُوَ الصَّوَابُ الَّذِيْ يَجِبُ اتِّبَاعُهٗ دُوْنَ الْاَئِمَّةِ الْاٰخِرِيْنَ فَهُوَ ضَالٌّ جَاهِلٌ۔[2]

جو کوئی ایک ہی شخص کی تقلید پر اڑا رہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور یہ جانے کہ دوسرے ائمہ کے علاوہ اسی کی بات صحیح اور واجب الاتباع ہے تو وہ شخص گمراہ جاہل ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ "سم القوارض" میں لکھا ہے :

وَفِی الظَّهِيْرِيَّةِ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّفْتِیَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ اَيْنَ قُلْنَا انتهٰی فَاِذَا كَانَ لَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ الْاِمَامِ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ فِی الْاَحْكَامِ فَكَيْفَ يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ الْمُقَلِّدِيْنَ الَّذِيْنَ مَا وَصَلُوْا اِلٰی مُقَامِ

فتاویٰ ظہیریہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کسی ایسے آدمی کے لیے ہمارے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے؟ (اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) جب احکام میں امام کی تقلید دلیل جانے بغیر جائز نہیں تو ان مقلدین کی تقلید کرنا کیسے جائز ہے جو مجتہدین کے مقام تک نہیں

---

(1) تفسیر عزیزی ص-۴۳۰ (2) معیار الحق ص-۲۱۷

الْمُجْتَهِدِيْنَ نَعَمْ يَجُوْزُ لِلْعَامِيِّ اَنْ يُقَلِّدَ الْعَالِمَ وَلَوْ مُقَلِّدًا لِضُرُوْرَةِ اَمْرِ الدِّيْنِ اِنْتَهٰى۔ (۱)

پہنچے۔ ہاں عام آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کا مقلد بن جائے وہ عالم بھی مقلد ہی ہو کیونکہ ایسا کرنا امر دین معلوم کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔

وَرَوَى الشَّيْخُ مُحِيُّ الدِّيْنِ فِي الْفُتُوْحَاتِ الْمَكِّيَّةِ بِسَنَدِهٖ اِلَى الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَالْقَوْلَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالرَّاْيِ وَعَلَيْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ۔ (۲)

اور روایت کیا ہے شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں اپنی سند کے ساتھ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے کہ آپ فرمایا کرتے کہ بچو لوگو اس بات سے کہ دین میں کوئی بات عقل سے کہو اور لازم پکڑو اپنے اوپر پیروی حدیث کی کیونکہ جو کوئی اس سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا۔

امام شعرانی نے الیواقیت والجواھر میں لکھا ہے :

رُوِيَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ اَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِيْ وَكَانَ اِذَا اَفْتٰى يَقُوْلُ هٰذَا رَاْيُ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَهُوَ اَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ فَمَنْ جَآءَ بِاَحْسَنَ مِنْهُ فَهُوَ اَوْلٰى بِالصَّوَابِ۔ (۳)

روایت ہے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ وہ کہا کرتے تھے جو میری دلیل نہ جانتا ہو اس شخص کو لائق نہیں ہے کہ میرے قول پر فتویٰ دے اور امام ابوحنیفہ فتویٰ دیتے ہوئے کہہ دیا کرتے یہ تو نعمان بن ثابت کی رائے ہے اس سے امام صاحب اپنے آپ کو مراد لیتے تھے۔ اور ہماری قائم کردہ رائے وہ بہترین رائے ہے جس پر ہم قادر ہو سکتے تھے پھر جو شخص اس سے بہتر رائے بیان کرے تو وہ صواب سے قریب تر ہے۔

امام زندوسے نے روضۃ العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ کے نقل کیا ہے :

عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَكِتَابُ اللّٰهِ يُخَالِفُهٗ قَالَ اتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقِيْلَ اِذَا كَانَ خَبَرُ الرَّسُوْلِ ﷺ يُخَالِفُهٗ قَالَ اتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْلَ اِذَا كَانَ قَوْلُ الصَّحَابَةِ يُخَالِفُهٗ قَالَ اتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ۔ (۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب میں کوئی بات کہوں اور کتاب اللہ کا حکم اس کے برعکس ہو تو کتاب کے مقابلے میں میری بات پر عمل نہ کرو' پھر کہا گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ کے قول کی مخالفت کرتی ہو تو امام صاحب نے فرمایا اس صورت میں بھی حدیث رسول پر عمل کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو' پھر کہا گیا اگر صحابہ کا قول آپ کے قول کے خلاف ہو تو امام موصوف نے فرمایا صحابہ کے قول کے مقابلے میں بھی میرے قول کو نظر انداز کر دو۔

امام شعرانی نے الیواقیت والجواھر میں لکھا ہے :

وَكَانَ الْاِمَامُ مَالِكٌ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَمَاْخُوْذٌ مِّنْ كَلَامِهٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے ہر امام کی بات قبول بھی کی جاتی ہے اور رد بھی کی جاتی ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے کہ آپ کی ہر بات

---

(۱) معیار الحق ص۔۱۹۵

(۲) میزان شعرانی ج۔۱' ص۔۶۳

(۳) حجۃ اللّٰہ البالغۃ الکلام علی حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ ج۔۱' ص۔۱۵۷ و عقد الجید ص۔۸۰

(۴) عقد الجید فصل سوم ص۔۵۳

اِلاَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ۔ [1]
قبول کی جاتی ہے۔

وَرَوَیٰ الْحَاکِمُ وَالْبَیْھَقِیُّ عَنِ الشَّافِعِیِّ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا رَاَیْتُمْ کَلاَمِیْ یُخَالِفُ الْحَدِیْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِیْثِ وَاضْرِبُوْا بِکَلاَمِیَ الْحَائِطَ وَقَالَ یَوْمًا لِلْمُزَنِیِّ یَاابْرَاھِیْمُ لَا تُقَلِّدْنِیْ فِیْ کُلِّ مَا اَقُوْلُ وَانْظُرْ فِیْ ذٰلِكَ لِنَفْسِكَ فَاِنَّہٗ دِیْنٌ وَکَانَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یَقُوْلُ لاَ حُجَّۃَ قَوْلُ اَحَدٍ دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاِنْ کَثُرُوْا وَلاَ فِیْ قِیَاسٍ وَلاَ فِیْ شَیْئٍ وَمَا ثَمَّ اِلاَّ طَاعَۃُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ [2]

امام حاکم اور امام بیہقی امام شافعی سے روایت کرتے ہیں' وہ کہا کرتے تھے اگر حدیث صحیح مل جائے تو میرا مذہب وہی ہے اور ایک روایت میں ہے (کہا شافعی رحمہ اللہ نے) جب میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے مخالف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔ اور ایک دن مزنی نے کہا اے ابراہیم ہر ایک بات میں میری تقلید نہ کرنا اور اس میں اپنی جان پر رحم کرنا کیونکہ یہ دین ہے اور (شافعی سے) کہا کرتے تھے کسی کا قول حجت نہیں ہے سوائے (قول) رسول اللہ ﷺ کے اگرچہ کہنے والے کثرت سے ہوں اور نہ قیاس حجت ہے اور نہ کوئی اور شے' اطاعت الٰہی اور رسول کے سوا کسی کی بات بھی ماننے کے قابل نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے عقدالجید میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا شاگرد مزنی اپنی کتاب مختصر کے شروع میں لکھتا ہے' مَنْ اَرَادَ عِلْمَ الشَّافِعِیِّ نَھَی الشَّافِعِیُّ عَنْ تَقْلِیْدِہٖ وَتَقْلِیْدِ غَیْرِہٖ۔ یعنی جو شخص شافعی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے یعنی جو شخص ہر ایک مسئلہ میں شافعی ہی کی بات پسند کرتا ہے اور اسی کے قول کو ٹھیک جانتا ہے میں اس کو جتلائے دیتا ہوں کہ شافعی نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔ [3]

قَالَ الشَّافِعِیُّ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَہٗ سُنَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یَجْعَلْہُ اَنْ یَدَعَھَا بِقَوْلِ اَحَدٍ۔ [4]

شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ سب مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کے قول کی وجہ سے نہ چھوڑے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ (امام) شافعی نے کہا کہ جب تم میری کتاب میں میری کوئی بات سنت رسول ﷺ کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لے لو۔
شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو میرے (خلاف حدیث) قول کو دیوار پر دے مارو۔ علاوہ ازیں امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی ﷺ سے حدیث روایت کی جائے اور میں اسے قبول نہ کروں تو سمجھ لو کہ میری عقل ماری گئی' انتہی۔
شعرانی کہتے ہیں کہ ہم تک طریق صحیحہ پہنچا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کسی کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس اس بات کے لیے

---

(۱) حجۃ اللّٰہ البالغۃ الکلام علی حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وعقد الجید ص۔۸۰
(۲) عقد الجید وحجۃ اللّٰہ البالغۃ الکلام علی حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ ج۔۱' ص۔۱۵۷
(۳) عقد الجید ص۔۸۱
(۴) ناظورۃ الحق ص۔۲۶ وحقیقۃ الفقہ ص۔۷۵

بھیجا کہ جب تمہارے نزدیک کوئی صحیح حدیث ہو تو ہمیں بتلاؤ تاکہ ہم اس پر عمل کریں اور تمام اقوال جو ہمارے ہیں یا اور لوگوں کے ہیں' انہیں ترک کر دیں اس لیے کہ آپ حدیث کے بہت بڑے حافظ ہیں اور ہم اس کو بہت سمجھتے ہیں۔ [1]

امام شعرانی نے الیواقیت والجواھر میں لکھا ہے :

وَكَانَ الْإِمَامُ اَحْمَدُ يَقُوْلُ لَيْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَلَامٌ وَقَالَ اَيْضًا لِرَجُلٍ لَا تُقَلِّدَنِيْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا الْاَوْزَاعِيَّ وَلَا النَّخْعِيَّ وَلَا غَيْرَهُمْ وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ [2]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کے مقابلے میں کسی کے کلام کی کوئی اہمیت نہیں۔ آپ ہی نے ایک آدمی سے کہا کہ میری تقلید مت کر اور امام مالک' امام اوزاعی' امام نخعی اور ان کے علاوہ کسی اور کی بھی تقلید مت کر بلکہ احکام وہاں سے حاصل کر جہاں سے انہوں نے اخذ کئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے۔

فائدہ: امام شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عبد اللہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شہر میں ایک شخص تو محدث ہے لیکن اس کو صحیح و ضعیف حدیث کی پہچان نہیں اور دوسرا وہ شخص ہے جو راوی (یعنی قیاسی احکام) سے واقف ہے' ان دونوں میں سے مسائل کس سے پوچھیں؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حدیث والے سے پوچھیں اور قیاس والے سے نہ پوچھیں۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو بھی مجھے لوگوں کی رائے سے بہتر معلوم ہوتی ہے یعنی قیاس کی باتوں سے۔ [3]

امام جلال الدین سیوطی نے کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں لکھا ہے :

هَلْ اَبَاحَ مَالِكٌ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ قَطُّ لِاَحَدٍ تَقْلِيْدَهُمْ حَاشَا لِلّٰهِ مِنْهُمْ بَلْ اَنَّهُمْ قَدْ نُهُوْا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يُفَسِّحُوْا لِاَحَدٍ فِيْهِ۔ [4]

کیا امام مالک' ابوحنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے کبھی کسی کے لیے اپنی تقلید کرنے کو جائز ٹھہرایا؟ حاشا للہ کبھی نہیں۔ بلکہ انہوں نے تو اس سے روکا ہے اور کسی کو بھی اس میں گنجائش پیدا نہیں کرنے دی۔

شیخ الشیوخ طحاوی محمد عبد العظیم رومی ابن ملا فروخ کی حنفی نے قول سدید میں لکھا ہے :

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يُكَلِّفِ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحَدًا مِّنْ عِبَادِهٖ بِاَنْ يَّكُوْنَ حَنِيْفِيًّا اَوْ مَالِكِيًّا اَوْ شَافِعِيًّا اَوْ حَنْبَلِيًّا بَلْ اَوْجَبَ عِلْمَ الدِّيْنِ بِمَا بَعَثَ بِهٖ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم وَالْعَمَلَ بِشَرِيْعَتِهٖ۔ [5]

جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو اس امر کی تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی بنے' یا مالکی بنے' یا شافعی' یا حنبلی بنے۔ بلکہ ان پر اسی بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جس کے لیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کی شریعت پر عمل کرنا واجب کیا۔

امام شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے :

---

(۱) میزان الکبریٰ۔

(۲) عقد الجید ص-۸۱ وحجۃ اللہ البالغۃ الکلام علی حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ ج-۱' ص-۱۵۷ والیواقیت الجواھر ج-۲' ص-۲۴۳ تا ۲۴۴

(۳) میزان شعرانی ج-۱ص-۵۱

(۴) معیار الحق۔

(۵) معیار الحق ص-۹۷

وَكَانَ الْإِمَامُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُوْلُ وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ اَنَّهٗ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِالْتِزَامِ مَذْهَبٍ مُّعَيَّنٍ لَا يَرٰى صِحَّةَ خِلَافِهٖ بَلِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُمْ تَقْرِيْرُهُمُ النَّاسَ عَلَى الْعَمَلِ بِفَتْوٰى بَعْضِهِمْ بَعْضًا لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَكَانَ يَقُوْلُ اَيْضًا لَمْ يَبْلُغْنَا فِيْ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ وَلَا ضَعِيْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ اَحَدًا مِّنَ الْاُمَّةِ بِالْتِزَامِ مَذْهَبٍ مُّعَيَّنٍ۔ (1)

امام عبدالبر فرمایا کرتے تھے کہ ہم تک کسی امام کی طرف سے بھی یہ بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو کسی خاص مسلک کی پیروی کا حکم دیا ہو۔ ایسا مسلک کہ جس کی مخالفت کرنا وہ درست نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے برعکس ائمہ سے منقول یہ ہے کہ وہ لوگوں کے کسی بھی امام کے فتویٰ پر عمل کرنے کا اثبات کرتے تھے کیونکہ وہ سب پروردگار کی ہدایت پر کاربند تھے۔ نیز امام ابن عبدالبر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے بھی یہ بات معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے کسی فرد کو بھی کسی مخصوص مسلک کی پیروی کا حکم دیا ہو۔

امام شعرانی مزید لکھتے ہیں :

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ اَنَّهُمَا كَانَ يَقُوْلَانِ مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَمَاخُوْذٌ مِّنْ كَلَامِهٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ وَكَذٰلِكَ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ۔ (2)

امام بیہقی نے مجاہد اور عطاء سے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کی بات کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے امام شعرانی کہتے ہیں کہ یہی قول امام مالک بن انس بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: تقلید شخصی کی برائی میں حرف طوالت کے باعث صرف اتنے ہی علماء کے اقوال پر اکتفاء کیا گیا ہے اس لیے کہ جو آدمی حق کا طلب گار ہو گا وہ ان کے مطالعہ سے ہی جان لے گا کہ تقلید شخص معین بہت ہی بری اور قبیح چیز ہے۔

پانچواں مغالطہ

منع تقلید پر اجماع

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید اگر واجب نہ ہوتی تو بڑے بڑے عالم فاضل محدث اور مفسر اور فقیہ اس میں سے کسی کے بھی مقلد نہ ہوتے۔ ☆

جواب: اس کا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ بجز بعض متعصب علماء کے ایک امام کی تقلید کو واجب تو کیا مباح تک بھی کوئی نہیں کہتا بلکہ خاص ایک ہی امام کی تقلید کو بعض علماء نے شرک اور بعض نے کفر اور بعض نے حرام اور بعض نے باطل اور قبیح لکھا ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر نیشاپوری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری

---

(1) میزان شعرانی ج-۱، ص-۴۳ ومعیار الحق ص-۱۳۷

(2) میزان الکبریٰ وعقد الجید ص-۸۰

☆ حالانکہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا لا یقلد احدکم رجلا دینہ۔ یعنی کوئی آدمی کسی بھی آدمی کی تقلید ہرگز ہرگز نہ کرے۔ (میزان الکبریٰ للشعرانی ص-۴۷ واعلام المعوقعین ج-۱، ص-۱۷۱)

اور فخرالدین رازی صاحب تفسیر کبیر اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی اسماعیل شہید اور سید محمد نذیر حسین صاحب اور سید محمد صدیق خان صاحب (جو کہ آج کل کثرت تصنیف و تالیف کی بدولت پہلے علماء پر بھی سبقت لے گئے ہیں) اور محمد ملقب بالمعین صاحب دراسات اللبیب اور جلال الدین سیوطی اور محمد عبدالعظیم رومی بن ملا فروخ مکی اور امام نووی اور ابن حجر عسقلانی اور علامہ ہارون مرجانی اور شیخ محی الدین بن عربی اور عبدالوہاب شعرانی اور امام طحاوی اور ملا عابد سندھی اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلوی اور امام ابن حزم اور بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی اور شیخ ابن ہمام اور شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی اور علامہ آکمل صاحب عنایہ اور امام ابن قیم اور ابن تیمیہ الحرانی اور عبداللہ بن امام احمد اور مزنی شاگرد امام شافعی خصوصاً خود امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم یہ ہرچہار امام اور دیگر علماء مذکور شخص معین کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرتے رہے اور اس کی برائی کرتے رہے ہیں' ان کی عبارتیں چوتھے مغالطے کے جواب میں پہلے گزر چکی ہیں اور جن علماء کی تحریریں طوالت کتاب کے خوف سے اس میں درج نہیں کی گئی ہیں حالانکہ وہ بھی شخص معین کی تقلید کو قبیح جاننے والے اور اس کی برائی اپنی کتابوں میں لکھنے والے ہیں' ان میں سے بعض کے نام یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

تقلید کو قبیح جاننے والے محدثین

مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس' امام شوکانی' علامہ محمد زرقانی' محی السنہ امام بغوی' امام غزالی' ابی جعفر محمد بن جریر طبری' امام یافعی' شیخ عزالدین بن عبدالسلام' محمد بن ناصر حازمی' محمد فاخر الہ آبادی' ابوعمرو عبدالبر محمد بن عبدالوہاب' محمد بن اسماعیل امیر یمانی' داؤد ظاہری' عبدالرحمان بن محمد بن خلدون' ابن دقیق العید' حبیب اللہ قندھاری' ملا حسن شرنبلالی' سید بادشاہ تاج الدین عثمانی' امام رافعی' ابن حاجب امیرابن الحاج' محب اللہ بہاری' قرافی' خطیب بغدادی' دارکی' امام علائی' قاضی عضدالملۃ والدین' سید محمد امین المشہور بابن العابدین شامی' حافظ ابوالقاسم علی بن حسن' سید مرتضیٰ' امام ابوعبداللہ محمد' ابومحمد جعفر' محمد بن محمد مدنی' دمیاطی' ابن برہان' قفال ابن سیدالناس اور زین الدین عراقی وغیرہ علماء ہیں۔

ہم نے یہ اسماء گرامی معیار الحق' اتحاف النبلاء الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ اور ہدایت السائل وغیرہ کتب سے اخذ کئے ہیں۔

سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے ذخر المحتی من آداب المفتی میں لکھا ہے حنابلہ میں سے قاضی ابو یعلی علی بن موسیٰ اور ابوحامد اور احناف میں سے امام ابویوسف' امام محمد اور زفر بن ہذیل اور شوافع میں سے مزنی' ابن شریح' ابن منذر' محمد بن نصر مروزی وغیرہم سے' مالکیہ میں سے اشہب بن عبدالحکیم' ابن قاسم اور ابن وہب یہ سب لوگ کسی کے مقلد نہیں تھے اور ابوالفیض محمد بن علی۔

کسی کی تقلید نہ کرنے والے تیس محدثین

فارسی نے جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں کہا ہے کہ بڑے بڑے فقہاء خوب بیان کرنے والے اپنی تحقیق سے

پڑھنے پڑھانے والے اور کسی کی تقلید نہ کرنے والے تیس محدثین ہیں۔ (۱) محمد بن مسلم زہری (۲) یحییٰ بن سعید انصاری (۳) عبدالرحمان بن عمرو اوزاعی (۴) عبداللہ بن مبارک حنظلی (۵) یحییٰ بن سعید قطان (۶) عبدالرحمان بن مہدی (۷) یحییٰ بن یحییٰ تمیمی (۸) امام احمد بن محمد بن حنبل (۹) علی بن عبداللہ مدینی (۱۰) یحییٰ بن معین (۱۱) اسحاق بن ابراہیم حنظلی (۱۲) محمد بن یحییٰ زہلی (۱۳) محمد ابن اسماعیل بخاری صاحب اصح الصحاح (۱۴) ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم (۱۵) ابوحاتم رازی (۱۶) ابراہیم بن اسحاق حربی (۱۷) مسلم ابن حجاج نیشاپوری (۱۸) عثمان بن سعید دارمی (۱۹) ابوعبداللہ عبدی (۲۰) ابوعیسیٰ ترمذی (۲۱) ابوبکر جارودی (۲۲) ابوعبداللہ مروزی (۲۳) ابوعبدالرحمان نسائی (۲۴) ابوبکر خزیمہ (۲۵) ابوداؤد بجستانی (۲۶) عبدالوہاب عبدی (۲۷) موسیٰ بن ہارون (۲۸) حسن بن علی معمری (۲۹) محمد بن عقیل بلخی (۳۰) سفیان بن عینیہ ہلالی۔ اسی طرح حاکم ابوعبداللہ نے کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں بھی یہ اسماء بیان کئے ہیں۔

دوم التزام مذہب معین میں شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا بلکہ کسی مذہب کا معین کرلینا قرآن اور احادیث کے بالکل مخالف ہے اور اس کا بیان چوتھے مغالطے کے جواب میں پہلے گزر چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جس عقیدے اور عمل پر حکم الٰہی اور رسول ناطق نہ ہو وہ عقیدہ اور عمل مردود اور قبیح ہے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (۱) — جس نے ہمارے دین میں نئی بات پیدا کی جس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

تقلید کی ابتدا اور اس کے پیروکار

اور یہ بات مثل آفتاب کے روشن اور ظاہر ہے کہ چوتھی صدی تک مسلمانوں میں تقلید مذہب واحد اور معین کا رواج نہ تھا۔

چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے :

اِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَیْرُ مُجْمِعِیْنَ عَلَی التَّقْلِیْدِ الْخَالِصِ لِمَذْھَبٍ وَّاحِدٍ بِعَیْنِهٖ۔ (۲) — جان لو کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی ایک ہی مذہب کی تقلید محض پر متفق نہ تھے۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو تو امام ابویوسف اور بعض حنفی مذہب کے قائل بادشاہوں نے حکومتی وسائل کی وجہ سے اس کو پھیلایا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے بستان المحدثین میں لکھا ہے۔

ابن حزم درجائے نوشتہ است کہ ایں دو مذہب در عالم ازراہ ریاست و سلطنت رواج وامتیاز گرفتہ اند' مذہب ابوحنیفہ ومذہب مالک' زیراکہ قاضی ابی یوسف قضائے ممالیک بدست آوردہ از طرف اوقضاۃ میرفتند۔ پس برہر قاضی شرط مے کرد کہ

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود ج۔۵' ص۔۳۰۱' حدیث۔۲۶۹۷ ومشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج۔۱' ص۔۵۱' حدیث۔۱۴۰

(۲) باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدھا ج۔۱' ص۔۱۵۷

عمل و حکم بمذہب ابو حنیفہ نماید و در اندلس یحیٰی رانزد سلطان آں وقت بحدے تمکنت وجاہ حاصل گشت کہ ہیچ قاضی و حاکم بے مشورہ او منسوب نمے شد۔ پس او غیر از یاراں و ہمدماں خود را متولی نمے ساخت انتہی۔

(ترجمہ) ابن حزم نے ایک مقام پر لکھا ہے یہ دونوں مذاہب' یعنی مذہب حنفیہ اور مذہب مالکیہ حکومت و سلطنت کی بدولت رواج پا کر امتیازی مقام حاصل کر گئے ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ قاضی ابو یوسف حکومت کے منصب قضا پر فائز تھے اور یہی قاضی مقرر کرتے تھے' ہر قاضی کو عہدہ قضا پیش کرتے وقت اس سے مذہب ابو حنیفہ پر عمل کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند کرتے تھے۔ اور اندلس میں یحیٰی بن یحیٰی (مالکی) کو سلطان وقت کے ہاں بڑا رسوخ حاصل تھا اور وہ کسی بھی حاکم اور قاضی کا تقرر ان سے مشورہ کئے بغیر نہ کرتا تھا اور یحیٰی بن یحیٰی اپنے ہم مسلک رفقا کے علاوہ کسی کو بھی عہدہ نہ دلاتے تھے۔

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ سنہ ۵۷۸ ہجری میں عیسیٰ بن ملک نامی ایک بادشاہ بڑی سلطنت والا ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا اور پرلے درجہ کا متعصب تھا' کتاب مسعودی اس کو تمام یاد تھی۔ لوگوں کو حنفی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا تھا کہ سب کے سب ابو حنیفہ ہی کے اقوال پر عمل کرو۔ صاحبین یعنی ان کے شاگردوں کے اقوال پر بھی عمل نہ کرو۔ اس کے حکم کے مطابق فقہاء نے ایک ایسی کتاب اس کو بنا دی تھی کہ جس میں ابو حنیفہ کے اقوال کے علاوہ اور کسی کا کوئی قول نہ تھا اور اس کو بھی اس نے یاد کر لیا تھا اور اپنے مذہبی تعصب کی بناء پر جس قدر شافعی مذہب والے اس کے ملک میں تھے سب کو اس نے قتل کر ڈالا تھا۔ (۱)

چھٹا مغالطہ

قرآن مجید کے معانی و مفہوم کسی مجتہد کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے

مقلدین' حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید کے معانی اور مفہوم کو کسی مجتہد کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔

جواب: یہ بات بالکل غلط اور واہی ہے۔ جو شخص عربی زبان سمجھتا ہے وہ قرآن کے معنی بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر-۱۷)

اور البتہ تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن کو واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ (الجمعة-۲)

وہی ہے جس نے امیوں (ان پڑھوں) میں ایک رسول مبعوث کیا خود ان ہی میں سے' جو ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے' اگرچہ یہ اس سے پیشتر کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (الزمر-۲۸)

عربی میں نازل ہونے والا قرآن جس میں کوئی کجی نہیں شائد کہ وہ تقویٰ شعار بنیں۔

---

(۱) فوائد الٰهیه و تاریخ ابن خلقان ج-۲' ص-۳۶۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ (الکھف-۱) تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہ رہنے دی۔

فائدہ: قرآن وہ کلام فصیح ہے کہ جس کی مثل بڑے بڑے فصیح اور عرب کے بلیغ ایک سورۃ بھی نہ لاسکے۔ اور کلام فصیح اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی لفظ ثقیل' خلاف محاورۂ زبان اور کوئی ترکیب غیر مروج اور اشکال معنوی نہ ہو اور خلافِ محاورہ زبان کو غیر فصیح کہتے ہیں اور یہ علم فصاحت کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ پس جب ثابت ہوا کہ قرآن کلام فصیح ہے اور روشن بیان' پھر عربی زبان سمجھنے والا' ہدایہ اور کنزالدقائق اور شرح وقایہ وغیرہ کو سمجھ سکتا ہے تو قرآن کے معانی اور مطالب کس طرح نہیں سمجھ سکتا؟ اور ایسا کلام کہ جس کو سوائے خاص دو چار آدمیوں کے کسی نے بھی نہ سمجھا ہو' کلام غیر فصیح ہے اور غیر فصیح بولنے والا باوجود قدرت فصاحت کے احمق شمار کیا جاتا ہے اور بسبب عدم قدرت کے عاجز۔ اور یہ دونوں نسبتیں باری تعالیٰ کے ساتھ موجب کفر ہیں۔ (فاعتبروا یااولی الابصار) اللہ تعالیٰ ایسا کلام کہنے سے محفوظ رکھے اور جب سوائے ائمہ اربعہ اور چند مفسرین کے کوئی اور قرآن کے معانی نہیں سمجھ سکتا تو لازم آتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تکلیف مالایطاق کہ جس کی خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نفی فرماتا ہے :لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ-۹۹) "یعنی نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق۔" اس لیے کہ کتاب ایسی بھیجی کہ جس کو ہم سمجھ نہیں سکتے اور حکم دیا ہمیں اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ (البقرہ-۲۸۶) کا "یعنی پیروی کرو اس چیز کی کہ بھیجی گئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے" اور جب اس زمانہ میں نہ تو خواص میں سے اور نہ عوام میں سے کوئی قرآن کے معانی سمجھ سکتا ہو تو کیا قرآن معاذاللہ پہیلیاں یا معمے ہوئے۔

ساتواں مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے والا حدیث کا صحیح' ضعیف اور موضوع ہونا کس طرح معلوم کرے گا؟

ائمہ کے مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنے والا کسی کا صحیح' ضعیف اور موضوع ہونا کس طرح معلوم کرے گا اور تحقیق رواۃ کس طرح بہم پہنچائے گا؟

جواب: حدیث کی تینوں اقسام یعنی صحیح' ضعیف اور موضوع کی پہچان اٹھارہ قسموں سمیت موقوف ہے' تحقیق رواۃ اور حال سند پر۔ اور اسباب میں مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو تو کیا مغالطہ دیں گے خود ہی مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ جس طرح صحت حدیث کے لیے اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروری ہے' اسی طرح روایت فقہ کی سند کا مقلدوں کو اپنے امام تک پہنچانا لازم ہے۔ خصوصاً احناف' کیونکہ امام ابو حنیفہ کی وفات ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی ہے۔ تو انہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ قول ابو حنیفہ کا ہے یا اور کسی کا۔ اور حدیث کی سند اس زمانہ میں بہ نسبت سند روایت فقہ کے بہت آسان ہے۔ اس لیے کہ علمائے محدثین نے تمام

احادیث کو نہایت تحقیق اور سند سے جمع کیا اور صحیح کو صحیح اور ضعیف کو ضعیف بتا دیا۔ چنانچہ بلوغ المرام من ادلتہ الاحکام مصنف ابن حجر اور مسک الختام شرح بلوغ المرام مصنف سید محمد صدیق حسن خان صاحب اور دراری مضیہ شرح درر البہیہ مصنف امام محمد بن علی الشوکانی وغیرہ کئی کتابوں میں اس امر کی تحقیق موجود ہے۔ اسی طرح سے علماء نے موضوع احادیث کو علیحدہ کر کے ان کی کتابیں بنا دیں ہیں۔ چنانچہ اس باب میں ”فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ محمد ابن علی الشوکانی کی کتاب اور موضوعات کبیر اور مصنوع فی معرفتہ احادیث الموضوع ملا علی قاری' تذکرہ ابن طاہر اور موضوعات ابن جوزی مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ کئی کتابیں مشہور ہیں۔

اسی طرح احوال روایت میں اسماء الرجال کی کتب' جیسے ثقہ راویوں کی معرفت میں ابن حبان کی کتاب' ضعیف راویوں کی معرفت میں بخاری' نسائی اور عقیل کی کتابیں۔ تاریخ میں بخاری اور ابن خیثم کی کتب تاریخ اور جرح و تعدیل میں ابن ابی حاتم کی کتاب۔ وطنوں' شہروں اور راویوں کی معرفت میں کتاب طبقات ابن سعد۔ مبہم ناموں کی معرفت میں عبدالغنی بن سعید اور خطیب کی کتب اور معرفت طبقات صحابہ میں کتاب ”اصابہ“ ابن حجر موجود ہے۔

پس جو شخص عربی کلام سمجھتا ہے ان کتابوں سے رواۃ کی ہر طرح تحقیق کر سکتا ہے اور صحاح ستہ کے راویوں کے احوال کی تحقیق کے لیے تقریب التہذیب' ابن حجر کی کتاب ان سب باتوں میں بہت مختصر اور کافی ہے۔ بخلاف روایت فقہ کے کہ اس کے راویوں کے حال کا کہیں بھی پتہ نہیں۔ پس اب سوچنا چاہیے کہ ایک محقق کے لیے روایت حدیث کی تحقیق آسان ہے یا روایت فقہ کی۔

آٹھواں مغالطہ

جب دو احادیث معنی اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہوں تو حدیث رسول پر کس طرح عمل کریں گے؟

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ جب دو احادیث معنی اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہوں تو لوگ حدیث رسول اللہ ﷺ پر کس طرح عمل کریں گے؟

جواب: اگر بعض احادیث کو مقلدین آپس میں مختلف سمجھتے ہیں اور ظاہر میں ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہیں تو اس کا سبب ان کا قصور فہم اور قلت تدبر ہے ورنہ شارع کی طرف سے خاص ایک بات میں دو حکم کہ علی سبیل الاختیار نہ ہوں' کیونکر صادر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک تکلیف مالایطاق ہے کہ ایک چیز کو ایک ہی وقت میں فرمایا ہو کرو اور نہ بھی کرو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ”اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر (اطاعت حکم کی) تکلیف نہیں دیتے۔“ پس حقیقت یہ ہے کہ شارع کی طرف سے ایک ہی حکم دیا جاتا ہے اور اگر زیادہ ہوں تو علی سبیل الاختیار۔

”منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول“ میں لکھا ہے ابن خزیمہ نے کہا:

لَا اَعْرِفُ صَحِیْحَیْنِ مُتَضَادَّیْنِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَلْیَاْتِنِیْ لِاُؤَلِّفَ بَیْنَهُمَا۔ میں ایسی کوئی دو صحیح احادیث نہیں جانتا جو متضاد ہوں' اگر کوئی شخص انہیں متضاد سمجھتا ہو تو وہ میرے پاس لائے تاکہ میں ان میں مطابقت تلاش کروں۔

پس اب جس کسی کو بسبب قصور فہم اور کوتاہی علم کے دو احادیث میں اختلاف اور تعارض معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کرے۔ رسالہ ابن قتیبہ' کتاب امام شافعی' کتاب ارشاد الفحول' مصنف محمد بن علی الشوکانی یا پھر منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول' حصول المامول من علم الاصول اور ہدایت السائل الی ادلتہ المسائل" دیکھے۔ آخری تینوں کتابیں سید محمد صدیق حسن خان صاحب کی ہیں۔ ان تمام کتابوں میں دو مختلف احادیث میں موافقت پیدا کرنے کے قواعد کا ذکر ہے جو شخص انہیں یاد کرلے تو اسے کسی بھی حدیث کو سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مرحوم محدث دہلوی نے بھی دفع تعارض اور حدیث معانی سمجھنے کے لیے حجتہ اللہ البالغہ [1] کی ساتویں بحث میں بہت سے فائدے اور عجیب قاعدے بیان کئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ شبہ حدیث پر چلنے والوں پر ہرگز ہرگز وارد نہیں ہو سکتا بلکہ یہ شبہ مقلدوں پر وارد ہوتا ہے کہ بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دو دو تین تین مختلف روایتیں ایک مسئلہ کے بارے میں منقول ہیں۔

مثال کے طور پر مستعمل پانی کے حکم کے بارے میں تین قول :

(۱) وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ رِوَايَتُهٗ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ هُوَ طَاهِرٌ غَيْرُ طُهُوْرٍ۔ (۲) ثُمَّ فِيْ رَوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ نَجَاسَةٌ غَلِيْظَةٌ۔ (۳) وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُهٗ نَجَاسَةٌ خَفِيْفَةٌ۔ [2]

(۱) اور امام محمد نے کہا اور وہ روایت کرتے ہیں ابی حنیفہ سے (پانی مستعمل) پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں۔ (۲) پھر امام حسن نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ نجس اور غلیظ ہے۔ (۳) ابویوسف نے ان (ابوحنیفہ) سے روایت کی ہے کہ وہ ہلکی نجاست رکھتا ہے۔

شرح وقایہ میں ہے :

فَاِنْ عَدِمَ الْمَآءَ اِلاَّ نَبِيْذَ التَّمْرِ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بِالْوُضُوْءِ بِهٖ فَقَطْ۔

پس اگر پانی معدوم ہو اور نبیذ تمر (کھجور کی نبیذ) موجود ہو تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے وضو کرلے۔

شرح وقایہ ہی میں ہے :

وَاَبُوْ يُوْسُفَ بِالتَّيَمُّمِ فَحَسْبُ وَمُحَمَّدٌ بِهِمَا۔

اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تیمم کرے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور تیمم دونوں کرے۔ ☆

وَاِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَتَيْنِ تَعَلَّقَ التَّحْرِيْمُ بِاَغْلَبِهِمَا۔ [3]

دو عورتوں کا دودھ جب ملایا گیا ہو تو حرام ہوتی ہے پینے والے پر وہ عورت جس کا دودھ غالب ہو۔

---

(۱) حجة الله البالغة مبحث السابع جلد اول۔

(۲) هداية كتاب الطهارات باب الماء الذى يجوز به الوضوء وما لا يجوز به ج-۱' ص-۳۸

(۳) هداية كتاب الرضاع ج-۲' ص-۳۵۲

☆ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم اس مسئلہ پر امام محمد کے موقف کو ترجیح دیتے ہیں اور لکھتے ہیں : وبعد اللتيا والتى اقوى المذاهب فى هذا الباب هو الجمع احتياط بين الوضو والتيمم .....الخ یعنی بحث و تمحیص کے بعد اس باب میں سب سے قوی تر مذہب یہ ہے کہ احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے۔ (السعایہ ج-۱' ص-۳۸۰)

وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيْمُ بِهِمَا۔ [1]
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دونوں حرام ہو جاتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ هٰذِهِ رِوَايَتَانِ۔ [2]
اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس میں دو روایتیں ثابت ہیں۔

منیة المصلی میں لکھا ہے :

وَاَمَّا سُؤْرُ الْفَرَسِ فَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْهِ اَرْبَعُ رِوَايَاتٍ فِيْ رِوَايَةٍ نَجَسٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَشْكُوْكٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَكْرُوْهٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ طَاهِرٌ۔
گھوڑے کے جوٹھے کے بارے میں ابی حنیفہ سے چار روایتیں ثابت ہیں۔ اسے ایک روایت میں نجس' ایک روایت میں مشکوک' ایک روایت میں مکروہ اور ایک روایت میں پاک قرار دیا ہے' انتھی۔

یہ چند مسائل نمونہ کے طور پر یہاں ذکر کئے گئے ہیں اور فقہ کا شاید کوئی باب ایسا ہو گا کہ جو اختلاف روایات سے خالی ہو گا اور اس بات کو ہدایہ اور درالمختار اور کنز وغیرہ فقہ کی کتابیں پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔ پس اب بتلایئے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیروکار کس رائے پر عمل کرے۔ غرضیکہ مقلدین نے تو شخص معین کی رائے کی اتباع سہولت کے لیے اختیار کی تھی۔ جبکہ وہ دین متین کی ایک نئی شکل پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

نواں مغالطہ

حدیث کی کتابوں کی نسبت فقہ کی کتابیں بڑی آسان اور بہت تحقیق شدہ ہیں

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں کی بہ نسبت فقہ کی کتابیں بڑی آسان اور بہت تحقیق اور کوشش سے بنائی گئی ہیں۔

جواب یہ بات درست نہیں۔ اگر کوئی منصف بہ نظر تحقیق دیکھے تو اسے نظر آئے گا کہ حدیث کی عبارت 'کتب فقہ مثلاً شرح وقایہ' کنز اور ہدایہ وغیرہ سے لاکھ درجہ آسان ہے۔

اگر کسی کو بخاری کی کسی حدیث کا مطلب مشکل معلوم ہو اور سمجھ میں نہ آئے تو فتح الباری اور قسطلانی اور کرمانی دیکھ لے' یہ تینوں شرحیں صحیح بخاری کے مطالب معلوم کرنے کے لیے ہیں۔ اور مسلم کی حدیث کے لیے شرح نووی' السراج الوھاج وغیرہ۔ موطا امام مالک کی حدیث کے لیے زرقانی' مصفی' مسوی' محلی' التمہید وغیرہ۔ ابوداؤد کی حدیث کے لیے امام خطابی کی معالم السنن اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی عون المعبود وغیرہ۔ بلوغ المرام کے لیے مسک الختام فارسی (نواب صدیق الحسن خان) سبل السلام عربی بہت اچھی شرح ہے اور مجمع البحار شیخ محمد طاہر کی تالیف اور جامع الاصول اور الاستذکار جو ابن عبدالبر کی کتابیں ہیں کتب حدیث کے معانی کی تحقیق کے لیے انہیں دیکھ لیا جائے تو متاخرین کے تمام شکوک و شبہات اور خدشات دور ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ تحقیق' سند اور معنی حدیث سے متعلق ہے نہ کہ تقلید سے اس لیے کہ "حل المعاقد فی شرح العقائد" اور "حصول المامول من علم الاصول" وغیرہ اصول کی کتابوں میں ہے کہ "کسی کے قول پر دلیل پوچھے اور سمجھے بغیر اعتماد کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔" اور اگر تقلید ہے تو کسی شخص معین کی نہیں ہے۔ بلکہ جس کو حق گو اور سچا جانتا

---

(۱) ھدایة کتاب الرضاع ج۔۲' ص۔۳۵۲
(۲) ھدایة کتاب الرضاع ج۔۲' ص۔۳۵۲

خواہ بخاری ہو خواہ مسلم اس کی بات پر عمل کیا۔ اور اب اگر حقیقت میں دیکھیے تو صحیحین کی احادیث اور آثار ایسے کمال صحت کو پہنچ چکے ہیں کہ ان میں موضوع تو کیا ضعیف تک بھی کوئی نہیں کہتا اور آج تک کسی نے ان پر کہیں جرح اور قدح نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ محدثین عظام کو اس کوشش پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ پس اب عمل کرنے والے کو ان کتابوں کی حدیث کو بغیر کسی تحقیق کے قبول کر لینا چاہیے۔

جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول اور نخبۃ الفکر [1] میں لکھا ہے کہ صحیح کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہو اس کو حدیث متفق علیہ کہتے ہیں۔ (۲) جو صرف بخاری میں ہو۔ (۳) جو صرف مسلم میں ہو۔ (۴) جو بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہو۔ (۵) جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔ (۶) جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ (۷) بخاری اور مسلم کے علاوہ اور اہل حدیث نے اس کو صحیح کہا ہو۔

اسی کی مانند ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اعتبار روایت میں حنفیوں نے ہدایہ سمجھ رکھا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ اس کی روایت کی سند ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک بھی نہیں پہنچتی اور اکثر احادیث جو اس میں درج ہیں وہ ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں۔ جس کا جی چاہے تخریج ہدایہ میں دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس میں محدثین کی تصنیف کردہ کتب موضوعات سے تحقیق کر کے ہر حدیث کی حیثیت متعین کر دی گئی ہے۔ سو واضح رہے کہ اگر موضوع جان کر بھی کسی نے ان کو پھر سند پکڑا ہے تو بہت بڑا مقام خوف ہے' اس لیے کہ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ [2] جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے پس وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (اور یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے)

جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں لکھا ہے کہ حدیث ضعیف جبکہ وہ موضوع ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں (یعنی حرام ہے اس پر عمل کرنا) اجماعًا۔ اور اسے روایت کرنا بھی جائز نہیں ہاں اگر اس کا موضوع ہونا بیان کر دیا جائے تو پھر اس کی روایت جائز ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص موضوع کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ پھر اگر کوئی علمی ثقاہت رکھنے والا معتبر شخص کسی حدیث کا موضوع ہونا بتا دے تو اسے ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کا ضعف معلوم ہو جانے کے باوجود اس پر عمل کرنے والا گنہگار اور فاسق ہے اور اس کا اظہار کرنا اور دوسروں کو بتانا واجب ہے کیونکہ علم کو چھپانا حرام ہے' انتہی۔

سبحان اللہ یہ مقلد بھی عجیب لوگ ہیں جو ایسے علماء کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں کہ جن کو موضوع اور صحیح حدیث کی بھی خبر نہ تھی اور ان کی کتابوں کو بہت تحقیق اور کوشش سے تیار کردہ کتب بتلاتے ہیں اور ان کی بیان کردہ حدیث کا حال ظاہر ہو جانے کے باوجود اسی کو سند جانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ کی بعض احادیث کے بارے میں یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ وہ موضوع ہیں' ان پر عمل بھی کرتے ہیں اور فتویٰ بھی دیتے ہیں۔

---

(۱) نخبۃ الفکر شرح نذھۃ النظر ص۔۲۹ تا ۳۴

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ج۔۱' ص۔۲۰۲' حدیث۔۱۱۰ وصحیح مسلم' مقدمہ باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ج۔۱' ص۔۲۷' حدیث۔۳

دسواں مغالطہ

فقہ کا ماخذ احادیث نہیں

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام نے تمام مسائل احادیث سے ہی نکالے ہیں اور ان کو سب احادیث پہنچ گئیں تھیں۔

جواب: ان کی یہ بات صحیح نہیں' اس لیے کہ بڑے بڑے اصحاب رسول جو اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ ہی کی صحبت میں رہتے تھے' ان کو تو تمام احادیث ایک مدت تک نہ پہنچی تھیں' ان اماموں کو کیا پہنچی ہوں گی اور اس دعویٰ پر ہماری دلیل یہ احادیث ہیں تو سنو!

وہ اصحاب رسول جن کو ایک مدت تک احادیث معلوم نہ ہو سکیں

نمبر ۱: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی جو موطا امام مالک' احمد' ترمذی' ابوداؤد' دارمی اور ابن ماجہ میں روایت ہے قبیصہ بنت ذویب سے' اس نے کہا کہ (کسی متوفی کی) دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ وہ آپ سے اپنی میراث مانگتی تھی۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تیرا حصہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اب جا' تاہم میں لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھوں گا' شاید کسی کو یہ حکم معلوم ہو۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں لوگوں سے دریافت کیا' تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا' کیا تمہارے علاوہ کوئی اور آدمی بھی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے اس حکم کا صدور ہوتے دیکھا یا سنا ہو؟ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہوئے وہی بات کہی جو انہوں نے بیان کی تھی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح بتایا ہے۔[1]

نمبر ۲: جنابت کی حالت میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرنے والی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخفی رہی تھی اور وہ حدیث یہ ہے جو بخاری میں اور اسی طرح مسلم میں روایت ہے عمار رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ ایک شخص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا تحقیق میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہ مل سکا' اس پر عمار رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم دونوں سفر کر رہے تھے (اور دوران سفر ہم جنبی ہو گئے) اس کے بعد آپ نے تو نماز ہی نہ پڑھی اور میں نے خاک میں لوٹ کر اپنے آپ کو اچھی طرح آلودہ کر لیا اور نماز پڑھی' پھر یہ سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں اسی طرح کرنا ہی کافی تھا اور آپ نے زمین پر اپنے ہاتھ مارے پھر انہیں پھونکا پھر ان کے ساتھ منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا۔[2]

نمبر ۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کفار مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث بھی مخفی رہی تھی اور وہ حدیث یہ ہے جو جعفر بن

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الوصایا و الفرائض ج۔۱' ص۔۹۲۱' حدیث۔۳۰۶۱

(۲) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب التیمم ج۔۱' ص۔۱۶۵' حدیث۔۵۲۸ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الطھارۃ باب التیمم ص۔۴۴' حدیث۔۱۲۷

محمد بن علی سے روایت ہے' اس نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا مجوس کا اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ان کے معاملہ میں کیا کروں تو عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے ان سے ویسا ہی برتاؤ کرو جو اہل کتاب سے کرتے ہو۔[1]

نمبر ۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے زیادہ مہر باندھنے کی آیت قرآن بھی مخفی رہی تھی۔ چنانچہ تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہر کثیر سے لوگوں کو منع کیا جس میں ان کے مقابلہ میں ایک بڑھیا کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو مہر کی بابت قرآن میں فرماتا ہے :وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا۔ "یعنی دیا ہو تم نے ان کو مال کثیر" پھر تم کس طرح منع کرتے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر کے اس کی بات تسلیم کر لی۔

نمبر ۵: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مسئلہ میں ان کے مخالف رہے۔[2] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس مسئلہ میں اپنے باپ کے مخالف رہے کسی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حکم تمتع دریافت کیا تو انہوں نے جواز کا حکم دیا پھر سائل نے کہا کہ تمہارا باپ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) تو منع کرتے تھے۔ اس کے جواب میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھلا اگر ایک کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور میرے باپ نے منع کیا ہو تو تم ہی بتاؤ کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو گی یا میرے باپ کی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نمبر ۶: جس جگہ وبا پڑی ہو وہاں نہ جانا چاہیے اور وہاں سے وبا کے خوف سے نہ بھاگنا چاہیے۔ یہ حدیث بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بہت سے صحابہ سے مخفی رہی تھی۔ چنانچہ بخاری[3] اور مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف نکلے تو راستہ میں ان کو فوجی افسر ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا پڑی ہوئی ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس بات کا مشورہ پوچھا کہ آیا شام کی طرف چلنا چاہیے' کسی نے کہا پیچھے لوٹ جانا چاہیے پھر عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ جو اپنے کام کو کہیں گئے ہوئے تھے' آئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر کسی زمین میں وبا ہو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس زمین میں وبا پڑے جہاں تم ہو تو وہاں سے وبا کے خوف سے نہ بھاگو۔

نمبر ۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسقاط حمل کے فیصلے کی حدیث مخفی رہی اور وہ حدیث یہ ہے جو بخاری میں ہشام سے مروی ہے نقل کی اس نے اپنے باپ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو قسم دے کر پوچھا کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسقاط حمل کے بارے میں کچھ فیصلہ سنا ہے؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بدلہ دینے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا اس سلسلہ میں کوئی گواہ ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہ ہوں۔

---

(۱) موطا امام مالک ص۔۱۲۱

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع ج۔۸' ص۔۳۷۳ وترمذی زرقانی شرح موطا امام مالک وغیرہ۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الطب باب ما یذکر بالطاعون ج۔۱۰' ص۔۱۷۹' حدیث۔۵۷۲۹

نمبر ۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خاوند کے خون بہا سے زوجہ کے وارث ہونے کی حدیث مخفی ہی تھی اور وہ حدیث یہ ہے جو ابوداؤد اور ترمذی میں سعید سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ دیت عصبات کے لیے ہے اور مقتول کی عورت اس کی وارث نہیں ہوتی۔ آخر ضحاک بن سفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خون بہا سے وراثت دے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ [۱]

نمبر ۹: حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے طواف رخصت کے بغیر مکہ سے حیض والی عورت کے چلے آنے کی حدیث مخفی رہی تھی۔ یہ بات نووی کی شرح صحیح مسلم [۲] میں ہے اور ان تینوں صحابہ کے مخالف یہ دو احادیث ہیں۔ پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری وقت کعبہ میں ہو یعنی سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کر کے گھر کو جائیں لیکن یہ طواف اس عورت کو معاف ہے جس کو حیض آجائے۔

فائدہ: ابوالفیض محمد بن علی فارسی نے جواہر الاصول میں اور نووی شرح صح مسلم کے مقدمہ میں اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں اور سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے منہج الوصول میں اور ابن صلاح وغیرہ لوگوں نے لکھا ہے کہ جس وقت کوئی صحابی کہے کہ ہمیں حکم دیا گیا فلاں بات کا یا منع کئے گئے ہم فلاں بات سے یا یہ کہے کہ فلاں بات سنت ہے تو یہ سب احکام مرفوع سمجھے جائیں گے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔

دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ جس روز واپس چلنا تھا اس کی رات کو صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ میرا خیال ہے کہ میں تمہیں (مدینہ کی طرف کوچ کرنے سے) روکوں گی۔ کیونکہ میں حائضہ ہو گئی ہوں اور طواف وداع نہیں کر سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک کرے اللہ اس کو اور زخمی کرے' کیا اس نے قربانی کے دن طواف کیا تھا؟ عرض کیا گیا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو بس پھر چلو۔ [۳]

نمبر ۱۰: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مخفی رہی تھی کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ عورت اسی کے گھر میں جہاں وہ مرا اپنی عدت پوری کرے یہاں تک کہ فریعہ بنت مالک نے جب اپنا قصہ ان کو سنایا تب انہیں معلوم ہوا اور اس وقت فریعہ کی حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔ [۴]

چنانچہ احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں فریعہ بنت مالک سے مروی ہے کہ اس کا خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلام کی تلاش میں نکلا اور لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ کہنے لگی کہ اس پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب میں اپنے

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب فی المرأۃ ترث من دیۃ زوجها ج۔۲' ص۔۲۲۵' حدیث۔۲۹۲۷ (صحیح) وجامع ترمذی ابواب الفرائض' باب ماجاء فی میراث المراۃ من دیۃ زوجها۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض ج۔۹' ص۔۸۳' شرح حدیث۔۳۲۰۷

(۳) صحیح بخاری کتاب الحیض باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ ج۔۱' ص۔۳۲۸' حدیث۔۳۲۸ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب الخطبه یوم النحر ج۔۲' ص۔۸۱۹' حدیث۔۲۶۶۹ (صحیح)

(۴) جامع ترمذی ابواب النکاح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب ماجاء این تعتد المتوفی عنها زوجها ج۔۱' ص۔۳۵۵' حدیث۔۹۶۲ (صحیح)

والدین کے ہاں چلی جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے نہ میرے لیے کوئی ٹھکانا چھوڑا ہے اور نہ خرچ کی کوئی چیز۔ تو آپ نے فرمایا اچھا۔ پھر جب میں حجرے میں گئی تو مجھے پکارا اور فرمایا کہ کتاب اللہ کے اپنی مدت کو پہنچنے تک (عدت کی مدت ختم ہونے تک) اپنے گھر میں ہی ٹھہر۔ فریعہ نے کہا کہ پھر میں نے اس گھر میں چار مہینے اور دس دن کی عدت پوری کی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد اسی حکم کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ صادر فرمایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا اور ذہبی ابن حبان' حاکم نے بھی۔ [1]

مخفیات سیدنا علی رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۱: سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر عدت حاملہ کی حدیث مخفی رہی تھی۔ یہ بات مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے بلکہ صحیح بخاری [۲] کے متن میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی اسی پر فتویٰ تھا اور اسی کے حاشیہ پر فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ ابتدا میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول تھا۔ بعد ازاں شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع کرلیا ہو اور ان کے فتویٰ کے مخالف ہے یہ حدیث جو کہ بخاری میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کی وفات کے کئی دن بعد وضع حمل ہوا پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے نکاح کی اجازت چاہی۔ آپ نے اذن دے دیا تو اس نے نکاح کرلیا۔

فائدہ: ابن حجر نے بلوغ المرام [۳] میں کہا اور اصل اس حدیث کی صحیحین میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے (یعنی سبیعہ اسلمیہ) اپنے خاوند کی وفات کے چالیس دن بعد بچہ جنا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا اگر عورت (وضع حمل کے بعد) شادی کرلے' اس حال میں کہ خون جاری ہو۔ البتہ اتنا ہے کہ اس کا خاوند اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ عورت پاک ہو جائے۔

نمبر ۱۲: حضرت علی' زید بن ثابت' ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اس عورت کو مہر دلانے کی حدیث کہ جس کا خاوند اس سے صحبت کے بغیر مرگیا ہو اور مہر مقرر نہ کیا ہو' مخفی رہی۔ [۴] اور ان کے مخالف یہ حدیث ہے جو ترمذی' [۵] ابوداؤد' نسائی اور دارمی میں علقمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا مگر اس کا کوئی مہر مقرر نہ کیا اور نہ اس سے دخول کیا اور مرگیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایسی عورت کو مہر مثل دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اور اس پر عدت لازم آئے گی۔ نیز خاوند کی میراث سے اسے حصہ بھی ملے گا۔ اس موقعہ پر معقل بن سنان

---

(۱) بلوغ المرام باب العدة والاحداد ص۔۳۳۳' حدیث۔۱۱۰۹

(۲) صحیح بخاری' کتاب التفسیر باب قوله واولات الاحمال اجلهن .....الخ ج۔۸' ص۔۶۵۳' حدیث۔۴۹۰۹

(۳) بلوغ المرام کتاب النکاح باب العدة والاحداد ص۔۳۳۱' حدیث۔۱۱۰۲

(۴) ترمذی۔

(۵) صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقًا حتی مات ج۔۱' ص۔۵۹۰' حدیث۔۲۱۱۶ ومشکوٰة کتاب النکاح باب الصداق ج۔۲' ص۔۲۹۵۸' حدیث۔۳۲۰۷ (صحیح)

اشجعی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ایسا ہی حکم رسول اللہ ﷺ نے بروع بن واشق رضی اللہ عنہا کے بارے میں دیا تھا جو ہم میں سے ایک عورت تھی۔ جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۱)

نمبر ۱۳: حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم سے رسولوں کے مال کے نہ وارث ہونے کی حدیث مخفی رہی۔ یہ بات بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور مخالف ان کے ہے یہ حدیث جو بخاری اور مسلم میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تقسیم وراثت چاہی جو کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے چھوڑ گئے تھے، اس مال میں سے جو اللہ نے ان کو دیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مال کہ ہم چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ ہے۔ یہ بات سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہو گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلام ترک کر دی اور ہمیشہ ترک کلامی رہے یہاں تک کہ فوت ہو گئیں۔ (۲)

نمبر ۱۴: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو جلا دیا تھا اور مرتدین کے جلانے کی حدیث مخفی رہی تھی۔ چنانچہ بخاری میں سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لائے گئے تو انہوں نے انہیں جلا دیا۔ اس واقعہ کی خبر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور وہ عذاب جلانے کا ہے۔ البتہ میں انہیں قتل کر دیتا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر ڈالو۔ (۳)

فائدہ: ابوداؤد میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخفیات

نمبر ۱۵: دیگر صحابہ کی مخفیات کے بیان میں ہے۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان داہنے کروٹ پر لیٹنے کی حدیث عبداللہ بن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مخفی رہی تھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس فعل کو بدعت کہا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا ہے اور ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ نے تو اس کو ضجعة الشیطان (شیطان کا بیٹنا) کہا ہے۔ اس بات کو شہاب الدین احمد قسطلانی نے مواھب اللدینہ میں ذکر کیا ہے اور اس فعل یعنی فجر کی سنت اور فرض کے درمیان داہنے پہلو پر لیٹنے کے سنت ہونے کی حدیث جو ابن عمر اور ابن

---

(۱) جامع ترمذی ابواب النکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل ان یفرض لها ج-۱، ص-۴۳۴، حدیث-۹۴ (صحیح)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا فهو صدقة ج-۱۲، ص-۲۹۹، حدیث-۴۵۵۵

(۳) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد ج-۳، ص-۳۱، حدیث-۴۳۵۱ (صحیح)

مسعود رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جاتی ہے۔[1]

پہلی یہ ہے جو بخاری میں روایت ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعات (سنتیں) پڑھتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔[2]

دوسری حدیث یہ ہے جو احمد[3] اور ابوداؤد اور ترمذی[4] میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز صبح سے پہلے دو رکعات (فجر کی سنتیں) پڑھے تو دائیں پہلو پر ذرا لیٹ جائے۔[5]

فائدہ: امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام نووی نے کہا کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ راقم کہتا ہے کہ اس باب میں اور احادیث بھی آئی ہیں جسے اس مسئلے میں زیادہ تحقیق منظور ہو وہ یہ مسئلہ ہماری کتاب بلاغ المبین سے دیکھ لے۔

نمبر ۱۶: چاشت کی نماز پڑھنے کی حدیث بھی عبداللہ بن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مخفی رہی تھی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے چاشت کی نماز کو بدعت کہا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اس بات کو شہاب الدین احمد قسطلانی نے مواہب اللدنیہ دوم میں ذکر کیا ہے اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور چاشت کی نماز کے سنت ہونے کی باب میں صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور بخاری اور مسلم میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے اور مسلم میں معاذہ اور ابی ذر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی میں ابی الدرداء اور ابی ذر رضی اللہ عنہما سے اور ابو داؤد اور دارمی میں نعیم بن ہمار غطفانی رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ سے اور ابو داؤد میں معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور موطا امام مالک میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ترمذی میں ابی سعید رضی اللہ عنہ سے اور صحیح ابن حبان میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث مروی ہیں۔ علاوہ ازیں اور احادیث بھی ہیں جو چاہے دیکھ لے۔[6]

نمبر ۱۷: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع میں گھٹنے پکڑنے کی حدیث مخفی رہی تھی بلکہ سب صحابہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنے کے ہی قائل تھے لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد اس بات کے قائل نہیں تھے۔ یہ بات ترمذی[7] اور حسب ذیل دو احادیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف جاتی ہیں۔

پہلی حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں علقمہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سکھلائی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پس اللہ اکبر کہا اور اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ پس جب رکوع کیا تطبیق کی یعنی (ایک ہاتھ

---

(۱) بلوغ المرام باب صلوۃ التطوع ص۔۱۰۶، حدیث۔۳۵۶، ۳۵۷

(۲) صحیح بخاری کتاب التهجد باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر ج۔۲، ص۔۴۳، حدیث۔۱۱۶۰ وبلوغ المرام باب صلوۃ التطوع ص۔۱۰۶، حدیث۔۳۵۶

(۳) شرح صحیح مسلم ص۔۲۷۴

(۴) جامع ترمذی، کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر۔

(۵) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ التطوع ص۔۱۰۶، حدیث۔۳۵۷ (صحیح)

(۶) مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الضحٰی ج۔۱، ص۔۲۱۱، حدیث۔۱۳۰۹ (صحیح) وصحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الضحٰی ج۔۱، ص۔۳۵۳، حدیث۔۱۲۸۹

(۷) جامع ترمذی، ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع ج۔۱، ص۔۸۲، حدیث۔۲۱۲

کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دونوں ہاتھ دونوں زانوں کے درمیان میں رکھے) علقمہ نے کہا پھر پہنچی یہ بات سعد (ابن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کو تو انہوں نے کہا کہ میرے بھائی نے سچ کہا بلاشبہ ہم ایسا ہی کرتے تھے لیکن پھر ہمیں یہ حکم دیا گیا یعنی رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا۔ [1]

دوسری حدیث بخاری [2] میں ابی یعفور سے مروی ہے اس نے کہا سنا میں نے مصعب بن سعد سے اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی اور بحالت رکوع تطبیق کی اس پر مجھے میرے باپ نے منع کیا اور کہا کہ ہمیں اب اس کی ممانعت کر دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

نمبر ۱۸: بیہقی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فراموش کیا قرآن سے اس چیز کو کہ جس میں مسلمانوں نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور وہ دو سورتیں ہیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یعنی ان سے یہ دونوں سورتیں مخفی رہی تھیں اور وہ اس کے قائل نہ تھے کہ یہ دونوں سورتیں بھی قرآن کی ہیں۔ [3]

نمبر ۱۹: ہدی کے روانہ کرنے سے محرم پر جو چیزیں حلال ہیں وہ حرام نہیں ہوئیں' یہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مخفی رہی تھی۔ چنانچہ موطا امام مالک [4] میں روایت ہے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے کہ زیاد بن ابی سفیان نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص ہدی روانہ کرے تو اس پر حرام ہو جاتی ہیں وہ چیزیں جو محرم پر حرام ہیں یہاں تک کہ قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے۔ تو میں نے قربانی کا ایک جانور آپ کے پاس روانہ کیا ہے آپ مجھے اپنا فتویٰ لکھ بھیجیں یا جو شخص ہدی لے کر آتا ہو اس کے ہاتھ کہلا بھیجیں۔ عمرۃ نے کہا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے لیے ہار بٹے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں لٹکایا اور جانوروں کو میرے والد کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ پر تو ان چیزوں میں کوئی چیز بھی حرام نہ ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔ یہاں تک کہ قربانی کے جانور ذبح ہو گئے۔

فائدہ: زرقانی [5] شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ بیہقی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا کہ جب یہ حدیث صحابہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھنا ترک کر دیا۔

نمبر ۲۰: عکرمہ کو بائیس تکبیریں جو کہ چار رکعت والی نماز میں ہوتی ہیں معلوم نہ تھیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ عکرمہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے یعنی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' انہوں

---

(۱) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح باب التطبیق ج-۱' ص-۲۲۲' حدیث-۹۸۶ (صحیح) وصحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب من ذکر انه یرفع یدیه اذا قام من الثنتین ج-۱' ص-۲۱۵' حدیث-۷۲۷ (والحدیث صحیح)

(۲) صحیح بخاری' کتاب الاذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ج-۲' ص-۲۷۳' حدیث-۷۹۰

(۳) مسک الختام شرح بلوغ المرام۔

(۴) باب مالا یوجب الاحرام مع تقلید الهدی۔

(۵) زرقانی طبع مصر۔

نے بائیس تکبیریں کہیں۔ بعد میں، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ شخص احمق معلوم ہوتا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری ماں تجھے گم کرے یہ تو سنت ابی القاسم رضی اللہ عنہ ہے۔[1]

فائدہ: خوف طوالت کے سبب مخفیان صحابہ میں سے صرف اسی قدر احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ اگر تلاش کریں تو یقین ہے کہ اسی سلسلہ میں ایک بڑی کتاب تیار ہو جائے لیکن چونکہ ہماری غرض ان مخفیات کے لکھنے سے یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جب بہت سے صحابہ کو جو اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ ہی کی صحبت میں رہتے تھے، سب احادیث نہ ملی تھیں تو مجتہدوں کو کیا ملیں ہوں گی۔ سو عاقل اتنی ہی احادیث سے جو کہ نقل کی گئیں ہیں اس بات کو خوب سمجھ لے گا اور معلوم ہونا چاہیے کہ ائمہ اربعہ نے جو مسائل دین میں اجتہاد اور استنباط کیا ہے تو اپنے آپ کو امام قرار دینے اور لوگوں کے مقتدا بننے اور صاحب مذہب کہلانے کے لیے نہیں کیا نہ ان کی یہ نیت تھی کہ ہم اپنا کوئی خاص مذہب کھڑا کریں اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کر کے شہرت یا عزت حاصل کریں۔ ان بزرگان دین کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور ان کے دل ایسے خطرات سے بالکل صاف تھے۔ ان کو سوائے اپنے ذاتی فائدے کے اور کوئی غرض نہ تھی۔ اسی لیے اپنی تقلید سے وہ لوگوں کو منع کرتے رہے اور ہم ان کی اس لیے عزت کرتے ہیں کہ وہ خود متبوع اور صاحب شریعت بننے کا قصد نہ رکھتے تھے اور اپنے اجتہاد اور استنباط کو سارے جہان کے لوگوں سے قبول کرانے کا شوق بھی نہ رکھتے تھے بلکہ جہاں تک ان سے اپنی ذات کی بھلائی اور لوگوں کے نفع کے لیے ہو سکتا تھا وہ احادیث نبوی یا اقوال صحابہ سے مسائل کو استخراج کرتے اور لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو رفع کرتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ اگر ہمارا کوئی بھی قول قرآن اور حدیث کے خلاف پاؤ تو اسے ہرگز نہ مانو اور اس پر عمل کرنا حرام سمجھو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

گیارہواں مغالطہ

پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ بموجب حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْئٌ[2] "یعنی پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" پانی کے لوٹے کے اندر اگر کوئی پیشاب ملا دے تو حدیث پر چلنے والے اس کو ناپاک نہیں سمجھتے اور اس سے وضو کرنا اور اس کو پینا جائز جانتے ہیں۔

جواب: اس کا دو طرح پر ہے، اول یہ کہ یہ سراسر بہتان ہے۔ حدیث پر چلنے والوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے بلکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ پانی اگر قلتین کی مقدار سے یعنی سوا چھ من وزن سے کم ہو تو پیشاب وغیرہ نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر پانی قلتین کے مقدار یعنی تول میں سوا چھ من ہو تو جب تک کہ نجاست کے پڑنے سے اس کا رنگ نہ متغیر ہو جائے یا مزانہ بگڑ جائے یا بو نہ آنے لگے تب تک پاک ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے :

---

(۱) بخاری ص۔۲۰۸

[illegible] الماء الذی یجوز له الوضوء وما لا یجوز به ج۔۱ ص۔۳۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِی الْفَلَاةِ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا يَنُوْبُهُ مِنَ الدَّوَآبِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ اُخْرٰی لِاَبِیْ دَاوُدَ فَاِنَّهُ لَا يَنْجُسُهُ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالدَّارَ قُطْنِیُّ وَالْحَاكِمُ) [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جو جنگل میں ہو اور جس سے چوپائے اور درندے پانی پیتے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پانی قلتین (تقریباً سوا چھ من) ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔ (اس حدیث کو امام احمد' ترمذی' ابوداوٗد' نسائی' دارمی اور ابن ماجہ سے روایت کیا ہے اور ابوداوٗد کی دوسری روایت میں ہے کہ بے شک وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اور اس حدیث کو ابن خزیمہ ابن حبان دارقطنی اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

فائدہ: سید محمد نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ نے معیار الحق [2] میں لکھا ہے کہ قلہ حجازی مٹکے کو کہتے ہیں کہ جس میں تقریباً اڑھائی مشک (یعنی سوا چھ من) پانی آتا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو نقل کی ہے امام شافعی نے اپنی مسند میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کے برابر ہو (موضع ہجر کے) دو قلے تو وہ نجس نہیں ہوتا اور ابن جریج (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے قلہ ہجر کو دیکھا تو اس میں دو مشکیں اور کچھ زیادہ پانی آتا تھا تو امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اڑھائی مشکیں ایک قلہ ہجر کے حساب سے مقرر کی جائیں۔ یہ بات بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں ہے۔ اور معیار الحق [3] میں ہے کہ اس حدیث پر عمل ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق اور امام ابوعبید اور امام ابوثور اور ایک جماعت محدثین اور تمام ائمہ شافعیہ کا سوائے غزالی اور رویانی کے اور اس حدیث کو امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور ایک دوسری جماعت نے صحیح کہا ہے اور اس حدیث کی تصحیح ابن خزیمہ' ابن حبان' دارقطنی اور حاکم نے بھی کی ہے اور یحیٰی بن معین نے کہ یہ حدیث خوب پختہ ہے اور بیہقی کا فرمان ہے کہ یہ حدیث موصول الاسناد اور صحیح ہے اور منذری کے قول کے مطابق اس کی اسناد جید ہے اور اس پر کسی طرح کا غبار نہیں۔ نیز ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو صحیح بتایا ہے' انتھٰی ملخصًا۔

اس حدیث کے صحیح ہونے کی بنا پر ہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابویوسف نے بھی اس کو مان لیا ہے بلکہ انہوں نے تو عمل بھی اس پر کیا ہے۔ چنانچہ ردالمختار شرح درالمختار [4] وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام ابویوسف نے جب جمعے کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھ لی تو لوگوں نے ان کو اس بات کی خبر پہنچائی کہ جس حمام میں سے جمعے کی نماز کے لیے آپ نے غسل کیا تھا اس میں سے چوہا نکلا ہے۔ تب امام ابویوسف نے کہا کہ میں اپنے برادران اہل مدینہ کے قول کے مطابق عمل کرتا ہوں جو اس حدیث کے مطابق ہے۔ اِذَا بَلَغَ الْمَآءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خُبْثًا انتھی۔ اب اگر کوئی حنفی یہ بات کہے کہ حدیث قلتین کو بعض علماء نے مضطرب کہا ہے؟

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطهارة باب المیاه ج۔ا' ص۔۱۳۹' حدیث۔۴۷۷ (صحیح)

(۲) معیار الحق ص۔۲۶۰

(۳) معیار الحق ص۔۲۴۰' ۲۴۲

(۴) رد المختار ج۔ا' ص۔۷۵

جواب: اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کو مضطرب کہا ہے انہیں فریق مقابل کی طرف سے مسکت جواب بھی مل گیا ہے جو صاحب اسے دیکھنا چاہیں وہ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مطبوعہ مصر جلد اول کے صفحہ۔۳۱ پر دیکھ لے' انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ بڑے بڑے محدثین اور مجتہدین نے اس کی تصحیح بھی کی ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفیہ کس منہ سے قلتین کی حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔ ان کے امام کے نزدیک تو جس قدر ضعیف اور مرسل احادیث ہیں سب عمل کے لائق ہیں۔ چنانچہ عقود الجواھر میں لکھا ہے :

وَمِمَّا يُرْوٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ آرَآءِ الرِّجَالِ۔ (۱)

اور جو کچھ امام صاحب سے مروی ہے اس میں یہ بات بھی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ضعیف حدیث بھی مجھے لوگوں کی آراء کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہے۔

عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اَلْمَرَاسِيْلُ عِنْدَنَا حُجَّةٌ (۲) "یعنی مرسل احادیث بھی ہمارے نزدیک حجت ہیں" اور اگر سچ پوچھئے تو حنفیہ کے مذہب کی تو بنا ہی ضعیف احادیث پر رکھی گئی ہے۔ سو جس کو اس بات کی زیادہ تحقیق منظور ہو وہ کتاب ہدایہ کا کوئی سا صفحہ نکال کر دیکھ لے کہ کس قدر ضعیف احادیث سے استدلال کیا گیا ہے اور اس کا بیان اس کتاب میں بارہویں مغالطے کے جواب میں آنے والا ہے۔ اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْئٌ الخ' مدینہ کے بیربضاعہ کے حق میں وارد ہوئی ہے جو ایک کنوئیں کا نام ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث پانی کے ہر اس جوہر و حوض اور گڑھے کے حق میں بھی وارد ہوتی ہے جس میں بہت سا پانی ہو اور یہ دونوں احادیث حسب ذیل ہیں۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيْهِ الْحُيَّضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْئٌ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَقَالَ اَحْمَدُ حَدِيْثُ بِئْرِ بُضَاعَةَ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ اِنَّهٗ يُسْتَسْقٰى لَكَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ۔ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ سے عرض کی گئی اے اللہ کے رسول کیا ہم بیربضاعہ کے پانی سے وضو کریں حالانکہ یہ ایک ایسا کنواں ہے جس میں حیض کے کپڑے' کتوں کے گوشت اور دوسری بدبودار چیزیں ڈالی جاتی ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک پانی پاک ہوتا ہے' اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ اس حدیث کو امام احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن ہے اور امام احمد نے کہا کہ حدیث بیربضاعہ صحیح ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت یوں ہے کہ بیشک پلایا جاتا ہے آپ کو پانی بیر بضاعہ سے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم پانی کے

---

(۱) عقود الجواھر المنیفه فی ادلة مذهب الامام ابی حنیفة۔

(۲) عینی شرح هدایة و معیار الحق ص۔۲۳۳

(۳) صحیح سنن ابی داؤد' کتاب الطهارة باب ماجاء فی بئر بضاعة ج۔۱' ص۔۲۸' حدیث۔۶۱'۶۷ (صحیح) و مشکٰوة کتاب الطهارة باب المیاه ج۔۱' ص۔۱۳۹' حدیث۔۴۷۸

قَالَ انْتَهَيْنَا اِلٰى غَدِيْرٍ فَاِذَا فِيْهِ جِيْفَةُ حِمَارٍ قَالَ فَكَفَفْنَا عَنْهُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْئٌ فَاسْتَقَيْنَا وَاَرْوَيْنَا وَحَمَلْنَا۔ [1]

ایک تالاب پر پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ اس میں ایک گدھا مرا پڑا ہے۔ ہم پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا بے شک پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ اس کے بعد ہم نے پانی پی لیا اور جانوروں کو بھی پلا دیا اور ساتھ بھی لے لیا۔

فائدہ: یہ دونوں احادیث صریح دلیل ہیں اس بات پر کہ کنوئیں یا جوہڑ یا حوض وغیرہ کثیر پانی میں اگر کوئی نجس چیز جا پڑے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن کسی نجس چیز کے پڑنے سے اگر پانی کا رنگ متغیر ہو جائے یا اس میں سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے جیسا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْئٌ اِلَّا مَا غُلِبَ بِهٖ عَلٰی رِيْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْنِهٖ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَضَعَّفَهُ اَبُوْ حَاتِمٍ وَلِلْبَيْهَقِیِّ اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ اِلَّا اِنْ تَغَيَّرَ رِيْحُهُ اَوْ طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيْهِ۔ [2]

اور ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ ہاں اگر نجاست کے غلبہ کی بناء پر اس کی بو بدل جائے یا اس کا ذائقہ یا رنگ تبدیل ہو جائے (تو اس صورت میں پانی ناپاک ہو جاتا ہے) اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابو حاتم نے اسے ضعیف کہا ہے اور بیہقی کی روایت یہ ہے کہ بے شک پانی پاک کرتا ہے' مگر یہ کہ نجاست کی وجہ سے جو اس میں پڑی ہو اس کی بو تبدیل ہو جائے یا اس کا ذائقہ یا رنگ متغیر ہو جائے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [3] نے کہا ہے کہ یہ اضافہ استثنا بالاتفاق ضعیف ہے لیکن اس مضمون پر اجماع واقع ہوا ہے۔ اس کو ابن المنذر اور ابن ملقن نے البدر المنیر میں نقل کیا ہے۔ اس زیادتی استثناء سے معلوم ہوا کہ اگر تینوں میں سے کوئی ایک بھی چیز نجس کے پڑنے سے بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ غرض کہ پانی اگر قلتین کی مقدار میں ہو یا قلتین سے زیادہ ہو اس کا حکم تو یہی ہے لیکن اگر قلتین کی مقدار سے کم ہو تو اس کے اندر اگر تھوڑی سی بھی کوئی نجس چیز پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں یعنی قلیل پانی کے اندر پیشاب کرنے سے اور بحالت جنابت اس کے اندر بیٹھ کر نہانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا يَجْرِیْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ

---

(۱) ابن ماجه كتاب الطهارة وسننها باب الحياض ج۔۱' ص۔۱۷۳' حديث۔۵۲۰

(۲) ابن ماجه كتاب الطهارة وسننها باب الحياض ج۔۱' ص۔۱۷۴' حديث۔۵۲۱ وبلوغ المرام كتاب الطهارة باب المياه ص۔۱۰' حديث۔۳

(۳) درارى مضيه شرح درر البهيه۔

فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ قَالُوْا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلاً۔ (۱) جنبی ہو۔ لوگوں نے دریافت کیا تو پھر کس طرح نہائے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ باہر رہ کرپانی لیتے ہوئے نہائے۔

فائدہ: یہاں پانی سے مراد قلیل پانی ہے کیونکہ اگر کثیر ہو تو جاری کا حکم رکھتا ہے اور پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا اور اس میں نہانا جائز ہے اور یہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پانی لے اٹھا کر' اس سے معلوم ہوا کہ اگر جنبی غسل کے لیے پانی لینے کے لیے اپنا ناپاک ہاتھ اس میں ڈالے تو مستعمل نہ ہو گا لیکن یہ حکم اس قدر پانی کے لیے نہیں جو کہ لوٹے یا پیالے یا ٹھلیا وغیرہ میں ہوا کرتا ہے ایسے باسن میں اگر کوئی اپنا نجس ہاتھ ڈالے تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ بخاری اور مسلم میں انہی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اسے تین بار دھو نہ لے' اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا۔ (۲)

فائدہ: پانی کی پاکی اور ناپاکی میں حدیث پر چلنے والوں کا تو یہی عقیدہ ہے جو مذکور ہوا لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد جو دہ در دہ (۱۰x۱۰ فٹ کہ اصل گڑھا یا پانی ۱۰x۱۰ فٹ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا) کے قائل ہیں' آج تک صحیح حدیث دہ در دہ کے حق میں نہیں لا سکے اور نہ حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ الخ' اور حدیث قلتین وغیرہ ہی کو مانتے ہیں۔

یہاں ہم مقلدین کی خدمت میں عرض کریں گے کہ صحیح بات کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے۔ دہ در دہ والی بات سے چمٹنے کا کیا فائدہ جبکہ صاحب درالمختار (۳) بحرالرائق سے نقل کر کے لکھ چکے ہیں کہ پانی کثیر کی حد دہ در دہ مقرر کرنا محض بے اصل ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں اور صدر الشریفہ نے شرح وقایہ میں جو جواب دیا ہے وہ مردود ہے۔

بارہواں مغالطہ

فقہ حنفیہ کے ایک سو مسائل جو احادیث کے خلاف ہیں

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کا ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جو مجتہدوں کو نہ ملا ہو یا انہوں نے کسی مسئلے پر قرآن اور حدیث کے خلاف عمل کیا ہو اور لوگوں کو اس پر فتویٰ دیا ہو۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص غور و فکر کرے تو اکثر دیکھے گا کہ ایک طرف تو حدیث صحیح ہے اور دوسری طرف اس حدیث صحیح کے خلاف امام کی رائے ہے اور فتویٰ امام کا رائے پر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے بطور نمونہ ہم ایک سو ایسے مسائل نقل کرتے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک احادیث صحیحہ نبویہ کے خلاف جاتا ہے' دیکھ لیجئے۔

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الوضوء باب البول فی الماء الراکد ج-۱' ص-۳۳۶' حدیث-۲۳۹ ومسلم' کتاب الطهارة باب النهی عن البول فی الماء الراکد ج-۳' ص-۱۷۸' حدیث-۶۵۴ وباب النهی عن الاغتسال فی الماء الراکد ج-۳' ص-۱۸۰' حدیث-۶۵۶ ومشکوٰة کتاب الطهارة باب المیاه- ج-۱' ص-۱۳۸' حدیث-۴۷۳

(۲) صحیح بخاری' کتاب الوضوء باب الاستجمار وترا ج-۱' ص-۲۶۳' حدیث-۱۶۲ وبلوغ المرام کتاب الطهارة باب الوضوء ص-۲۲' حدیث-۳۵

(۳) درالمختار ج-۱' ص-۷۵-

مسئلہ نمبر ۱ ایمان کے کم و بیش نہ ہونے کے بیان میں

فقہ اکبر (۱) اور شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے : اَلْاِیْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِیْقُ وَاِیْمَانُ اَهْلِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ "یعنی ایمان سے مراد اقرار اور تصدیق ہے اور اہل آسمان و زمین کا ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں کلام اللہ کی صریح آیات اور کئی احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا (الانفال-۲) "جب انہیں اس کی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔"

فائدہ: تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن اور تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایمان کی زیادتی کی دلیل ہے۔ واحدی نے عام اہل علم سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جس شخص کے پاس زیادہ اور قوی دلائل ہوں (اس بات کے) اس کا ایمان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عمر بن حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر تھی کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ' انتہی۔ علاوہ ازیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی آٹھ آیات اپنی صحیح میں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری (۲) میں لکھا ہے : بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ۔ "یہ باب اس بیان میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنایا گیا ہے اسلام پانچ چیزوں پر اور (ایمان) اقرار سے اور عمل سے اور ایمان زیادہ بھی اور کم بھی ہوتا ہے۔"

(آیت نمبر ۱) --- قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَعَ اِیْمَانِهِمْ۔ (الفتح-۴) "اللہ غالب اور بزرگ وبرتر نے فرمایا تاکہ بڑھ جائیں ایمان میں اپنے ایمان کے ساتھ۔" (۲)

اس آیت کی تفسیر میں (تفسیر جلالین میں) لکھا ہے کہ ایمان بڑھتا ہے احکام دین کے ساتھ۔

(آیت نمبر ۲) --- اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَزِدْنٰهُمْ هُدًی (الکهف-۱۳) "اور زیادہ کیا ہم نے ان کو ہدایت میں۔" (۲)

(آیت نمبر ۳) --- اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی۔ (المریم-۷۶) "اور جو لوگ راہ راست پر چلتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت میں ترقی عطا فرماتا ہے۔" (۲)

تفسیر فتح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہدایت پائے ساتھ ایمان کے ہدایت پانا۔

(آیت نمبر ۴) --- وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ۔ (محمد-۱۷) "اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں تقویٰ عطا فرماتا ہے۔" (۲)

(آیت نمبر ۵) --- وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا۔ (المدثر-۳۱) "اور بڑھ جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں۔" (۲)

(آیت نمبر ۶) --- قَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ اَیُّکُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا۔ (۲) (التوبة-۱۲۴) "اور اللہ غالب

---

(۱) شرح فقہ اکبر ص-۸۵'۸۷

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس ج-۱' ص-۴۵

اور بزرگ نے فرمایا' تم میں سے کس کا ایمان اس (سورۃ) نے زیادہ کیا تو جو لوگ ایماندار ہیں واقعی ان کے ایمان میں اس نے اضافہ کر دیا۔"

موضح القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کلام اللہ جس مسلمان کے دل کے اندیشے سے موافق پڑتا وہ کہتا اس نے میرا ایمان زیادہ کیا یہی لفظ منافق بھی بولتے جب ان کے چھپے عیب بیان کرتا لیکن مسلمان خوش وقتی سے کہتے اور منافق شرمندگی سے۔

(آیت نمبر ۷) ـــ وَقَوْلُهٗ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا۔ (آل عمران۔۱۷۳) "اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لوگوں نے ایمانداروں سے کہا) پس ڈرو تم ان سے تو اس چیز نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا۔"

(آیت نمبر ۸) ـــ وَقَوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب۔۲۲) "اور نہ زیادہ کیا ان کو مگر ایمان اور اطاعت میں۔"

صحیح بخاری میں لکھا ہے :

بَابُ زِيَادَةِ الْاِيْمَانِ وَنُقْصَانِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَّيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَقَالَ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فَاِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ۔ (سورہ الاحزاب۔۲۲)[۱]

یہ باب ایمان کے زیادہ ہونے اور کم ہونے کے بیان میں ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے' اور زیادہ کی ہم نے ان کو ہدایت اور (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں (اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے) آج کے دن پورا کیا میں نے تمہارے لیے تمہارا دین۔ پس جب ترک کرے کوئی کسی چیز کو کمل سے پس وہ ناقص ہے۔

مقاصد حسنہ میں ہے :

لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ مَعَ اِيْمَانِ النَّاسِ لَرَجَحَ اِيْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ۔[۲]

اگر وزن کیا جائے ایمان ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے ایمان کے ساتھ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلڑا جھک جائے۔

فائدہ: امام شوکانی نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں کہا کہ اس حدیث کی صحیح سند سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے' تاہم یہ مرفوع ضعیف ہے۔

تنزیۃ الشریعۃ میں یہ الفاظ ہیں : اَلْاِيْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ۔ "یعنی ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی۔"[۳]

فائدہ: شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسعادت میں کہا ہے کہ اس حدیث کو جو زرقانی نے بھی روایت کیا ہے اور مزید کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور مسند امام احمد میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : اَلْاِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ۔ "یعنی ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔"[۴]

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ ج۔۱' ص۔۱۰۳

(۲) الفوائد المجموعہ۔

(۳) شرح سفر السعادت۔

(۴) شرح سفر السعادت۔

ایمان کے بارے میں پیران پیر کا فرمان

فائدہ: شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وَنَعْتَقِدُ اَنَّ الْاِیْمَانَ قَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَمَعْرِفَۃٌ بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ یَزِیْدُ بِالطَّاعَۃِ وَیَنْقُصُ بِالْعِصْیَانِ وَیَقْوِیْ بِالْعِلْمِ وَیَضْعَفُ بِالْجَھْلِ وَبِالتَّوْفِیْقِ یَقَعُ کَمَا قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ وَمَا جَازَ عَلَیْہِ الزِّیَادَۃُ جَازَ عَلَیْہِ النُّقْصَانُ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَقَوْلُہٗ عَزَّوَجَلَّ لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتَابَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا وَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ اَنَّھُمْ قَالُوْا الْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِمَّا یَطُوْلُ شَرْحُہٗ۔ [1]

اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ایمان' زبان سے اقرار کرنے' دل سے اس کی حقیقت سمجھنے اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔ اطاعت کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور نافرمانی کرنے سے گھٹتا ہے اور علم سے تقویت پکڑتا ہے اور جہالت سے اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دل میں اترتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ترجمہ) رہے وہ لوگ جو ایماندار ہیں تو انہیں (اترنے والی ہر سورت) ایمان میں زیادتی عطا کرتی ہے اور وہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور جس چیز میں زیادتی درست ہے اس میں کمی ہونے کا بھی امکان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا فرمان ہے تاکہ اہل کتاب کو یقین آجائے اور اہل ایمان' ایمان میں اور ترقی کر جائیں اور اسی سلسلہ میں ہے جو ابن عباس' ابو ہریرہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی جاتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی آیات و روایات اور بھی ہیں جن کی تفصیل طوالت طلب ہے۔

شیخ عبدالحق حنفی نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین نووی نے کہا کہ ظاہر اور مختار بات یہ ہے کہ تصدیق زیادہ بھی ہوتی ہے اور کم بھی بسبب کثرت دلائل اور روشن دلیلوں کے اور یہی باعث ہے (کہ اعتقاد کیا ہے سب علماء نے اس بات کا) کہ صدیقوں کا ایمان اور تصدیق بہت قوی اور کامل ہے بہ نسبت (ایمان اور تصدیق) اور لوگوں کے اور آدمی خود اس بات کو اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ بعض اوقات اس کا یقین' اخلاص اور توکل بہت بڑا اور مضبوط ہوتا ہے بخلاف بعض دوسرے اوقات کے اور یہ قول سفیان ثوری' مالک بن انس' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' اوزاعی' ابن جریج' معمر رحمہم اللہ اجمعین اور ان کے سوا اور ائمہ سے منقول ہے اور صحیح سند کے ساتھ امام بخاری سے منقول ہے کہ امام موصوف نے فرمایا میں نے شہروں کے ہزار سے بھی زیادہ علماء سے ملاقات کی اور ہم نے ان میں سے کسی کو بھی اس سلسلہ میں اختلاف کرتے نہیں دیکھا (یعنی تمام علماء یہی عقیدہ رکھتے ہیں) کہ اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ۔ "یعنی ایمان اقرار ہے اور عمل ہے زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔" اور جماعت صحابہ اور تابعین سے بھی یہی منقول ہے اور فضیل بن عیاض اور وکیع اس کو

---

[1] غنیۃ الطالبین۔

اہل سنت والجماعت سے لائے ہیں اور اسی طرح فتح الباری میں لکھا ہے' انتہی۔

شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں لکھا ہے :

اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ عَلٰی قَوْلِ اَھْلِ السُّنَّةِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ۔[1] اہل سنت اور (علماء) سلف اور خلف کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایمان زیا بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے انتہٰی۔

ایمان کے بارے میں مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

اب وہ احادیث سنئے جنہیں احناف اس ضمن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایمان نہ تو زیا ہوتا ہے اور نہ کم۔

(حدیث نمبر ا) ---- تنزیہ الشریعہ میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثقیف کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا : لَا زِیَادَتُہٗ کُفْرٌ وَنُقْصَانُہٗ شِرْکٌ "نہیں زیادتی ٹھہرانا اس کا کفر ہے اور نقصا ٹھہرانا اس کا شرک ہے۔"

جواب: اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث موضوع ہے۔ شیخ عبدالحق نے کہا ہے کہ ابن جوز اس حدیث کو اپنی موضوعات میں لائے ہیں۔[2]

راقم کہتا ہے کہ سیوطی نے بھی اس کا تعاقب نہیں کیا۔ اگر یہ حدیث صحیح ہونے کے علاوہ ضعیف ہی ہوتی تو جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اسے تعقبات موضوعات ابن جوزی میں ضرور لے آتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث بغیر کسی اشتباہ کے موضوع ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے شرح فقہ اکبر[3] میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں شعبہ راوی ایسا وضاع ہے کہ اگر اس کوئی شخص دو پیسے دے دیتا تو اس کو ستر احادیث بنا کر سنا دیتا۔

(حدیث نمبر ۲) ---- صاحب تنزیہ الشریعہ ابن عدی سے کامل میں لایا ہے : اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ۔ "یعنی ایمان نہ کم ہ ہے اور نہ زیادہ۔"

جواب: یہ بھی موضوع ہے۔ اس کے ساتھ بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ شیخ نے شرح سفرالسعادت میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں احمد بن عبداللہ جوباری ہے اور وہ کذاب اور دجال ہے جو بہت احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[4]

(حدیث نمبر ۳) ---- صاحب تنزیہ الشریعہ ابن حبان کی حدیث سے لایا ہے کہ جو کوئی کہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور ز بھی ہوتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے نہ زکوٰۃ نہ روزہ اور نہ حج اور نہ ہی اس کا دین ہے۔[5]

جواب: یہ بھی موضوع حدیث ہے اور حجت پکڑنے کے لائق نہیں۔ اس لیے کہ شیخ نے شرح سفرالسعادت) میں ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایک شخص محمد بن القاسم طایکانی ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نیز شیخ نے

---

(۱) تکملہ مجمع البحار۔
(۲) شرح سفر السعادت۔
(۳) شرح سفر ال
(۴) شرح فقہ اکبر ص-۱۳۶' مطبقہ مصطفی البالی الصل
(۵) شرح سفر السعادت۔

ہے کہ قول اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ "یعنی ایمان نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ" ہرگز کتب حدیث میں نہیں پایا گیا۔ اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو یعنی صحیح تو ایک طرف بجز موضوع احادیث کے اس باب میں کوئی حدیث بھی، نہیں پائی گئی۔

مسئلہ نمبر ۲ بچے کے پیشاب سے پاک ہونے کے حکم میں

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک اور مسئلہ جو رسول اللہ ﷺ کی پانچ احادیث کے مخالف ہے' یہ ہے جو عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے : بَوْلُ الصَّبِیِّ الَّذِیْ لَمْ یَطْعَمْ فَکَذَالِكَ عِنْدَ جَمِیْعِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَاطِبَةً [۱] "یعنی پیشاب اس لڑکے کا کہ جو ابھی تک کھانا نہیں کھاتا پس حکم اس کا بھی یہی ہے تمام اہل علم کے نزدیک۔" (یعنی جس طرح سے کہ بڑے آدمی کا پیشاب نجس ہے' اسی طرح سے جو لڑکا کہ ہنوز طعام نہیں کھاتا اس کا پیشاب بھی نجس ہی ہے) یہی ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں حسب ذیل پانچ احادیث کے خلاف رائے دی ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِیْرٍ لَمْ یَاْکُلِ الطَّعَامَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حِجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰی ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ یَغْسِلْهُ۔ [۲]

وہ اپنا چھوٹا بیٹا جو ابھی روٹی نہ کھاتا تھا رسول اکرم ﷺ کے پاس لائی اور اسے رسول اکرم ﷺ کی گود میں بٹھا دیا' اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوایا اور اسے (کپڑوں پر) چھڑک دیا لیکن دھویا نہیں۔

(حدیث نمبر ۲) ---- مسند امام احمد' سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں لبابہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قَالَتْ کَانَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَالَ عَلٰی ثَوْبِهٖ فَقُلْتُ الْبَسْ ثَوْبًا وَاَعْطِنِیْ اِزَارَكَ حَتّٰی اَغْسِلَهٗ قَالَ اِنَّمَا یُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْاُنْثٰی وَیُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّکَرِ۔ [۳]

انہوں نے کہا حسین بن علی رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کی گود میں تھا' اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ لبابہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا آپ دوسرے کپڑے پہن لیں اور اپنا تہمد مجھے دیں تاکہ میں اسے دھو ڈالوں۔ آپ نے فرمایا لڑکی کے پیشاب سے کپڑوں کو دھویا جاتا ہے۔ لڑکا پیشاب کردے تو چھینٹا دینا ہی کافی ہوتا ہے۔

فائدہ: امام شوکانی [۴] نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(حدیث نمبر ۳) ---- ابوداؤد اور نسائی میں ابی السمح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : یُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ

---

(۱) ہدایہ نولکشور جلد اول وشرح سفر السعادت۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب بول الصبیان ج۔۱' ص۔۳۲۶' حدیث۔۲۲۳ وصحیح مسلم کتاب الطهارۃ باب حکم بول الطفل الرضیع ج۔۳' ص۔۱۸۶' حدیث۔۶۶۵ ومشکوٰۃ کتاب الطهارۃ باب تطهیر النجاسات ج۔۱' ص۔۱۵۴' حدیث۔۴۹۷ (صحیح)

(۳) صحیح سنن ابی داؤد' کتاب الطهارۃ باب بول الصبی یصیب الثوب ج۔۱' ص۔۱۱۱' حدیث۔۳۷۵ (صحیح) ومشکوٰۃ باب تطهیر النجاسات ج۔۱' ص۔۱۵۵' حدیث۔۵۰۱ (صحیح)

(۴) نیل الاوطار ج۔۱' ص۔۵۸

الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ۔ [1] "یعنی لڑکی کے پیشاب کرنے سے (کپڑا) دھویا جائے اور لڑکے کا پیشاب ہو تو چھینٹے دے دینا ہی کافی ہے۔" اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(حدیث نمبر ۴) --- صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَاُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ۔ [2]

رسول اکرم ﷺ کے پاس نومولود بچے لائے جاتے' آپ انہیں برکت کی دعا دیتے اور چبا کر کھجور وغیرہ کھلاتے۔ ایسا ہی ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ پر پیشاب کردیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور پیشاب پر گرادیا لیکن اسے دھویا نہیں۔

(حدیث نمبر ۵) --- طبرانی نے اوسط میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے باسناد حسن روایت کی ہے:

قَالَتْ بَالَ الْحَسَنُ اَوِ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى بَطْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَرَكَهُ حَتّٰى قَضٰى بَوْلَهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ۔ [3]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ کے پیٹ پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے پورا پیشاب کر لینے دیا پھر پانی منگوایا اور اس پر ڈال دیا۔

فائدہ: عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو لڑکا کہ ابھی تک طعام نہیں کھاتا اس کا پیشاب امام شافعی کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور اوزاعی کے نزدیک جب تک کہ لڑکا کھانا نہیں کھاتا تب تک اس کے پیشاب کا کچھ ڈر نہیں (یعنی اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو کپڑا پلید نہیں ہوتا) اور یہی قول عبداللہ بن وہب امام مالک کے شاگرد کا ہے اور داؤد ظاہری کے نزدیک بھی جو لڑکا کہ ابھی تک کھانا نہیں کھاتا' اس کا پیشاب پاک ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے پانی چھڑکنا اس وقت تک ہے جب تک کہ لڑکا صرف دودھ پیتا ہو۔ البتہ جب غذا کے طور پر کھانا کھانے لگ جائے اس وقت دھونا واجب ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ [4]

مسئلہ نمبر ۳ اونٹ کے پیشاب کو بغرض علاج پینا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَا يَحِلُّ شُرْبُهٗ لِلتَّدَاوِيْ لِاَنَّهٗ لَا يَتَيَقَّنُ بِالشِّفَآءِ فِيْهِ فَلَا يُعْرَضُ عَنِ الْحُرْمَةِ [5] "امام ابوحنیفہ کے نزدیک اونٹ کا پیشاب بغرض علاج پینا حلال نہیں' کیونکہ اس سے شفایاب ہونے کا یقین نہیں کیا جاتا۔ پس حرام ہونے کی وجہ سے اسے نہ پیا جائے۔"

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد' کتاب الطھارۃ باب بول الصبی یصیب الثوب ج-۱' ص-۱۱۱' حدیث-۳۷۶ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الطھارۃ باب ازالۃ النجاسۃ ص-۱۹' حدیث-۲۶

(۲) صحیح مسلم' کتاب الطھارۃ باب حکم بول الطفل الرضیع ج-۳' ص-۱۸۳' حدیث-۶۶۰

(۳) نیل الاوطار ج-۱' ص-۵۹

(۴) شرح صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب حکم بول الطفل الرضیع ج-۳' ص-۱۸۶' شرح حدیث ۶۶۰-۶۶۵

(۵) ھدایہ کتاب الطھارات فصل فی البیر ج-۱' ص-۴۲ ودرالمختار۔

یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے جو کہ بخاری اور ترمذی میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا :

قَدِمَ اُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ اَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِلِقَاحٍ وَاَنْ يَشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا۔ [1]

عکل یا عرینہ سے لوگ (رسول اکرم ﷺ کے پاس) آئے۔ انہیں مدینہ کی آب و ہوا سازگار نہ آئی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کا دودھ (بطور خوراک) اور ان کا پیشاب (بغرض علاج) پیو۔

فائدہ: شوکانی نے نیل الاوطار ص۔۶۱ میں کہا کہ احمد بن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم نے فرمایا کہ اس باب میں براء بن عازب اور جابر بن سمرہ کی صحیح حدیث (بھی) وارد ہوئی ہے اور یہی مذہب عترت اور نخعی' اوزاعی' زہری' امام مالک' امام احمد' محمد' زفر اور طائفہ سلف کا ہے اور شافعیہ میں سے ابن خزیمہ' ابن منذر' ابن حبان' اُصطخری اور رویانی نے ان کی موافقت کی ہے اور اونٹوں کے پیشاب کا پاک ہونا نص سے ثابت ہے لیکن سوائے اونٹوں کے پیشاب کے جن جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب پاک ہونے میں انہیں احادیث پر ان کے قائلین نے قیاس کیا ہے' انتھی۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہی قول اکثر اہل علم کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب (بطور علاج) استعمال کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴ کتے کے جوٹھے برتن کو تین بار دھوئیں

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَسُؤْرُ الْكَلْبِ نَجَسٌ وَيُغْسَلُ الْاِنَاءُ مِنْ وُلُوْغِهٖ ثَلٰثًا۔ [2] "اور کتے کا جوٹھا پلید ہے اور کتے کے جوٹھے کا برتن تین بار دھویا جائے۔" ☆

یہ مذہب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف رائے دی ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور موطا امام مالک میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ طُهُوْرُ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ

جب تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال کر کتا پانی پی لے تو اسے چاہیے کہ سات مرتبہ برتن دھوئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کا پاک ہونا جب اس میں کتا

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الوضوء باب ابوال الابل والدواب والغنم والمرابض ج۔۱'ص۔۳۳۵' حدیث۔۲۳۳ ونیل الاوطار کتاب الطهارة باب الرخصة فی بول ما یوکل لحمه ج۔۱' ص۔۶۰

(۲) هدایه جلد اول' کتاب الطهارة فصل فی الاسار ج۔۱' ص۔۴۲ وهدایه مع فتح القدیر جلد۔۱' ص۔۹۴

☆ حدیث میں کتے کے جوٹھے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے مگر حنفی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی نافرمانی کرتے ہیں۔ حالانکہ ممتاز حنفی عالم علامہ عبدالحی لکھنوی السعایہ میں رقمطراز ہیں :ولعل المنصف الغیر المتعسف یعلم۔۔الخ "حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے والا انصاف پسند اس بحث کو دیکھنے کے بعد تین بار دھونے والوں کے کلام کی کمزوری اور سات یا آٹھ دفعہ دھونے والے کے قول کی قوت معلوم کرے گا۔

مَرَّاتٍ أُوْلٰهُنَّ بِالتُّرَابِ۔[1] منہ ڈال چکا ہو۔ منحصر ہے اس بات پر کہ اسے سات مرتبہ دھوئے اور پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کرے۔

(حدیث نمبر ۲)---- صحیح مسلم میں مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاۤءِ فَاغْسِلُوْا سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوْهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ۔[2] جب برتن میں کتا منہ ڈالے تو اس کو سات بار دھو ڈالو اور آٹھویں بار (خشک) مٹی سے دھوؤ۔

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ ہمارا یعنی شافعیہ کا اور جمہور علما کا مذہب یہی ہے کہ کتے کا جوٹھا کیا ہوا برتن ایک بار مٹی سے اور سات بار پانی سے اگر دھویا جائے تو پاک ہوتا ہے' انتہی۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کتے کا جوٹھا برتن تین بار دھونے سے ہی جو پاک ہو جاتا ہے تو اس کی دلیل اس باب میں دو احادیث ہیں۔

پہلی حدیث دار قطنی (فتح القدیر) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ برتن میں منہ ڈالے تو اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھویا جائے۔

جواب: اس کا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اسماعیل سے اسی حدیث کے روایت کرنے میں عبدالوہاب منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ اسماعیل سے ہی اس اسناد کے ساتھ عبدالوہاب کے علاوہ (دوسرے راوی) سات بار دھونا روایت کرتے ہیں۔

دوم دار قطنی کہ جس کی یہ حدیث ہے طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے مخالف ہو ہرگز قابل اعتبار اور لائق استدلال نہیں ہوتی۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں : (ترجمہ) اور تیسرے طبقے میں وہ احادیث آئی ہیں جنہیں ان علماء نے روایت کیا ہے بلحاظ زمانہ بخاری و مسلم سے متقدم تھے یا ان کے ہم عصر یا ان سے بعد آنے والے تھے۔ تو ان علماء نے صحت کا التزام نہیں کیا اور ان کی کتابیں شہرت و قبول میں پہلے یا دوسرے طبقے کی کتب حدیث کے مرتبہ تک نہیں پہنچیں۔ اگرچہ ان کتابوں کے مصنفین علوم حدیث میں تبحر' وثوق' عدالت اور ضبط کی صفات سے متصف تھے اور ان کتابوں میں صحیح' حسن اور ضعیف بلکہ وضع کی تہمت سے متہم احادیث تک پائی جاتی ہیں اور ان کتابوں کے جو راوی ہیں ان میں سے بعض عادل ہیں۔ بعض مستور اور بعض مجہول ہیں اور ان کتابوں کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع منعقد ہو چکا ہے' انتہی۔

دوسری حدیث دار قطنی (فتح القدیر) نے عطا سے سند صحیح کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کی ہے کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو اس پر پانی بہا دیتے تھے اور پھر اسے تین بار دھو دیتے تھے۔

جواب: اس کا چار طرح پر ہے۔

---

(۱) مسلم' کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج۔۳' ص۔۱۷۳' حدیث۔۶۴۹ ومشکوۃ باب تطھیر النجاسات وسنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب الوضوء بسور الکلب ج۔۱' ص۔۳۰' حدیث۔۷۱ (صحیح)

(۲) صحیح مسلم' کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج۔۳' ص۔۱۷۶' حدیث۔۶۵۱

اول: یہ کہ یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور روایت موقوف حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہوتی۔ چنانچہ شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں لکھا ہے :

وَالْمَوْقُوْفُ مَا رُوِیَ عَنِ الصَّحَابِیِّ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ مُتَّصِلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ وَھُوَ لَیْسَ بِحُجَّۃٍ۔

اور موقوف وہ حدیث ہوتی ہے جو صحابی سے مروی ہو قول ہو یا فعل متصلاً روایت ہو یا منقطعًا حدیث کی یہ قسم حجت نہیں ہوتی۔

جامع ترمذی کے مقدمہ میں لکھا ہے :

مَا رُوِیَ عَنِ الصَّحَابِیِّ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ مُتَّصِلاً کَانَ اَوْ مُنْقَطِعًا وَھُوَ لَیْسَ بِحُجَّۃٍ عَلَی الْاَصَحِّ۔

جو روایت کی جائے صحابی سے قول ہو یا فعل متصل ہو یا منقطع اور وہ صحیح مذہب کے مطابق حجت نہیں ہوتی۔

امام نووی نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں کہا ہے :

فِیْہِ قَوْلَانِ لِلشَّافِعِیِّ وَھُمَا مَشْھُوْرَانِ اَصَحُّھُمَا الْجَدِیْدُ اَنَّہٗ لَیْسَ بِحُجَّۃٍ۔ [1]

اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں اور وہ دونوں مشہور ہیں۔ صحیح جدید قول یہ ہے کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں۔

اسی طرح شیخ ابوالفیض محمد بن علی فارسی نے جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں اور سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے ہدایت السائل الی ادلتہ المسائل اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول اور حصول المامول من علم الاصول میں لکھا ہے۔

ہدایت السائل الی ادلتہ السائل میں لکھا ہے کہ امام محمد بن علی الشوکانی الیمانی نے قول کا حجت نہ ہونا جمہور علماء کی طرف منسوب کیا ہے اور قائلین حجیت قول صحابی کے جواب میں کہا ہے اگرچہ صحابی کی بزرگی و فضیلت علم و دین میں مسلم ہے لیکن اس سے ان کی اتباع کا وجوب لازم نہیں آتا اور نہ اللہ تعالیٰ نے کہیں اس بات کا اذن دیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم جس سے قائلین حجیت تمسک کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا ہے :

فَاعْرِفْ ھٰذَا وَاحْرِصْ عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ اِلَیْکَ وَاِلٰی سَائِرِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ رَسُوْلاً اِلاَّ مُحَمَّدًا ﷺ وَلَمْ یَاْمُرْکَ بِاتِّبَاعِ غَیْرِہٖ وَلاَ شَرَعَ لَکَ عَلٰی لِسَانٍ سِوَاہُ مِنْ اُمَّۃٍ حَرْفًا وَّاحِدًا وَّلاَ جَعَلَ شَیْئًا مِّنَ الْحُجَّۃِ عَلَیْکَ فِیْ قَوْلِ غَیْرِہٖ کَائِنًا مَّنْ کَانَ۔

پس تو یہ بات جان لے اور اس کا شدید خواہشمند رہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری طرف اور اس تمام امت کی طرف محمد ﷺ کے سوا کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی اتباع کا تجھے حکم دیا ہے اور نہ امت میں سے ان کے علاوہ کسی اور کی زبان سے کوئی ایک حرف بھی بطور شریعت مقرر کیا ہے اور نہ کسی غیر کے قول میں چاہے وہ کوئی بھی ہو کسی چیز کو تیرے لیے از قسم حجت قرار دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللّٰہ البالغہ [2] میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بحوالہ ان کی کتاب ام کے نقل کیا ہے کہ جب ان کے زمانہ میں آثار صحابہ جمع ہوئے اور ان کو وہ احادیث صحیحہ کے مخالف نظر آئے اور ساتھ ہی انہوں نے سلف کی یہ چال دیکھی کہ جہاں وہ کسی کا قول حدیث کے خلاف پاتے ہیں تو اس کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کر لیتے ہیں تو انہوں نے اقوال صحابہ ترک کر دیئے اور کہا کہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی۔

---

(۱) مقدمہ صحیح مسلم فصل فی الاحتجاج بالموقوف ج۔۱' ص۔۱۵۰

(۲) حجۃ اللّٰہ البالغۃ جلد اول' باب اسباب اختلاف مذاھب الفقھا ج۔۱' ص۔۱۴۷

ناظورة الحق في فرضية العشاء وان لم يغب الشفق میں لکھا ہے کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ جس کسی کو کوئی حدیث پہنچے اس پر واجب ہے کہ اس کو عام سمجھ کر عمل میں لائے جب تک کہ اس کی تخصیص یا نسخ معلوم نہ ہو' انتھی۔ اور فرمایا ہے کہ صحابی پر حدیث صحیح سے حجت ہو سکتی ہے تو ان کے بعد کے لوگوں پر کیوں نہیں۔ پس جب کسی کا قول مخالف حدیث معلوم ہو تو کہیں کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی' انتھی۔

اول: پس معلوم ہوا کہ جو لوگ صریح صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے صحابہ کے قول یا فعل سے جو مخالف حدیث ہو حجت پکڑتے ہیں اور حدیث پر نہیں چلتے شاید ان کے دلوں میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے پیرو نہ تھے اور باوجود صحبت و مشاہدہ وحی و نبوت' حدیث کا خلاف کیا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ ایسے برے عقیدے سے بچائے۔

دوم: جب سنن اربعہ کی حدیث مرفوع جو اگرچہ صحیح ہو' تنہا بخاری کی حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو پھر اثر صحابی ایسی حدیث کا مقابلہ کیوں کر کر سکتا ہے جس پر بخاری اور مسلم دونوں نے اتفاق کیا ہو۔ ایسا اثر حجت کے قابل نہیں ہو سکتا۔

سوم: یہ روایت مخالف ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی اس حدیث صحیح اور مرفوع کے جو بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی' نسائی اور موطا امام مالک کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی ہے۔

چہارم: یہ روایت بھی دار قطنی کی ہے اور دار قطنی طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایت جو حدیث صحیح کے مخالف ہو ہرگز لائق اعتبار اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

تیسری حدیث جسے ابن عدی نے "کامل" میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔

جواب: اس حدیث کا دو طرح ہے۔

اول: یہ کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر (تقریب التھذیب) میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں حسین بن علی کرابیسی ایک شخص ہے اور تقریب التھذیب میں لکھا ہے کہ حسین بن علی بن یزید کرابیسی میں امام احمد بن حنبل نے کلام کیا ہے۔

دوم: کتاب کامل کہ جس کی یہ حدیث ہے' طبقہ رابعہ کی کتاب ہے اور طبقہ رابعہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے مخالف ہو ہرگز قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہوتی اور اس کا بیان مسئلہ نمبر ۶۰ میں آگے آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۵ شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ صَارَتْ خَلًّا بِنَفْسِهَا اَوْ بِشَيْئٍ يُطْرَحُ فِيْهَا۔[1] "اور جب شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے خواہ خود بخود سرکہ بن جائے خواہ اس میں کوئی چیز ڈالنے سے چیز سرکہ بن جائے۔" اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام ابو یوسف اور محمد کا ہے۔ جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں نے اس مسئلے میں مسلم شریف اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اختلاف کیا ہے:

---

(۱) هدایه کتاب الاشربه ج-۴' ص-۴۹۹ وشرح البدایه جلد-۴' ص-۴۹۶ وبهشتی زیور حصه سوم' ص-۶۱

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ یُتَّخَذُ خَلاًّ فَقَالَ لَا وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ [1]

نبی اکرم ﷺ سے اس شراب کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا سرکہ بنالیا گیا ہو (آیا وہ سرکہ حلال ہے یا نہیں) تو آپ نے فرمایا حلال نہیں۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث امام شافعی اور جمہور علماء کی اس بات پر دلیل ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں اور شراب سرکہ بنا کر پاک نہیں ہو جاتی اور امام مالک سے بھی صحیح روایت یہی آئی ہے کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک نہیں ہوتی اور اوزاعی اور لیث اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم [2] میں اسی طرح لکھا ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حلال ہے تو اس کی دلیل میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد یہ تین احادیث پیش کرتے ہیں۔

مقلدین کے دلائل اور ان کا جواب

پہلی حدیث دارقطنی [3] نے روایت کی ہے اپنی سنن میں فرح بن فضالہ سے اس نے روایت کی یحییٰ بن سعید سے اس نے عمرہ سے اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ام سلمہ کی ایک بکری تھی جس کا وہ دودھ دوہتی تھیں۔ اسے نبی ﷺ نے نہ پایا اور فرمایا کہ وہ بکری کہاں گئی؟ انہوں نے جواب دیا "مرگئی۔" اس پر آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کی کھال سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ہم نے عرض کی وہ تو مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا کھال کو دباغت دینا اسے حلال کرنا ہے۔ جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہوتا ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دارقطنی نے کہا فرح بن فضالہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے (کیونکہ وہ) ایسی احادیث یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کرتا ہے کہ جن پر متابعت نہیں کی جاتی۔

دوسری حدیث بیہقی [4] نے اپنی کتاب معرفت میں مغیرہ بن زیاد سے اس نے روایت کی ابی الزبیر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے آپ نے فرمایا : خَیْرُ خَلِّکُمْ خَلُّ خَمْرِکُمْ۔ "یعنی تمہارا بہت بہتر سرکہ شراب کا سرکہ ہے۔"

جواب: اس کا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور قابل احتجاج نہیں کیونکہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت کرنے میں مغیرہ بن زیاد منفرد ہے اور وہ قوی نہیں۔ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں مغیرہ بن زیاد صاحب مناکیر ہے۔ دوم یہ کہ کتاب معرفت طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث بمقابلہ حدیث صحیح محفوظ قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہوتی اور اس

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب تحریم تخلیل الخمر ج۔۱۳' ص۔۱۵۱ ومشکٰوۃ کتاب الحدود باب بیان الخمر ج۔۲' ص۔۱۰۸۱' حدیث۔۳۶۴۱ (صحیح)

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاشربة باب تحریم تخلیل الخمر ج۔۱۳' ص۔۱۵۱' شرح حدیث۔۱۵۱۱

(۳) عینی شرح ھدایہ۔

(۴) عینی شرح ھدایہ۔

کا بیان مسئلہ چہارم میں اوپر گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

تیسری حدیث ہدایہ میں ہے :نِعْمَ الْاَدَامُ الْخَلُّ "یعنی سرکہ اچھا سالن ہے۔"

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے سرکہ شراب کے جائز ہونے کی سند پکڑنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس حدیث میں تو شراب کے سرکہ بنانے کا ذکر تک بھی نہیں۔ دیکھ لیجئے نِعْمَ الْاَدَامُ الْخَلُّ یہ پوری حدیث جو کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهٖ فَجَعَلَ یَاْکُلُ بِهٖ وَیَقُوْلُ نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ۔ [1]

نبی ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا تو انہوں نے جواب دیا کہ سرکہ کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے وہی منگوا لیا اور اسے کھانا شروع کر دیا۔ آپ کھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے سرکہ کتنا اچھا سالن ہے، سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔

اس حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سرکہ بہت اچھی چیز اور بہت اچھا سالن ہے اور اس کا کھانا سنت ہے سو اس سے کسی مسلمان کو بھی انکار نہیں۔ انکار تو اس سرکے سے ہے جو کہ شراب سے بنایا گیا ہو اور وہی نجس اور حرام ہے۔ سو بجز حضرات حنفیہ کے اور کوئی اہل اسلام خواہ کسی مذہب والا ہو، کیسا ہی سیدھا سادھا ہو، یہ بات ہرگز نہیں کہے گا کہ اس حدیث سے شراب کا سرکہ بنانا جائز ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ٦ تیمم کے لیے دو ضربیں ضروری ہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :وَالتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ [2] "اور تیمم میں دو ضربیں ہیں" اور یہ مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کا ہے۔ ☆

پس ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ :

بَعَثَنِی النَّبِیُّ ﷺ فِیْ حَاجَةٍ فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِی الصَّعِیْدِ کَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا کَانَ یَکْفِیْكَ اَنْ تَقُوْلَ بِیَدِكَ هٰکَذَا

مجھے نبی ﷺ نے ایک کام کے لیے بھیجا۔ میں (دوران سفر) جنبی ہو گیا پھر مجھے پانی نہ مل سکا تو میں لوٹنے لگا مٹی میں جس طرح کوئی جانور مٹی میں لوٹتا ہے، پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے یہ صورت ذکر کی۔ اس پر آپ نے فرمایا تیرے لیے یہ کافی تھا کہ تو

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الاطعمة باب فضیلة الخل ج۔۱۴، ص۔۲۳۵، حدیث۔۵۳۲۰

(۲) هدایه کتاب الطهارات باب التیمم ج۔۱، ص۔۵۰

☆ احناف کے نزدیک تیمم میں دو ضربیں مروی ہیں جبکہ امام مالک کے نزدیک ایک ضرب بھی صحیح ہے۔ چنانچہ امام عبدالبر کہتے ہیں : وقال مالک ان مسح وجهه ویدیه مضربة واحدة ۔الخ "امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک ضرب سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا جائے تو کافی ہے اور اگر نصف ہاتھوں کا مسح کر لے تب بھی کفائت کرتا ہے۔ (التمهید لمانی فی الموطا من المعانی والاسانید ج۔۸، ص۔۲۸۲)

ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِيْنِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ۔ [1]

ہاتھوں کو اس طرح کرتا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ایک دفعہ مارا پھر مسح کیا بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت کا بھی مسح کیا اور چہرے کا بھی۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا بعد ازاں ان میں پھونک ماری اور پھر ان سے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [2] نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ تیمم میں منہ اور ہتھیلیوں کے لیے ایک ہی ضرب ہے اور یہی عطا، مکحول، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، صادق اور امامیہ کا مذہب ہے اور (ابن حجر نے) فتح الباری میں کہا کہ اس بارے میں ابن المنذر نے جمہور علماء کا مذہب نقل کیا ہے اور ابن المنذر نے اسی بات کو اختیار کیا ہے اور یہی قول عامہ اہل حدیث کا بھی ہے، انتھی۔

امام نووی [3] نے کہا ہے کہ عطا اور مکحول اور اوزاعی اور امام احمد اور اسحاق اور ابن منذر اور عامہ اصحاب حدیث کا یہی مذہب ہے کہ تیمم میں منہ اور ہتھیلیوں کے لیے ایک ہی ضرب ہے اور علی بن ابی طالب اور حسن بصری اور شعبی اور سالم بن عبداللہ بن عمر اور سفیان ثوری اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور اصحاب الرای وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے لیے دو ضربیں ہیں، انتھی۔

امام شوکانی نے نیل الاوطار [4] میں کہا کہ ہادی اور ناصر اور موید باللہ اور ابو طالب اور امام یحییٰ اور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے لیے دو ضربیں واجب ہیں اور دلیل ان کی اس باب میں یہ آٹھ احادیث ہیں۔

(حدیث نمبر ۱)---- دار قطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب منہ کے لیے اور ایک ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک اور اماموں نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے۔ [5]

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا یہ حجت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں ایک راوی علی بن ظبیان ہے۔ بقول دار قطنی اس کا یحییٰ القطان وغیرہ نے اعتبار کیا ہے لیکن مصنف بلوغ المرام یعنی حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔ نیز یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے اور ان سب میں کلام ہے۔

عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے کہا کہ علی بن ظبیان راوی کچھ نہیں اور نسائی اور ابو حاتم نے بھی اسی کے مثل کہا اور ابو زرعہ نے کہا کہ یہ حدیث (یعنی جس میں علی بن ظبیان راوی ہے) واہی ہے اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ علی

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التیمم باب التیمم ضربة ج۔۱، ص۔۴۵۵، حدیث۔۳۴۷ وصحیح مسلم کتاب الطھارة باب التیمم ج۔۴، ص۔۲۸۲، حدیث۔۸۱۶ وبلوغ المرام کتاب الطھارة باب التیمم ص۔۳۴، حدیث۔۱۲۷ ومشکوٰة کتاب الطھارة باب التیمم ج۔۱، ص۔۱۶۴، حدیث۔۵۲۸

(۲) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج۔۱، ص۔۲۸۶

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطھارة باب التیمم ص۔۲۷۹، شرح حدیث۔۸۱۴--۸۲۱

(۴) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج۔۱، ص۔۲۸۶

(۵) بلوغ المرام کتاب الطھارة باب التیمم ص۔۳۴، حدیث۔۱۲۸

ابن ظبیان ابن ہلال کوفی قاضی بغداد ضعیف ہے اور رواۃ کے نویں طبقے میں سے ہے' انتھی۔
امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [1] نے کہا ہے کہ اس کو یحییٰ القطان اور ہشیم وغیرہ نے معتبر جانا ہے۔ حافظ (یعنی ابن حجر) نے کہا ہے کہ وہ (یعنی علی بن ظبیان) ضعیف ہے۔ اور اس کو قطان ابن معین اور بہت سے لوگوں نے بھی ضعیف کہا ہے۔

(حدیث نمبر ۲) --- دارقطنی (فتح القدیر) اور حاکم نے روایت کی ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیمم میں ایک ضرب ہے منہ کے لیے اور دوسرا کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے ۔۔۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

جواب: اس کا دو طرح پر ہے۔

اول: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [2] نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی تو معتبر ہیں لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث (مرفوع نہیں ہے بلکہ موقوف ہے (یعنی جابر کا قول ہے) اور حدیث موقوف حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہوتی جیسا کہ اس کا بیان اس کتاب کے مسئلہ نمبر ۵ میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوم: امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ ابن دقیق العید نے کہا کہ اس حدیث میں کسی نے کلام نہیں کی لیکن یہ روایت شاذ ہے' انتھی۔ شاذ وہ روایت ہوتی ہے جو کوئی ثقہ اور معتبر لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے اور اس کے مقابل روایت محفوظ کہلاتی ہے۔

(حدیث نمبر ۳) --- دارقطنی [3] اور حاکم نے روایت کیا ہے سالم سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کی' اس نے کہا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمم کیا۔ چنانچہ ہم نے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارا پھر اپنے ہاتھوں کو جھاڑا۔ بعد ازاں اس سے ہم نے اپنے منہ کا مسح کیا پھر ہم نے دوسری بار (ہاتھوں کو پاک مٹی پر) مارا اور ان سے کہنیوں سے ہتھیلیوں تک کا مسح کیا ان کے ظاہر اور باطن پر جہاں بال جمتے ہیں۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی اس لیے کہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک سلیمان بن ابی داؤد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(حدیث نمبر ۴) --- طبرانی [4] اور دارقطنی نے اسلع بن شریک سے روایت کیا ہے' اس نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کر کے دکھلایا' اس کی صورت یہ تھی ایک بار (مٹی پر ہاتھوں کو) منہ کے لیے مارنا اور دوسری بار کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے مارنا۔

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس سے بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [5] نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی ربیع بن بدر ہے اور وہ ضعیف ہے اور عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے محلّی میں کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(حدیث نمبر ۵) --- بزار [6] نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیمم دو بار ہاتھ مارنا ہے۔ ایک بار منہ کے لیے اور ایک بار کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔

---

(۱) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۶
(۲) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۶
(۳) عینی شرح ھدایہ۔
(۴) عینی شرح ھدایہ۔
(۵) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۶
(۶) عینی شرح ھدایہ۔

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ شوکانی رحمہ اللہ [1] نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں حریش بن حریث ہے نیز ابو حاتم نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے' اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔

(حدیث نمبر ۶) --- طبرانی [2] نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے' اس نے نبی ﷺ سے نقل کیا' آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب منہ کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک۔

جواب: یہ بھی ضعیف ہے' اس کے ساتھ بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ [3] نے کہا ہے کہ حافظ (یعنی ابن حجر نے) کہا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔

(حدیث نمبر ۷) --- ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص ایک گلی میں نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا اور نبی اکرم ﷺ پاخانے یا پیشاب سے فارغ ہو کر نکلے تھے۔ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو جواب نہ دیا' یہاں تک کہ وہ شخص قریب ہوا کہ کسی گلی میں چھپ جائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے اور ان سے اپنے منہ کا مسح کیا' اس شخص کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بے وضو ہونے کی وجہ سے میں نے سلام کا جواب نہ دیا تھا۔

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔ اس لیے کہ زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ ابو داؤد کی حدیث قوی نہیں ہے اور امام شوکانی رحمہ اللہ [4] نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مدار محمد بن ثابت پر ہے اور اس کو ابن معین' ابو حاتم' بخاری اور احمد نے ضعیف کہا ہے اور ابو داؤد نے کہا کہ محمد بن ثابت اس قصے میں متابعت نہیں کیا جائے گا اور تیمم میں جس قدر احادیث دو ضرب کی آئی ہیں' ان سب میں مقال ہے (یعنی ان میں سے صحیح ایک بھی نہیں ہے) اور حق یہی ہے کہ تیمم میں ایک ہی ضرب کی احادیث صحیح ہیں جو کہ صحیحین میں ہیں۔

(حدیث نمبر ۸) --- روایت کیا ہے طبرانی [5] نے اوسط میں بھی اور کبیر میں بھی کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کفایت کرتا ہے تجھ کو (تیمم میں) ایک ضرب منہ کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے' اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ [6] نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ہے اور وہ ضعیف ہے اور نیز امام شوکانی رحمہ اللہ [7] نے کہا کہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اکثر آثار مرفوعہ جو کہ عمار رضی اللہ عنہ سے آئے ہیں ان سب سے تیمم میں ایک ہی ضرب ثابت ہے اور دو ضرب کی جو احادیث روایت کی گئی ہیں وہ سب مضطرب ہیں۔

مسئلہ نمبر ۷ — پگڑی پر مسح کرنے کے بیان میں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک اور مسئلہ جو رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث صحیحہ کے مخالف ہے' یہ ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :

---

(۱) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۷

(۲) عینی شرح ھدایہ۔

(۳) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۶

(۴) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۷

(۵) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۷

(۶) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۶

(۷) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱' ص-۲۸۶

وَلَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَی الْعَمَامَۃِ [1] "یعنی پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں۔"

فائدہ: کہا نووی نے شرح صحیح مسلم میں جو شخص کہ پگڑی پر مسح کرے اور سر پر کچھ بھی نہ کرے تو ہمارے نزدیک (یعنی شافعیہ کے نزدیک) اس کا مسح کرنا جائز نہیں اور اس میں کسی کا خلاف نہیں اور امام مالک' امام ابوحنیفہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ اجمعین کا یہی مذہب ہے' انتہی ۔ مگر ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ اجمعین اور اکثر علماء نے اس مسئلے میں حسب ذیل احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔ [2]

پہلی حدیث صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَوَضَّأ فَمَسَحَ بِنَاصِیَتِہٖ وَعَلَی الْعِمَامَۃِ وَالْخُفَّیْنِ۔ [3] یعنی تحقیق نبی ﷺ نے وضو کیا پھر مسح کیا اپنی پیشانی کے بالوں پر اور پگڑی پر اور موزوں پر۔

دوسری حدیث صحیح بخاری میں جعفر بن عمرو بن امیہ سے مروی ہے' اس نے نقل کی اپنے باپ سے اس نے کہا :

رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَمْسَحُ عَلٰی عِمَامَتِہٖ وَخُفَّیْہِ۔ [4] میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

تیسری حدیث صحیح مسلم میں بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَالْخِمَارِ۔ [5] یعنی تحقیق رسول اللہ ﷺ نے مسح کیا موزوں پر اور خمار پر یعنی جو چیز سر کو ڈھانکتی ہے۔

چوتھی حدیث طبرانی [6] میں ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے :

مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَالْعِمَامَۃِ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ تبوک میں (کسی موقع پر) موزوں پر اور پگڑی پر مسح کیا۔

پانچویں حدیث طبرانی [7] میں خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَالْخِمَارِ۔ تحقیق نبی ﷺ موزوں پر اور پگڑی پر مسح کرتے تھے۔

فائدہ: محدث ترمذی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بہت سے اہل علم کا یہی قول ہے۔ مثلاً ابوبکر' عمر اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ اور امام اوزاعی' امام احمد اور اسحاق اس کے قائل ہیں کہ پگڑی پر مسح کیا

---

(۱) ھدایہ کتاب الطھارات باب المسح علی الخفین ج۔۱' ص۔۶۱ وشرح وقایہ' کنز الدقائق ورد المختار۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطھارۃ باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ ج۔۳' ص۔۱۶۴' شرح حدیث۔۶۳۲

(۳) صحیح مسلم' کتاب الطھارۃ باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ ج۔۳' ص۔۱۶۵' حدیث۔۶۳۵

(۴) صحیح بخاری' کتاب الوضوء باب المسح علی الخفین ج۔۱' ص۔۳۰۸' حدیث۔۲۰۵

(۵) صحیح مسلم' کتاب الطھارۃ باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ ج۔۳' ص۔۱۶۶' حدیث۔۶۳۶

(۶) نیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب جواز المسح علی العمامۃ ج۔۱' ص۔۱۸۲

(۷) نیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب جواز المسح علی العمامۃ ج۔۱' ص۔۱۸۳

جائے۔ وکیع بن جراح نے کہا کہ اگر (وضو کرنے والا) پگڑی پر مسح کرے تو اس حدیث کے وارد ہونے کی بناء پر اسے کفایت کرے گا۔ [1]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [2] نے کہا کہ پگڑی پر مسح کرنے کی حدیث کو روایت کیا ہے، ابن رسلان نے ابی امامہ اور سعد بن مالک اور ابی الدرداء رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبدالعزیز اور حسن اور قتادہ اور مکحول رحمہم اللہ اجمعین سے اور خلال نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اسے پاک نہیں کرتا (یعنی پگڑی پر مسح کر کے اسے پاک نہیں کرتا) اللہ تعالیٰ اسے پاک نہ کرے۔ اسے فتح الباری میں روایت کیا اور ابن خزیمہ اور ابن منذر نے بھی۔

مسئلہ نمبر ۸ آفتاب کے طلوع سے قبل ایک رکعت پانے سے نماز فجر باطل ہو جاتی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا صَلٰوةُ جَنَازَةٍ لِمَا رُوِيْنَا وَلَا سَجْدَةُ تِلَاوَةٍ لِاَنَّهَا فِيْ مَعْنَى الصَّلٰوةِ اِلَّا عَصْرَ يَوْمِهٖ عِنْدَ الْغُرُوْبِ۔ [3] "آفتاب کے طلوع کے وقت اور غروب کے وقت اور جس وقت عین دوپہر ہو نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ جائز نہیں ہے مگر آفتاب کے غروب کے وقت فقط اس دن کی نماز عصر البتہ جائز ہے۔"

فائدہ: یعنی اگر کسی شخص نے بقدر ایک رکعت کے صبح کی نماز کا وقت پایا اور پھر آفتاب نکل آیا تو اس صورت میں اس کی صبح کی نماز تو باطل ہو گی لیکن اگر کسی نے بقدر ایک رکعت کے عصر کی نماز کا وقت پایا اور پھر آفتاب ڈوب گیا تو اس کی عصر کی نماز ادا ہو جائے گی۔ یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جبکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے، اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ۔ [4]

جس نے نماز صبح کی ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی تو اس نے گویا صبح کی پوری نماز پا لی اور جس نے نماز عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے پہلے پڑھ لی گویا اس نے پوری نماز پالی۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہی مذہب امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور تمام علماء کا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کا مسلک اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس صورت میں نماز صبح باطل ہو جاتی ہے۔ [5]

---

(۱) جامع ترمذی، ابواب الطهارة باب ماجاء في المسح على الجوربين والعمامة۔

(۲) نيل الاوطار كتاب الطهارة باب جواز المسح على العمامة ج۔۱، ص۔۱۸۲

(۳) هدایه کتاب الصلٰوة باب المواقيت ج۔۱، ص۔۸۵، شرح وقایه، کنزالدقائق، ردالمختار شرح درالمختار، فتاوی عالمگیری وفتاوی قاضی خان۔

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاة ج۔۵، ص۔۱۰۷، حدیث۔۱۳۷۳

(۵) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاة ج۔۵، ص۔۱۰۹

مسئلہ نمبر ۹ قراءت صلوٰۃ کے بیان میں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ مِنَ الْمُصْحَفِ فَسَدَتْ صَلٰوتُهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ (۱) "اور جب امام مصحف سے دیکھ کر قراءت کرے تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔"

مگر ابوحنیفہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو صحیح بخاری میں ہے :

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ۔ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان نماز میں ان کی امامت کرتا تھا اور وہ مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھتا تھا۔

فائدہ: اس مسئلے میں ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابویوسف اور محمد بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک امام کو نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں یکساں قراءت کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں ہے : وَرَكْعَتَا الظُّهْرِ سَوَآءٌ (۳) "یعنی ظہر کی اول دو رکعتوں میں برابر کی سورتیں پڑھے" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد ابویوسف کا ہے۔ سو ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد ابویوسف نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو صحیح بخاری اور مسلم میں ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَيُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى وَيَقْرَأُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ (۴)

رسول اکرم ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے اور آپ ظہر اور عصر کی ابتدائی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور دو سورتیں تلاوت فرماتے اور کبھی کبھی آپ ہمیں کوئی آیت سنا بھی دیا کرتے تھے۔ آپ پہلی رکعت کو لمبا کیا کرتے تھے اور دوسری رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ پڑھنے کا بیان

ہدایہ میں لکھا ہے : وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْاُخْرَيَيْنِ مَعْنَاهُ اِنْ شَآءَ سَكَتَ وَاِنْ شَآءَ قَرَأَ وَاِنْ شَآءَ سَبَّحَ كَذَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ ج-۱ ص-۱۳۷، شرح وقایہ، کنزالدقائق، ردالمختار، شرح درالمختار، فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاذان باب امامۃ العبد والمولی ج-۱، ص-۱۸۳، باب نمبر-۵۴

(۳) ہدایہ کتاب الصلاۃ فصل فی القرأۃ ج-۱ ص-۱۲۰ وعینی شرح ہدایہ ص-۱۲۰ وفتح القدیر وکنزالدقائق۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ باب القرأۃ فی الظهر والعصر ج-۲، ص-۳۹۲، حدیث-۱۰۱۲، ۱۰۱۳ وبلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ص-۸۳، حدیث-۲۸۳

حَنِیْفَۃَ [1] "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے (امام کو) پچھلی دو رکعتوں میں اختیار دیا گیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ امام چاہے تو خاموش رہے اور چاہے تو کوئی سورت پڑھ لے اور چاہے تو سبحان اللہ ہی پڑھ لے' اسی طرح ابو حنیفہ سے مروی ہے۔" ☆

جبکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں بھی بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے مختلف مسلک اختیار کیا ہے جو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کا ذکر مسئلہ نمبر ۱۰ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ — نماز میں آمین کہنے کے بیان میں

ابو حنیفہ کا یہ مسئلہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیس احادیث کے مخالف ہے : یُکْرَہُ الْجَھْرُ بِالتَّسْمِیَۃِ وَالتَّامِیْنِ۔ [2] "یعنی نماز میں بسم اللہ اور آمین پکار کر کہنا مکروہ ہے۔"

جامع رموز میں لکھا ہے : فِی التَّیْسِیْرِ عَنْ مُجَاھِدٍ اَنَّہٗ مِنَ الْفَاتِحَۃِ وَبِاَنَّ التَّامِیْنَ وَاِخْفَاؤَہٗ سُنَّۃٌ فَیُکْرَہُ کَمَا فِی الْمُحِیْطِ۔ "یعنی تیسیر میں روایت ہے مجاہد سے کہ تحقیق وہ یعنی آمین سورہ فاتحہ میں سے ہے اور یہ بھی ہے کہ آمین کہنا اور اس کا اخفا کرنا سنت ہے' پس آمین کو بلند آواز سے کہنا مکروہ ہے اسی طرح سے محیط میں لکھا ہے۔"

ہدایہ میں لکھا ہے : وَیُخْفُوْنَھَا [3] "یعنی امام اور مقتدی اور اکیلا آہستہ آمین کہیں۔" یہ مذہب ابو حنیفہ اور امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے۔ پس ابو حنیفہ اور امام مالک اور اہل کوفہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے اِن اکیس احادیث کا۔

اونچی آواز سے آمین کہنے کے دلائل

(۱) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ صَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَھَرَ بِاٰمِیْنَ۔ [4]

روایت ہے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہ کہ اس نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پس پکار کر کہی آمین۔

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب النوافل ج۔۱' ص۔۱۴۸

(۲) فتاویٰ عالمگیری۔

(۳) ہدایہ جامع رموز۔

(۴) صحیح ابوداؤد' کتاب الصلاۃ باب التأمین وراء الامام ج۔۱' ص۔۲۶۱' حدیث۔۹۳۳ (حسن صحیح)

☆ صحیح مسلم میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں ہر رکعت میں تیس آیات کے برابر قراءت کرتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیات کے برابر اور پچھلی دو رکعتوں میں اس کا آدھا۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءت فی الظھر والعصر ج۔۲' ص۔۳۹۵' حدیث۔۱۰۱۵) اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اخیر کی دونوں رکعات میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی کچھ پڑھنا مسنون ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا جن میں سیدنا ابوبکر صدیق بھی ہیں' یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ خواہ وہ ظہر کی نماز ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور نماز ہو۔ ہمارے متاخرین علماء میں ابو الحسنات عبدالحی لکھنوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ التعلیق الممجد علی موطا محمد کے ص۔۱۰۲ پر لکھتے ہیں : "ہمارے بعض حنفی علماء پر تعجب ہے کہ انہوں نے آخری دو رکعات میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور دوسری سورت پڑھنے پر سجدۂ سہو کو واجب قرار دیا ہے' حالانکہ "کتاب المنیۃ" کے شارح ابراہیم حلبی اور ابن امیر حاج وغیرہ نے اس کی بڑی اچھی تردید کی ہے۔ یقیناً جس نے یہ بات کہی ہے' اسے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ کیونکہ اگر اسے یہ حدیث پہنچ جاتی تو ایسا نہ کہتا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَلٰی غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَّلِیْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ۔ [۱]

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب پڑھتے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ تو کہتے آمین یہاں تک کہ پہلی صف میں جو شخص آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا تھا۔

فائدہ: امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا اور اس کی اسناد حسن بتائی ہے حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق اسے صحیح کہا۔ نیز بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّأْمِیْنَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ حَتّٰی یُسْمِعَهَا اَهْلَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَیَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ۔ [۲]

اور روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ لوگوں نے آمین کہنا ترک کر دیا اور حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتے تھے تو آپ آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے لوگوں کو آپ سناتے تھے (پھر تمام نمازی آمین کہتے) اور مسجد اس سے گونج اٹھتی۔ (اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا)

فائدہ: یعنی جب رسول اللہ ﷺ کے آمین کہنے کی آواز اول صف والے سن لیتے تو اس کے بعد سب صحابہ جو جماعت میں ہوتے اس قدر زور سے پکار کر آمین کہتے تھے کہ ان کی آواز سے مسجد بھی گونج اٹھتی تھی۔

(۴) عَنْ عَطَآءٍ قَالَ اَدْرَکْتُ مِائَتَیْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِاٰمِیْنَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهِقِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحِهٖ) [۳]

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے تقریباً دو سو اصحاب رسول ایسے پائیں کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا تو وہ بآواز بلند آمین کہتے۔ (بیہقی اور ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

(۵) قَالَ عَطَآءٌ اٰمِیْنَ دُعَاءٌ وَاَمَّنَ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمَنْ وَرَآءَهٗ حَتّٰی اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَکَانَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ یُنَادِی الْاِمَامَ لَا تُفُتْنِیْ بِاٰمِیْنَ وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَدَعُهٗ وَیَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِیْ ذٰلِكَ خَیْرًا۔ [۴]

عطاء کہتے ہیں آمین ایک دعا ہے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور ان کے مقتدیوں نے بھی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو پکار کر کہہ دیتے تھے مجھ سے آمین کہنا فوت نہ کرا دینا۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسے نہیں چھوڑتے تھے بلکہ لوگوں کو (بلند آواز سے) آمین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آمین کہنے کے بارے میں بہت فضل و ثواب سنا۔

---

(۱) ضعیف ابوداؤد، کتاب الصلاۃ باب التأمین وراء الامام حدیث۔ ۹۳۴ (ضعیف) ایک حدیث کے ضعیف ہونے سے مراد یہ نہیں کہ یہ مسئلہ درست نہیں بلکہ اسی باب میں صحیح بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتب کی صحیح احادیث موجود ہیں۔

(۲) ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب الجهر بأمین ج۔۱، ص۔۲۷۹، حدیث۔ ۸۵۳

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الجز الثانی ص۔۲۹۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب جهر الامام بالتأمین ج۔۲، ص۔۲۶۲

(٦) عَنْ عَطَآءٍ اَدْرَكْتُ مِأَتَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سَمِعْتُ لَهُمْ رَجَّةً بِاٰمِيْنَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

عطاء سے مروی ہے کہ میں نے دو سو اصحاب رسول کو اس مسجد میں پایا اور جب امام وَلاَ الضَّآلِّيْنَ کہتا تو مجھے ان کی آمین کہنے کی آواز سنائی دیتی۔ (اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا) (قسطلانی شرح بخاری)

(٧) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ۔ [1]

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ جب وَلاَ الضَّآلِّيْنَ پڑھتے تو آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [2] کہتے ہیں کہ حافظ (یعنی ابن حجر) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور دار قطنی نے بھی اسے صحیح کہا۔

(٨) عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَيَقُوْلُ كُلَّمَا سَجَدَ وَاِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔ [3]

نعیم مجمر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے بسم اللہ پڑھی پھر فاتحہ' یہاں تک کہ جب وَلاَ الضَّآلِّيْنَ تک پہنچے تو آمین کہا۔ آپ جب بھی سجدہ کرتے یا بیٹھنے کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے پھر سلام پھیرنے کے بعد کہتے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں زیادہ مشابہ ہوں تم سے نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔

(٩) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ۔ [4]

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے جب آپ نے وَلاَ الضَّآلِّيْنَ کہا تو اس کے بعد آمین کہا۔

(١٠) عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَآئِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَسَمِعْنَاهَا مِنْهُ۔ [5]

عبدالجبار بن وائل سے مروی ہے اس نے اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' جب آپ نے وَلاَ الضَّآلِّيْنَ پڑھا تو اس کے بعد آمین کہا اور ہم نے آپ سے اسے سنا۔

(١١) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَ ةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ جب سورہ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو جاتے تھے تو آواز مبارک

(١) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب التأمین وراء الامام ج۔١' ص۔٢٦١' حدیث۔٩٣٢ (صحیح)

(٢) نیل الاوطار ابواب صفة الصلاۃ باب التامین والجهر به مع القراءۃ ج۔٢' ص۔٢٣٢

(٣) بلوغ المرام کتاب الصلٰوۃ باب صفة الصلٰوۃ ص۔٨٣' حدیث۔٢٧٨ والنسائی وابن خذیمة۔

(٤) ابن ماجة کتاب اقامة الصلاۃ فی باب الجهر بأمین ج۔١' ص۔٢٧٨' حدیث۔٨٥٣

(٥) ابن ماجة کتاب اقامة الصلاۃ فی باب الجهر بأمین ج۔١' ص۔٢٧٨' حدیث۔٨٥٥

اُمّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَهٗ وَقَالَ اٰمِيْنَ۔ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ) (۱)

کو بلند کر کے آمین کہتے۔ (اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے' جبکہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

(۱۲) عَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ۔ (۲)

وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا جب آپ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا تو اس کے بعد اپنی آواز کو لمبا کرتے ہوئے آپ نے آمین کہا۔

فائدہ: ترمذی کہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مروی ہیں اور وائل بن حجر کی حدیث حسن ہے۔ نیز اصحاب نبی میں سے بہت سے اہل علم یہی کہتے تھے اور تابعین اور تبع تابعین بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ آمین کہتے وقت مرد اپنی آواز بلند کرے اور اسے پوشیدگی سے ادا نہ کرے۔ امام شافعی' امام احمد' امام اسحاق کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۱۳) عَنْ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسْبِقْنِيْ بِاٰمِيْنَ۔ (۳)

روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ نہ سبقت کریں مجھ سے آمین کہنے کے ساتھ۔

فائدہ: یہ جو بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ نہ سبقت کرو مجھ سے ساتھ آمین کہنے کے' مراد اس بات کے کہنے سے یہ ہے کہ جب میں سورۃ فاتحہ اپنی آپ کے پیچھے تمام کر لیا کروں تب آپ آمین کریں' پس اس حدیث سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور آمین پکار کر کہنا یہ دونوں باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱۴) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَّا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ۔ (۴)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے نقل کی نبی ﷺ سے' آپ نے فرمایا جتنا یہود تم سے سلام اور آمین کہنے میں حسد کرتے ہیں اتنا اور کسی چیز میں تم سے حسد نہیں کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے سلام اور آمین کہنے پر یہود کے حسد کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز میں پکار کر آمین کہتے تھے کیونکہ اگر یہود ان کی آمین پکار کر کہنے کی آواز نہ سنتے تو حسد کس طرح کرتے' پس حاصل اس کا یہ ہوا کہ جو شخص آمین پکار کر کہنے کو برا جانتا ہے وہ یہود کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلاۃ ص۔۸۳' حدیث۔۲۸۰' ۲۸۱

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب التأمین وراء الامام ج۔ا' ص۔۲۶۱' حدیث۔۹۳۲ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب القرآۃ فی الصلاۃ ج۔ا' ص۔۲۶۷' حدیث۔۸۴۵ (صحیح۔ للالبانی) وابن ماجہ وترمذی ودارمی۔

(۳) ضعیف ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب التأمین وراء الامام ص۔۷۵' حدیث۔۹۳۷

(۴) ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ فی باب الجہر بأمین ج۔ا' ص۔۲۷۸' حدیث۔۸۵۶ (صحیح)

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا حَسَدَتْکُمُ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْئٍ مَّا حَسَدَتْکُمْ عَلٰی اٰمِیْنَ فَاَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ اٰمِیْنَ۔ [1]

فرمایا یہود تم پر ویسا حسد کسی چیز میں نہیں کرتے جتنا حسد آمین کہنے پر کرتے ہیں۔ پس تم بکثرت آمین کہا کرو۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [2] نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں طلحہ بن عمرو ایک راوی ہے اور اس میں بہت سے اہل علم نے کلام کی ہے۔

(۱۶) بیہقی نے مرفوع روایت کی ہے کہ حسد کیا یہود نے ہم سے قبلہ پر' وہ قبلہ کہ جس کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی اور یہود کو اس قبلہ سے بھٹکا دیا گیا اور حسد کیا یہود نے ہم سے جماعت پر اور امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر۔ [3] اور طبرانی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ یہود مسلمانوں سے حسد نہیں کرتے ان تین کاموں سے افضل کام پر یعنی سلام کا جواب دینا' صفوں کا سیدھا کرنا اور نماز فرض میں اپنے امام کے پیچھے ان کا آمین کہنا۔ اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ تم سے یہود سلام کہنے' صفوں کے قائم کرنے اور آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا اور نماز میں صفوں کا قائم کرنا اور امام کے پیچھے فرض نماز میں آمین کہنا یہ تینوں کام افضل ہیں اور ان تینوں کاموں سے یہود رسول اللہ ﷺ سے حسد کرتے تھے۔ پس اگر اب بھی کوئی شخص سلام کے جواب دینے کو یا نماز میں صفوں کے قائم کرنے کو یا آمین پکار کر کہنے کو برا جانے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ یہود سے مشابہت اختیار کرتا ہے۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّہٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ [4]

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو کہو تم آمین پس تحقیق شان یہ ہے کہ جس کے قول نے فرشتوں کے قول سے موافقت کی اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول جب امام کہے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پس کہو تم آمین اس میں دلیل ظاہر ہے اس کی جو ہمارے اصحاب نے اور ان کے سوا اوروں نے کیا بیشک مقتدی کا آمین کہنا امام کے ساتھ ہونا چاہیے اس کے بعد نہیں' پس جب امام ولا الضالین کہے تو امام اور مقتدی مل کر آمین کہیں۔ [5]

(۱۸) وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ

انہی سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت

---

(۱) ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ فی باب الجھر بأمین ج-۱' ص-۲۷۹' حدیث-۸۵۷ (ضعیف)

(۲) نیل الاوطار کتاب الصلاۃ باب التامین والجھر بہ ج-۲' ص-۲۲۹

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الجزء الثانی ص-۲۹۶

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب جھر الماموم بالتأمین ج-۲' ص-۲۶۶' حدیث-۷۸۲

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب التسمیع والتحمید والتامین ج-۳' ص-۳۲۹' شرح حدیث-۹۱۲' ۹۱۹

اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (۱)

ایک تمہارا آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے آمین کہنے میں موافقت کر جاتے ہیں تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۱۹) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تَقُوْلُ اٰمِيْنَ وَالْاِمَامُ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (۲)

اور انہی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھے تو تم آمین کہو' اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے تو جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافقت کر جائے اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۲۰) وَعَنْهُ اَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِئُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (۳)

اور انہی سے' روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے' کہ آپ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی اسی وقت آمین کہتے ہیں تو جس کی آمین' آمین ملائکہ سے موافق ہو جائے' اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۲۱) وَعَنْهُ اَيْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ۔ (۴)

اور انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو' اس لیے کہ جس کا آمین ملائکہ کے آمین سے موافق ہو جائے اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ابن شہاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

فائدہ: نماز میں آمین پکار کر کہنے کے باب میں اکیس احادیث جن کا ابو حنیفہ نے خلاف کیا ہے وہ تو گزر چکی ہیں لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب میں ابو حنیفہ کی دلیل کے طور پر ان کے مقلد جو احادیث پیش کیا کرتے ہیں' وہ یہ ہیں۔

آہستہ آمین کہنے کے دلائل اور ان کے جوابات

پہلی دلیل:

رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ اَبِي — روایت کیا شعبہ نے سلمہ بن کہیل سے' اس نے حجر ابی العبس سے'

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاذان باب فضل التامین ج-۲' ص-۲٦٦' حدیث-۷۸۱ وصحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب التسمیع والتحمید والتامین ج-۲' ص-۳۵۰' حدیث-۹۱٦' ۹۱۷

(۲) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح فی باب جهر الامام بأمین ج-۱' ص-۲۰۱' حدیث-۸۸۸ (صحیح)

(۳) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح فی باب جهر الامام بأمین ج-۱' ص-۲۰۱' حدیث-۸۸٦ (صحیح)

(۴) صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب التسمیع والتحمید والتأمین ج-۲' ص-۳۴۹' حدیث-۹۱۳ وصحیح بخاری کتاب الاذان باب جهر الامام بالتامین ج-۲' ص-۲٦۲' حدیث-۷۸۰ وصحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب التأمین وراء الامام ج-۱' ص-۲٦۱' حدیث-۹۳٦ (صحیح) وترمذی ونسائی ومالک۔

الْعَبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَآئِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ۔ (۱)

اس نے علقمہ ابن وائل سے' اس نے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی ﷺ نے پڑھا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پھر کہا آمین اور اس کے ساتھ ہی اپنی آواز کو پست کر لیا۔

جواب: اول-- یہ حدیث ضعیف ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں کیونکہ ترمذی جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے محمد یعنی بخاری سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سفیان کی حدیث جس میں مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ (۲) آیا ہے اس باب میں شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ سے اس حدیث میں کئی جگہ خطا سرزد ہوئی ہے۔

پہلی خطا شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے حجر کو عبس کا باپ کہا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ حجر تو عبس کا بیٹا ہے اور اس کی کنیت ابوسکن ہے۔ (۳)

دوسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے اس حدیث میں "علقمہ بن وائل سے" کے الفاظ بڑھا دیئے' حالانکہ یہ اس حدیث کی اسناد میں نہیں۔

تیسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ کہتے ہیں خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ اور یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مَدَّبِهَا صَوْتَهُ یعنی آپ نے آمین کہتے وقت اپنی آواز کو لمبا کر لیا۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے کہ اس روایت میں شعبہ کی غلطی پر حفاظ حدیث کا اتفاق ہے اور تحقیق صواب معروف مَدَّبِهَا صَوْتَهُ اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ ہے اور لفظ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کا لفظ ترمذی' احمد اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور رَفَعَ صَوْتَهُ کا لفظ ابوداؤد نے اور بیہقی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ میں نے دو سو صحابہ کو پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو وہ آمین کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کرتے تھے۔ شعبہ کی حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علقمہ کا وائل سے سماع ثابت نہیں۔

چنانچہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا ہے :

عَلْقَمَةَ بْنُ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَسَكُوْنِ الْجِيْمِ الْحَضْرَمِيُّ اَلْكُوْفِيُّ صَدُوْقٌ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ۔ (۴)

علقمہ بن حجر ضم مہملہ اور سکون جیم کے ساتھ حضرمی کوفی سچا ہے مگر تحقیق اس نے اپنے باپ سے نہیں سنی' انتہی - اور علقمہ کے اپنے باپ سے حدیث نہ سننے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ وائل کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔

چنانچہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں کہا ہے :

ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ فِيْ عِلَلِهِ الْكَبِيْرِ قَالَ اِنَّهُ سَأَلَ الْبُخَارِيَّ هَلْ سَمِعَ عَلْقَمَةُ مِنْ اَبِيْهِ فَقَالَ اِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِيْهِ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ۔

ترمذی نے اپنی کتاب علل کبیر میں ذکر کیا کہ انہوں نے بخاری سے پوچھا کہ آیا علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے تو بخاری نے کہا کہ وہ اپنے باپ کی وفات سے چھ مہینے بعد پیدا ہوا ہے۔

---

(۱) ترمذی۔
(۲) ترمذی۔
(۳) تقریب التھذیب۔
(۴) فتح القدیر۔

دوم ۔۔ شعبہ کی روایت مذکور کے خلاف شعبہ ہی سے رسول اللہ ﷺ کا آمین پکار کر کہنا ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے :

وَقَدْ رَجَّحَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهٗ رِوَايَةَ سُفْيَانَ بِاَنَّهٗ اَحْفَظُ وَقَدْ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ شُعْبَةَ فِي الْحَدِيْثِ رَافِعًا صَوْتَهٗ۔

اور تحقیق ترجیح دی ہے دارقطنی وغیرہ نے سفیان کی روایت کو (یعنی جس میں آمین پکار کر کہنا روایت کیا گیا ہے) کہ وہ زیادہ محفوظ ہے اور تحقیق بیہقی نے شعبہ ہی سے اس حدیث میں رَافِعًا صَوْتَهٗ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

سوم ۔۔ شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے پکار کر آمین نہیں کہی ہے' خفیہ اپنے دل ہی میں کہی ہے کیونکہ اس میں خود شعبہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے پڑھا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ پس کہا آمین اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کیا۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت زور سے پکار کر آمین نہیں کہی درمیانہ آواز سے کہی ہے۔

شیخ ابن ہمام حنفی بھی اسی کا قائل ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے :

وَلَوْ كَانَ اِلَيَّ فِيْ هٰذَا شَيْئٌ لَوَفَقْتُ بِاَنَّ رِوَايَةَ الْخَفْضِ يُرَادُ بِهَا عَدَمَ الْقَرْعِ الْعَنِيْفِ۔

اور اگر اس سلسلہ میں میری رائے لی جاتی تو میں اس طرح مطابقت دیتا کہ پست آواز سے آمین کہنے والی روایت سے مراد کڑک دار آواز سے آمین کہنا نہیں۔

ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ امام زور سے چلا کر آمین نہ کہے' اس کو اسی قدر آمین پکار کر کہنی چاہیے کہ جس کو اول صف کے لوگ سن لیں البتہ مقتدیوں کو چلا کر آمین کہنا بھی جائز ہے بلکہ سنت ہے اور اس مضمون کی احادیث قریب ہی گزری ہیں۔

دوسری دلیل: حنفیہ کے خفیہ آمین کہنے کے باب میں شیخ عبدالحق حنفی نے شرح سفرالسعادت میں یہ آثار نقل کئے ہیں کہ "او امیرالمومنین عمرابن الخطاب روایت کردہ اند کہ اخفا کند امام چہار چیز را تعوذ و بسم اللہ و آمین و سبحانک اللّٰھم و بحمدک و در بعض روایات بجائے سبحانک اللّٰھم ربنا لک الحمد آمدہ و از ابن مسعود نیز مثل ایں آمدہ سیوطی در جمع الجوامع از ابی وائل روایت آوردہ کہ گفت بودند عمرو علی کہ جہر نمے کردند بسم اللہ الرحمن الرحیم و نہ تعوذ و نہ بہ آمین رواہ ابن جریر والطحاوی و ابن شاہین فی السنۃ۔" (ترجمہ) امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام (نماز میں) چار چیزوں کو دل میں پڑھے۔ تعوذ' تسمیہ' سبحانک اللّٰھم اور آمین اور بعض روایات میں سبحانک اللّٰھم و بحمدک کے بجائے ربنا و لک الحمد آیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مسلک ثابت ہے۔ سیوطی جمع الجوامع میں ابو وائل سے روایت لائے ہیں' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ' تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ ابن جریر' طحاوی اور ابن شاہین نے اسے السنت میں روایت کیا۔

جواب: اس کا چار طرح ہے۔ (نمبر ۱) --- یہ اثر صحابہ کے ہیں مرفوع احادیث نہیں اور حدیث مرفوع کے مقابلے میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہو سکتا اور اس کے دلائل اس کتاب میں اسی بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ چہارم میں پہلے گزر چکے ہیں۔

(نمبر ۲) --- یہ روایتیں طبقہ رابعہ کی ہیں اور طبقہ رابعہ کی کتاب کی روایت لائق اعتبار اور حجت پکڑنے کے قابل اس لیے نہیں ہوتی ہیں کہ اس طبقے کی احادیث جو اچھی سے اچھی ہیں وہ ضعیف ہیں اور جو بری سے بری ہیں وہ موضوع ہیں یا ان کا سختی سے انکار کیا گیا ہے اور کتاب موضوعات ابن جوزی کا مواد اسی طبقے کی احادیث ہیں۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللّٰہ البالغہ [1] میں لکھا ہے اور چوتھے طبقے کی احادیث کا لائق اعتبار اور قابل احتجاج نہ ہونے کا بیان اس کتاب میں اسی بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۶ میں آگے آئے گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔

(نمبر ۳) --- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بلااسناد ہے اس لیے کہ یہ ابراہیم نخعی تک ہی پہنچتی ہے' ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچتی۔ چنانچہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے :

قَوْلُهٗ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَرْبَعٌ اِلٰى اٰخِرِهِ الرَّابِعُ التَّحْمِيْدُ وَالْاَرْبَعَةُ رَوَاهَا ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِیِّ۔

یہ قول کہ امام چار چیزوں کو خفیہ کہے تعوذ' بسم اللہ' آمین اور چوتھی ربنا لک الحمد۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا۔

یہ ظاہر ہے کہ روایت بلااسناد جس کے مبدء سند میں سقوط وانقطاع واقع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے۔ اس کا بیان اس کتاب کے بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۹ میں آگے آئے گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔

(نمبر ۴) --- یہ جو ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ کی روایت ہے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ۔ [2]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا پھر کہا آمین اور آمین کے ساتھ اپنی آواز کو دراز کیا۔

ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ "یعنی آمین پکار کر کہنے کے باب میں حضرت علی اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آمین پکار کر کہنے کی حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔

چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ۔ [3]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب آپ نے وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا تو کہا آمین۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ابن جریر اور طحاوی اور شاہین نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آمین پکار کر نہیں کہتے تھے' درست نہیں۔

سبل السلام میں ہے' نیز دار قطنی نے سنن میں کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ پکار کر کہنے کے راویوں میں سے

---

(۱) حجۃ اللہ باب طبقات کتب الحدیث ج۔۱' ص۔۱۳۵۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب القراء ۃ فی الصلاۃ ج۔۱' ص۔۲۶۷' حدیث۔۸۴۵ (صحیح)

(۳) ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب الجہر بآمین ص۔۶۱

ہیں۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے اور یہ دلیل اس بات کی ہے کہ یہ جو ابن جریر وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے یہ بھی غلط ہے اور ماننے کے قابل نہیں۔ نیز یہ جو شیخ عبدالحق صاحب نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ' خفیہ پڑھتے تھے' سو یہ بھی غلط ہے اور اس حدیث کے مخالف ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے عبدہ سے کہ تحقیق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پکار کر پڑھتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ [1] غرض کہ نماز میں آمین خفیہ کہنے کے لیے روایات مذکورہ جو بہت کمزور ہیں حجت پکڑنا کسی طرح بھی مناسب نہیں کیونکہ اس امر میں کوئی بھی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی ہے۔ اگر ہوتی تو شیخ ابن ہمام اور علامہ عینی وغیرہ بڑے بڑے حنفی اسے اپنی کتابوں میں ضرور نقل کرتے اور چھپا کر نہ رکھتے۔

تیسری دلیل: ابو حنیفہ کے آمین خفیہ کہنے کے باب میں جو ابو حنیفہ کے مقلد پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ آمین دعا ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے : قَالَ عَطَآءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ "یعنی عطا (تابعی) نے کہا کہ آمین دعا ہے" اور دعا کا پکار کر کہنا بحکم آیت قرآن اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (الاعراف۔۵۵) "اپنے پروردگار کو عاجزی سے گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو' بیشک وہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

جواب: اس کا چار طرح ہے۔ (نمبر ۱) --- یہ کہ عطا تابعی کے قول مذکور پر اعتقاد جما کر اس بات کا قائل ہو جانا کہ آمین دعا ہے ایسا ہی جیسے کوئی شخص آیت قرآن لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (النسآء۔۴۳) سے یہ سمجھ بیٹھے کہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اَنْتُمْ سُكَارٰى کی طرف دیکھتے ہی نہیں کیونکہ عطاء نے جہاں آمین کو دعا کہا ہے وہاں اس کا پکار کر کہنا بھی تو بتلا دیا ہے۔ دیکھ لیجئے وہ پوری حدیث یہ ہے :

قَالَ عَطَآءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ وَاَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَآءَهٗ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَكَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْاِمَامَ لَا تُفُتْنِيْ بِاٰمِيْنَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا۔ [2]

عطاء نے کہا کہ آمین ایک دعا ہے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں نے اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کہ مسجد گونج اٹھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو پکار کر کہہ دیتے تھے کہ آمین کو مجھ سے فوت نہ کرا دینا اور نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ آمین کہے بغیر نہیں رہتے تھے اور دوسروں کو بھی آمین کہنے کی ترغیب دلاتے تھے اور آمین پکار کر کہنے کے سلسلہ میں' میں نے ان سے بہت فضیلت و ثواب سنا۔

(نمبر ۲) --- آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ' کے معنی آج تک کسی مفسر نے بھی خفیہ آمین کہنے کے نہیں کئے۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک اور تفسیر جلالین اور تفسیر فتح البیان وغیرہ تفسیریں دیکھ لیجئے۔

(نمبر ۳) --- آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ' سے دعا کا آہستہ کہنا ثابت ہے' نہ کہ آمین کا آہستہ کہنا۔ آمین کا آہستہ کہنا اس وقت ثابت ہو گا جبکہ آمین دعا ہو اور آمین کا دعا ہونا نہ تو قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے صرف تابعی کے قول سے ثابت ہے اور

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب حجة من قال لا یجهر بالبسملة --- ج۔۲' ص۔۳۳۲' حدیث۔۸۹۰

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب جهر الامام بالتأمین ج۔۲' ص۔۲۶۲

وہ لائق اعتبار اور قابل احتجاج نہیں کیونکہ بے دلیل بات ہے اور آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ' میں مراد اخفا سے نہ بہت چلانا ہے اور نہ ایسا آہستہ کہنا کہ جس کو کوئی بھی نہ سن سکے کیونکہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً (الاسراء-۱۱۰) ''اور اپنی نماز نہایت بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھ اور نہ آواز کو بہت پست کر لے بلکہ ان دونوں حالتوں کے درمیان راہ اعتدال اختیار کر۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے باب میں نازل ہوئی ہے' چنانچہ بخاری میں ہے :

عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَتْ اُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَآءِ۔ [1]

ہشام سے روایت ہے' نقل کی اس نے اپنے باپ سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یہی قول نخعی' مجاہد اور مکحول کا ہے اور یہ دلیل اس پر کہ میانہ آواز سے دعا مانگنی چاہیے' زور سے چلا کر نہ مانگنی چاہیے اور اگر بطور تنزل مان بھی لیا جائے کہ آمین دعا ہے تو اس سے حکم آمین اسی قدر مستفاد ہوا کہ آمین کو زور سے چلا کر نہ کہیں بلکہ میانہ آواز سے کہیں جو نہ بہت بلند ہو اور نہ بہت پست اور یہ حنفیہ کے مفید مدعا نہیں ہے ان کا مدعا اور ان کا مذہب تو یہ ہے کہ آمین ایسی آہستہ کہی جائے کہ جس کو پاس والے بھی نہ سنیں' پس اس کو دعا مان کر بھی کام نہ بنا۔

(نمبر ۴)--- اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ' سے مراد ایسی آہستگی ہے جس میں آواز بھی نہ نکلے تو بھی حکم آمین اس سے مستثنیٰ اور مخصوص رہے گا۔ اس لیے کہ جس نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتری' اسی نے آمین کو بھی اور کئی اور دعاؤں کو بھی پکار کر کہا ہے۔ پس اگر آمین کا حکم اور پکار کر پڑھی جانے والی دعاؤں کا حکم اس سے مستثنیٰ نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ آمین وغیرہ دعائیں پکار کر کیوں مانگتے۔ ابوحنیفہ کے مقلدوں کے خیال میں آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ' کے خلاف رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب وغیرہ نے جو آمین پکار کر کہا ہے اس باب میں تو اکیس احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ اب آمین کے علاوہ اور دعائیں جو رسول اللہ ﷺ نے پکار کر کہی ہیں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ان کو نہیں مانتے ہیں معرض نقل میں لائی جاتی ہیں۔

پہلی دعا: صحیح مسلم میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ

رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی اور آپ نے جو دعا مانگی وہ میں نے یاد کرلی۔ آپ میت کے حق میں فرما رہے تھے' اے اللہ اسے بخش دے' اس پر رحم فرما اور اس کو مکروہات سے بچا اور اس سے درگزر کر اور بہتر کر اس کی مہمانی' اس کی قبر کو کشادہ فرما' اس کو پاک کر پانی سے برف سے اور اولوں سے۔ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کر دیتا ہے اور اسے دنیا کے گھر سے بہتر گھر دے اور دنیا کی رفیقہ حیات سے بہتر رفیقہ عطا فرما۔ اسے جنت میں داخل کر دے' قبر اور آگ کے عذاب سے پناہ میں

---

(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ولا تجهر بصلاتک ج-۸' ص-۴۰۵' حدیث-۴۷۲۳

الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتُ۔ (۱)

رکھ اور ایک روایت میں ہے اسے قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا۔ راوی کہتا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کو دیکھ کر میں خواہش کرنے لگا کہ) کاش اس میت کی جگہ پر میں ہوتا۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ نماز جنازہ میں دعا پکار کر پڑھی جا سکتی ہے۔ (۲)

دوسری دعا: ابوداؤد اور ابن ماجہ میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ ہمارے ساتھ پڑھی تو میں نے سنا آپ اس کے حق میں دعا فرما رہے تھے اے اللہ یہ فلاں ابن فلاں تیرے سپرد ہے اور تیری پناہ میں ہے' اسے قبر کی آزمائش سے اور آگ کے عذاب سے بچا۔ تو عہد پورا کرنے والا اور حق کے ساتھ معاملہ کرنے والا ہے' اے اللہ اسے بخش دے' اس پر رحم فرما' بیشک تو ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تیسری دعا: بخاری میں موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے بنت خلد بن سعید بن عاص نے :

اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (۴)

تحقیق اس نے نبی ﷺ کو سنا آپ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔

چوتھی دعا: صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر اونٹنی کی وہ غلیظ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے' ڈال دی اور ہنسنے لگے۔ آپ کی دختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آکر وہ غلیظ جھلی اٹھا کر الگ کی پھر جب رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرما چکے تو آپ نے بلند آواز سے ان پر یہ بددعا کی۔ آپ ہر جملہ تین بار ادا فرماتے اور جس بات کا مطالبہ کرتے تین بار کرتے پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ قریش سے سمجھ۔ جب قریش مکہ نے آپ کے یہ کلمات سنے تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ کی دعا سے ڈر محسوس کرنے لگے۔

فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلٰوتَهٗ رَفَعَ صَوْتَهٗ

پس جب آپ نماز پڑھ چکے تو پھر اپنی آواز بلند کی پھر بددعا کی ان پر اور

---

(۱) صحیح مسلم' کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ ج۔۷' ص۔۳۴' حدیث۔۲۲۲۹' ۲۲۳۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ ج۔۷' ص۔۳۴' شرح حدیث۔۲۲۲۹

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت ج۔۲' ص۔۳۰۰' حدیث۔۲۷۴۲ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ ج۔۱' ص۔۵۲۸' حدیث۔۱۶۷۷ (اسنادہ جید)

(۴) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر ج۔۳' ص۔۲۴۱' حدیث۔۱۳۷۶

ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ وَكَانَ إِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَإِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوْا صَوْتَهُ ذَهَبَ عَنْهُمُ الضِّحْكُ وَخَافُوْا دَعْوَتَهُ۔ (۱)

جب دعا کرتے تھے دعا کرتے تین بار اور جب سوال کرتے سوال کرتے تین بار پھر فرمایا اللہ سخت پکڑ قریش کو' فرمایا یہ تین بار پس جب سنی ان لوگوں نے آواز رسول اللہ ﷺ کی چلی گئی ان کی ہنسی اور ڈر گئے ان کی بددعا سے۔

پانچویں دعا: بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَآئِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (۲)

ایک یہودن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور عذاب قبر کا ذکر کرنے لگی پھرایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبرامر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب بھی آپ نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے۔

چھٹی دعا: صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ :

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ۔ (۳)

جب ہم رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو ہماری خواہش ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب کھڑے ہوں۔ اس صورت میں آپ (نماز کے بعد) رخ مبارک ہماری طرف کر کے بیٹھتے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسے ہی ایک موقعہ پر میں نے سنا آپ دعا فرماتے تھے اے میرے پروردگار! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا یا جمع کرے گا۔

فائدہ: سمعتہ کالفظ صریح دلیل ہے اس بات پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دعاؤں کو پکار کر کہا ہے اور اس باب میں چھ احادیث تو یہ ہیں جو کہ اوپر مذکور ہوئیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں کہ جن سے رسول اللہ ﷺ کا دعاؤں کو پکار کر کہنا ثابت ہے لیکن ابو حنیفہ کے مقلد آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ ' سے دلیل پکڑتے ہیں۔ کیا اپنے عمل سے یہ ثابت نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے یا پھر وہ دیدہ دانستہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین ج۔۱۲' ص۔۳۶۲' حدیث۔۴۶۲۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ج۔۵' ص۔۸۷' حدیث۔۱۳۱۹' ۱۳۲۲

(۳) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب استحباب یمین الامام ج۔۵' ص۔۲۲۷' حدیث۔۱۶۴۰

چوتھی دلیل: آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ الخ' اگر آپ ہر دعا کو خفیہ پڑھنا لازم جانتے ہیں اور جن دعاؤں کو پکار کر کہنا رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہو چکا ہے۔ ان کو بھی آپ نہیں مانتے ہیں تو پھر الحمد کو اور الحمد کے علاوہ اور دعاؤں کو جو قرآن میں وارد نہیں آپ نماز مغرب اور عشاء اور فجر میں کیوں پکار کر پڑھا کرتے ہیں؟

پانچویں دلیل: ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد اگر نماز میں آمین پکار کر اس لیے نہیں کہتے ہیں کہ آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ الخ' قطعی ہے اور احادیث جن میں آمین پکار کر کہنے کا ذکر ہے ظنی ہیں اور قطعی کے مقابلہ میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ الخ' کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آمین پکار کر کہنا چاہیے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ دعا آہستہ مانگنی چاہیے لیکن دعا بھی وہاں آہستہ مانگنی چاہیے جہاں رسول اللہ نے آہستہ مانگی ہے اور جہاں رسول اللہ نے پکار کر مانگی ہے وہاں پکار کر ہی مانگنی چاہیے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ (سورۃ الاحزاب۔۲۱میں) فرماتے ہیں :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝　بیشک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ اتباع ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران۔۳۱)　اے نبی! (انہیں) کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النسآء۔۸۰)　جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کلام اللہ کے مضامین سے نبی اکرم ﷺ سے زیادہ اور کوئی واقف نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ذرہ برابر بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اگر بعض دعاؤں کا اور نماز میں آمین کا پکار کر کہنا' آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ الخ' کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ناموافق ہوتا تو اسی وقت وحی نازل ہوتی اور آپ کو آمین پکار کر کہنے سے منع کر دیا جاتا۔ ان تصریحات کے بعد ہم حضرات مقلدین کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ اپنے مسلک کی تائید کے لیے ایک آیت کے معنی خود اللہ کے رسول ﷺ کے قول و فعل اور اصحاب کبار تابعین علام اور محدثین و مفسرین کرام کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف لینے پر آپ کو کیا چیز مجبور کر رہی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ اپنے امام کے قول و فعل کے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کی کچھ بھی اصل نہیں جانتے ہیں اور صاف صاف انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں حالانکہ اپنے اس قاعدے کے بھی آپ پابند نہیں ہیں اور بہت سے مقامات پر اس قاعدے کے خلاف بھی عمل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اپنے دعوے کی تصدیق کے لیے اب میں چند مسائل اس قسم کے نقل کرتا ہوں۔

آیت قطعی اور حدیث ظنی' احناف کا اس قاعدے میں تضاد

(مسئلہ نمبر ۱) --- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ (النسآء۔۱۰۳)　بیشک نماز ایمانداروں پر ایسا فریضہ ہے کہ جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے۔

بظاہر اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنی چاہئیں لیکن سفر میں بلکہ لوگوں کے دفع حرج کے لیے بعض اوقات اپنے گھر میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جمع کر کے نماز پڑھی ہے اور اس کا بیان مسئلہ نمبر ۲۹ میں انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔ اور مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھنے کے قائل تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے مقلد بھی ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری (تیسیر الوصول)، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے وقت مقررہ کے علاوہ کسی اور وقت پر کوئی نماز پڑھی ہو ہاں مگر وہ دو نمازیں کہ جنہیں آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں جمع کیا۔ اس دن آپ نے فجر کی نماز بھی اپنے وقت سے پہلے ادا کی۔

پس اب غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر عمل کیوں نہ کیا اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے ہوتے ہوئے ظنی پر عمل جائز نہیں۔ اس قاعدے کو یہاں کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔

(مسئلہ نمبر ۲) --- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا ما قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ۔ (النسآء-۲۳)

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئیں۔ نیز بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پا چکی ہیں۔ ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم مباشرت کر چکے ہو، سب تم پر حرام ہیں لیکن جن بیویوں سے تم نے مباشرت نہیں کی (اور وہ تم سے جدا ہو گئیں) تو ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں اور یہ بات بھی تم پر حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں لے آؤ۔ اگر تم ایسا کام (قبول اسلام سے پہلے) کر چکے ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور عورتوں میں سے جن کا نکاح ہو چکا ہو وہ بھی تم پر حرام ہیں مگر وہ منکوحہ عورتیں جو بطور ملک یمین تمہارے پاس ہوں۔ یہ حکم لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اور مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، تم اپنے اموال خرچ کر کے ان سے نکاح کر سکتے ہو۔"

فائدہ: ان آیات سے ایک تو بظاہر یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ سوائے ان عورتوں کے کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور کوئی بھی عورت حرام نہیں اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اپنی بیوی کی پھوپھی بھی اور اپنی بیوی کی خالہ بھی حرام ہے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی عورت اور اس کی

پھوپھی کو (نکاح میں) جمع نہ کیا جائے۔ اسی طرح کسی عورت اور اس کی خالہ کو بھی جمع نہ کیا جائے۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل اور ان کے مقلد بھی۔ پس اب غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں اس قاعدے کو کیوں نظر انداز کیا گیا۔

(مسئلہ نمبر ۳) — آیت اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ [2] سے جو کہ اوپر مذکور ہوئی ظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صرف رضائی ماں اور دودھ شریک بہن ہی حرام ہے' ان کے علاوہ اور سب حلال ہیں حالانکہ حدیث میں ہے کہ جو چیز بسبب نسب کے حرام ہے وہ ہی بسبب دودھ پینے کے بھی حرام ہی ہے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ کی بیٹی (سے نکاح) کی خواہش ہے۔ بلاشبہ وہ قریش کی جوان عورتوں میں خوبصورت ہے۔ جواباً آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ حمزہ میرا دودھ شریک بھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام کی ہیں وہ رضاعت کی بدولت بھی حرام ہیں اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے قائل ہیں اور ان کے مقلد بھی۔ پس اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے ہوتے ہوئے ظنی پر عمل جائز نہیں' اس قاعدے پر عمل کیوں نہیں کیا گیا۔

(مسئلہ نمبر ۴) — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔	اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو یاد الٰہی کے لیے دوڑ کر آؤ اور خرید و فروخت بند کر دو۔"

(الجمعة۔۹)

ظاہراً اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہر شخص پر جمعہ واجب ہے لیکن احادیث میں آیا ہے کہ جمعہ غلام لڑکے' عورت' بیمار اور مسافر پر واجب نہیں۔ اس مضمون کی احادیث یہ ہیں۔

پہلی حدیث: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق ہے ہر مسلمان پر اس کا باجماعت ادا کرنا واجب سوائے چار افراد کے۔ غلام کہ کسی کی ملک میں ہو' عورت' لڑکے اور بیمار پر (واجب نہیں) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور کہا کہ طارق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا اور اس کو حاکم نے بھی طارق مذکور سے روایت کیا' اس نے اسے ابی موسیٰ سے نقل کیا۔ [3]

فائدہ: مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ ابن حجر نے تلخیص میں کہا کہ اس حدیث کو بہت سے محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اس کو شرح سنۃ میں دوسرے لفظوں کے ساتھ بنی وائل کے ایک شخص نے روایت کیا ہے اور اس شخص کا نام نہیں لیا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ یہ حدیث اس سند سے موصول ہوئی۔

---

(۱) مشکٰوۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج۔۲' ص۔۹۳۵' حدیث۔۳۱۶۰ (صحیح)

(۲) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب تحریم ابنۃ الاخ من الرضاعۃ ج۔۱۰' ص۔۲۶۵' حدیث۔۳۵۶۶

(۳) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ ص۔۱۳۲' حدیث۔۴۵۹

عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور یہ حدیث حجت ہے۔

دوسری حدیث: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے۔ البتہ مریض یا مسافر یا عورت یا (نابالغ) لڑکے پر فرض نہیں۔ پھر جو کوئی کھیل کود یا کاروبار کی وجہ سے نماز جمعہ سے بے پرواہ ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی بے نیاز اور ستودہ صفات۔ اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا۔ (۱)

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ (۲) نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک تو ابن لہیعہ ہے اور دوسرا معاذ بن محمد انصاری اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں اور اسی کے قائل ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی اور ان کے مقلد بھی بلکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اندھے پر مطلق جمعہ واجب نہیں اور احادیث میں اندھے پر جمعہ کے واجب نہ ہونے کا ذکر تک بھی نہیں ہے پس تعجب ہے کہ یہاں تو ظنی سے بھی استدلال نہ کیا اپنی رائے سے ہی کام چلا دیا اور اندھے پر جمعہ کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا اور یہ جو کہتے ہو کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں۔ یہاں تو ظنی کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور اپنی ہی رائے کو کلام اللہ سے بھی اور حدیث سے بھی مقدم کر لیا۔

(مسئلہ نمبر ۵)--- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ (المائدہ۔٦)

اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور سروں کا مسح کرو اور پاؤں بھی ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ بظاہر اس آیت سے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ پانچوں نمازوں کے لیے نیا وضو کرنا چاہیے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک وضو سے پانچوں نمازوں کو بھی پڑھا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق نبی ﷺ نے فتح مکہ کے روز کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ بیشک آج آپ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے عمر! میں نے اسے دانستہ کیا ہے۔" (۳)

اور رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب کا یہ دستور تھا کہ جب تک ان کا وضو نہ ٹوٹتا تب تک نیا وضو نہ کرتے۔ چنانچہ دارمی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے ایک آدمی ایک ہی وضو کفایت کرتا جب تک کہ ٹوٹ نہ جاتا۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب وجوب الجمعۃ ج۔۱' ص۔۴۳۵' حدیث۔۱۳۸۰ (ضعیف)

(۲) نیل الاوطار کتاب الجمعۃ باب من تجب علیہ ومن لا تجب ج۔۳' ص۔۲۳۱

(۳) صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب جواز الصلوٰۃ کلھا بوضوء واحد ج۔۳' ص۔۱۶۸' حدیث۔۶۳۰

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو مسلم کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے' انتھی۔[1]

ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا پھر منسوخ ہوا۔ چنانچہ اس مضمون کی حدیث بلاغ المبین میں "ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کے بیان میں" ہم نے نقل کر دی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزیمت جان کر ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کرتے تھے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ جب تک وضو نہ ٹوٹے تب تک اس سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے ہوتے ہوئے ظنی پر عمل جائز نہیں۔ اس قاعدے کو کون اٹھا کر لے گیا۔ غرضیکہ حنفیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بالکل الٹ پلٹ کر دیا ہے اور صحیح صحیح احادیث کو اکثر مسائل میں بالکل ترک کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں مولوی محمد حسین صاحب محدث لاہوری نے سچ فرمایا ہے کہ سب ہی حنفی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو صحیح مان کر اور قدح و جرح سے محفوظ جان کر اس کے مقابلے میں قرآن کی آیت پڑھتے ہیں بیشک یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے ورنہ حدیث کے مقابلے میں کبھی قرآن نہ پڑھیں بلکہ دونوں کو باہم موافق کریں لیکن چونکہ یہ بات صاف صاف عوام میں نہیں کہہ سکتے ہیں اس لیے وہ ایک پردے کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور اس برے اعتقاد کو اس قاعدے کے ضمن میں ظاہر کرتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے۔ مگر چونکہ وہ اس قاعدے کے پابند نہیں رہتے اور جہاں اس قاعدے پر چلنے سے مذہب امام کی پیروی چھوٹتی ہے وہاں اس قاعدے کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور بمقابلہ آیت قطعی کے حدیث ظنی بلکہ قول صحابی رائے فقیہ سے بھی تمسک کر لیتے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ ان کا محض انکار عمل بالحدیث کے لیے آڑ ہے اور درحقیقت یہ قول امام کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے فہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم سے اچھا جانتے ہیں۔ میں اپنے دعویٰ کی تصدیق کے طور پر ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ قاعدہ محض انکار کی آڑ آیا ہے اور حقیقت میں وہ اس کے پابند نہیں۔

مسئلہ جمعہ قرآن میں یوں آیا ہے :

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ۔ (الجمعہ۔۹)	جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کے لیے دوڑ کر آیا کرو اور کاروبار چھوڑ دیا کرو۔

دیکھو یہ آیت صریح ہے اس باب میں کہ جمعے کے لیے بادشاہ یا شہر یا بازار ہونے کی کوئی شرط نہیں پھر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے اور اس کو بمقابلہ ایک قول صحابی کے (کہ وہ بھی صحیح نہیں ضعیف ہے) بلکہ بقول ایک عالم مذہب حنفی کے کہ جس کا قول بالاتفاق حجت نہیں ترک کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر نہیں حاکم امیری نہیں بازار و کوچہ نہیں وہاں جمعہ صحیح نہیں۔

اب غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا اور اس قاعدے کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پابندی قاعدے کی نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اپنے امام کی تقلید کے پابند ہیں پھر اگر اس کی محافظت قرآن کے اخذ کرنے میں دیکھتے ہیں تو اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اگر تقلید حدیث پر عمل کرنے سے قائم رہتی ہے تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں' انتھی۔

---

(1) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء لکل صلاۃ ج۔۱' ص۔۲۳۰

اس مقام پر ہم تمام مقلدین کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ان کا مقصد حیات کیا ہے؟ کیا کسی ایک امام کی تقلید سے ہی ان کا مقصد حیات ہے یا وہ تقلید کر کے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر دوسری صورت ہے اور رضا سے حق مطلوب ہے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے قول کے سامنے کسی دوسرے کے قول کی کوئی حقیقت نہ سمجھنی چاہیے۔ ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کیا فرماتے ہیں :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (احزاب-۲۱)

نہیں اے محمد تیرے رب کی قسم یہ کبھی ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تجھے حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ صاف صاف تسلیم کرلیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (النسآء-۸۰)

اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہترین طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی سب سے اچھی بات ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب-۲۱)

بیشک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النسآء-۸۰)

جو رسول کی اطاعت کرتا ہے بلاشبہ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران-۳۱)

اے نبی کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (الاحزاب-۳۶)

کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (الشوریٰ-۲۱)

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک الٰہی رکھتے ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کی قسم کا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلے کی بات پہلے طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

فائدہ: یہ آیات صریح دلیل ہیں اس بات پر کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کے حکم کے خلاف اپنے اماموں کی نکالی ہوئی راہ پر عمل کرتے ہیں۔ انھیں اپنے ایمان کی نگرانی کرنی چاہیے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور

دوسرے اماموں کا اس میں کچھ بھی قصور نہیں وہ بری الذمہ ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے جو مسائل دین میں اجتہاد اور استنباط کیا ہے تو اپنے آپ کو صاحب مذہب کہلانے اور لوگوں کے مقتدا بننے کے لیے نہیں کیا۔ ان بزرگان دین کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور ان کے دل ایسے خطرات سے بالکل صاف تھے اور مخلوق الٰہی کی رہنمائی کے علاوہ ان کی کوئی غرض نہ تھی۔ اس لیے وہ اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کرتے رہتے تھے اور جہاں تک ان سے ہو سکتا لوگوں کے نفع کے لیے احادیث نبوی یا اقوال صحابہ سے مسائل کو استخراج کرتے اور لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو رفع کرتے اور صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ اگر ہمارا کوئی بھی قول قرآن اور حدیث کے خلاف پاؤ تو اسے ہرگز نہ مانو اور اس پر عمل کرنا حرام سمجھو۔

امام شعرانی میزان شعرانی میں فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث نے شہروں اور سرحدوں کی طرف سفر کرکے جس وقت احادیث کو جمع کر لیا تھا اس وقت امام ابوحنیفہ اگر زندہ ہوتے اور ان احادیث کو پا لیتے تو قبول کر لیتے اور تمام مسائل کو جو اپنی رائے اور قیاس سے انہوں نے بیان کئے تھے ترک کر دیتے جیسے کہ اور اماموں نے جمع و تدوین احادیث کی بنا پر اپنے وقت میں بہ نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بہت ہی کم قیاس کیا ہے۔ اسی طرح سے ان کے مذہب میں بھی قیاس کم ہوتا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نص پر قیاس مقدم کرنے کو منسوب کیا ہے اس نے یہ امر آپ کے ان مقلدوں کے کلام میں پایا ہو جو امام کے قول پر عمل کرنے کو لازم سمجھتے ہیں اور حدیث کو جو وفات امام کے بعد صحیح معلوم ہوئی چھوڑ دیتے ہیں۔ بہرحال امام معذور ہے اور یہ لوگ معذور نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے امام نے یہ حدیث نہیں لی۔ قابل اعتماد بات نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ امام کو تو حدیث پہنچی نہیں یا ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی (لیکن ان کو تو پہنچ گئی اور صحیح ہو چکی ہے) اور سب اماموں کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا مذہب ہے اور حدیث کے سامنے کسی کا بھی قیاس اور عذر نہیں چل سکتا۔ بجز اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مان لے اور اس پر عمل کرے' انتھی مختصرًا۔

مسئلہ نمبر ۱۳ جماعت کے بیان میں

رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے مخالف ایک اور مسئلہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِنْ كَانَتِ الْعَصْرُ اَوِ الْمَغْرِبُ اَوِ الْفَجْرُ خَرَجَ وَاِنْ اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِيْهَا لِكَرَاهِيَةِ النَّفْلِ بَعْدَهَا۔ [1] "اور اگر نماز عصر' مغرب یا صبح کی جماعت ہو رہی ہو یا مؤذن تکبیر کہنے لگا ہو تو (جو شخص پہلے نماز ادا کر چکا ہو) وہ مسجد سے نکل جائے کیونکہ ان نمازوں کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں۔"

فائدہ: یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس بات پر کہ اگر کوئی شخص صبح یا عصر کے فرض پڑھ چکا ہو تو وہ اگر اس مسجد میں چلا جائے جہاں صبح یا عصر کی نماز کی تکبیر یا جماعت ہو رہی ہو تو اس کو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت میں شامل نہ ہونا چاہیے تو اس مسئلے میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کے خلاف کیا ہے جو یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا :

شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّتَهٗ رسول اکرم ﷺ کے حج (حجۃ الوداع) کے دوران میں آپ کے ساتھ تھا۔

---

(۱) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب ادراک الفریضۃ ج-۱' ص-۱۵۲' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَانْحَرَفَ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ اٰخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ قَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيْئَ بِهِمَا تَرْعُدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالاَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلاَ تَفْعَلاَ اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ۔ [1]

میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں نماز فجر ادا کی جب آپ نماز ادا کر چکے اور ایک طرف کو ہوئے تو آپ نے لوگوں کے پیچھے دو آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا انہیں میرے پاس لے آؤ۔ جب انہیں لایا گیا تو ان کے شانوں کا گوشت کانپ رہا تھا (یعنی آپ کی ہیبت سے سخت خوف زدہ تھے) آپ نے دریافت فرمایا ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہم اپنے گھروں میں یہ نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا تو آئندہ ایسا نہ کرنا۔ جب تم اپنے گھروں میں نماز ادا کر چکو پھر کسی ایسی مسجد میں آؤ جہاں جماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ (بعد میں پڑھی جانے والی نماز) تمہارے لیے نفل ہوگی۔

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں محجن اور یزید بن عامر سے بھی روایات آئی ہیں اور اہل علم میں سے بہت سے لوگوں کا یہ ہی قول ہے اور سفیان ثوری' شافعی' احمد اور اسحاق اس کے قائل ہیں' انتہی۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو اس کے قائل نہیں ہیں جبکہ ان کی دلیل کے طور پر حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو موطا امام مالک میں نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جس شخص نے مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لی ہو پھر امام کو یہ دو نمازیں پڑھتا ہوا پائے تو انہیں (دوبارہ) ادا نہ کرے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور روایت موقوف حجت پکڑنے کی قابل نہیں ہوتی۔ اس کا بیان مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴ غلام اور نابینا کی امامت کے بیان میں۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْعَبْدِ لِاَنَّهُ لَا يَتَفَرَّغُ لِلتَّعَلُّمِ وَالْاَعْرَابِيِّ لِاَنَّ الْغَالِبَ فِيْهِمُ الْجَهْلُ وَالْفَاسِقِ لِاَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ لِاَمْرِ دِيْنِهِ وَالْاَعْمٰى لِاَنَّهُ لَا يَتَوَقَّى النَّجَاسَةَ۔ [2] "اور غلام کو برائے امامت آگے کرنا مکروہ ہے کیونکہ تحصیل علم دین کے لیے وہ فراغت نہیں پاتا اور بادیہ نشین کی امامت بھی مکروہ ہے کیونکہ ان میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے کیونکہ امردین کا وہ کوئی اہتمام نہیں کرتا۔ اسی طرح اندھے کی امامت بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے بچ نہیں سکتا۔"

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فیمن صلی فی منزلہ ج۔۱' ص۔۱۷۲' حدیث۔۵۷۵ (صحیح) ومشکوۃ کتاب الصلاۃ باب من صلی صلاۃ مرتین ج۔۱' ص۔۳۶۲' حدیث۔۱۱۵۲ (صحیح) وترمذی ونسائی۔

(۲) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ جلد۔۱' ص۔۱۲۲' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار' شرح درالمختار وفتاوی عالمگیری۔

فائدہ: یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔ ابو داؤد میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَکْتُوْمٍ یَؤُمُّ النَّاسَ وَھُوَ اَعْمٰی۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے ابن ام مکتوم کو نائب بنایا وہ اندھے تھے اور لوگوں کو نماز کی امامت کراتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کو ابو داؤد اور احمد نے روایت کیا اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ[2] نے لکھا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا۔ نیز ابو یعلیٰ اور طبرانی نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، طبرانی نے اسے باسناد حسن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔

مسئلہ نمبر ۱۵ امام کا ربنا لک الحمد کہنا کے بیان میں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَیَقُوْلُ الْمُؤْتَمُّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَلَا یَقُوْلُھَا الْاِمَامُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔[3] "اور امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ربنا لک الحمد نہ کہے۔"

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں حسب ذیل تین احادیث کی خلاف ورزی کی ہے۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرَّکُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرَّکُوْعِ رَفَعَھُمَا کَذٰلِکَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَکَانَ لَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ۔[4]

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو شانوں تک ہاتھ اٹھاتے جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تو ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پھر اسی طرح رفع الیدین کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے اور سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

دوسری حدیث صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا رَفَعَ ظَھْرَہٗ مِنَ الرَّکُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی پشت مبارک رکوع سے اٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔[5]

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب امامۃ الاعمٰی ج۔۱، ص۔۱۷۷، حدیث۔۵۹۵ (حسن صحیح)

(۲) نیل الاوطار باب امامۃ الاعمی والعبد والمولٰی ج۔۳، ص۔۱۷۱

(۳) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج۔۱، ص۔۱۰۶، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب رفع الیدین اذا کبر ج۔۲، ص۔۲۱۹، حدیث۔۷۳۶ وصحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین ج۔۴، ص۔۳۱۶، حدیث۔۸۶۰ ومشکوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب ما یقول اذا رفع رأسہ من الرکوع ج۔۴، ص۔۴۱۵، حدیث۔۱۰۶۷

تیسری حدیث بخاری اور مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَآئِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِىْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔ (1)

رسول اکرم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرنے لگتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع سے پشت اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور بحالت قیام ہی ربنا لک الحمد کہتے پھر سجدہ کے لیے جھکتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ نمازی کی تمام رکعتوں میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ نماز مکمل کر لیتے اور دو رکعتوں کے بعد جب بیٹھتے تو اٹھتے وقت بھی تکبیر کہتے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ (2) نے کہا کہ امام شافعی اور امام مالک' عطا' ابوداؤد' ابو بردہ' محمد بن سیرین' اسحاق اور داؤد نے اس حدیث سے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو خواہ اکیلا ہو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ بھی اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کہے۔ اور امام یحیٰ' ثوری اور اوزاعی نے کہا نیز امام مالک سے کہ امام اور اکیلا تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ دونوں کو اکٹھا کہیں اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہی کہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ امام بھی اور اکیلا بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اکٹھا کہیں لیکن مقتدی فقط سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ہی کہے۔ اور ہادی' قاسم اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام اور اکیلا فقط سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ہی کہیں اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہی کہے اور اسی کو ابن منذر نے ابن مسعود' ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما' شعبی' امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین سے نقل کیا ہے اور امام یحیٰ نے کہا کہ میں بھی اسی کا قائل ہوں' انتھی اور ناصر سے بھی یہی مروی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶ عورتوں کی امامت کے بارے میں

ایک مسئلہ جو مخالف حدیث ہے وہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُكْرَهُ تَحْرِيْمًا جَمَاعَةُ النِّسَآءِ وَلَوْ فِى التَّرَاوِيْحِ۔ (3) "یعنی اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتوں کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو۔" اور یہ مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس مسئلے میں ان چار احادیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

---

(1) صحیح بخاری کتاب الاذان باب التکبیر اذا قام من السجود ج۔۲' ص۔۲۷۲' حدیث۔۷۸۹ وبلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ص۔۸۶' حدیث۔۲۹۲ ومسلم۔

(2) نیل الاوطار باب ما یقول فی رفعہ من الرکوع ج۔۲' ص۔۲۵۸

(3) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ جلد۔۱' ص۔۱۲۳' درالمختار' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار' شرح درالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

پہلی حدیث ابوداؤد میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا :

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا فِيْ بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا وَاَمَرَهَا اَنْ تَؤُمَّ اَهْلَ دَارِهَا۔ [1]

نبی اکرم ﷺ ان کے گھر آیا کرتے تھے اور آپ نے ایک موذن ان کے لیے مقرر کر دیا تھا جو ان کے لیے اذان دیتا تھا۔ آپ نے انہیں (ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو) حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔

فائدہ: ابوداؤد نے کہا کہ عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا مؤذن دیکھا تھا وہ ایک بوڑھا شیخ تھا۔

ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ سروجی نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خلاد انصاری ہیں' ابن قطان نے کہا ہے کہ ان کا حال مجھ کو معلوم نہیں اور ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں سے کیا ہے۔ اسی طرح عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

دوسری حدیث عبدالرزاق [2] نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے :

اَنَّهَا اَمَّتِ النِّسَآءَ فَقَامَتْ وَسَطَ الصَّفِّ۔

تحقیق انہوں نے امامت کی عورتوں کی اور درمیان صف کے کھڑی ہوئیں۔

تیسری حدیث روایت کی ابن ابی شیبہ [3] نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمار ذہبی سے اس نے روایت کی اپنی قوم کی ایک عورت سے اس کا نام حجیرہ تھا اس نے کہا :

اَمَّتْنَا اُمُّ سَلَمَةَ قَائِمَةً وَسَطَ النِّسَآءِ۔

امامت کی ہماری ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کھڑی ہوئیں درمیان عورتوں کے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے شرح درر البھیہ [4] میں کہا۔ علاوہ ازیں یہ حدیث مسند شافعی اور مسند عبدالرزاق اور دار قطنی میں بھی ہے اور عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابو ثور اور مزنی اور محمد بن جریر طبری کا بھی یہی مذہب ہے کہ عورتوں کی امامت جائز ہے۔

چوتھی حدیث بیہقی [5] نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور کہا :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا خَيْرَ فِيْ جَمَاعَةِ النِّسَآءِ اِلَّا فِيْ صَلٰوةٍ اَوْ جَنَازَةٍ۔

عورتوں کی جماعت میں بہتری نہیں ہے (یعنی عورتوں کا اکٹھا ہونا اچھا نہیں ہے) سوائے نماز پانچ وقتہ کے لیے یا نماز جنازہ کے لیے۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب امامۃ النسآء ج۔۱' ص۔۱۷۷' حدیث۔۵۹۲ (حسن)

(۲) روضۃ الندیہ شرح دررالبھیہ کتاب الصلاۃ فصل امامۃ النساء وسط الصف ج۔۱' ص۔۳۲۲ ودارقطنی وبیھقی وابن ابی شیبہ وحاکم۔

(۳) عینی شرح ھدایہ۔

(۴) روضۃ الندیہ کتاب الصلاۃ فصل امامۃ النساء وسط الصف ج۔۱' ص۔۳۲۲

(۵) روضۃ الندیہ کتاب الصلاۃ فصل امامۃ النساء وسط الصف ج۔۱' ص۔۳۲۳

مسئلہ نمبر ۱۷ نماز میں کانوں یا شانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بیان میں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا۔ (۱)
(اور مرد نماز میں) "اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر لے جائے اور عورت اپنے ہاتھ صرف شانوں تک اٹھائے۔"

یہ مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان تین احادیث سے خلاف کیا ہے' جو درج ذیل ہیں : ☆

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ۔ (۲)

تحقیق رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ شانوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ویسے ہی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے۔ آپ سجدوں میں ہاتھ اٹھانے کا یہ عمل نہیں کرتے تھے۔

دوسری حدیث ابی حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يُصْبِيُ رَاْسَهٗ وَلَا يُقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

انہوں نے نبی ﷺ کے دس صحابہ کی موجودگی میں کہا کہ رسول اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں' میں آپ سب سے زیادہ جانتا ہوں انہوں نے کہا تو بتاؤ (آپ کیسے نماز پڑھتے تھے؟) انہوں نے بتانا شروع کیا جب نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو شانوں تک ہاتھ اٹھاتے پھر اللہ اکبر کہتے۔ اس کے بعد آپ قراءت کرتے پھر تکبیر کہتے اور ہاتھ شانوں تک بلند کرتے اور رکوع میں چلے جاتے اور ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے پشت کو سیدھا کر لیتے اور سر کو نہ جھکاتے نہ پشت سے اوپر اٹھاتے پھر آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے

---

(۱) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلٰوۃ ج-۱' ص-۱۰۰' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولٰی ج-۲' ص-۲۱۸' حدیث-۷۳۵ ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج-۱' ص-۲۴۸' حدیث-۷۹۳ (صحیح)

☆ کانوں کو ہاتھ لگانے کا مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نہیں ہے' محض متاخرین کی اختراع ہے۔ مولانا لکھنوی رحمہ اللہ اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے علامہ قھستانی حنفی کی جامع الرموز سے حوالہ نقل کرتے ہیں : والمس لم یذکر...الخ کانوں کو چھونا متداول کتب فقہ میں نہیں' صرف قاضی خان اور ظہیریہ میں یہ فتویٰ ہے اور یہ کہنا کہ یہ کانوں کی برابری کی تحقیق کے لیے ہے' کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

حَمِدَهٗ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلاً ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِيْ اِلَى الْاَرْضِ سَاجِدًا فَيُجَافِيْ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ اِلٰى مَوْضِعِهٖ ثُمَّ يَنْهَضُ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ بَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِيْ فِيْهَا التَّسْلِيْمُ اَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ (۱)

پھر آپ رفع یدین کرتے اور سیدھے کھڑے رہتے۔ بعد ازاں اللہ اکبر کہتے اور سجدہ کے لیے زمین پر گر جاتے۔ ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھول رکھتے (یعنی ان کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا) پھر آپ سجدے سے سر اٹھاتے اور بلیاں پاؤں پھیر دیتے (بچھا دیتے) اور اس پر اچھی طرح بیٹھ جاتے۔ یہاں تک کہ ہرہڈی اپنی جگہ پر پہنچ جاتی پھر سجدہ کرتے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھتے اور اپنا بلیاں پاؤں بچھا کر اس پر اچھی طرح بیٹھ جاتے۔ بعد ازاں آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور اسی طرح دوسری رکعت میں بھی کرتے پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر آپ کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہاتھ شانوں تک اٹھاتے۔ جس طرح آپ نے آغاز نماز کے وقت تکبیر کہی تھی پھر آپ بیان کردہ طریقے کے مطابق پوری نماز ادا کرتے یہاں تک کہ جب آپ آخری سجدہ کرتے کہ جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا تھا تو اپنا بلیاں پاؤں اور پیچھے نکال لیتے اور کولہے کے بل بائیں جانب پر بیٹھ جاتے اور آخر سلام پھیر دیتے۔ موجود اصحاب نے کہا آپ نے سچ کہا۔ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تیسری حدیث بخاری میں ہے :

عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَا اَحْفَظُكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَاَيْتُهٗ اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَآءَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلاَ قَابِضَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَاِذَا جَلَسَ فِي

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے اصحاب رسول کی ایک جماعت میں کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کا طریقہ آپ سے زیادہ اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے آپ کو دیکھا جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو شانوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور پشت کو اتنا جھکاتے کہ گردن کے برابر ہو جاتی پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تاآنکہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر منکا اپنی جگہ پر آجاتا۔ اس کے بعد آپ سجدہ کرتے اور اپنے ہاتھ زمین پر بچھانہ دیتے اور نہ پہلوؤں سے ملا کر رکھتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب افتتاح الصلاۃ ج-۱' ص-۲۱۱' حدیث-۷۲۹ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج-۱' ص-۲۵۰' حدیث-۸۰۱ (صحیح) وابن ماجہ وترمذی ودارمی۔

الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ۔ (۱)

طرف کر لیتے پھر جب آپ دو رکعتوں کے بعد (تشہد) بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت کے بعد بیٹھتے تو بایاں پاؤں ذرا آگے بڑھا دیتے اور دوسرے کو کھڑا ہی رکھتے اور مقعد کے بل بیٹھ جاتے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے کہا ہے کہ اس سنت میں (یعنی مونڈھوں تک اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے میں) مرد اور عورتیں شریک ہیں (یعنی خواہ مرد مونڈھوں تک اٹھائے خواہ کانوں تک اسی طرح سے عورتیں خواہ مونڈھوں تک اٹھائیں خواہ کانوں تک) مرد اور عورتوں میں رفع الیدین کے اعتبار سے فرق کسی روایت میں نہیں ملتا اور یہ جو احناف کہتے ہیں کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھالیں اور عورتیں مونڈھوں تک اٹھائیں اور ان کا مونڈھوں تک اٹھانا ان کے ستر میں داخل ہے یہ بے دلیل بات ہے۔ ☆

مسئلہ نمبر ۱۸ صف میں اکیلا کھڑے ہونے کے بیان میں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :
وَقَدَّمْنَا كَرَاهَةَ الْقِيَامِ فِيْ صَفٍّ خَلْفَ صَفٍّ فِيْهِ فُرْجَةٌ لِلنَّهْيِ وَكَذَا الْقِيَامُ مُنْفَرِدًا وَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فُرْجَةً بَلْ يَجْذِبُ وَاحِدًا مِّنَ الصَّفِّ ذَكَرَهُ ابْنُ الْكَمَالِ لٰكِنْ قَالُوْا فِيْ زَمَانِنَا تَرْكُهُ أَوْلٰى فَلِذَا قَالَ فِي الْبَحْرِ يُكْرَهُ وَحْدَهُ إِلَّا إِذَا لَمْ يَجِدْ فُرْجَةً۔ (۳) "اور ہم اس سے پیشتر (باب الامامت میں) لکھ چکے ہیں کہ پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے جبکہ اگلی صف میں جگہ خالی ہو' اس کی ممانعت آتی ہے۔ اسی طرح پچھلی صف میں تنہا کھڑے ہونا بھی مکروہ ہے اگرچہ اگلی صف میں کوئی جگہ نہ پائے۔ ایسی صورت میں اگلی صف میں سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے برابر کر لے۔ اسے ابن کمال نے ذکر کیا ہے۔ تاہم علمائے احناف کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانہ میں (اگلی صف سے آدمی کو) نہ کھینچنا ہی بہتر ہے۔ اسی لیے بحرالرائق میں کہا ہے کہ اکیلے آدمی کی نماز مکروہ ہے۔ البتہ اگر اگلی صف میں خالی جگہ نہ پائے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔"

یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کا ہے' جبکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں حدیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى رَجُلًا يُصَلِّيْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُّعِيْدَ

حضرت وابصہ ابن معبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا وہ نمازیوں کی صف سے پیچھے اکیلا ہی نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ نماز دوبارہ پڑھو۔ اس حدیث کو امام احمد' ابوداؤد اور ترمذی

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشھد ج-۲' ص-۳۰۵' حدیث-۸۲۸ ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج-۱' ص-۲۴۸' حدیث-۷۹۲ (صحیح)

(۲) نیل الاوطار ج-۲' ص-۱۹۰

(۳) رد المختار (نمانیۃ الاوطار) وفتاوٰی عالمگیری۔

☆ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کے قائل ہیں۔

الصَّلٰوۃَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ وَصَحَّحَہٗ ابْنُ حِبَّانَ وَلَہٗ عَنْ طَلْقٍ لَا صَلٰوۃَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ وَزَادَ الطَّبْرَانِیُّ فِیْ حَدِیْثِ وَابِصَۃَ اَلَا دَخَلْتَ مَعَھُمْ اَوِجْتَرَرْتَ رَجُلًا۔ (۱)

نے روایت کیا ہے۔ آخرالذکر نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور اس نے طلق سے جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی اور وابصہ کی حدیث میں طبرانی نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ تو پہلی صف میں ہی کیوں نہ داخل ہو گیا یا اس میں سے کسی آدمی کو کیوں نہ کھینچ لیا۔

فائدہ: جو شخص اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھے امام احمد کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے۔ اور ان تینوں اماموں کی دلیل بھی وہ حدیث ہے جو بخاری میں ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف (جماعت میں شامل ہونے کے لیے) گئے جب آپ رکوع میں تھے (اور جماعت کرا رہے تھے) انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ بعد میں ان کے اس فعل کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کا اور زیادہ حریص بنا دے لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا۔ ابو داوٗد نے اس روایت میں یہ اضافہ (بیان) کیا۔ انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا پھر صف کی طرف گئے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ جو ابو داوٗد کی روایت میں ہے کہ پھر صف کی طرف چلے گئے' اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابی بکرہ رضی اللہ عنہ بحالت رکوع صف میں جا ملے تھے اکیلے صف کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے رہے تھے۔ لہٰذا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات کے لیے حجت نہیں ہو سکتی کہ صف کے پیچھے بھی اکیلے نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹ — رکوع' سجود' قومہ اور جلسہ میں طمانینت کا بیان

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک اور مسئلہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاَمَّا الْاِسْتِوَآءُ قَآئِمًا فَلَیْسَ بِفَرْضٍ وَکَذَا الْجَلْسَۃُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَالطَّمَانِیْنَۃُ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَھٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمُحَمَّدٍ۔ (۲)
"رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا نیز رکوع و سجود میں طمانینت بھی فرض نہیں۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد کا یہی مذہب ہے۔" جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد کا یہ مسلک ان دو احادیث کے خلاف ہے:

پہلی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ

ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشے میں تشریف رکھتے تھے۔ اس نے نماز پڑھی اور پھر آپ کے پاس آکر

---

(۱) صحیح ابوداوٗد کتاب الصلاۃ باب الرجل یصلی وحدہ خلف الصف ج۔۱' ص۔۲۰۰' حدیث۔۶۸۲ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجماعۃ ص۔۱۲۰' حدیث۔۳۰۹' ۳۱۰

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ج۔۱' ص۔۱۰۶ وفتاوٰی عالمگیری۔

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ وَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الَّتِيْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَآئِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَآئِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا۔ [1]

سلام عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے (صحیح طرح) نماز نہیں پڑھی۔" وہ آدمی واپس گیا اور نماز پڑھ کر پھر آیا اور سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور دوبارہ فرمایا "وہیں جاؤ اور نماز پڑھو' کیونکہ تم نے (صحیح طرح) نماز نہیں پڑھی۔" اس کے بعد تیسری یا چوتھی مرتبہ اس شخص نے عرض کی تو پھر رسول اللہ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر کہو اور قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہو اور آسانی سے پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو پھر رکوع جاؤ اور اطمینان سے رکوع کرو۔ بعد ازاں سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدے میں جاؤ اور اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو پھر سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سر اٹھاؤ اور (دوسری رکعت کے لیے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اسی طرح پوری نماز میں کرو۔

دوسری حدیث یہ ہے :

عَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَعِدْ صَلٰوتَكَ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ اُصَلِّيْ قَالَ اِذَا تَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَأَ فَإِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَمَكِّنْ رُكُوْعَكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ فَإِذَا رَفَعْتَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ وَارْفَعْ رَأْسَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِلسُّجُوْدِ فَإِذَا رَفَعْتَ

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے مسجد میں نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تم نے (صحیح طرح) نماز نہیں پڑھی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ" مجھے سکھا دیجئے کہ کیسے نماز پڑھوں۔" آپ نے فرمایا "جب تم قبلہ رو کھڑے ہو جاؤ تو تکبیر کہو پھر سورۃ فاتحہ پڑھو جتنا اللہ تعالیٰ پڑھنے کی توفیق دے (مراد ہے کوئی اور بھی سورت پڑھو) بعد ازاں جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھو اور خوب اچھی طرح رکوع کرو اور اپنی پشت کو پھیلا دو (ہموار رکھو) پھر جب سر اٹھاؤ تو کمر سیدھی کر لو اور سر کو بلند رکھو۔ اس طرح کہ ہڈیاں واپس جوڑوں میں آجائیں۔ اس کے بعد جب تم سجدہ کرو تو اچھی طرح سجدہ کرو اور سجدے سے سر اٹھاؤ تو اپنے

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاذان باب امر النبی الذی لا یقم رکوعہ بالاعادۃ ج-۲' ص-۲۷۶' حدیث-۷۹۳' وبلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ص-۷۷' حدیث-۲۶۴' ۲۶۵ ومسلم۔

فَاجْلِسْ عَلٰی فَخِذِكَ الْيُسْرٰی ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَسَجْدَةٍ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا اَمَرَكَ اللّٰهُ بِهِ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَاَقِمْ فَاِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَأْ وَاِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ۔ [1]

بائیں ران (کولہے) پر بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح ہر رکوع اور سجدے میں (عمل) کرو تاآنکہ تمہیں اطمینان ہو جائے۔ ☆ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد نے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یہی روایت بیان کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے اس کے مفہوم کو روایت کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وضو کرو پھر وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھو۔ بعدازاں نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو بصورت دیگر الحمدللہ' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ ہی پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [2] نے کہا کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابن حبان بھی لائے ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ طمانینت واجب ہے اور نیز یہ احادیث ان لوگوں کے موقف کی تردید کرتی ہیں کہ جن کے نزدیک طمانینت واجب نہیں اور ابوحنیفہ نے ان احادیث کی مخالفت کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہیں

ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد کا خلاف حدیث ایک اور مسئلہ ہے جو ہدایہ [3] میں لکھا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہیں اور اس باب میں ہدایہ کی عبارت مسئلہ نمبر ۱۹ میں اوپر مذکور ہوئیں۔

مسئلہ نمبر ۲۱ قومہ میں کھڑا ہونا فرض نہیں

ایک مسئلہ جس میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے خلاف حدیث موقف اختیار کیا ہے یہ ہے جو ہدایہ میں لکھا کہ قومہ میں کھڑا ہونا فرض نہیں۔ اور اس باب میں بھی ہدایہ کی عبارت مسئلہ نمبر ۱۹ میں اوپر گزری ہے اور یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ جبکہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد نے اس مسئلے میں بھی ان دونوں احادیث کی مخالفت کی ہے جو کہ مسئلہ نمبر ۱۹ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ ج۔۱' ص۔۲۴۲' حدیث۔۸۵۹ (حسن) حدیث۔۸۶۰ (حسن) حدیث۔۸۶۱ (صحیح) ومشکٰوۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلوۃ ج۔۱' ص۔۲۵۲' حدیث۔۸۰۴ (صحیح)

(۲) نیل الاوطار باب التعوذ بالقراءۃ ج۔۲' ص۔۲۰۴

(۳) ھدایہ جلد اول' باب صفۃ الصلٰوۃ ج۔۱' ص۔۱۰۶

☆ اس حدیث کا مدعا ومقصد بالکل واضح ہے کہ رکوع' سجود کے بعد والے اس قیام میں غایت درجہ اطمینان ہونا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۲۲ دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کا بیان

ایک مسئلہ جس میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے مخالف یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاسْتَوٰى قَائِمًا عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَقْعُدُ [1] "یعنی نمازی دوسرے سجدہ کے بعد جب سر اٹھائے تو بیٹھے نہیں بلکہ قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔" ☆

فائدہ: یعنی پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد جلسہ استراحت نہ کرے۔ یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل ان چار احادیث کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

پہلی حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ [2]

انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نماز پڑھتے تھے جب آپ نماز کی کوئی طاق رکعت ادا فرماتے تو اچھی طرح بیٹھے بغیر کھڑے نہ ہوتے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوسری حدیث ایوب سے روایت ہے' اس نے نقل کی ابی قلابہ سے اس نے کہا:

جَآءَ نَا مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَصَلّٰى بِنَا فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ لٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَالَ اَيُّوْبُ فَقُلْتُ لِاَبِيْ قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَالَ مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا يَعْنِيْ عَمْرَو بْنَ سَلَمَةَ قَالَ اَيُّوْبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ۔ [3]

ہمارے پاس مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ آئے اور ہمیں اپنی اس مسجد میں نماز پڑھائی پھر فرمایا میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں حالانکہ نماز پڑھانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں البتہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو دکھاؤں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے نماز پڑھاتے دیکھا ہے۔ ایوب کہتے ہیں اس پر میں نے ابوقلابہ سے پوچھا تو انہوں نے کس طرح نماز پڑھی۔ اس نے جواب دیا ہمارے اس شیخ کی طرح۔ اس کی مراد عمرو بن سلمہ سے تھی۔ ایوب کہتے ہیں اور وہ شیخ تکبیر کو پورا کرتا تھا اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتا تو بیٹھ جاتا اور زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا تھا۔

فائدہ: بخاری اور مسلم کی اس مضمون کی ایک حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابوداؤد اور دارمی کی اور ترمذی اور ابن ماجہ کی اسی مضمون کی ایک حدیث رفاعہ بن رافع کی روایت سے مسئلہ نمبر ۱۹ میں پہلے گزر چکی ہیں جو صاحب دیکھنا چاہتے ہوں وہاں سے دیکھ لیں۔

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ج-۱' ص-۱۱۰ وشرح وقایہ وکنز الدقائق وردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب من استوی قاعدا فی وتر من صلاته ثم نهض ج-۲' ص-۳۰۲' حدیث-۸۲۳ وترمذی ونسائی۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الرکعة ج-۲' ص-۳۰۳' حدیث-۸۲۴

☆ یہ بیٹھنا فقہاء کے یہاں جلسہ استراحت کے نام سے مشہور ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں اور التحقیق ج-۱' ص-۱۱۱ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ہی منقول ہے اور یہی ان کی شایان شان بھی ہے کیونکہ بے غبار سنتوں پر ان کا عمل پیرا ہونا معروف ہے۔

جلسہ استراحت میں بیٹھنا سنت ہے

ترمذی نے حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی ذیل میں کہا ہے' اسی پر بعض اہل علم یعنی صحابہ کا عمل ہے۔ ہمارے اصحاب بھی یہی کہتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد بیٹھ کر اٹھنا سنت نہیں۔ ☆

اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ترمذی میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قدموں کے کنارے پر کھڑے ہوتے تھے اور ترمذی نے کہا کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث خالد ابن ایاس سے مروی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ محدثین کے نزدیک خالد ابن ایاس ضعیف ہے جو لوگ اس جلسہ کے قائل نہیں ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا کہ وہ نماز میں قدموں کے کناروں پر اٹھتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی پائی جاتی ہے۔

پہلا جواب: اس کا یہ ہے کہ مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہو سکتا اور دلائل اس کے مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

دوسرا جواب: ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابیں کہ جن سے حنفیہ وغیرہ یہ آثار نقل کرتے ہیں طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں اور طبقہ ثالثہ کی کتابوں کی حدیث احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابلے میں تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اسی سبب سے سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے مسک الختام شرح بلوغ المرام میں کہا کہ جو احادیث اس جلسہ کے ترک کے بارے میں آئی ہیں ضعیف ہیں جیسا کہ تو بھی پہچانتا ہے اور جو احادیث اس جلسہ کے اثبات میں وارد ہیں صحیح ہیں۔ پس حدیث ضعیف حدیث صحیح کے معارض نہیں ہوئی۔ اب جبکہ حدیث معارض حدیث کے نہیں ہو سکتی تو پھر اثر صحابہ کس طرح کے معارض حدیث ہو سکتا ہے لیکن اس باب میں تو تنہا حدیث بخاری ہی اس جلسہ کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳ قعدہ کے بیان میں

ایک مسئلہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث کے مخالف ہے یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَجَلَسَ فِي الْاَخِيْرَةِ كَمَا جَلَسَ فِي الْاُوْلٰى۔ [1] "اور بیٹھے آدمی آخری قعدہ میں جیسے کہ پہلے قعدہ میں بیٹھا" اور یہ مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ابوحمید ساعدی کی ان دو احادیث کا جو کہ مسئلہ نمبر ۱۷ میں پہلے گزر چکی ہیں۔ ☆☆

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلاۃ ج-۱' ص-۱۱۱' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار' فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دو سجدوں کے بعد تھوڑا سا بیٹھ کر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے اُٹھنا چاہیے۔ اور اسی کو جلسہ استراحت کہتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مسئلہ کا خلاف کرتے ہیں۔

☆☆ اُن احادیث میں ہے کہ دوسرے تشہد میں اپنا بایاں پاؤں دائیں ٹانگ کے نیچے سے نکال لے اور کولہے کے بل بائیں جانب بیٹھ جائے' جو کہ صحیح مسئلہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴ مغرب کی نماز سے قبل نفل پڑھنے کا بیان

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مسئلہ جو رسول ﷺ کی چھ احادیث کے خلاف ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَا يَتَنَفَّلُ بَعْدَ الْغُرُوْبِ قَبْلَ الْفَرْضِ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَاْخِيْرِ الْمَغْرِبِ۔ [1] "اور (نمازی) سورج غروب ہونے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے نفل نہ پڑھے اس لیے کہ اس طرح نماز مغرب میں تاخیر ہو جاتی ہے۔" ☆

فائدہ: یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس پر کہ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد اور نماز مغرب سے پہلے بھی نفل پڑھنے درست نہیں۔

یہ مذہب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے مندرجہ ذیل ان چھ احادیث کا۔

پہلی حدیث عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً۔ [2]

یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا نماز پڑھو نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو نماز مغرب سے پہلے پھر تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے۔ آپ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ لوگ ان نوافل کو سنت بنا لیں انہیں پابندی سے پڑھنے لگیں۔

فائدہ: یعنی دوبار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھو مغرب کی نماز فرض سے پہلے اور تیسری بار تو یہ بھی فرمایا کہ جو چاہے پڑھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز سنت موکدہ نہیں مستحب ہے۔

دوسری حدیث صحیح ابن حبان میں انہیں سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ۔ [3] تحقیق نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔

تیسری حدیث صحیح مسلم میں مختار بن فلفل سے روایت ہے :

وَكُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان رکعتوں کو پڑھتے تھے؟ تو جواب میں کہا کہ آپ ہمیں

---

(۱) ہدایہ باب کتاب الصلوٰۃ' جلد اول' شرح وقایہ' کنزالدقائق' درالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۲) بخاری کتاب التہجد باب الصلاۃ قبل المغرب ج-۳' ص-۵۹' حدیث-۱۱۸۳ ومشکوۃ باب السنن جلد اول۔

(۳) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلوۃ التطوع ص-۱۰۵' حدیث-۳۵۲' ۳۵۳ وصحیح مسلم

☆ مولانا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب السعایہ میں اس مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ : اقول عبارات اکثر فقهائنا یکره التنفل ...الخ (ترجمہ) کہتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور وہ اس میں علت یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مغرب کی نماز کو تاخیر ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے ان کا مقصد ہے کہ مغرب سے قبل لمبی رکعت کے ساتھ نفل پڑھنا مکروہ ہے' جیسا کہ علت کے منطوق سے عیاں ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کبھی مختصر وقت میں نفل پڑھ لیے جائیں کہ ان کی وجہ سے نماز میں تاخیر نہ ہو تو یقیناً مکروہ نہیں ہے۔

صَلاَّهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا۔

یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن نہ حکم دیتے تھے اور نہ منع فرماتے تھے۔

سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرَ يَضْرِبُ الْاَيْدِیَ عَلٰی صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ۔ [1]

پوچھا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حال نفل کا پیچھے عصر کے پس کہا تھے عمر رضی اللہ عنہ مارتے تھے اس کے ہاتھوں کو کہ نیت باندھنا نماز کی پیچھے نماز عصر کے۔

چوتھی حدیث صحیح مسلم میں انہیں سے روایت ہے کہ :

كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِیَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا۔ [2]

ہم مدینہ میں تھے جب مؤذن نماز مغرب کی اذان کہتا تو صحابہ جلدی جلدی مسجد کے ستونوں کا قصد کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے ان دو رکعتوں کے پڑھنے والے اتنے زیادہ ہوتے کہ اگر مسجد میں کوئی اجنبی اور مسافر آجاتا تو گمان کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔

پانچویں حدیث مرثد بن عبداللہ یزنی سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرِ الْجُهَنِیَّ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِیْ تَمِيْمٍ يَّرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ۔ [3]

میں عقبہ بن عامر جہنی کے پاس آیا اور کہا کیا میں آپ کو ابی تمیم کے فعل سے تعجب میں نہ ڈالوں۔ وہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ عقبہ نے کہا (اس میں تعجب کی کیا بات ہے) یہی عمل رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم خود کیا کرتے تھے۔ اس پر میں نے پوچھا تو اب یہ کام کرنے سے آپ کو کیا امر مانع ہے؟ کہنے لگے دنیا کے کام کاج۔

چھٹی حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونوں اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' پھر تیسری بار فرمایا اس شخص کے لیے جو چاہے۔

فائدہ: مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ امام احمد اور اسحاق اور اصحاب حدیث کا مذہب یہی ہے کہ قبل نماز مغرب دو رکعتیں پڑھنی مستحب ہیں۔

کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد غروب آفتاب اور قبل نماز مغرب بسبب دیر ہو جانے کے یہ دو

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب ج۔۶' ص۔۳۶۲' حدیث۔۱۹۳۵

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها ج۔۶' ص۔۳۶۲' حدیث۔۱۹۳۶

(۳) صحیح بخاری کتاب التهجد باب الصلٰوۃ قبل المغرب ج۔۳' ص۔۵۹' حدیث۔۱۱۸۴

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء ج۔۲' ص۔۱۱۰' حدیث۔۶۲۷ ومشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ فضل الاذان واجابة المؤذن ج۔۱' ص۔۲۰۹' حدیث۔۶۶۲

رکعتیں پڑھنا جائز نہیں ہیں تو یہ ان کی لڑائی سنت کے ساتھ ہے' انتھی۔ اور یہ جو بعض حنفیہ سوال از آسمان جواب از ریسمان کے مصداق دو رکعت مذکور کے درست نہ ہونے کے لیے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کے طور پر یہ دو احادیث پیش کرتے ہیں۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم [1] میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نفل نماز نہ پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ ☆

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ بعد غروب آفتاب اور قبل نماز مغرب نفل پڑھنے جائز نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ بعد نماز عصر آفتاب کے غروب ہونے تک نماز پڑھنا درست نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے مذکورہ رکعتوں کے ناجائز ہونے پر استدلال درست نہیں۔

دوسری حدیث صحیح مسلم میں روایت ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا تین اوقات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع کرتے تھے کہ ہم ان میں نماز پڑھیں یا اپنے مردے دفن کریں۔ طلوع آفتاب کے وقت تاآنکہ آفتاب بلند ہو جائے اور ٹھیک دوپہر کا وقت تاآنکہ سورج ڈھل جائے اور غروب آفتاب کا وقت یہاں تک کہ سورج اچھی طرح غروب ہو جائے۔ [2]

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بھی سوال از آسمان و جواب از ریسمان والی بات ہے۔ اس حدیث سے غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتوں کے ناجائز ہونے پر کس طرح دلیل پکڑی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت اور طلوع و غروب آفتاب کے وقت نفل پڑھنا درست نہیں۔ اس حدیث سے تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ غروب آفتاب کے بعد بھی نفل پڑھنے جائز نہیں ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۵ سنتوں کے بیان میں

ایک مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث کے مخالف ہے وہ یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَوْ تَكَلَّمَ بَيْنَ السُّنَّةِ وَالْفَرْضِ لاَ يَسْقُطُهَا وَلٰكِنْ يَنْقُصُ ثَوَابُهَا وَقِيْلَ تَسْقُطُ۔ [3] "اور اگر نمازی سنت اور فرض کے درمیان کلام کرے تو اس (کلام) سے سنتیں ٹوٹتی تو نہیں البتہ ان کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔"

یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کرتے ہیں۔

پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ وَاِلاَّ اضْطَجَعَ۔ [4]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعات (سنت کی) پڑھ لیتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے گفتگو فرماتے' بصورت دیگر لیٹ جاتے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین وقصرھا باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا ج۔۶' ص۔۳۵۲' حدیث۔۱۹۲۰

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا ج۔۶' ص۔۳۵۴' حدیث۔۱۹۲۶

(۳) درمختار' فتاوٰی عالمگیری وذخیرۃ العقبی۔

(۴) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج۔۶' ص۔۲۶۶' حدیث۔۱۷۲۹

☆ یہاں مراد عام نفلی نماز ہے لیکن اگر کوئی سببی نفلی نماز ان مذکورہ اوقات میں آجائے تو وہ منع نہیں ہے' جیسے طواف کی دو رکعتیں۔

دوسری حدیث دارمی میں انہیں سے روایت ہے، کہا کہ :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ كَلَّمَنِىْ بِهَا وَاِلاَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

رسول اکرم ﷺ جب نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت ادا کر لیتے تو پھر اگر آپ کو مجھ سے کوئی کام ہوتا تو اس کے بارے میں گفتگو فرماتے بصورت دیگر نماز کے لیے نکل جاتے۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد کلام کرنا مباح ہے اور ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر ۳۶ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان دائیں جانب پر لیٹنا

ایک مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جو رسول اللہ ﷺ کی تین احادیث کے خلاف ہے یہ ہے جو ردالمختار شرح درالمختار میں لکھا ہے : وَحَاصِلُهٗ اَنَّ اضْطِجَاعَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّمَا كَانَ فِىْ بَيْتِهٖ لِلْاِسْتِرَاحَةِ لاَ لِلتَّشْرِيْعِ۔ کلام ماسبق کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے گھر میں (فجر کی سنتوں اور فرض نماز کے درمیان) لیٹنا آرام کی غرض سے ہوتا تھا نہ کہ ضابطہ شریعت بنانے کے لیے۔

فائدہ: یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس بات پر کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فجر کی سنت اور فرض کے درمیان لیٹنا سنت نہیں، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(پہلی حدیث) ---- صحیح بخاری میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا :

كَانَ النَّبِىُّ ﷺ اِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ۔ (۲)

نبی ﷺ جب فجر کی دو رکعت (سنت) نماز پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔

(دوسری حدیث) ---- مسند امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے دائیں پہلو پہ لیٹ جائے (تھوڑی دیر کے لیے)۔

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے بخاری اور مسلم کی شرط پر۔ راقم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص بعد نماز تہجد سنت فجر پڑھنے سے پیشتر بھی لیٹ جایا کرے تو بھی کفایت کرتا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج-٦، ص-٢٦٦، شرح حدیث-١٧٢٩

(۲) صحیح بخاری کتاب التهجد باب الضجعة على الشق الایمن بعد رکعتی الفجر ج-٣، ص-٤٣، حدیث-١١٦٠

(۳) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ التطوع ص-١٠٦، حدیث-٣٥٧ وصحیح ابی داؤد کتاب الصلاۃ تفریع صلاۃ السفر باب الاضطجاع بعدها ج-١، ص-٣٤٦، حدیث-١٢٦١ (صحیح)

(تیسری حدیث)---- صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً یُوْتِرُ مِنْھَا بِوَاحِدَۃٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْھَا اضْطَجَعَ عَلٰی شَقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ۔ [1]

تحقیق رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعت نماز (تہجد) پڑھتے جن میں سے ایک رکعت وتر ہوتی۔ جب آپ اس سے فارغ ہو جاتے تو دائیں جانب پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس آتا اس وقت آپ دو ہلکی رکعتیں اور پڑھتے۔

فائدہ: ابن حزم نے کہا کہ فجر کی سنتوں کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹنا فرض ہے [2] جو شخص سنت و فرض کے درمیان لیٹنا ترک کرے گا نماز اس کی باطل ہو جائے گی اور بعض علماء نے اس کی تائید میں ایک بڑی جلد تصنیف کی ہے۔ شیخ ابن عربی صاحب فتوحات اور ان کے سوا دوسرے مشائخ طریقت کا بھی یہی مذہب ہے' انتھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء جو کہ سنت فجر اور فرض کے درمیان لیٹنا سنت نہیں جانتے ہیں ان کی دلیل یہ دو احادیث ہیں۔

پہلی حدیث [3] رزین نے نافع سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر لیٹ گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے مرد تیرے لیٹنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے چاہا کہ سنت اور فرض نماز میں فصل کروں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سلام سے بڑھ کر کون سا فصل ہے۔ وہ شخص بولا مگر یہ تو سنت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ یہ بدعت ہے۔ (سو اس کا جواب دو طرح پر ہے۔)

پہلا جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس فعل کو بدعت کہنا محض خطا ہے کہ ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت) پڑھے تو اسے چاہیے کہ دائیں جانب پر (ذرا) لیٹ جائے۔ [4]

دوسرا جواب: مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہو سکتا اور دلائل اس کے مسئلہ چہارم میں پہلے گزر چکے ہیں۔

دوسری حدیث ابن ابی شیبة [5] میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان میں داہنی کروٹ پر لیٹنے سے انکار کیا ہے اور ابراہیم نخعی تابعی نے اس کو ضجعت الشیطان کہا ہے۔ اس کا جواب بھی دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ روایت بھی موقوف ہے۔

دوسرا جواب: کتاب ابن ابی شیبہ کہ جس کی یہ روایت ہے طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی روایت حدیث مرفوع کے مقابلہ میں لائق حجت نہیں ہوتی' اس کے دلائل مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶' ص-۲۵۹' حدیث-۱۷۱۴

(۲) سفر السعادت --- ومواھب الدنیہ۔

(۳) مواھب الدنیہ۔

(۴) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ تفریع صلاۃ السفر باب الاضطجاع بعدھا ج-۱' ص-۳۴۶' حدیث-۱۲۶۱ (صحیح)

(۵) مواھب الدنیہ۔

مسئلہ نمبر ۲۷ فجر کی نماز کھڑی ہو تو سنتیں پڑھنے کا بیان

ایک مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا جو حدیث کے مخالف ہے وہ یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنِ انْتَهٰى اِلَى الْاِمَامِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَهُوَ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِنْ خَشِيَ اَنْ تَفُوْتَهٗ رَكْعَةٌ وَيُدْرِكَ الْاُخْرٰى يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ۔ [1] "یعنی فجر کے نماز کے وقت اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور دیکھے کہ فرضوں کی جماعت ہو رہی ہے لیکن اس شخص نے دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھی تو اس صورت میں اگر وہ ڈرتا ہے کہ میری سنتیں پڑھنے سے ایک رکعت جماعت کی جاتی رہے گی اور ایک رکعت مل جائے گی تو چاہیے کہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازے پر پہلے پڑھ لے پھر جماعت میں داخل ہو جائے۔"

فائدہ: یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس بات پر کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر صبح کے فرضوں کی جماعت ہو رہی ہو تو جس شخص نے سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ پہلے مسجد کے دروازہ پر سنتیں پڑھ لے۔ اس کے بعد جماعت میں شامل ہو جائے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ ☆

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف کیا ہے جو کہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ۔ [2]	جب فرض نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو اس وقت فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ: یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ فرض نماز کی تکبیر کے بعد نہ نفل پڑھنے درست ہیں اور نہ سنت خواہ وقت فجر کی نماز کا ہو خواہ ظہر کی نماز کا خواہ عصر وغیرہ کا اور یہی مذہب امام شافعی اور جمہور علما کا ہے۔

نیز اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے اور حنفیہ جو حدیث مذکور کو نہیں مانتے ہیں سو وہ اس بات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو کہ بیہقی میں اس طرح سے آئی ہے : اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ اِلَّا رَكْعَتَيِ الصُّبْحِ۔ [3] "یعنی جس وقت کہ کھڑی کی جائے نماز یعنی تکبیر ہو فرضوں کی پس نہیں ہے کوئی نماز سوائے نماز فرض کے مگر دو رکعتیں صبح کی۔"

جواب: اس زیادتی کا یہ ہے کہ اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ فوائد المجموعۃ فی احادیث الموضوعہ میں لکھا ہے کہ بیہقی نے کہا کہ اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں۔ اس لیے کہ اس حدیث میں حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر دونوں راوی ضعیف ہیں اور تقریب التہذیب ہی میں لکھا ہے کہ حجاج بن نصیر راوی ضعیف ہے

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب ادراک الفریضۃ ج۔۱، ص۔۱۵۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق، درالمختار اور فتاوٰی عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ ج۔۵، ص۔۲۲۸، حدیث۔۱۶۴۲

(۳) فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ۔

☆ اگر مقلد حضرات سے گذارش کریں کہ اس مسئلہ کے بارے میں حدیث میں مسئلہ اس طرح آتا ہے کہ جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو کوئی اور نماز نہیں ہوتی، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو حنفی ہیں۔ افسوس! کیا حنفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے روگردانی کا نام ہے؟

اور تقریب التہذیب[1] ہی میں لکھا ہے کہ عباد بن کثیر ثقفی مصری متروک ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ عباد بن کثیر جھوٹی احادیث روایت کیا کرتا تھا' انتھی۔ اور کہا ترمذی نے کہ حجاج بن نصیر کی احادیث ضعیف ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۸ فجر کی سنتیں نماز فجر اور طلوع آفتاب کے بعد ادا نہ کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِذَا فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ لاَ يَقْضِيْهِمَا قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ لِاَنَّهٗ يَبْقَىٰ نَفْلاً مُطْلَقًا وَهُوَ مَكْرُوْهٌ بَعْدَ الصُّبْحِ وَلاَ بَعْدَ اِرْتِفَاعِهَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ۔[2] "یعنی اور اگر سنت فجر کی فوت ہو جائے تو قضا نہ کرے جب تک کہ آفتاب نہ نکلے (کیونکہ فرض تو پڑھ چکا) صرف نفل باقی رہے اور نفل مکروہ ہیں صبح کے بعد اور طلوع آفتاب کے بعد اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابویوسف رحمہ اللہ کا ہے۔" مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد ابویوسف نے اس مسئلے میں ان چار احادیث کے خلاف کیا ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنِ اِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ وَوَصِيْفُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ بِالطَّاكِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ ابْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَسَدُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَيْسِ بْنِ قَهْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الصُّبْحَ وَلَمْ يَكُنْ رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ۔[3]

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اور وصیف بن عبداللہ الحافظ نے طاکیہ میں حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے ربیع بن سلیمان نے حدیث بیان کی۔ اس نے کہا ہم سے اسد بن موسیٰ نے حدیث بیان کی۔ اس نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا۔ اس نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے اپنے باپ سے روایت کی' اس نے اپنے دادا قیس بن قہر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی اور انہوں نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا وہ کھڑے ہو گئے اور سنتیں) پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ ان کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن آپ نے اسے معیوب سمجھ کر منع نہیں فرمایا۔

(۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ جَآءَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَصَلّٰى مَعَهٗ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا هَاتَانِ

یحییٰ بن سعید اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آئے تو نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو وہ کھڑے ہو گئے اور فجر کی سنتیں پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا یہ کیسی رکعتیں ہیں؟ انہوں نے

---

(۱) ترمذی ص-۵۶۰ وھدایہ باب کتاب الصلوٰۃ جلد اول' ص-۱۵۷

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب ادراک الفریضۃ ج-۱' ص-۱۵۲' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۳) ابن حبان فی صحیحہ التقاسیم والانواع۔

الرَّكْعَتَانِ قَالَ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُهُمَا قَبْلَ الْفَجْرِ فَسَكَتَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ الْجَذْرِيُّ رَوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ)

جواب دیا میں فجر سے پہلے انہیں نہیں پڑھ سکا تھا۔ آپ سن کر خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔ (اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور جذری نے کہا ہے کہ اس کے تمام روات ثقہ ہیں)

(۳) عَنِ الْحَسَنِ بْنِ زَكْوَانَ عَنْ عَطَآءِ ابْنِ اَبِيْ رِبَاحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلاً يُصَلِّيْ بَعْدَ الْغَدَاةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهٗ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى وَقَالَ الْعَرَاقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ)

حسن بن زکوان' عطاء بن ابی رباح سے اور وہ انصار کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز فجر کے بعد نماز پڑھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میں فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہیں پڑھ سکا تھا۔ انہیں میں نے اب پڑھا ہے۔ تو آپ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ (اس حدیث کو ابن حزم نے محلّٰی میں روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے)

(۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔ (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہ پڑھی ہوں وہ انہیں طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا)

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اس حدیث کو مگر اسی سند سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی مروی ہے اور اسی پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور سفیان ثوری' شافعی' احمد' اسحاق اور ابن مبارک بھی یہی کہتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ (۲) نے کہا کہ یہ احادیث (یعنی جو کہ اوپر مذکور ہوئیں) دلیل ہیں اس پر کہ جائز ہے قضا کرنا نوافل راتبہ کا خواہ عذر سے نہ پڑھے گئے ہوں' خواہ بغیر عذر کے۔ عبداللہ کا یہی مذہب ہے اور تابعین میں سے عطا اور طاؤس اور قاسم بن محمد کا اور ائمہ میں سے ابن جریج اور اوزاعی کا اور قول جدید شافعی کا اور محمد اور اسحاق اور محمد بن حسن اور مزنی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ جس کی کوئی چیز سنن راتبہ میں سے فوت ہو جائے اسے چاہیے کہ ان کو ادا کرے چاہے مکروہ اوقات میں ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۹ — فرض نمازیں جمع نہ کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ فَرْضَيْنِ فِيْ وَقْتٍ بِعُذْرِ سَفَرٍ وَمَطَرٍ۔ (۳) "اور جمع کرنا دو فرض نمازوں کا ایک وقت میں جائز نہیں سفر اور بارش کے عذر سے۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا اس مسئلے میں حسب ذیل آٹھ احادیث کے خلاف ہے۔

---

(۱) ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فیمن تفوتہ الرکعتان قبل الفجر یصلیھما بعد الصبح۔

(۲) نیل الاوطار ج-۳' ص-۲۸

(۳) درالمختار (غایۃ الاوطار)' شرح وقایہ' کنز الدقائق' فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خان۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰی ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ۔ (۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ سفر کے دوران نماز ظہر اور عصر جمع کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء بھی جمع کر لیتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کا جمع کرنا درست ہے خواہ ظہر کے وقت ظہر کے ساتھ ہی عصر پڑھ لی یا عصر کے وقت عصر کے ساتھ ظہر پڑھ لے۔ اسی طرح مغرب کے وقت مغرب کے ساتھ بھی عشا کو پڑھ لی یا عشاء کے وقت عشاء کے ساتھ اسی وقت مغرب پڑھ لے اور یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور حنفیہ کے نزدیک جمع کرنا نماز کا محمول ہے جمع صوری پر یعنی ظہر آخر وقت میں پڑھے اور عصر اول وقت میں، مگر یہ بات صریحاً اس حدیث اور آئندہ احادیث کے بھی خلاف ہے۔

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَاِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰی يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِی الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَاِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰی يَنْزِلَ الْعِشَآءَ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ) (۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے دوران ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر لیتے تھے اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا اور اگر آپ سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کر جاتے تو ظہر کو نماز عصر کے وقت تک موخر کر لیتے۔ ایسا ہی نماز مغرب کے سلسلہ میں بھی کرتے۔ اگر کوچ سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز بھی پڑھ لیتے اور اگر غروب آفتاب سے پہلے کوچ کر جاتے تو نماز مغرب کو عشاء تک موخر کر لیتے پھر دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھتے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے)

(۳) وَعَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَكَانَ يُصَلِّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ جَمِيْعًا۔ (۳)

انہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو (دوران سفر) آپ نماز ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھتے تھے اور مغرب اور عشاء کو بھی جمع کر کے ہی پڑھتے رہے۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلاة باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ج-۲' ص-۵۷۹' حدیث-۱۱۰۸ ومشکوۃ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ السفر ج-۱' ص-۴۲۲' حدیث-۱۳۳۹

(۲) صحیح سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ تفریع صلاۃ المسافر باب الجمع بین الصلاتین ج-۱ ص-۳۳۰' حدیث-۱۲۰۸ ومشکوۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوۃ السفر ج-۱' ص-۴۲۴' حدیث-۱۳۴۴ (صحیح)

(۳) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر ج-۵' ص-۲۲۲' حدث-۱۶۲۹

(۴) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَاِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ۔ (۱) (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ الْحَاكِمِ فِي الْاَرْبَعِيْنَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ثُمَّ رَكِبَ وَلِاَبِيْ نُعَيْمٍ فِيْ مُسْتَخْرَجِ مُسْلِمٍ كَانَ اِذَا كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَزَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا ثُمَّ ارْتَحَلَ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر پر روانہ ہو جاتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کر لیتے پھر اترتے اور رواں نماز میں جمع کر کے پڑھتے۔ اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔ (اسے امام بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے) اور اربعین میں حاکم کی ایک روایت میں بسند صحیح وارد ہے کہ آپ ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھ کر سوار ہوتے تھے۔ اور مستخرج مسلم میں ابونعیم کی ایک روایت ہے کہ جب آپ سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے پھر کوچ فرما جاتے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ فِيْ سَفَرَةٍ سَافَرَهَا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ قَالَ سَعِيْدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اُمَّتَهٗ۔ (۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک سفر میں نمازیں جمع کیں اور اس کی صورت یہ تھی کہ آپ ایک وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کرتے تھے اور دوسرے وقت میں مغرب اور عشاء کو۔ سعید کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ کو نمازیں جمع کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اپنی امت کو تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

فائدہ: ترمذی نے حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ذیل میں کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی' ابن عمر' انس' عبداللہ بن عمر' حضرت عائشہ' ابن عباس' اسامہ بن زید اور جابر رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے اور شافعی بھی اس کے قائل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق دونوں کہتے تھے کہ کوئی خوف کی بات نہیں اگر کوئی سفر میں ان دونوں اوقات میں سے کسی ایک وقت میں دو نمازیں جمع کر لے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ امام شافعی اور اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ جائز ہے جمع کرنا ظہر اور عصر کا ان کے دونوں وقتوں میں سے جس میں چاہے جب سفر طویل ہو اور چھوٹے سفر میں نماز جمع کرنے کے جواز میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور اس کے دونوں قولوں میں بہت صحیح قول اس کا یہ ہے کہ جس سفر میں قصر کرنا نماز کا درست نہیں اس میں جمع کرنا بھی درست نہیں اور سفر طویل سے مراد اڑتالیس میل ہاشمی ہیں اور وہ درمیانی دو منزلیں ہوتی ہیں' انتھی ملخصًا۔ (۳)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ باب اذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس ج-۲' ص-۵۸۳' حدیث-۱۱۱۲ وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر ج-۵' ۲۲۰' حدیث-۱۶۲۳

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر ج-۵' ص-۲۲۲' حدیث-۱۶۲۸

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ المسافرین جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر ج-۵' ص-۲۱۹' شرح حدیث-۱۶۱۹

امام شوکانی رحمہ اللہ[1] نے کہا ہے کہ مسافر کے لیے اذان و اقامت کا تقدیم و تاخیر کے ساتھ نماز جمع کرنا درست ہے یعنی ظہر کے ساتھ عصر پڑھے یا عصر کے ساتھ ظہر ملا دے اسی طرح مغرب کے ساتھ عشا پڑھے یا عشا کے ساتھ مغرب ملا دے' انتھی۔ اور حنفیہ جو نماز ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشا کو سفر میں جمع کر کے پڑھنا درست نہیں جانتے سو ان کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل بخاری'[2] مسلم' ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھی ہو کوئی نماز بغیر اپنے وقت کے مگر دو نمازیں کہ جنہیں آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں جمع کیا اور فجر کی نماز اس دن آپ نے قبل از وقت پڑھی' سو اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ (سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا نماز کو جمع کر کے (پڑھنے کو) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سوائے مزدلفہ کے نہ دیکھنا مضر مقصود نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ نقل عدم ہے نہ عدم ہے نہ عدم نقل اور مثبت مقدم ہے منافی پر نیز یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بہت سی چیزوں کو بھلا دیا تھا۔ لہٰذا اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ نماز کو جمع کر کے پڑھنے کو بھی بھلا دیا ہو اس کا بیان بلاغ المبین کی جلد اول میں رفع الیدین کے بیان میں مفصل لکھا گیا ہے۔

دوسرا جواب: ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے تھے جیسا کہ محدث اسلام اللہ نے محلّٰی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ میں نے مسند ابی یعلی میں بطریق ابی لیلیٰ دیکھا اس نے روایت کی ابی قیس ازدی سے اور اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے' انتھی۔

دوسری دلیل' اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النسآء۔۱۰۳) بیشک نماز ایمانداروں پر ایک ایسا فرض ہے جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے۔

اس کا جواب چار طرح پر ہے۔

پہلا جواب: تعیین اوقات نماز جس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ہے اسی طرح سے جمع کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فعل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمع کی سو جو کوئی اس آیت سے سفر میں نماز جمع نہ کرنے کے لیے دلیل پکڑتا ہے وہ ٹھیک نہیں کرتا۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔

دوسرا جواب: عمل کلام اللہ پر اگرچہ حدیث سے مقدم ہے تو پھر نماز کا قصر کرنا بالکل درست نہیں حالانکہ قصر کرنا آپ کے نزدیک واجب ہے اور کلام اللہ کے خلاف ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر کافروں کا خوف ہو تب قصر کرو۔

---

(۱) درر البھیہ باب صلٰوۃ المسافر ج۔۱' ص۔۳۸۵

(۲) تیسیر الوصول۔

اگر کوئی یہ کہے کہ نماز کا قصر کرنا اللہ کا صدقہ قبول کرنا ہے اور نہ قصر کرنا اس کا احسان رد کر دینا ہے اور یہ گناہ ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ کلام اللہ کے مضامین رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے پر ہی منحصر ہیں اور جمع کرنا نماز کا رسول اللہ ﷺ کے فعل سے خوب ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آیت اِنَّ الصَّلٰوةَ الخ' سے جمع صلوۃ کے عدم جواز پر حجت پکڑنا نامقبول ہے۔

تیسرا جواب: کلام اللہ کے مضامین سے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اور کوئی واقف نہیں اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ذرہ برابر بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ پس سفر میں نماز کا جمع کرنا اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور آیت مذکور کے خلاف ہوتا تو اسی وقت وحی نازل ہوتی اور جمع کرنے سے منع کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا سفر میں جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ناپسند نہیں۔

چوتھا جواب: بحکم آیت مذکور اگر نماز کا جمع کرنا آپ کے نزدیک منع ہے تو پھر مزدلفہ میں جو آپ نماز جمع کر کے پڑھنے کے قائل ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ قرآن سے تو یہ ثابت ہی نہیں اور اگر یہ کہو کہ حدیث سے ثابت ہے۔

جواب: سفر میں جمع کرنا ہی حدیث ہی سے ثابت ہے پھر آپ اس کو کیوں نہیں درست جانتے اور اس کا کیوں انکار کرتے ہو۔ غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو چھوڑنے اور غیر کی تقلید کرنے سے یہ سب خرابیاں لازم آئیں اور حق یہ ہے کہ سفر میں جمع کرنا نماز کا تو ایک طرف رہا اگر کسی بڑی ضرورت کے لیے گھر میں بھی کوئی کبھی جمع کر لے تو بھی گناہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

(٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِیْعًا بِالْمَدِیْنَةِ فِیْ غَیْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ قَالَ اَبُوْ الزُّبَیْرِ فَسَاَلْتُ سَعِیْدًا لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَاَلْتُ ابْنُ عَبَّاسٍ كَمَا سَاَلْتَنِیْ فَقَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا یُحْرِجَ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِهٖ۔ [1]

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز مدینہ میں سوائے سفر کے جمع کر کے پڑھی ابوالزبیر نے کہا تو میں نے سعید سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کیا۔ سعید نے کہا میں نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا جیسا کہ تو نے مجھ سے پوچھا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا یہ تھی کہ اپنی امت میں سے کسی کو تنگی میں مبتلا نہ کریں۔

(٧) وَعَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمَدِیْنَةِ فِیْ غَیْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ فِیْ حَدِیْثِ وَكِیْعٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَالَ كَیْلَا یُحْرِجَ اُمَّتَهٗ وَفِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا اَرَادَ اِلٰی ذٰلِكَ قَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا

اور انہیں سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کے اور مغرب اور عشاء کے درمیان مدینہ میں نماز جمع کی آپ کو نہ تو کوئی خوف لاحق تھا اور نہ بارش ہو رہی تھی اور وکیع کی حدیث میں ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ابی معاویہ کی حدیث میں ہے کہ

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین ج۔۵' ص۔۲۲۲' حدیث۔۱۶۲۸

يُخرِجَ أُمَّتَهٗ۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اس سے ارادہ کیا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا اس سے یہ تھی کہ آپ کی امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

(۸) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ قَالَ اَيُّوْبَ لَعَلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى۔ [2]

اور انہیں سے روایت ہے کہ کہا نماز پڑھی نبی ﷺ نے مدینہ میں سات اور آٹھ رکعتیں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی ابوایوب (سختیانی) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا) شاید یہ بارش کی رات کا واقعہ ہو (جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) شاید۔ (تیسیر الاصول)

فائدہ: سات سے سات رکعتیں مراد ہیں تین مغرب کی اور چار عشاء کی اور آٹھ سے رکعتیں مراد ہیں چار ظہر کی اور چار عصر کی۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ائمہ میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ ضرورت کے تحت گھر میں نماز جمع کرنا بھی اس شخص کے لیے جائز ہے جو اس کو عادت نہ بنا لے۔ اصحاب مالک میں سے یہ قول ابن سیرین اور اشہب کا ہے۔ خطابی نے اسے قفال شاشی کبیر سے حکایت کیا ہے۔ اس نے اصحاب شافعی سے اس نے ابی اسحاق مروزی سے اور اس نے جماعت اصحاب حدیث سے اور اسی کو ابن المنذر نے اختیار کیا ہے اور ظاہر قول ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس کی تائید کرتا ہے اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اُمَّتَهٗ "یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔" اس کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی علت بیان نہیں کی نہ بیماری اور نہ کوئی اور چیز واللّٰہُ اَعْلَمُ' انتھی۔ [3]

امام شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کو مدینہ میں بلاخوف اور بغیر سفر جمع کرنا اور ایک روایت میں بارش کے بغیر جو وارد ہوا ہے تو یہ بات بعض صحابہ کو نہیں پہنچی اور جو لوگ کہ بڑی ضرورت کے وقت بھی گھر میں نماز جمع کرنے کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اس نے نقل کی نبی ﷺ سے' آپ نے فرمایا جو شخص بلا عذر دو نمازیں جمع کر کے پڑھے تو بلاشبہ وہ گناہوں کے بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ لاتا ہے۔ [4]

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی حنش بن قیس ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ وہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کو امام احمد وغیرہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔ نیز محلّی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ حنش بن قیس واہی ہے یعنی ضعیف ہے اور حافظ (ابن حجر) نے کہا ہے کہ حاکم کا اس حدیث کو لانا اس کی غفلت کی بناء پر ہے۔ ابن جوزی اس حدیث کو موضوعات میں لایا ہے' انتھی۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین ج۔۵' ص۔۲۲۳' حدیث۔۱۶۳۱

(۲) صحیح بخاری وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر ج۔۵' ص۔۲۲۴' حدیث۔۱۶۳۳ وابوداؤد وترمذی ونسائی ومالک۔

(۳) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب الجمع بین الصلاتی فی الحضر ج۔۵' ص۔۲۲۵

(۴) ترمذی ص۔۵۴

دوسری دلیل: موطا امام محمد میں ہے کہ امام محمد نے کہا کہ ہمیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ بات پہنچی کہ آپ نے بلاد اسلامیہ میں لکھ بھیجا کہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ممنوع ہے۔ نیز انہیں یہ بھی بتایا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔ ہمیں اس بات کی خبر نیک بختوں نے علی بن حارث کے حوالے سے دی اور اس نے مکحول سے بیان کیا۔

جواب: اول تو یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور روایت موقوف قابل حجت نہیں ہوتی اس کا بیان مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکا ہے۔ دوم موطا امام مالک کی روایت اگر مرفوع بھی ہوتی تو بھی صحیح مسلم کی مرفوع احادیث کے ساتھ ہرگز معارضہ نہ کر سکتی تھی۔ موقوف روایت کی تو اس کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۰ نماز وتر کے بیان میں

ہدایہ میں لکھا ہے: وَحَكَى الْحَسَنُ اِجْمَاعَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الثَّلٰثِ[1] "اور حسن نے بیان کیا کہ تین وتروں پر مسلمانوں کا اجماع ہے" اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے' جبکہ امام ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں اِن تین احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ يَااُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِىْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ يَااُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِىْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَآءَ اَنْ يَبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً يَابُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ ﷺ وَاَخَذَ اللَّحْمُ اَوْتَرَ

سعد بن ہشام سے مروی یہ کہتے ہیں کہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور عرض کی اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتایئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو! میں نے کہا کیوں نہیں۔ اس پر فرمانے لگیں' نبی ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا پھر میں نے کہا اے ام المؤمنین مجھے یہ بتایئے کہ آپ وتر کس طرح پڑھا کرتے تھے؟ جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "ہم آپ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ جب چاہتے آپ کو رات کے وقت نیند سے بیدار کر دیتے۔ آپ اٹھ کر مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور نو رکعت نماز پڑھتے۔ اس طرح کہ مسلسل پڑھتے جاتے اور آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے پھر بلند آواز سے سلام پھیرتے گویا کہ ہمیں سنا رہے ہوں۔ سلام پھیرنے کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرتے۔ تو اے میرے بیٹے یہ کل گیارہ رکعتیں ہو جاتیں پھر جب آپ سن رسیدہ ہو گئے اور بدن میں ذرا کمزوری آ گئی تو آپ سات رکعتیں وتر پڑھتے اور بعد ازاں اسی

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الوتر ج-۱' ص-۱۴۴

بِسَبْعٍ وَّصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهٖ فِي الْاَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ يَابُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ۔ (۱)

طرح دو رکعتیں پڑھتے جس طرح نو رکعتوں کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو پسر م یہ کل نو رکعتیں ہو جاتیں اور آپ کی عادت مبارک یہ بھی تھی کہ جب آپ کوئی نماز پڑھتے تو اسے ہمیشہ پڑھنا پسند فرماتے اور اگر کبھی آپ پر نیند غالب آجاتی یا کسی درد یا تکلیف کی وجہ سے آپ رات کو نہ اٹھ سکتے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے اور میں نہیں جانتی کہ آپ نے کبھی ایک ہی رات میں سارا قرآن پڑھا ہو اور نہ آپ نے کبھی تمام رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ آپ نے کسی مہینہ میں مسلسل تیس دن تک روزے رکھے۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْئٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا۔ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ آخری پانچ رکعت کو آپ وتر بنا لیتے۔ یہ پانچ رکعتیں آپ مسلسل پڑھتے جاتے اور تشہد کے لیے آخری رکعت میں ہی بیٹھتے۔

(۳) عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔ (۳)

روایت ہے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر حق ہے ہر مسلمان پر پس جو شخص چاہے کہ پڑھے پانچ رکعت وتر تو وہ پانچ ہی پڑھ لے اور جو کوئی چاہے کہ تین رکعت وتر پڑھے تو وہ ایسا ہی کر لے اور جو کوئی چاہے کہ ایک رکعت وتر پڑھے تو وہ ایک ہی پڑھ لے۔ (اس حدیث کو ابوداوٗد' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ (۴) نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان اور دارقطنی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو ابو حاتم' ذہلی اور دارقطنی نے علل میں صحیح کہا ہے اور اس کو بیہقی اور بہت سے لوگوں نے موقوف ٹھہرایا ہے۔ حافظ (یعنی ابن حجر نے کہا) کہ حق یہی ہے کہ یہ موقوف ہے' انتہی۔

ایک حدیث بخاری ور مسلم کی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور ایک دوسری حدیث شیخین کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اور ایک حدیث بخاری کی نافع کی روایت سے اور ایک حدیث سعید بن منصور کی بکر بن عبداللہ مزنی کی روایت

---

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب جامع صلاۃ اللیل ج-۶' ص-۲۶۸' حدیث-۱۷۳۶

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶' ص-۲۶۰' حدیث-۱۷۱۷ وبخاری ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب الوتر ج-۱' ص-۳۹۳' حدیث-۱۲۵۶

(۳) صحیح ابوداوٗد کتاب الصلاۃ باب کم الوتر ج-۱' ص-۳۹۲' حدیث-۱۳۲۲ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب الوتر ج-۱' ص-۳۹۶' حدیث-۱۲۶۵ ونسائی وابن ماجہ۔

(۴) نیل الاوطار ج-۳' ص-۳۲

سے اور ایک حدیث طحاوی کی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور ایک حدیث صحیح مسلم کی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور ایک حدیث طبرانی کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور ایک حدیث بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ..... یہ سات احادیث امام ابوحنیفہ اور ان کے مقلدوں کے مذہب کے خلاف ایک رکعت وتر پڑھنے کے باب میں مسئلہ نمبر ۳۲ میں آگے آتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۱ وتر پڑھنے کی صحیح صورت تین رکعت مسلسل پڑھ کر آخر میں تشہد اور سلام کے لیے بیٹھنا ہے

عینی شرح ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: یَتَشَهَّدُ عِنْدَ الثَّانِيَةِ وَلاَ يُسَلِّمُ وَيَتَشَهَّدُ عِنْدَ الثَّالِثَةِ وَيُسَلِّمُ "یعنی نماز وتر میں دو رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے اور سلام نہ پھیرے تیسری رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے اور سلام پھیرے" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے جو درج ذیل ہے:

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهُ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلاثٍ لاَ يَقْعُدُ اِلاَّ فِيْ اٰخِرِهِنَّ۔ [1] (رَوَاهُ الْحَاكِمُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور آپ آخری رکعت میں ہی تشہد کے لیے بیٹھتے۔ (حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا)

فائدہ: ہدایت السائل الی ادلتہ المسائل میں لکھا ہے کہ محمد بن نصر نے کہا کہ نہیں پاتے ہم نبی ﷺ سے خبر ثابت صحیح کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے تین رکعت متصل بطور وتر پڑھی ہوں۔ اس کے بعد کہا ہاں ثابت ہوا رسول اللہ ﷺ سے کہ تحقیق انہوں نے وتر پڑھے تین ولیکن راوی نے بیان نہیں کیا کہ آیا وہ اکٹھے تین رکعت ہیں یا جدا جدا یعنی یا دو سلام سے ہیں اور جو احادیث تین رکعت وتر پڑھنے کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور جو احادیث کہ تین وتر پڑھنے سے منع کے باب میں آئی ہیں حافظ ابن حجر نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ تین رکعت دو تشہد کے ساتھ نہ پڑھی جائیں نماز مغرب کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور کہا کہ تین رکعت وتر پڑھنے کی احادیث محمول کی گئی ہیں ایک تشہد کے ساتھ جو آخر میں ہے اور انہوں نے اس فعل کی روایت جماعت سلف سے کی ہے' انتھی۔

راقم کہتا ہے کہ ابن حجر کا اس طرح پر تطبیق دینا یعنی تین رکعت وتر کے بیچ میں نہ بیٹھنا اور آخری رکعت میں بیٹھنا موافق ہے حاکم کی اس حدیث کے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین رکعت وتر جو دو تشہد کے ساتھ ہیں اس کی دلیل کے طور پر مقلدین جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ دارقطنی (عینی شرح ہدایہ) اور بیہقی نے روایت کی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کے وتر تین رکعت ہیں دن کے وتروں کی مانند جو مغرب کی نماز ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا اس سے حجت قائم نہیں ہوتی اس لیے کہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دارقطنی نے کہا کہ اس حدیث کو اعمش سے مرفوعاً سوائے یحییٰ بن زکریا کے اور کسی نے روایت نہیں

---

(۱) زرقانی شرح موطا۔

کیا اور وہ ضعیف ہے اور کہا بیہقی نے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ اور امام شوکانی رحمہ اللہ [1] نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں یحییٰ ابن زکریا بن ابی الحواجب ضعیف ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲ نماز وتر میں سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا جاسکتا

درالمختار میں لکھا ہے : لَمْ يَفْصِلْ بِسَلَامٍ "یعنی وتر کی نماز میں سلام کے ساتھ فرق نہ کرے" اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے، مگر امام ابوحنیفہ کا مسلک حسب ذیل پانچ احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔ [۲]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ پھر اگر تم میں سے کسی کو طلوع صبح کا خدشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ آخری ایک رکعت اس کی تمام نماز کو وتر بنا دے گی۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے فراغت کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت آخر میں پڑھ کر تمام نماز وتر بنا لیتے۔

(۳) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ۔ [۴]

نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وتروں کی دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان سلام پھیر دیتے تھے اور اپنی کوئی ضرورت ہوتی تو اس کا حکم بھی فرماتے تھے۔

(۴) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَزْنِيِّ قَالَ صَلّٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَاغُلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَاَوْتَرَ رَكْعَةً۔ (رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ) [۵]

بکر بن عبداللہ المزنی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے غلام سے کہا کوچ کر ہمارے لیے اور خود کھڑے ہو گئے اور ایک رکعت بطور وتر پڑھی۔ (سعید بن منصور نے اس حدیث کو باسناد صحیح روایت کیا)

(۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ دو رکعتوں اور ایک

---

(۱) نیل الاوطار ج۔۳، ص۔۳۹

(۲) صحیح بخاری کتاب الوتر باب ماجاء فی الوتر ج۔۲، ص۔۴۷۷، حدیث۔۹۹۰ وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی ج۔۶، ص۔۲۷۲، حدیث۔۱۷۴۵ ومشکٰوۃ کتاب الصلاۃ باب الوتر ج۔۱، ص۔۳۹۴، حدیث۔۱۲۴۵

(۳) مشکٰوۃ کتاب الصلاۃ باب صلٰوۃ اللیل ج۔۱، ص۔۳۷۳، حدیث۔۱۱۸۸

(۴) صحیح بخاری کتاب الوتر باب ماجاء فی الوتر ج۔۲، ص۔۴۷۷، حدیث۔۹۹۱

(۵) نیل الاوطار ابواب صلاۃ التطوع باب الوتر برکعة وبثلاث ج۔۳، ص۔۳۶

كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شُفْعَتِهِ وَ وِتْرِهِ بِتَسْلِيْمَةٍ وَاَخْبَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ۔ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ)[1]

رکعت کے درمیان سلام پھیر کر فصل کرتے تھے اور نبی ﷺ کے بارے میں بھی انہوں نے بتایا کہ آپ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (اسے طحاوی نے روایت کیا)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا کہ اسناد اس حدیث کی قوی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے اور یہ سب اعتقاد کرتے تھے کہ آدمی دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان فصل کرے اور ایک رکعت وتر پڑھے اور امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص فقط ایک ہی رکعت وتر پڑھ لیا کرے اور اس کے پہلے کوئی بھی شفع نہ پڑھے تو بھی کافی ہے اور دلیل اس کی یہ احادیث ہیں جو اب آتی ہیں۔

(۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ۔[2]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخر شب میں وتر ایک رکعت ہے۔

(۷) عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔[3]

روایت ہے ابی ایوب رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر کا پڑھنا ہر مسلمان پر حق ہے۔ پس جو شخص چاہے کہ پڑھے وتر پانچ رکعت پس چاہے کہ اس پر عمل کرے اور جو کوئی چاہے کہ وتر پڑھے تین رکعت پس چاہے کہ اس پر عمل کرے اور جو کوئی چاہے کہ وتر پڑھے ایک ہی رکعت پس چاہیے کہ ایسا ہی کرے۔

(۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصَلٰوةِ اللَّيْلِ وَرَغِبَ فِيْهَا حَتّٰى قَالَ عَلَيْكُمْ بِصَلٰوةِ اللَّيْلِ وَلَوْ رَكْعَةً۔[4]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ان کی خوب رغبت دلائی' یہاں تک کہ فرمایا رات کی نماز کو لازم پکڑو چاہے ایک رکعت ہی کیوں نہ ہو۔

(۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قِيْلَ لَهُ هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهُ فَقِيْهٌ وَفِيْ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا "کیا آپ امیرالمومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ وہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ٹھیک کرتے ہیں' وہ بھی تو

---

(۱) نیل الاوطار باب الوتر برکعة وبثلاث ج۔۳' ص۔۳۶

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین باب صلاة اللیل مثنی مثنی ج۔۶' ص۔۲۷۳' حدیث۔۱۵۴

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب کم الوتر ج۔۱' ص۔۳۹۲' حدیث۔۱۴۲۲ (صحیح) والنسائی وابن ماجه ومشکوٰة کتاب الصلاة باب الوتر ج۔۱' ص۔۳۹۶' حدیث۔۱۲۶۵

(۴) الطبرانی ومحلی شرح موطا۔

رِوَايَةٍ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَآءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِیَّ ﷺ ۔[1]

فقیہ ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد صرف ایک رکعت بطور وتر پڑھی۔ ان کے پاس ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں (اس بارے میں) خبر دی۔ انہوں نے فرمایا انہیں چھوڑیئے وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں۔

فائدہ: یہ احادیث صریح دلیل ہیں اس بات پر کہ ایک رکعت وتر کہ جس سے پہلے کچھ بھی نہ پڑھا جائے درست ہے اور جائز ہے اور اس باب میں اور بھی احادیث ہیں اور اصل وتر ایک ہی رکعت ہے۔

جیسا کہ احمد' ابوداوٗد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اَوْتِرُوْا يَااَهْلَ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ۔[2] "یعنی وتر پڑھو اے قرآن ماننے والو پس تحقیق اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔" اس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا۔ اگرچہ وتر کے معنی ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو بھی ہیں اور سب صحیح اور درست ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال سے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وتر ایک ہی رکعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ایک ہی ہے اور ایک ہی رکعت وتر کو دوست رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اکثر ایک رکعت ہی بطور وتر پڑھنا ثابت ہے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

سید محمد صدیق حسن صاحب رحمہ اللہ نے ہدایت السائل الی ادلتہ المسائل میں لکھا ہے کہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ عراقی نے کہا جو صحابہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے وہ یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' ابن عباس' معاویہ' تمیم الداری' ابوایوب الانصاری' ابوہریرہ' فضالہ بن عبید' عبداللہ بن الزبیر اور معاذ بن الحارث انصاری قاری رضی اللہ عنہم مگر اس کی صحت میں اختلاف ہے اور تابعین میں سے سالم بن عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ' حسن البصری' محمد بن سیرین' عطاء بن ابی رباح' عقبہ بن عبدالغافر' سعید بن جبیر' نافع بن جبیر بن مطعم' جابر بن زید' زہری' ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن رحمہم اللہ اجمعین اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے تابعین اور ائمہ میں سے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اوزاعی' اسحاق' ابوثور' داوٗد اور ابن حزم رحمہم اللہ اجمعین ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

محلّٰی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ روایت کیا شافعی نے کہ تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک

---

(۱) صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة باب ذکر معاویة ج-۷' ص-۱۰۳' حدیث-۳۷۶۴' ۳۷۶۵

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب استحباب الوتر ج-۱' ص-۳۹۰' حدیث-۱۴۱۶ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلاة التطوع ص-۱۱۰' حدث-۳۲ے

رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا بلاشبہ یہ ایک نفل ہے جو چاہے زیادہ پڑھ لے اور جو چاہے کم۔ اس سے امام شافعی نے دلیل پکڑی کہ بے شک نفلوں کا معاملہ کشادہ ہے یعنی پڑھنے والے کو اختیار ہے خواہ کم پڑھے خواہ زیادہ۔

زرقانی [1] میں لکھا ہے کہ یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ کی جماعت نے وتر فقط ایک ہی رکعت پڑھی ہے اور پہلے اس کے کوئی شفع نہیں پڑھا اور تحقیق محمد بن نصروغیرہ نے روایت کی ہے کہ تحقیق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رات کو ایک ہی رکعت میں قرآن پڑھا اور کوئی اور رکعت نہ پڑھی اور بخاری میں ہے کہ سعد نے ایک ہی رکعت بطور وتر پڑھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہی رکعت وتر پڑھا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اچھا جانا اور کہا کہ تحقیق وہ (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ) فقیہ ہے اور یہ سب روایتیں ابن تین کے قول کے رد میں ہیں کہ اس نے کہا کہ فقہاء نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر عمل نہیں کیا۔

ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری [2] میں کہا کہ ابن تین نے جو کہا ہے کہ فقیہ ایک رکعت وتر پڑھنے کے قائل نہیں ہوئے ہیں۔ ان کے اس قول کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ [3] نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ذیل میں کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ کم سے کم وتر ایک ہی رکعت ہے اور جو شخص فقط ایک ہی رکعت وتر پڑھا کرے اس کی نماز درست ہے اور یہی مذہب ہے ہمارا اور جمہور علماء کا' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو کہتے ہیں کہ ایک رکعت وتر جائز نہیں اور ایک رکعت وتر پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ ان کے اس قول کو مذکورہ بالا احادیث رد کرتی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو ایک رکعت وتر پڑھنے کے قائل نہیں ہیں تو ان کی دلیل کے طور پر ان کے مقلد یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو محلّی شرح موطا امام مالک میں ہے جسے عبدالحق نے احکام میں ابن عبدالبر کی جہت سے روایت کیا اور اس نے روایت کی خدری رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ایک رکعت پڑھنے سے یعنی اس بات سے کہ مرد ایک رکعت بطور وتر پڑھے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے' اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ محلّی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عثمان بن ربیعہ ہے (اور وہ ضعیف ہے) مزید کہا کہ اس کی حدیث میں وہم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۳ ایک رکعت وتر جائز نہ ہونے کے بیان میں

عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے: وَلَا يَجُوزُ الرَّكْعَةُ الْوَاحِدَةُ "یعنی ایک رکعت وتر جائز نہیں ہے۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ نے خلاف کیا ہے۔ اس مسئلے میں ایک تو اس حدیث کا جو کہ مسئلہ نمبر ۳۱ میں پہلے گزری ہے اور ان نو احادیث کا بھی جو کہ مسئلہ نمبر ۳۲ میں اوپر مذکور ہوئیں۔

---

(۱) زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول۔

(۲) صحیح بخاری ص۔۵۳۱

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج۔۶' ص۔۲۶۲ شرح حدیث۔۱۷۱۳' ۱۷۷۵

مسئلہ نمبر ۳۴ وتر عذر کے بغیر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فِی الْمُحِیْطِ لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّوْتِرَ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَی الْقِیَامِ وَلَا عَلَی الرَّاحِلَةِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ۔ [1] "یعنی محیط میں ہے کہ وتر بیٹھ کر پڑھنے بھی اور سواری پر پڑھنے بھی بغیر عذر کے جائز نہیں ہیں۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف عمل کیا ہے :

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ حَیْثُ وَجَّهَتْ بِهٖ یُوْمِیْٔ اِیْمَاءً صَلٰوةَ اللَّیْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَیُوْتِرُ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ۔ [2]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں رات کی نماز سواری پر ہی ادا فرماتے جدھر بھی وہ توجہ کرتی آپ اشارے سے نماز پڑھتے جاتے۔ البتہ فرائض سواری پر ادا نہ فرماتے لیکن وتر سواری پر ہی ادا کر لیتے۔

(۲) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ عَلَی الْبَعِیْرِ۔ [3]

اور روایت ہے ان ہی سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھ لیتے تھے۔

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہ حدیث ہمارے مذہب (یعنی شافعیہ) اور مذہب امام مالک اور امام احمد اور جمہور علماء کے مذہب پر دلالت کرتی ہے یعنی سفر میں سواری پر پڑھنے جائز ہیں' سواری کا رخ خواہ کسی طرف کو ہو نیز یہ کہ وتر سنت ہیں واجب نہیں ہیں اور کہا ابوحنیفہ نے کہا کہ وتر واجب ہیں ان کا سواری پر پڑھنا جائز نہیں اور ہماری دلیل مذکورہ احادیث ہیں۔ [4]

مسئلہ نمبر ۳۵ آٹھ رکعت سے زیادہ نماز نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہونے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ اِنْ صَلّٰی ثَمَانَ رَکْعَاتٍ بِتَسْلِیْمَةٍ جَازَ وَتُکْرَهُ الزِّیَادَةُ عَلٰی ذٰلِكَ۔ [5] "یعنی کہا ابوحنیفہ نے کہ اگر آٹھ رکعت (نماز نفل) ایک سلام سے پڑھے تو جائز ہے اور آٹھ سے زیادہ نفل پڑھنے ایک سلام سے مکروہ ہیں۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے صحیح مسلم کی اس حدیث کا جو کہ سعد بن ہشام کی روایت سے مسئلہ نمبر ۳۰ میں اوپر مذکور ہوئی۔

---

(۱) عینی شرح ھدایہ' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الوتر باب الوتر فی السفر ج-۲' ص-۳۸۹' حدیث-۱۰۰۰ ومسلم ومشکوۃ کتاب الصلاۃ باب صلوۃ السفر ج-۱' ص-۴۲۲' حدیث-۱۳۴۰

(۳) صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر ج-۵' ص-۲۱۶' حدیث-۱۶۱۳

(۴) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر ج-۵' ص-۲۱۷

(۵) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب النوافل ج-۱' ص-۱۳۷' شرح وقایہ' کنزالدقائق وفتاوی عالمگیری۔

مسئلہ نمبر ۳۶　قنوت پڑھنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : لَا یَقْنُتُ فِیْ صَلٰوۃٍ غَیْرِھَا۔ [۱] "یعنی نہ قنوت پڑھے سوائے (نماز وتر کے) اور نمازوں میں۔"
یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

(۱) عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقْنُتُ فِی الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ) [۲]

روایت ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ قنوت پڑھتے تھے نماز صبح میں اور نماز مغرب میں۔ (اس حدیث کو مسلم' ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

(۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سُئِلَ ھَلْ قَنَتَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَقَالَ نَعَمْ فَقِیْلَ لَہٗ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّکُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ۔ [۳]

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان سے سوال کیا گیا کیا نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا "ہاں۔" پھر ان سے کہا گیا "رکوع سے پہلے یا بعد" تو انہوں نے جواب دیا کہ رکوع کے بعد۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہ باب ہے قنوت کے مستحب ہونے کا سب نمازوں میں جب نازل ہو مسلمانوں پر کوئی حادثہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے اور مستحب ہے ہمیشہ نماز صبح میں قنوت کا پڑھنا اور اس کے پڑھنے کا محل آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے اور مستحب ہے قنوت کا بلند پڑھنا۔ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ یہی ہے کہ تحقیق سنت ہے ہمیشہ قنوت کا نماز صبح میں پڑھنا۔ [۴]

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حازمی نے کتاب ناسخ اور منسوخ میں کہا کہ تحقیق قنوت کا نماز فجر میں پڑھنا خلفاء اربعہ اور عمار بن یاسر' ابی بن کعب' ابی موسیٰ اشعری' ابن عباس' ابی ہریرہ' براء بن عازب' انس' سہل بن سعد ساعدی' معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات سے مروی ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین اس کے قائل ہیں اور تابعین میں سے ایک جماعت کا ذکر بھی کیا ہے' انتہی۔

حنفیہ وغیرہ جو اس کے قائل نہیں ہیں تو دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو احمد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں سعید بن طارق اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اور ابوبکر' عمر' عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ کیا یہ سب حضرات نماز فجر میں قنوت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے

---

(۱) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الوتر جلد اول' ص-۱۴۵' شرح وقایہ' کنز الدقائق وفتاوٰی عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب منہ (القنوت) ج-۵' ص-۱۸۶' حدیث-۱۵۵۳

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب القنوت فی الصلوات ج-۱' ص-۳۹۷' حدیث-۱۴۴۴ (صحیح)

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاۃ ج-۵' ص-۱۸۱' شرح حدیث-۱۵۳۸' ۱۵۵۷

جواب دیا پسرم یہ بدعت ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [۱]

جواب: اس کا یہ ہے کہ طیبی [۲] نے کہا کہ اس صحابی کے نفی کرنے سے نفی قنوت لازم نہیں آجاتی کیونکہ اس نے اس کی نفی کی شہادت دی ہے جبکہ ایک دوسری جماعت صحابہ نے جو حسن' ابو ہریرہ' انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہے' اس کے اثبات کی شہادت دی ہے۔

سبل میں کہا ہے' اس کا خلاف خلفاء اربعہ سے مروی ہے اور تطبیق ان دونوں کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : لَا تَجُوْزُ فِی الْقُرٰی۔ [۳] "یعنی جمعہ دیہات میں جائز نہیں۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ہے اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اَوَّلُ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ فِی الْاِسْلَامِ بَعْدَ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالْمَدِیْنَۃِ اَلْجُمُعَۃُ بِجُوَاثٰی قَرْیَۃٍ مِنْ قُرَی الْبَحْرَیْنِ قَالَ عُثْمَانُ قَرْیَۃٌ مِنْ قُرٰی عَبْدِ الْقَیْسِ۔ [۴] (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَہٗ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ اولین جمعہ جو اسلام میں مسجد نبوی کے بعد پڑھا گیا جواثی نامی گاؤں میں پڑھا گیا جو بحرین کے دیہات میں سے ایک گاؤں تھا۔ عثمان نے کہا کہ عبدالقیس کی بستیوں میں سے ایک بستی تھا۔ (اسے بخاری اور ابوداؤد دونوں نے روایت کیا مگر لفظ ابوداؤد کے ہیں)

فائدہ: بخاری نے اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے کہ یہ باب ہے جمعہ کا دیہات میں' انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ گاؤں میں پڑھنا درست ہے اور جواثی گاؤں ہے شہر نہیں۔

امام نووی نے [۵] شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مسجد عبدالقیس کی بحرین کے گاؤں میں ہے اور اس گاؤں کا نام جواثی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جواثی گاؤں ہے شہر نہیں اور مولوی سلام اللہ حنفی نے محلّٰی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ جواثی بحرین کے دیہات میں سے ایک دیہات کا نام ہے۔ اسی طرح ابوداؤد کے نزدیک وکیع نے ابن طہمان سے روایت کیا ہے اور گاؤں میں جمعہ پڑھنے کے سلسلہ میں امام شافعی' امام احمد اور امام اسحاق نے اس سے استدلال کیا ہے۔

فائدہ: ابوداؤد کی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی وکیع اس کا راوی ہے اور وہ اس حدیث کی یہی تفسیر کرتا ہے کہ جواثی گاؤں ہے۔

---

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ص۔۹۰' حدیث۔۳۰۳

(۲) مسک الختام۔

(۳) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ ج۔۱' ص۔۱۶۸' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الجمعۃ ج۔۲' ص۔۳۷۹' حدیث۔۸۹۲

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا...... ج۔۱' ص۔۱۵۲' شرح حدیث۔۱۲۴' ۱۳۰

قسطلانی شرح صحیح بخاری [1] میں ہے کہ نووی نے کہا کہ امام شافعی اور محقق اصولیوں کا قول یہ ہے کہ یہ راوی کی تفسیر ہے' جس وقت کہ ظاہر کے مخالف نہ ہو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ جواثی گاؤں ہے شہر نہیں اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [2] نے لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ عمر بن الخطاب نے اہل بحرین کو لکھا کہ جمعہ پڑھو جہاں تم ہو اور صحیح کہا اس کو ابن خزیمہ نے اور یہ حکم گاؤں اور شہروں (یعنی) دونوں کے لیے ہے اور بیہقی لیث بن سعد سے لایا ہے کہ اہل شہر کے اور اس کے اردگرد کے رہنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے حکم سے اور ان میں صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی اور عبدالرزاق باسناد صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لایا ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اہل میاہ کو جمعہ پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان پر عیب نہیں کرتے تھے۔ اور اگر کسی معاملہ میں صحابہ میں اختلاف پایا جاتا ہو تو مرفوع روایت کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے۔ اس باب میں اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں' انتہی۔

محلّٰی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ بیہقی نے روایت کیا کہ تحقیق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے بارے میں سوال کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین میں تھے۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جس جگہ ہو وہیں جمعہ پڑھو۔

امام شعرانی نے میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ بیہقی نے روایت کی ہے ام عبداللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ ہر ایک گاؤں پر واجب ہے۔ اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ رہتے ہوں۔ [3] نیز انہوں نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے تھے کہ جمعہ ہر گاؤں پر واجب ہے اگرچہ اس میں چار آدمی کیوں نہ رہتے ہوں۔

اور شاہ ولی اللہ مرحوم نے حجۃ اللہ البالغہ [4] میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ ہر گاؤں پر واجب ہے۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا بیشک و بے شبہ جائز ہے اور جو گاؤں میں جمعہ نہ پڑھے یا اس میں جمعہ پڑھنا درست نہ جانے وہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے مخالف ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸ — نماز استسقاء کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَيْسَ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ صَلٰوةٌ مَسْنُوْنَةٌ فِي الْجَمَاعَةِ [5] "یعنی کہا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ نماز استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی سنت نہیں ہے۔" یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان تین احادیث کی مخالفت کی ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب

---

(۱) قسطلانی شرح بخاری۔
(۲) نیل الاوطار باب انعقاد الجمعۃ بأربعین ج-۳' ص-۲۳۸
(۳) میزان الشعرانی۔
(۴) حجۃ اللہ البالغہ باب صلٰوۃ الجمعۃ ج-۲
(۵) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب الاستسقاء ج-۱' ص-۱۷۶' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَ ةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِدَآءَ هٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ۔ (۱) (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

باراں کے لیے لوگوں کے ساتھ عیدگاہ کی طرف گئے وہاں آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرآت کی' قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے آپ نے اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔ (بخاری' مسلم)

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مُتَوَاضِعًا مُتَبَذِّلاً مُتَخَشِّعًا مُتَرَسِّلاً مُتَضَرِّعًا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلِّيْ فِي الْعِيْدِ لَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهٖ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَابْنُ حِبَّانَ) (۲)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عاجزی کے ساتھ متشفانہ انداز میں خشوع کرتے ہوئے آہستگی و زاری کے ساتھ شہر سے نکلے پھر دو رکعتیں ادا کیں جس طرح نماز عید پڑھتے ہیں لیکن اس میں کوئی خطبہ نہ پڑھا جس طرح تم (نماز عید وغیرہ میں) خطبہ پڑھتے ہو۔ (اس حدیث کو احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور صحیح کہا اسے ترمذی ابوعوانہ اور ابن حبان نے)

(۳) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَكَى النَّاسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَاَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهٗ فِي الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ فَخَرَجَ حِيْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَقَدْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَكُمْ اَنْ يَسْتَجِيْبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس خشک سالی کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا جسے رکھ دیا گیا۔ پھر آپ نے لوگوں سے باہر نکلنے کا ایک دن مقرر کیا۔ طے شدہ دن کو طلوع آفتاب کے وقت آپ روانہ ہو گئے اور منبر پر جا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تحمید کی پھر فرمایا تم لوگوں نے خشک سالی کا شکوہ کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ (ضرورت کے موقع پر) تم اسے پکارو اور اس نے تم سے دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَآ اَنْزَلْتَ عَلَيْنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ پھر آپ نے ہاتھوں کو اٹھایا اور ان کو اتنا اونچا کیا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر لوگوں کی طرف پشت کر کے اپنی چادر کو

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ الاستسقاء ج۔۱' ص۔۴۷۴' حدیث۔۱۴۹۷

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ جماع ابواب صلاۃ الاستسقاء وتفریعھا ج۔۱' ص۔۳۱۹' حدیث۔۱۱۶۵ (حسن) وبلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الاستسقاء ص۔۱۳۳' حدیث۔۵۰۰

الرَّفْعِ حَتّٰی بَدَا بَیَاضُ اِبِطَیْہِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَی النَّاسِ ظَھْرَہٗ وَقَلَّبَ رِدَآءَ ہٗ وَھُوَ رَافِعٌ یَدَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ وَنَزَلَ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَنْشَأَ اللّٰہُ سَحَابَۃً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ غَرِیْبٌ وَاِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ)[1]

الٹ پلٹ کیا اس حال میں آپ کے ہاتھ بلند ہی تھے۔ بعدازاں آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر پڑے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کو ظاہر کیا جو کڑکا چمکا اور اللہ کے حکم سے برسنے لگا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے تاہم اس کی سند نہایت عمدہ ہے)

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ استسقاء میں نماز پڑھنی سنت نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ استسقاء نماز کے بغیر صرف دعاء کے ساتھ کیا جائے۔ حالانکہ تمام علمائے سلف و خلف یعنی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم نے کہا ہے کہ استسقاء میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ اس بات میں ان کی مخالفت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی نے نہیں کی۔[2]

مسئلہ نمبر ۳۹ دعائے استسقاء میں چادر پلٹ کر اوڑھنا سنت نہیں ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَلَا یَقْلِبُ رِدَآءَ ہٗ[3] "یعنی استسقاء میں پلٹ کر چادر نہ اوڑھے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:

پہلی حدیث ابوداؤد کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مسئلہ نمبر ۳۸ میں اوپر مذکور ہو چکی اور دوسری درج ذیل ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ اسْتَسْقٰی لَنَا اَطَالَ الدُّعَآءَ وَاَکْثَرَ الْمَسْئَلَۃَ قَالَ ثُمَّ تَحَوَّلَ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَحَوَّلَ رِدَآءَ ہٗ فَقَلَّبَہٗ ظَھْرَ الْبَطْنِ وَتَحَوَّلَ النَّاسُ مَعَہٗ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)[4]

روایت ہے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نے ہمارے لیے مینہ مانگا لمبی دعا کی اور بہت زیادہ سوال کیا۔ راوی نے کہا پھر آپ قبلے کی طرف پھرے اور پلٹ کر اپنی چادر اوڑھی اور چادر کے ظاہر کو باطن کر دیا (یعنی چادر کو الٹا دیا) اور لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی پھر گئے۔ (اس حدیث کو احمد نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں کہا کہ حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔

نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء نے اس حدیث سے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ استسقاء میں چادر پلٹ کر اوڑھنی مستحب ہے لیکن ابوحنیفہ اس بات کے قائل نہیں ہیں اور شافعیہ کے نزدیک امام کی طرح مقتدیوں کو بھی امام کے ساتھ ہی چادر پلٹ کر اوڑھنا مستحب ہے اور اسی بات کے امام مالک وغیرہ قائل ہیں اور علماء کی ایک

---

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ الاستسقاء ص۔۱۳۳، حدیث۔۵۰۱، ۵۰۳ وصحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب رفع الیدین فی الاستسقاء ج۔۱، ص۔۳۲۰، حدیث۔۱۱۷۳ (حدیث حسن)

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ الاستسقاء ج۔۶، ص۔۴۲۷، شرح حدیث۔۲۰۶۷، ۲۰۸۵

(۳) شرح وقایہ، ہدایہ کتاب الصلاۃ باب استسقاء جلد اول ص۔۱۷۶، درالمختار، فتاوٰی عالمگیری وغیرہ۔

(۴) نیل الاوطار باب تحویل الامام والناس اردیتھم ج۔۴، ص۔۱۲

جماعت اس بات کی (یعنی مقتدیوں کے چادر پالٹ کر اوڑھنے کے باب میں) مخالف ہے لیکن یہ حدیث ہر اس شخص کے رد میں ہے جو اس بات کا انکار کرتا ہے۔[1]

شوکانی نے نیل الاوطار[2] میں اسی طرح لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۰ نماز استسقاء میں خطبہ نہیں ہے

فقہ کی کتابوں میں باب الاستسقاء میں لکھا ہے: لَا خُطْبَةَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ[3] "یعنی نماز استسقاء میں خطبہ پڑھنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔" مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:

پہلی حدیث ابوداؤد کی اس باب میں بھی وہی ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مسئلہ نمبر ۳۷ میں پہلے گزری ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا یَسْتَسْقِیْ فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَیْنِ بِلَا اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا یَدَیْهِ ثُمَّ قَلَّبَ رِدَآءَهٗ فَجَعَلَ الْاَیْمَنَ عَلَی الْاَیْسَرِ وَالْاَیْسَرَ عَلَی الْاَیْمَنِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)[4]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن نبی ﷺ طلب باراں کے لیے نکلے پھر آپ نے ہمیں بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر سے دعا مانگی۔ پھر آپ نے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے قبلہ کی طرف رخ پھیر لیا پھر آپ نے چادر کو پلٹ کر اوڑھ لیا اور اس کی دائیں جانب کو بائیں طرف کیا اور بائیں طرف کو دائیں جانب کر لیا۔ (اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا کہ اس کو ابو عوانہ اور بیہقی نے روایت کیا اور بیہقی نے کہا کہ اکیلا ہوا ہے ساتھ اس کے نعمان بن راشد نیز خلافیات میں کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَی الْمُصَلّٰی فَاسْتَسْقٰی وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ حِیْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعٰی۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)[5]

روایت ہے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے پھر مینہ مانگا اور پلٹ کر اپنی چادر اوڑھی جب قبلے کے سامنے ہوئے اور خطبہ سے پہلے نماز شروع کی پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور دعا مانگی۔ (اس حدیث کو احمد نے روایت کیا)

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ الاستسقاء ج-٦، ص-٤٢٨، شرح حدیث-٢٠٦٧

(۲) نیل الاوطار باب تحویل الامام والناس اردیتهم ج-۴، ص-۱۳

(۳) هدایه ص-۱۷٦، کنز الدقائق، ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۴) سنن ابن ماجه ابواب اقامة الصلوات والسنة باب ماجاء فی صلوة الاستسقاء ونیل الاوطار باب صفة صلاة الاستسقاء وجوازها قبل الخطبة ج-۴، ص-۵

(۵) نیل الاوطار باب صفة صلاة الاستسقاء وجوازها قبل الخطبة ج-۴، ص-۵

مسئلہ نمبر ۴۱ گہن کی نماز کا بیان

ہدایہ[۱] اور ردالمختار شرح درالمختار میں گہن کی نماز کے باب میں لکھا ہے : صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ كَهَيْئَةِ النَّافِلَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ رَكُوْعٌ وَاحِدٌ "امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے جس طرح نفل نماز پڑھی جاتی ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ نے اس مسئلے میں ان پانچ احادیث کے خلاف حکم دیا ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَهَرَ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ بِقِرَاءَ تِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجْدَاتٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ فَبَعَثَ مُنَادِيًا يُنَادِي الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ۔[۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے گہن کی نماز میں بلند آواز سے قرات کی اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ مسلم کے ہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منادی بھیجا جو نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے پکارتا تھا۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَ ةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[۳]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک بار سورج کو گہن لگ گیا۔ اس موقع پر آپ نے نماز پڑھی لمبا قیام کیا تقریباً سورہ بقرہ کے برابر پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور پہلے قیام سے نسبتاً کم قیام کیا بعدازاں پہلے رکوع سے نسبتاً چھوٹا رکوع کیا پھر سجدہ کیا اور کھڑے ہوئے اور پہلے قیام سے نسبتاً کم قیام کیا پھر لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے چھوٹا پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا مگر پہلے قیام سے قدرے چھوٹا پھر سجدہ کیا اور پھر سلام پھیر دیا۔ اس وقت سورج روشن ہو چکا تھا۔ بعد ازاں آپ نے لوگوں کو مختصر خطاب کیا۔ (اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا)

---

(۱) ھدایة کتاب الصلاة باب صلاة الکسوف ج-۱' ص-۱۷۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الکسوف باب صلاة الکسوف ج-٦' ص-۲۲۳' حدیث-۲۰۹۰ وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلٰوة الکسوف ص-۱۳۰' حدیث-۴۹۲

(۳) صحیح مسلم کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی فی صلاة الکسوف ج-٦' ص-۲۵۱' حدیث-۲۱۰٦ وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلٰوة الکسوف ص-۱۳۰' حدیث-۴۹۳' ۴۹٦

(۳) وَعَنْهُ اَنَّهُ ﷺ صَلّٰى فِيْ زَلْزَلَةٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ وَاَرْبَعَ سَجْدَاتٍ وَقَالَ هٰكَذَا صَلٰوةُ الْاٰيَاتِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَذَكَرَ الشَّافِعِيُّ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِثْلَهٗ دُوْنَ اٰخِرِهٖ) (۱)

اور انہیں سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے زلزلہ آنے پر چھ رکوع اور چار سجدوں پر مشتمل نماز پڑھی اور فرمایا کہ آیات الٰہی کے موقع پر ایسے ہی نماز پڑھی جاتی ہے۔ (اسے بیہقی نے روایت کیا' امام شافعی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت بیان کی لیکن آخری حصہ نقل نہیں کیا)

(۴) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكْعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجْدَاتٍ۔ (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ آپ کے عہد مبارک میں سورج گہن لگ گیا۔ اس دن رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم نے وفات پائی تھی۔ اس موقع پر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جس میں چھ رکوع اور چار سجدے کئے۔

(۵) عَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِهِمْ فَقَرَاَ سُوْرَةً مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكْعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَاَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطُّوَلِ ثُمَّ رَكَعَ خَمْسَ رَكْعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْا حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گہن لگ گیا۔ اس موقع پر آپ نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ (پہلی رکعت میں) ایک لمبی سورت پڑھی پانچ رکوع اور دو سجدے کئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور (دوسری رکعت میں بھی) ایک لمبی سورۃ کی قرات کی۔ پانچ رکوع اور دو سجدے کئے پھر بیٹھ گئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے ہی دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گہن دور ہو گیا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

فائدہ: نووی نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے کہ گہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو قیام اور قرات اور دو رکوع کرے اور سجدے دو ہی کرے مثل اور نمازوں کی اور اسی کے امام مالک' امام احمد' ابو ثور اور جمہور علماء قائل ہیں اور کوفیوں نے کہا کہ دو رکعتیں پڑھے اور نفلوں کی طرح اور ان کی دلیل وہ روایتیں ہیں جو ان احادیث کے خلاف آئی ہیں اور وہ سب معلل اور ضعیف ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے جن میں اسحاق بن راہویہ' ابن خزیمہ اور ابن منذر شامل ہیں کہا کہ جس جس طرح رسول اللہ ﷺ سے اس نماز کا پڑھنا ثابت ہوا ہے ان سب طرح سے اس نماز کا پڑھنا جائز ہے۔ پھر نووی نے کہا کہ قوی بات یہی ہے' انتہی مختصراً۔ (۳)

---

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ الکسوف ص۔۱۴۳' حدیث۔۴۹۸' ۴۹۹

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی فی صلاۃ الکسوف ج۔۶' ص۔۲۲۷' شرح حدیث۔۲۰۹۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الکسوف ج۔۶' ص۔۲۳۸' شرح حدیث۔۲۰۸۶' ۲۱۱۹

مسئلہ نمبر ۴۲ نماز کسوف میں خطبہ نہ ہونے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : لَيْسَ فِي الْكُسُوْفِ خُطْبَةٌ لِاَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ (۱) "یعنی گہن کی نماز میں خطبہ نہیں ہے' اس لیے کہ نہیں نقل کیا گیا" یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے' سو امام ابو حنیفہ کا مسلک اس مسئلے میں ذیل کی احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ مسئلہ نمبر ۴۱ میں اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

(۲) عَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ۔ (۲)

روایت ہے اسماء رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا پس پھرے رسول اللہ ﷺ (یعنی نماز گہن سے) اور تحقیق آفتاب روشن ہو گیا۔ پس خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے پس تعریف کی اللہ کی ایسی تعریف کہ جو اس کے شایان شان ہے پھر کہا امابعد!

مسئلہ نمبر ۴۳ گہن کی رکعتوں میں قرأت خفیہ کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُطَوِّلُ الْقِرَاءَةَ فِيْهِمَا وَيُخْفِيْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (۳) "اور گہن کی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قرأت خفیہ طور پر کرے۔" پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے' بخاری مسلم کی اس حدیث کا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جو مسئلہ نمبر ۴۱ میں پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴ سجدہ سہو کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَاِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ بَطَلَ فَرْضُهُ عِنْدَنَا (۴) "یعنی اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کے فرض باطل ہو گئے۔"

فائدہ: یعنی امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ جس نے چار رکعت نماز پڑھنا تھی اور بھول کر پانچ رکعت پڑھ گیا تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی' اسے فرض از سر نو پڑھنے چاہئیں' سو اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف و محمد نے خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو درج ذیل ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعتیں پڑھیں۔ آپ سے عرض کیا گیا

---

(۱) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الکسوف جلد اول' ص-۱۷۶' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الکسوف باب قول الامام فی خطبة الکسوف اما بعد ج-۲' ص-۵۴۷' حدیث-۱۰۶۱ وصحیح مسلم کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبیی فی صلاۃ الکسوف ج-۶' ص-۴۴۸' حدیث-۲۱۰۰

(۳) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الکسوف جلد اول' ص-۱۷۵' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۴) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب سجود السھو جلد اول' ص-۱۵۹' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ۔ (۱)

کیا نماز بڑھا دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا "بات کیا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا آپ نے پانچ رکعتیں ادا کی ہیں۔ چنانچہ آپ نے سلام کے بعد دو سجدے اور کئے۔

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے لیکن جب کوئی شخص بھول کر ظہر کی نماز چار کی بجائے پانچ رکعت ادا کرلے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ اسے چاہیے کہ دو سجدہ ہائے سہو کرلے۔ کچھ مضائقہ نہیں اگر وہ چوتھی رکعت میں نہ بیٹھا ہو۔ امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ جبکہ سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھے اور پانچ رکعتیں ادا کرلے اور چوتھی رکعت میں بمقدار تشہد نہ بیٹھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (۲)

امام نووی نے شرح صحیح مسلم کہا کہ یہ حدیث امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور سلف اور خلف کے مذہب کی دلیل یعنی جو شخص بھول کر اپنی نماز میں ایک رکعت زیادہ پڑھ جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ اور امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ نے کہا کہ اگر بھول کر ایک رکعت زیادہ پڑھ جائے تو نماز اس کی باطل ہو جاتی ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز کا اعادہ کرے اور یہ حدیث (اس مسئلے میں) ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کے مذہب کی تردید کرتی ہے۔ (۳)

مسئلہ نمبر ۴۵ — جنازے کی نماز کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يُصَلِّيْ عَلٰى مَيِّتٍ فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ (۴) "کسی میت کی نماز جنازہ مسجد میں ادا نہ کی جائے۔" یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردان امام محمد و ابویوسف کا مذہب ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد و ابویوسف نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان تین احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَتِ ادْخُلُوْا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ فَاُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَآءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَاَخِيْهِ۔ (۵)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کے جنازہ کو مسجد میں داخل کرو تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھوں۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بات کو صحیح نہ سمجھتے ہوئے تعجب کیا تو جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں' سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب السهو باب اذا صلی خمسًا ج۔۲' ص۔۹۳' حدیث۔۱۲۲۶ وصحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو فی الصلاة والسجود له ج۔۵' ص۔۶۶' حدیث۔۱۲۸۱

(۲) جامع ترمذی ابواب الصلٰوة باب ماجاء فی سجدة السهو بعد السلام والکلام۔

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو فی الصلاة والسجود له ج۔۵' ص۔۶۶' شرح حدیث۔۱۲۸۱

(۴) هدایه کتاب الصلاة فصل فی الصلاة علی المیت جلد اول' ص۔۱۸۱' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد ج۔۷' ص۔۴۴' حدیث۔۲۲۵۱

فائدہ: یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ عورتوں کے لیے (بھی) نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ جمہور علماء نے مسجد میں نماز جنازہ کے جواز پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر لوگوں کے بیچ دلیل ہے اس بات کی کہ مسجد میں میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں' ان میں سے امام احمد' اسحاق اور ابن حبیب مالکی ہیں جبکہ ابن ابی ذئیب' ابی حنیفہ اور مالک نے کہا کہ نماز جنازہ مسجد میں جائز نہیں۔[1]

(۲) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ صُلِّيَ عَلٰى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فِي الْمَسْجِدِ۔[2]

روایت ہے نافع سے اس نے نقل کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔

(۳) وَرَوَى ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَغَيْرُهُ اَنَّ عُمَرَ صَلّٰى عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَّ صُهَيْبًا صَلّٰى عَلٰى عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ وَوُضِعَتِ الْجَنَازَةُ تُجَاهَ الْمِنْبَرِ۔[3]

ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق کی نماز جنازہ بھی مسجد میں ہی پڑھی اور جنازہ منبر کے سامنے رکھا گیا۔

فائدہ: زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ معاملہ صحابہ کے سامنے ہوا اور کسی نے اس سے نکار نہ کیا پس اس بات پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس باب میں ان کی دلیل کے طور پر مقلد یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں جنازہ پر نماز پڑھے پس اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

جواب: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ[4] نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے' اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ امام احمد نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسے روایت کرتے ہیں صالح مولی توءمہ منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے' انتھی۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر گزری اس میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر صحابہ نے انکار کیا اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنا سنت نہیں کیونکہ اگر سنت ہوتی تو صحابہ انکار نہ کرتے۔ سو اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: جب صحابہ نے انکار کیا تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہیل پر اور اس کے بھائی پر مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنے کا قصہ صحابہ کو یاد دلایا تو صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ جواب نہ دیا یعنی لاجواب ہو گئے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد ج۔۷' ص۔۳۳' شرح حدیث۔۲۲۳۹' ۲۲۵۱

(۲) موطا امام مالک باب صلوۃ علی الجنائز فی المسجد۔

(۳) زرقانی شرح موطا امام مالک۔

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد ج۔۷' ص۔۳۳' شرح حدیث۔۲۲۳۹

دوسرا جواب: رسول اللہ ﷺ کے بعد مسجد میں صحابہ کا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے جنازے پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ موطا امام مالک (باب صلوۃ علی الجنائز فی المسجد) میں روایت ہے نافع سے' اس نے نقل کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث اوپر مذکور ہوئی۔

مسئلہ نمبر ۴۶ اگر امام نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اُس کی اتباع نہ کریں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ خَمْسًا لَمْ يُتَابِعْهُ الْمُؤْتَمُّ[۱] "یعنی جنازے کی نماز میں اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اس کی متابعت نہ کرے" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان دو احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاِنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُهَا۔[۲]

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہہ دیں۔ میں نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس طرح تکبیریں کہا کرتے تھے۔

(۲) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ عَلٰى سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ سِتًّا وَقَالَ اِنَّهُ بَدْرِيٌّ۔ (رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ)[۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سہل بن حنیف کی نماز جنازہ میں چھ تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ یہ بدری ہیں۔ (اسے سعید بن منصور نے روایت کیا اور اس کی اصل بخاری میں ہے)

فائدہ: زرقانی شرح موطا امام مالک میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں کہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بدر پر چھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور صحابہ پانچ اور صحابہ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر چار اور ابن عباس رضی اللہ عنہ تین کہتے تھے اور انس رضی اللہ عنہ کبھی تین کبھی چار۔

ترمذی نے کہا کہ نبی ﷺ کے اہل علم اصحاب وغیرہ میں سے بعض لوگوں کا یہی مذہب ہے کہ جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں اور امام احمد اور اسحاق نے کہا کہ اگر جنازے کی نماز میں امام پانچ تکبیریں کہے تو اس کی متابعت کی جائے۔[۴]

---

(۱) ھدایہ کتاب الصلاۃ فصل فی الصلاۃ علی المیت جلد اول' ص-۱۸۰' کنزالدقائق وفتاوی عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی التکبیر علی الجنائز ج-۷' ص-۲۹' حدیث-۲۲۱۳ وبلوغ المرام کتاب الجنائز ص-۱۵۷' حدیث-۵۴۹ وابوداؤد کتاب الجنائز والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

(۳) بلوغ المرام کتاب الجنائز ص-۱۵۷' حدیث-۵۵۰

(۴) جامع ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی التکبیر علی الجنازۃ۔

مسئلہ نمبر ۴۷ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَدْعُوْا فِيْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ بِالْاَدْعِيَةِ الْمَعْرُوْفَةِ وَلَا يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [1] "اور امام نماز جنازہ میں دعا مانگے معروف دعائیں پڑھ کر مگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔" ☆ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان پانچ احادیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

(۱) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ۔ [2]

طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی اور کہا کہ جان لو کہ سنت یہی ہے۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى اَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ اَخَذْتُهٗ بِيَدِيْ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ۔ [3]

وہی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے ایک نماز پڑھی اس میں انہوں نے سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ ایک دوسری سورۃ بھی بلند آواز سے پڑھی گویا کہ انہوں نے دو سورتیں ہمیں سنائیں۔ پھر جب فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا (سورۃ فاتحہ وغیرہ بلند آواز پڑھنے کے بارے میں) تو فرمانے لگے کہ یہ سنت ہے اور یہی حق ہے۔

فائدہ: یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ جنازے کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ قرآن کی بھی پکار کر پڑھنا سنت ہے۔

(۳) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ السُّنَّةُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَنْ يُقْرَاَ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ مَخَافَتَةً ثُمَّ يُكَبِّرُ ثَلٰثًا وَالتَّسْلِيْمُ عِنْدَ الْاٰخِرَةِ۔ [4]

ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ کے بارے میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے پھر (امام) تین تکبیریں کہے اور آخری تکبیر کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(۴) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ ابْنِ سُهَيْلٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ السُّنَّةَ

ابی امامہ بن سہیل سے مروی ہے کہ انہیں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی آدمی نے خبر دی کہ نماز جنازہ کے بارے میں سنت یہ ہے کہ امام

---

(۱) فتاوٰی قاضی خان' شرح وقایہ' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراء ۃ الفاتحۃ علی الجنازۃ ج۔۳' ص۔۲۰۳' حدیث۔۱۳۳۵

(۳) صحیح سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعاء ج۔۲' ص۔۴۲۸' حدیث۔۱۸۷۸ (صحیح)

(۴) صحیح سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعاء ج۔۲' ص۔۴۲۸' حدیث۔۱۸۸۰' (صحیح)

☆ نماز جنازہ میں الحمد یعنی سورہ فاتحہ پڑھنا اکثر عالموں کے نزدیک جائز ہے۔ (ملابد ص۔۴۸)

فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ اَنْ یُّکَبِّرَ الْاِمَامُ ثُمَّ یَقْرَأُ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ بَعْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی سِرًّا فِیْ نَفْسِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فِیْ نَفْسِہٖ۔ (رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ فِیْ مُسْنَدِہٖ)[1]

پہلے تکبیر کہے پھر پہلی تکبیر کے بعد دل میں سورۂ فاتحہ پڑھے پھر دل ہی میں نبی ﷺ پر درود پڑھے۔ (اس حدیث کو امام شافعی نے اپنی مسند میں روایت کیا)

فائدہ: شوکانی نے دراری مضیہ شرح درر البہیہ میں کہا کہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہا کہ اسناد اس حدیث کی صحیح ہے۔ راقم کہتا ہے کہ جس طرح سے نسائی کی حدیث سے جنازے کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور کسی اور سورۃ کا پکار کر پڑھنا سنت ہے' معلوم ہوتا ہے اسی طرح سے آہستہ پڑھنا بھی سنت ہے۔ غرضیکہ پکار کر پڑھنا اور آہستہ پڑھنا دونوں طرح سے جائز ہے۔[2]

(۵) فِی الْبُخَارِیِّ قَالَ الْحَسَنُ یَقْرَأُ عَلَی الطِّفْلِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّسَلَفًا وَاَجْرًا۔[3]

صحیح بخاری میں ہے (بطریق تعلیق) کہ حسن بصری نے کہا کہ نابالغ بچے کی نماز جنازہ پر (امام) سورۂ فاتحہ پڑھے اور یہ دعا مانگے یااللہ اسے ہمارا پیشرو' پیشوا اور ذریعہ اجر بنا دے۔

فائدہ: قسطلانی شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو عبدالوہاب بن عطاء خفاف نے اپنی کتاب الجنائز میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۸ — زکوٰۃ کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : یَجُوْزُ دَفْعُھَا اِلٰی مَنْ یَّمْلِکُ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ صَحِیْحًا مُکْتَسِبًا[4] "یعنی (زکوٰۃ) دینا اس شخص کو جو کہ صاحب نصاب نہ ہو اگرچہ تندرست ہو اور کسب کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو جائز ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ رَجُلَانِ اَنَّھُمَا اَتَیَا النَّبِیَّ ﷺ وَھُوَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَھُوَ یَقْسِمُ الصَّدَقَۃَ فَسَاَلَاہُ مِنْھَا فَرَفَعَ فِیْنَا الْبَصَرَ وَخَفَضَہٗ فَرَاٰنَا جَلْدَیْنِ فَقَالَ اِنْ شِئْتُمَا اَعْطَیْتُکُمَا وَلَا حَظَّ فِیْھَا لِغَنِیٍّ وَلَا

روایت ہے عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو دو شخصوں نے خبر دی کہ تحقیق وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر اس وقت مال زکوٰۃ بانٹتے تھے۔ چنانچہ دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے صدقہ میں سے کچھ مانگا پس وہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اوپر نیچے سے دیکھا اور ہمیں قوی پایا پھر فرمایا اگر چاہو تو میں تمہیں مال دے دوں لیکن حقیقت

---

(۱) روضۃ الندیۃ کتاب الجنائز فصل بعد التکبیرۃ الاولٰی یقرا الفاتحۃ وسورۃ ج-۱' ص-۳۱۹
(۲) روضۃ الندیۃ کتاب الجنائز فصل بعد التکبیرۃ الاولٰی یقرا الفاتحۃ وسورۃ ج-۱' ص-۳۱۹
(۳) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراءۃ الفاتحۃ علی الجنازۃ ج-۳' ص-۲۰۳
(۴) ھدایہ کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الزکاۃ جلد اول' ص-۲۰۷' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ۔ [1]

یہ ہے کہ اس مال میں نہ تو کسی دولت مند کا کوئی حصہ ہے اور نہ کسی طاقتور (صحت مند) کمانے والے کا۔

فائدہ: منتقی الاخبار میں کہا کہ امام احمد نے کہا ہے کہ اس کی اسناد بہت کھری ہے' انتہی۔ [2] اور اس حدیث کو ابن حجر بلوغ المرام میں صرف مسند امام احمد ہی کی روایت سے لائے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے قوی کہا ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ) [3]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ نہ کسی دولت مند کے لیے حلال ہے اور نہ کسی صاحب قوت اور صحت مند انسان کے لیے۔ (اس حدیث کو ترمذی' ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا اور احمد' نسائی اور ابن ماجہ نے اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

فائدہ: شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کا مذہب یہی ہے کہ قوی کسب کرنے والے کے لیے صدقہ حلال نہیں لیکن ابوحنیفہ کا مسلک اس کے خلاف ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹ — سونے کی زکوٰۃ کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مَنْ كَانَ لَهٗ نِصَابٌ فَاسْتَفَادَ فِيْ اَثْنَاءِ الْحَوْلِ مِنْ جِنْسِهٖ ضَمَّهٗ اِلَيْهِ وَزَكَّاهُ [4] "یعنی جو شخص کہ صاحب نصاب ہو پس جو مال سال کے دوران اصل نصاب سے بڑھ جائے وہ بھی اپنی قسم میں مل جائے گا اور زکوٰۃ اس کی ادا کرے۔" مثلاً اس کے پاس اس سال ایک سو روپیہ رکھا تھا جب چھ مہینے یا آٹھ مہینے گزر گئے تو سو روپیہ اور اس کے پاس آگیا تو یہ سو بھی اس پہلے سو کے ساتھ ملا دے اور زکوٰۃ دو سو کی دے۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تیرے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں سے

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنٰی ج۔۱' ص۔۴۵۴' حدیث۔۱۴۳۳ (والحدیث صحیح) ومشکوٰۃ باب من لا یحل لہ الصدقۃ ونسائی۔

(۲) نیل الاوطار کتاب الزکاۃ باب ماجاء فی الفقیر والمسکین ج۔۴' ص۔۱۶۹

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الزکاۃ باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنٰی ج۔۱' ص۔۴۵۴' حدیث۔۱۴۳۴ ومشکوٰۃ کتاب الزکاۃ باب من لا تحل لہ الصدقۃ ج۔۱' ص۔۵۷۴ حدیث۔۱۸۳۰ (الالبانی)

(۴) ھدایہ کتاب الزکاۃ باب فی صدقۃ السوائم جلد اول' ص۔۱۹۳' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْئٌ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ وَلَيْسَ فِيْ مَالٍ زَكٰوةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَهُوَ حَسَنٌ) وَقَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْ رَفْعِهٖ وَلِلتِّرْمَذِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَنِ اسْتَفَادَ مَالاً فَلَا زَكٰوةَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ وَالرَّاجِحُ وَقْفُهٗ۔ [1]

پانچ درہم زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ اس کے علاوہ تجھ پر اور کچھ نکالنا واجب نہیں۔ یہاں تک کہ تیرے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان پر بھی پورا سال گزر جائے نصف دینار زکوٰۃ لازم آئے گی۔ پھر جتنی مالیت بڑھتی جائے اس حساب سے زکوٰۃ دینا واجب ہو گا اور کسی مال پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے) تاہم محدثین نے اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف کیا ہے اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے کسی مال سے فائدہ اٹھایا ہو اس پر حولان حول سے پہلے زکوٰۃ لازم نہیں آئے گی' اس روایت کا موقوف ہونا راجح ہے۔

فائدہ: ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے اور بیس (۲۰) دینار کے اس ملک کے حساب سے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں سو جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا ہو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے اور جس کے پاس اس سے کم سونا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب کا ذکر مسئلہ نمبر ۵۰ میں آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰　عشر کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْ قَلِيْلِ مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ وَكَثِيْرُهُ الْعُشْرُ [2] "کہا امام ابوحنیفہ نے کہ زمین میں سے خواہ تھوڑی چیز نکلے خواہ بہت زکوٰۃ اس میں سے دسواں حصہ ہے" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ زُوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ۔ [3]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ وسق سے کم کھجوروں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی پر کوئی زکوٰۃ نہیں اور پانچ راس اونٹوں سے کم پر بھی کوئی زکوٰۃ نہیں۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الزکاۃ باب السائمۃ ج۔۱' ص۔۴۳۶' حدیث۔۱۵۷۳ وبلوغ المرام کتاب الزکوٰۃ ص۔۱۷۰' حدیث۔۵۹۲'۵۹۳

(۲) هدایه کتاب الزکاۃ باب زکاۃ الزروع والتمار جلد اول' ص۔۲۰۱' شرح وقایه' ردالمختار' فتاوی عالمگیری وفتاوی قاضی خان۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ج۔۷' ص۔۵۲' حدیث۔۲۲۶۰ ومشکوٰۃ کتاب الزکاۃ باب مایجب فیه الزکوٰۃ ج۔۱' ص۔۵۶۳' حدیث ۱۷۹۴ وصحیح بخاری۔

فائدہ: پانچ وسق کے تیس (۳۰) من ہوتے ہیں زکوٰۃ کے دسویں حصہ کے اس میں تین من ہوئی۔ اگر پانچ وسق یعنی تیس من سے کم کھجوریں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پانچ اوقیہ کے دو سو درہم ہوئے اور دو سو درہم کے ساڑھے باون روپے چہرہ شاہی (کہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہے) ہوتے ہیں سو جس کے پاس اس قدر چاندی یا روپے ہوں تو وہ چالیسواں حصہ یعنی ایک روپیہ پانچ آنے زکوٰۃ کے اس میں سے دے اور جس کے پاس اس قدر چاندی یا روپے نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵۱ روزے کی قضا کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يَصُوْمُ الْوَلِيُّ وَلَا يُصَلِّيْ [1] "یعنی میت کی طرف سے ولی نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ۔ [2]

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کہ مرے اور اس پر روزہ ہو اس کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھے۔

مسئلہ نمبر ۵۲ روزے کی نیت کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: اِنْ لَّمْ يَنْوِ حَتّٰى اَصْبَحَ اَجْزَتْهُ النِّيَّةُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الزَّوَالِ [3] "اگر رات کو (فرض) روزے کی نیت نہ کرے تو دن کو زوال کے وقت تک نیت کرنا جائز ہے۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جو اس حدیث کے خلاف ہے۔

عَنْ حَفْصَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ اِلٰى تَرْجِيْحِ وَقْفِهٖ وَصَحَّحَهٗ مَرْفُوْعًا ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَلِلدَّارَ قُطْنِيِّ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَّمْ يَفْرِضْهُ مِنَ اللَّيْلِ) [4]

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے فجر سے پیشتر روزے کی نیت نہ کی تو اس کا کوئی روزہ نہیں۔ (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی اور نسائی نے اس کے وقف کو راجح قرار دیا ہے۔ اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح اور مرفوع روایت کہا ہے اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے رات سے ہی روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں)

---

(۱) ہدایہ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ جلد اول، ص۔۲۲۳، شرح وقایہ وردالمختار۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صیام ج۔۳، ص۔۱۹۲، حدیث۔۱۹۵۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب قضاء الصیام عن المیت ج۔۸، ص۔۲۶۵، حدیث۔۲۶۷۸ ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب القضاء ج۔۱، ص۔۶۳۱، حدیث۔۲۰۳۳ (البانی)

(۳) ہدایہ جلد اول، ص۔۲۲۳، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، فتاوی عالمگیری وفتاوی قاضی خان۔

(۴) صحیح ابوداؤد کتاب الصوم باب النیۃ فی الصیام ج۔۲، ص۔۸۲، حدیث۔۲۴۵۴ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب الصیام۔

مسئلہ نمبر ۵۳

اعتکاف کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : يَدْخُلُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ [1] "اعتکاف کرنے والا (اپنے معتکف میں) غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو جائے۔"

فائدہ: امام نووی نے اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اور علامہ محمد نے زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے والا مقام اعتکاف میں غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو جائے۔ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین [2] کا ہے' مگر ان چاروں اماموں نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهٗ. [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب چاہتے تھے کہ اعتکاف کریں تو فجر کی نماز پڑھتے پھر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔

فائدہ: یہ حدیث صاف دلیل ہے اس پر کہ ابتداء اعتکاف کی بعد نماز فجر کے ہے اور ایک قول کے مطابق امام اوزاعی' ثوری اور لیث کا یہی مذہب ہے اور ائمہ اربعہ جو اس حدیث کے قائل نہیں ہیں سو ان کے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کی نیت سے غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے تھے اور رات وہیں رہتے پھر نماز فجر پڑھنے کے بعد اس حجرے میں داخل ہو جاتے جو آپ کے لیے بغرض اعتکاف بوریئے کا بنایا جاتا تھا تاکہ لوگوں سے الگ رہیں۔ پس ابتدائے اعتکاف مغرب کے وقت سے ہوتی اور دخول معتکف صبح کو ہوتا۔ اسی طرح شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

جواب: یہ تاویل بالکل باطل اور ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور احتمال عقل پر سنت مقدم ہے۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۴

احکام حج کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : لَا يَلْبَسُ قَمِيْصًا وَلَا سَرَاوِيْلَ وَلَا عِمَامَةً [4] "محرم نہ پہنے کرتہ' پائجامہ اور نہ عمامہ۔"

فائدہ: ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جس محرم کے پاس تہبند نہ ہو پائجامہ ہی ہو تو وہ پائجامہ کو توڑ کر اس کا تہ بند بنا لے اور اگر پائجامہ ہی پہنے رہے گا تو اس پر دم آئے گا۔ یعنی اسے جانور

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاعتکاف باب حتّٰی یدخل من ارلا الاعتکاف فی معتکفه ج۔۸' ص۔۳۰۹' شرح حدیث۔۲۷۷۷

(۳) صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب حتّٰی یدخل من اراد الاعتکاف فی معتکفه ج۔۸' ص۔۳۰۹' حدیث۔۲۷۷۷ وصحیح بخاری وبلوغ المرام کتاب الصیام باب الاعتکاف ص۔۱۹۵' حدیث۔۷۸۳

(۴) هدایه کتاب الحج باب الاحرام جلد اول' ص۔۲۳۹' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

ذبح کرنا ہو گا اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ وَاِذَا لَمْ يَجِدْ اِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيْلَ۔ (۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا' آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے' اگر کوئی محرم جوتے نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور اگر اسے تہبند نہ ملے تو پاجامہ یا شلوار ہی پہن لے۔

مسئلہ نمبر ۵۵ — امورِ حج کی تقدیم و تاخیر کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :اَخَّرَ الْحَلْقَ حَتّٰى مَضَتْ اَيَّامُ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (۲) "جو شخص سر کے منڈانے میں تاخیر کرے' یہاں تک کہ قربانی کے دن گذر جائیں تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دم لازم آتا ہے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف رائے دی ہے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اِنِّيْ اَفَضْتُ اِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ۔ (۳)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں لوگوں کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگ آتے اور آپ سے مسائل پوچھتے تھے۔ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ نے فرمایا اب قربانی کر لو کوئی بات نہیں۔ ایک دوسرا آدمی آیا اور عرض کرنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے اونٹوں کو قربان کر دیا۔ آپ نے فرمایا اب جا کر کنکریاں پھینک لو کوئی حرج کی بات نہیں۔ تو جس بات کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا چاہے کسی کام کے پہلے کرنے کے بارے میں ہو یا موخر کرنے کے بارے میں' آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں۔ (بخاری مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے سر منڈا لیا' آپ نے جواب میں فرمایا اب کنکریاں پھینک دو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اور ایک دوسرا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے طواف افاضہ کر لیا۔ آپ نے فرمایا اب کنکریاں پھینک دو کوئی حرج کی بات نہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یباح للمحرم بحج او عمرة ومالا یباح ج۔۸' ص۔۳۱۶' حدیث۔۲۷۸۶ و مشکوٰة کتاب مناسک باب ما یجتنبه المحرم ج۔۲' ص۔۸۲۱' حدیث۔۲۶۷۹

(۲) هدایه جلد اول' ص۔۲۷۶' شرح وقایه' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الحج باب الفتیا علی الدابة عند الجمرة ج۔۳'ص۔۵۶۹'حدیث۔۱۷۳۶ او مشکوٰة کتاب المناسک باب فی التحلل ج۔۲'ص۔۸۱۳'حدیث۔۲۶۵۵ و صحیح مسلم کتاب الحج باب من حلق قبل النحر او نحر قبل الرمی ج۔۹'ص۔۵۹'حدیث۔۳۱۴۳'۳۱۵۰

مسئلہ نمبر ۵۶ اشعار (یعنی جانور کو بطور نشانی زخم کرنے) کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے وَلَا یُشْعِرُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ [۱] "ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (جانور کو نشانی کے طور پر) زخم نہ کیا جائے" اس لیے کہ ان کے نزدیک اشعار مثلہ ہے یعنی تکلیف دینا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے: وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اِنَّهٗ مُثْلَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْهِیٌّ عَنْهُ [۲] "ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکلیف دینا ہے اور تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔" جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف رائے دی ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ ثُمَّ دُعَا بِنَاقَتِهٖ فَاَشْعَرَهَا فِیْ صَفْحَةِ سِنَامِهَا الْاَیْمَنِ وَسَلَتَ الدَّمَ عَنْهَا وَقَلَّدَهَا نَعْلَیْنِ ثُمَّ رَکِبَ رَاحِلَتَهٗ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ عَلَی الْبَیْدَآءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَمَالِكٌ) [۳]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ذی الحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے کوہان کے دائیں جانب نشان کے طور پر زخم کیا اور اس کا خون پونچھ دیا نیز اسے دو جوتوں کا قلادہ پہنایا پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ بیداء پر ہموار چلنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے لبیک کہنا شروع کر دیا۔ (اس حدیث کو امام مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور امام مالک نے روایت کیا)

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ میں نے ابوسائب کو کہتے سنا کہ ہم وکیع کے پاس ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے حدیث بیان کی کہ آپ نے اشعار (جانور کو زخمی کرنا) کیا اور یہ بھی کہا کہ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اشعار کرنا مثلہ ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہے۔ یہ سن کر وکیع بہت غصے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بتاتا ہوں اور تم اس حدیث کے مقابلے میں ابراہیم نخعی کا قول بیان کرتے ہو۔ تم اس قابل ہو کہ تمہیں قید کر دیا جائے یا جب تک توبہ نہ کرو تمہیں رہا نہ کیا جائے۔ [۴]

ترمذی نے کہا کہ میں نے یوسف بن عیسیٰ سے اس نے سنا وکیع سے کہ انہوں نے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس مسئلہ میں اہل رائے کے قول کو نہ دیکھو اس لیے کہ اشعار سنت ہے اور اہل رائے کا قول بدعت ہے۔ [۵]

---

(۱) هدایه کتاب الحج باب الاحرام جلد اول، ص۔۲۶۳، شرح وقایه، کنز الدقائق وردالمختار۔

(۲) جلد اول، ص۔۲۶۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب تقلید الهدی واشعاره عند الاحرام ج۔۸، ص۔۳۵۲، حدیث۔۳۰۰۶ وصحیح ابوداؤد کتاب المناسک باب فی الاشعار ج۔۲، ص۔۳۹۱، حدیث۔۱۷۵۲ (والحدیث صحیح) وتیسیر الوصول۔

(۴) جامع الترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی اشعار البدن۔

(۵) جامع الترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی اشعار البدن۔

مسئلہ نمبر ۵۷ مدینہ کے حرم ہونے کا بیان

شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ مدینہ حرم نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان چار احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

(۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَابَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[۱]

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا نبی ﷺ نے فرمایا مدینہ حرام ہے (یعنی مانند حرم مکہ کے ہے جو چیزیں حرم مکہ میں کرنی حرام ہیں مدینہ میں بھی حرام ہیں اس کے حدود حرم عیر سے ثور تک ہیں پس جو شخص کہ پیدا کرے مدینہ میں بدعت (یعنی جو چیز کہ مخالف ہو کتاب وسنت کے) یا ٹھکانا دے بدعتی کو پس اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن نہ فرض اور نہ نفل قبول کرے گا۔ (بخاری' مسلم)

(۲) عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَا بَتَيِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يُّقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ لَا يَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَلَا يَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰى لَاْوَائِهَا وَجَهْدِهَا اِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔[۲]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان علاقہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔ نہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں اور نہ اس کا شکار قتل کیا جائے۔ نیز فرمایا کہ مدینہ (ایمانداروں کیلئے) بہترین جگہ ہے کاش انہیں معلوم ہوتا۔ جو شخص بھی اسے بے رغبت ہو کر چھوڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر بہتر آدمی کو لابساتے ہیں اور جو شخص بھی اس کی شدت اور مشقت پر صبر کرتے ہوئے مدینہ میں ہی اقامت گزیں رہے گا۔ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اور اس کی (اطاعت کی) گواہی دوں گا۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَلَعَ لَهُ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا۔[۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو احد پہاڑ نظر آیا آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ بیشک سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ ودعاء النبی فیھا بالبرکۃ ج۔۹' ص۔۱۳۵' حدیث۔۳۳۱۴

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ ودعاء النبی فیھا بالبرکۃ ج۔۹' ص۔۱۳۰' حدیث۔۳۳۰۵

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب احد جبل یحبنا ونحبہ ج۔۹' ص۔۱۶۵' حدیث۔۳۳۶۰ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینۃ ج۔۲' ص۔۸۳۸' حدیث۔۲۷۳۵

(۴) عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَخَذَ رَجُلاً يَصِيْدُ فِيْ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ الَّذِيْ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَبَهُ ثِيَابَهُ فَجَآءَ مَوَالِيْهِ وَكَلَّمُوْهُ فِيْهِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَرَّمَ هٰذَا الْحَرَمَ وَقَالَ مَنْ اَخَذَ اَحَدًا يَصِيْدُ فِيْهِ فَلْيَسْلُبْهُ وَلَا اَرُدُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً اَطْعَمَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنْ اِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ اِلَيْكُمْ ثَمَنَهُ۔ [1]

سلیمان بن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے ایک شخص کو پکڑ لیا جو حرم مدینہ میں جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے شکار کرتا تھا اور اس کے کپڑے چھین لیے۔ چنانچہ اس کے مالک آئے اور اس کے بارے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بات چیت کرنے لگے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں کسی کو شکار کرتے ہوئے پکڑے وہ اس کا مال اسباب چھین لے۔ لہٰذا میں تمہیں یہ مال و اسباب واپس نہیں کروں گا۔ یہ تو وہ عطیہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا ہے تاہم اگر چاہو تو میں اس کی قیمت تمہیں (بطور احسان) لوٹائے دیتا ہوں۔

مسئلہ نمبر ۵۸ — قربانی کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : حِيْلَةُ الْمِصْرِيِّ اِذَا اَرَادَ التَّعْجِيْلَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهَآ اِلٰى خَارِجِ الْمِصْرِ فَيُضَحِّيْ بِهَا كَمَا طَلَعَ الْفَجْرُ۔ [2] "شہر والے اگر گاؤں میں اپنی قربانی بھیج دیں تو اس حیلہ سے ان کے لیے بعد صبح قبل نماز عید قربانی کرنا جائز ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل چار احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

(۱) عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ الْاَضْحٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ بِالنَّاسِ نَظَرَ اِلٰى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَّكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ۔ [3]

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں عیدالاضحیٰ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ جب لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کر چکے تو آپ نے ایک بکری کو دیکھا جسے ذبح کر دیا گیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا جس نے نماز عید سے پہلے بکری ذبح کر دی ہے وہ اس کی جگہ پر ایک دوسری بکری ذبح کرے اور جس نے ذبح نہ کی ہو تو وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(۲) عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں یوم النحر کو خطاب کیا اور فرمایا اس دن سب سے پہلا کام جو ہم کریں

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینۃ ج-۱' ص-۵۶۹' حدیث-۲۰۳۷ (والحدیث صحیح)

(۲) ھدایہ کتاب الاضحیۃ جلد چہارم' ص-۴۴۶

(۳) صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد ج-۱۰' ص-۲۰' حدیث-۵۵۶۲ وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتھا ج-۱۳' ص-۱۱۲' حدیث-۵۰۳۸ وبلوغ المرام باب الاضاحی۔

مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْئٍ۔ (۱)

گے وہ نماز پڑھنا ہے پھر واپس پلٹ کر قربانی دیں گے تو جس شخص نے یہ کام کئے اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے بکری کو ذبح کر دیا تو یقیناً اس نے گھر والوں کے لیے جلد گوشت کا بندوبست کر لیا اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (۲)

انہی سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز عید سے پہلے جانور کو ذبح کر لیا تو اس نے ذبح کر کے بس گوشت ہی اپنے لیے مہیا کیا اور جس نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا تو اس کی قربانی کی عبادت مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔

(۴) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا۔ (۳)

اور انہی سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے سنا' آپ نے ارشاد فرمایا اس دن سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر پلٹ کر قربانی کریں گے۔ جس نے یہ کام کئے اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

مسئلہ نمبر ۵۹ — عقیقہ کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: ذُكِرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَلَا يَعُقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَلَا عَنِ الْجَارِيَةِ وَاِنَّهٗ اَشَارَةٌ اِلَى الْكَرَاهِيَةِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ فِيْ كِتَابِ الْاُضْحِيَةِ۔ (۴) الجامع الصغیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ نہ کیا جائے اور بلاشبہ یہ اس کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح بدائع کتاب الاضحیہ میں لکھا ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان چار احادیث کے خلاف رائے دی ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ الْجَارُوْدِ وَعَبْدُ الْحَقِّ لٰكِنْ رَجَّحَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق نبی ﷺ نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کا ایک ایک مینڈھے سے عقیقہ کیا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور اس حدیث کو ابن خزیمہ' ابن جارود اور عبدالحق نے صحیح کہا لیکن ابوحاتم نے اس کو مرسل ہونے کی

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاضاحیی باب الذبح بعد الصلاۃ ج-۱۰' ص-۱۹' حدیث-۵۵۶۰ وصحیح مسلم کتاب الاضاحیی باب وقتها ج-۱۳' ص-۱۱۶' حدیث-۵۰۳۶

(۲) صحیح بخاری کتاب الاضاحیی ج-۱۰' ص-۱۲' حدیث-۵۵۵۶ وصحیح مسلم کتاب الاضاحیی باب وقتها ج-۱۳' ص-۱۱۳' حدیث-۵۰۲۲ ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین ج-۱' ص-۳۵۲' حدیث-۱۳۳۷

(۳) صحیح بخاری کتاب الاضاحیی باب الذبح بعد الصلاۃ ج-۱۰' ص-۱۹' حدیث-۵۵۶۰

(۴) فتاوی عالمگیری۔

اَبُوْ حَاتِمٍ اِرْسَالَهٗ وَاَخْرَجَ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ نَحْوَهٗ۔ (۱)

ترجیح دی اور ابن حبان نے ایسی ہی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے تخریج کی۔

(۲) عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُمْ دَخَلُوْا عَلٰى حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَاَلُوْهَا عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَاَخْبَرَتْهُمْ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَهُمْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ۔ (۲)

یوسف بن ماہک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن کے پاس گئے اور ان سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے انہیں بتایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو ہم سن بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کریں۔

فائدہ: ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں علی' ام کرز' بریدہ' سمرہ' ابی ہریرہ' عبداللہ بن عمر' انس' سلمان بن عامر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ملتی ہے۔

(۳) عَنْ سُمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَيُحْلَقُ وَيُسَمّٰى۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ) (۳)

سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر لڑکا عقیقہ کے بدلے میں رہن رہتا ہے۔ لہٰذا ساتویں دن اس کی طرف سے (مینڈھا) ذبح کیا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے اور نام رکھا جائے۔ (اس حدیث کو احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح کہا)

(۴) عَنْ اُمِّ كُرْزٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰى مَكِنَاتِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ اُذْكَرَانًا كُنَّ اَمْ اِنَاثًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ) (۴)

ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو نیز میں نے یہ بھی سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کی جائے) اور کوئی نقصان نہیں چاہے وہ نر ہوں یا مادہ۔ (اس حدیث کو امام ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے یقول عن الغلام سے لے کر آخر تک روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقة ج-۲' ص-۱۹۷' حدیث-۲۸۴۱ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب الاطعمة باب العقیقة ص-۳۰۷' حدیث-۱۳۶۵' ۱۳۶۷

(۲) جامع الترمذی ابواب الاضاحی باب ماجاء فی العقیقة۔

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقة ج-۲' ص-۱۹۶' حدیث-۲۸۳۷ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب الاطعمة باب العقیقة ص-۳۰۸' حدیث-۱۳۶۰

(۴) صحیح ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقة ج-۲' ص-۱۹۵' حدیث-۲۸۳۵ (صحیح)

مسئلہ نمبر ۶۰ — بیع کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ الْمُعَلَّمِ وَغَيْرِ الْمُعَلَّمِ فِيْ ذٰلِكَ سَوَآءٌ[1] "یعنی کتے' چیتے اور درندوں کی بیع جائز ہے برابر ہے کہ سکھائے ہوئے ہوں یا بے سکھائے ہوئے۔"

فائدہ: جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہیں اس کو معلم کہتے ہیں ورنہ غیر معلم غرض کہ کتا اور چیتا جو درندہ ہے خواہ معلم ہو یا نہ ہو' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی بیع درست ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس کی بیع حرام ہے' پس اس مسئلے میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار احادیث کے خلاف عمل کیا ہے جو کہ مسئلہ نمبر ۹۵ میں اس کتاب میں آگے آئیں گی' انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حنفیہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کے طور پر یہ احادیث پیش کرتے ہیں۔

(پہلی حدیث) —— مسند امام ابوحنیفہ[2] میں ہے کہ روایت کیا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہیثم سے' انہوں نے عکرمہ سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت (لینے) کی اجازت دی تھی۔

فائدہ: شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ اس لیے کہ ابن حبان نے ہیثم کو ثقات میں ذکر کیا۔[3]

جواب: اس مسند کی احادیث کی سند کو جید ٹھہرانا اور اس کی احادیث کے راویوں کو ثقہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص موضوع احادیث کی اسناد میں بعض راوی ثقہ دیکھ کر یہ کہہ دے کہ ان کی سند جید ہے اور راوی ان کے ثقہ ہیں اور یہ احادیث قابل عمل ہیں کیونکہ اس مسند کی احادیث تین وجہ سے قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہیں۔

پہلی وجہ: اس مسند کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی ہوئی کہنا محض کذب ہے۔ اس لیے کہ اس مسند کو محمود بن محمد خوارزمی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے پانچ سو چوبیس (۵۲۴) برس بعد تالیف کیا ہے اور اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک جو (پانچ سو چوبیس برس کا عرصہ ہے) بالکل ندارد ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سنہ ایک سو پچاس ہجری میں اس جہان سے رحلت فرما گئے تھے۔ چنانچہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا:

اَلنُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوْفِيُّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ الْاِمَامُ يُقَالُ اَصْلُهٗ مِنْ فَارِسٍ وَيُقَالُ مَوْلٰى بَنِيْ تَيْمٍ فَقِيْهٌ مَشْهُوْرٌ مِنَ السَّادِسَةِ مَاتَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ عَلَى الصَّحِيْحِ وَلَهٗ	نعمان بن ثابت کوفی یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ فارسی الاصل ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور چھٹے طبقہ کے مشہور فقیہ ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ ستر برس کی عمر پا کر سنہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے اور مسند خوارزمی

---

[1] ہدایہ کتاب البیوع جلد سوم ص۔۱۰۱' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار' فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

[2] مسند امام اعظم بیان الرخصۃ فی ثمن کلب الصید ص۔۱۶۹ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

[3] فتح القدیر۔

سَبْعُوْنَ سَنَةً۔[1] جو مسند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئی' چھ سو چوہتر ہجری (سنہ ۶۷۴ھ) میں رائج ہوئی ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں کہا کہ "مسند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ بالفعل مشہور است تالیف قاضی القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ ششصد وہفتاد وچہار آنرا رائج ساختہ انتہی۔[2] (ترجمہ) مسند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جو کتاب مشہور ہے قاضی القضاۃ ابوالموئد محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی کی تالیف ہے۔ جسے انہوں نے چھ سو چوہتر ہجری (سنہ ۶۷۴ھ) میں رواج دیا' انتہی۔

اب غور کیجئے کہ جس حدیث میں سے ایک ہی راوی جھوٹا ہوا ہو وہ حدیث تو مرسل یعنی ضعیف کہلاتی ہے اور قابل حجت نہیں ہوتی پھر بھلا جس کتاب کی احادیث کی پانچ سو چوبیس (۵۲۴) برس کے عرصہ کے راویوں کا پتہ نہ ہو اس کتاب کی احادیث کا کیا مقام ہو گا۔ لہٰذا مسند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا ایسا ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں کہا ہے۔ پس ایں مسند را نسبت بحضرت امام کردن ازاں بابست کہ مسند ابی بکر را مثلاً از مسند امام احمد نسبت بحضرت ابوبکر صدیق نمائیم و از تصانیف ایشاں نگاریم۔[3]

(ترجمہ) پس اس مسند کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسند ابی بکر رضی اللہ عنہ جو امام احمد ابن حنبل کی ترتیب کردہ ہے' کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیں اور ان کی تصنیف سمجھیں۔

دوسری وجہ: مسند خوارزمی جو مسند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے طبقہ رابعہ کی کتاب ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی[4] نے کہا کہ "وطبقہ رابعہ احادیثی کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود ومتاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دوشق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہارا اصلی نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا شدندیا یافتند و دراں قدحی وعلتی دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک روایت آنہا وعلی کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود انتہی۔

(ترجمہ) اور طبقہ اربعہ کی احادیث وہ احادیث ہیں کہ جن کا نام و نشان قرون اولیٰ میں نہیں ملتا۔ البتہ متاخرین نے انہیں روایت کیا ہو۔ پس ایسی احادیث کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو سلف نے تحقیق کی اور ان احادیث کو اصل نہ پایا (بالفاظ دیگر جعلی پایا) کہ اصلی ہونے کی صورت میں وہ ان کی روایت کا اہتمام کرتے یا پھر سلف نے ان احادیث کو اصلی تو پایا ہو مگر ان میں قدح و علت دیکھی ہو اور اس وجہ سے ان کی روایت ترک کر دی ہو۔ ہر صورت میں ان احادیث کو قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نہ عقیدہ عمل کے اثبات میں ان کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے' انتہی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا ہے کہ طبقہ رابعہ کی احادیث جو اچھی سے اچھی ہیں ضعیف اور محتمل ہیں اور جو بری سے بری ہیں وہ موضوع (ہیں یا ان میں بہت ناگوار طریقے سے الفاظ آگے پیچھے کر دیئے گئے ہیں) اور کتاب موضوعات ابن جوزی کا مواد اسی طبقہ کی احادیث ہیں' انتہی۔[5]

---

(۱) تقریب التہذیب۔
(۲) بستان المحدثین۔
(۳) بستان المحدثین۔
(۴) حجة الله البالغة جلد اول باب طبقات كتب الحديث۔
(۵) حجة الله البالغة باب طبقات كتب الحديث ج ۱ ص ۱۳۵۔

تیسری وجہ: مسند خوارزمی اصل کتاب دیکھنا ضروری ہے' پانچ سو چوبیس برس کے راویوں کے انقطاع کے باعث مردود سمجھی جائے گی۔ اس لیے کہ حدیث بلا اسناد جس کے مبدا سند میں سقوط وانقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے اور اس کا بیان مسئلہ نمبر ۹۱ میں آگے آئے گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس ایسی کتاب کی احادیث کو شیخین کی احادیث کے مقابلہ میں رکھنا بلکہ شیخین کے احادیث سے بھی ان کو مقدم سمجھنا بجز مسلکی تعصب کے کسی طرح ممکن نہیں اور یہ چیز کسی باشعور پیرو حق کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔

(دوسری حدیث)—— ترمذی میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا مگر شکاری کتے کی (قیمت لینے کی اجازت دے دی)

جواب: حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اس سند سے صحیح نہیں ہے اور ابو المہزم (اس حدیث کے راویوں میں سے ہے) کا نام یزید بن سفیان ہے اور اس میں شعبہ بن حجاج نے کلام کی ہے۔[1]

تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابو المہزم تمیمی مصری کہ نام اس کا یزید ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام عبدالرحمٰن بن سفیان جو تیسرے طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور متروک ہے۔[2]

(تیسری حدیث)—— نسائی میں ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اس نے نقل کیا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی بیع سے منع فرمایا ہے البتہ شکاری کتے کی بیع کی اجازت دی ہے۔[3] اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ حدیث صحیح نہیں' اس لیے کہ اس حدیث کے راویوں میں سے حجاج بن محمد اور حماد بن سلمہ یہ دونوں راوی ثقہ تو ہیں لیکن اخیر عمر میں ان کا حافظہ خلط ملط ہو گیا تھا۔ اسی طرح تقریب التہذیب میں لکھا ہے اور ابو عبدالرحمان نسائی نے اس حدیث کے اخیر میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔[4] اور ترمذی نے کہا (کہ یہ جو) روایت کی گئی ہے جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی اس نے نبی ﷺ سے مثل اس کی یعنی جو حدیث کہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی۔ اس کی اسناد صحیح نہیں۔[5]

دوسرا جواب: یہ حدیث مخالف ہے جابر رضی اللہ عنہ ہی کی اس صحیح حدیث کے جو کہ صحیح مسلم[6] میں ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی خرید کے بارے میں پوچھا تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔

(چوتھی حدیث)—— دار قطنی[7] میں ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نقل کیا اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بلی اور کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا البتہ شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت دے دی۔ سو اس کا جواب تین طرح پر ہے۔

---

(۱) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی کراھیۃ ثمن الکلب۔

(۲) تقریب التھذیب۔

(۳) نسائی کتاب البیوع باب بیع الکلب ج۔۲' ص۔۲۰۳ (ضعیف)

(۴) صحیح سنن نسائی کتاب البیوع باب ما استثنی ج۔۳' ص۔۹۶۶' حدیث۔۴۳۵۳

(۵) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی کراھیۃ ثمن الکلب۔

(۶) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج۔۱۰' ص۔۴۷۸' حدیث۔۳۹۹۱

(۷) عقود الجواھر المنیفہ۔

پہلا جواب: یہ حدیث ضعیف ہے ☆ اس لیے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک تو حماد بن سلمہ ہے اور اس کا حال اوپر کی حدیث میں گزر چکا ہے اور دوسرا سوید بن عمرو ہے جن کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ سوید بن عمرو کلبی ابوالولید کوفی عابد ہے۔ اس کے حق میں ابن حبان نے بہت برا کلمہ کہا ہے۔

دوسرا جواب: یہ حدیث بھی مخالف ہے صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث کے جو کہ جابر رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی۔

تیسرا جواب: دار قطنی کہ جس کی یہ حدیث ہے، طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے خلاف ہو ہرگز قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہوتی۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔ وطبقہ ثالثہ احادیثے کہ جملہ از علماء متقدمین بر زمان بخاری و مسلم یا معاصرین آنہا یالاحقین بآنہا در تصانیف خود روایت کردہ اندالتزام صحت ننمودہ کتب آنہا در شہرت وقبول در مرتبہ طبقہ اولیٰ و ثانیہ نرسیدہ ہرچند مصنفین آن کتب موصوف بودند بہ تبحر در علوم حدیث ووثوق وعدالت وضبط و احادیث صحیح و حسن و ضعیف بلکہ متہم بالوضع نیز دران کتب یافتہ میشود ورجال آن کتب بعضی موصوف بعدالت اند وبعضے مستور وبعضے مجہول واکثر آن حدیث معمول بہ نزد فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آنہا منعقد گشتہ انتھی۔[1]

(ترجمہ) اور تیسرے طبقہ کی احادیث وہ ہیں کہ جنہیں علماء میں سے ایک جماعت نے اپنی تصانیف میں روایت کیا ہے جو بخاری و مسلم پر زمانی تقدم رکھتی ہے یا ان کی ہم عصر یا ان سے متصل بعد کے زمانے سے تعلق رکھتی ہے علماء کی اس جماعت نے احادیث روایت کرتے وقت صحت کا التزام نہیں کیا۔ نتیجہ ان کی کتب شہرت و قبول میں کتب طبقہ اولیٰ و ثانیہ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکیں۔ اگرچہ ان کے مصنفین بھی ثقاہت' عدالت' ضبط اور علوم حدیث میں مقام تبحر پر فائز تھے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ان کتب میں صحیح' حسن اور ضعیف احادیث کے ساتھ ساتھ موضوع روایتیں بھی پائی جاتی ہیں اور ان کتابوں کے راویوں میں سے بعض تو عادل ہیں مگر بعض مستور اور مجہول ہیں۔ مزید برآں ان احادیث کی اکثریت فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے' انتھی۔

(پانچویں حدیث)---- بیہقی[2] نے حسن بن ابی جعفر سے روایت کیا' اس نے ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے' اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کو روایت کیا (یعنی جو کہ دار قطنی کی روایت سے اوپر گزری۔ سو اس کا جواب بھی تین طرح پر ہے۔

پہلا جواب: سید محمد مرتضیٰ حسینی حنفی نے عقود الجواہر المنیفہ میں کہا کہ اس حدیث کا راوی حسن بن ابی جعفر قوی نہیں ہے[3] اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ حسن بن ابی جعفر جعفری بصری ضعیف الحدیث ہے۔[4]

دوسرا جواب: یہ حدیث بھی مخالف ہے جابر رضی اللہ عنہ ہی کی اس صحیح حدیث کے جو کہ مسلم کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی۔

---

(۱) عجالہ نافع۔
(۲) عقود الجواهر المنیفه۔
(۳) عقود الجواهر المنیفه۔
(۴) تقریب التهذیب۔

☆ اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔ (انظر صحیح سنن نسائی کتاب البیوع باب من استثنی ج۔۳' ص۔۹۲۶' حدیث۔۴۳۵۳) لیکن اس سے کسی طور پر بھی مطلقاً کتے کی بیع ثابت نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ شکاری کتے کی بیع کا جواز ثابت ہو سکتا ہے' مگر جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ شکاری اور غیر شکاری کا فرق کئے بغیر کتے کی بیع ناجائز ہے جیسا کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا: فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى تَحْرِيْمِ بَيْعِ الْكَلْبِ وَظَاهِرُهٗ عَدَمُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْمُعَلَّمِ وَغَيْرِهٖ۔ (ترجمہ) "حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کتے کی بیع حرام ہے' خواہ شکاری ہو یا غیر شکاری۔ (انظر' نیل الاوطار کتاب البیوع ابواب ما یجوز بیعه وما لا یجوز ج۔۵' ص۔۱۵۳)

تیسرا جواب: بیہقی کہ جس کی یہ حدیث ہے' طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے مخالف ہو قابل اعتبار اور لائق حجت نہیں ہوتی اور اس کا بیان بھی اوپر گزرا۔ اس لیے علامہ محمد نے زرقانی شرح موطا امام مالک میں کہا کہ شکاری کتے کی بیع کے جائز ہونے میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث آئی ہے۔ اسے ائمہ حدیث نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے' انتھی۔ [1]

(چھٹی حدیث) --- طحاوی [2] نے روایت کی ہے عمرو بن شعیب سے' اس نے روایت کی اپنے باپ سے' اس نے اپنے دادا سے کہ عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ نے ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے ادا کرنے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈے کا حکم لگایا۔ اس کا جواب تین طرح پر ہے۔

پہلا جواب: یہ روایت موقوف ہے اور موقوف روایت مرفوع احادیث کے مقابلے میں قابل حجت نہیں ہوتی اور اس کے دلائل اس کتاب میں پہلے گزر چکے ہیں۔

دوسرا جواب: اس کے راویوں میں ابن جریج راوی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج عموی چھٹے طبقے سے مدلس ہے اور مرسل روایتیں بیان کیا کرتا تھا۔

تیسرا جواب: طحاوی طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالث کی کتاب کی روایت صحیح روایت کے مقابلے میں قابل اعتبار اور لائق حجت نہیں ہوتی اور اس کا بیان قریب ہی گزرا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حنفیہ نے کتے اور بلی کی بیع کے جائز کرنے کے لیے اور اپنے مذہب کے بنانے اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث کو باطل کرنے کے لیے زور تو بہت ہی لگایا لیکن آخرکار کسی سے کچھ بن نہ آیا۔ اس لیے کہ اس باب میں حنفیہ جتنی احادیث لائے ہیں۔ ان سب احادیث سے شکاری کتے کی بیع کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ ہر قسم کے کتے کی بیع کا جواز اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ سب ضعیف اور واہی ہیں جیسا کہ ان کا بیان اوپر گزرا۔ پس اسی سبب سے شیخ ابن ہمام رئیس حنفیہ لاچار ہو کر فتح القدیر میں لکھ گیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں اس کا اشتثنا مذکور نہیں۔ [3]

امام نووی نے کہا کہ جو احادیث شکاری کتے کی بیع کے جائز ہونے میں وارد ہوئی ہیں۔ بالاتفاق ضعیف ہیں۔ میں نے انہیں شرح مہذب باب ما یجوز بیعہ میں ذکر کر دیا ہے۔ [4]

مسئلہ نمبر ۶۱ بلی' وحشی جانوروں اور دوسرے درندوں کی بیع کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: بَيْعُ السِّنَّوْرِ وَالسِّبَاعِ وَالْوَحْشِ وَالطَّيْرِ جَائِزٌ عِنْدَنَا مُعَلَّمٌ كَانَ اَوْلَمْ يَكُنْ۔ [5] "یعنی ہمارے نزدیک بلی' درندوں' وحشی جانوروں اور پرندوں کا بیچنا جائز ہے خواہ یہ جانور سدھائے ہوئے ہوں یا بغیر سدھائے ہوئے۔"

فائدہ: یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس پر کہ بلی کا بیچنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے' مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف عمل کیا ہے:

---

(۱) زرقانی شرح موطا امام مالک۔
(۲) فتح القدیر۔
(۳) فتح القدیر۔
(۴) شرح صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب الخ ج-۱۰' ص-۴۷۷' شرح حدیث-۳۹۸۵' ۳۹۹۱
(۵) فتاوٰی قاضی خان وفتاوٰی عالمگیری۔

عَنْ اَبِیْ الزُّبَیْرِ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ فَقَالَ زَجَرَ النَّبِیُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ۔[1]

ابوالزبیر سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت لینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے اس کام سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔

فائدہ: کتے اور بلی کی بیع کے جائز ہونے میں امام کی دلیل کے طور پر جو غیر صحیح اور واہی احادیث حنفیہ لاتے ہیں' وہ سب احادیث بھی اور ان کے جواب بھی مسئلہ نمبر ۶۰ میں قریب ہی مذکور ہوئے ہیں۔ یہاں ان کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۶۳ اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ روک کر اسے بیچنے کا بیان

فقہ کی کتاب میں لکھا ہے : بِخِلَافِ الشَّاةِ الْمُصَرَّاةِ فَلَا یَرُدُّھَا مَعَ لَبَنِھَا اَوْ صَاعِ تَمْرٍ بَلْ یَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ۔[2] "یعنی بخلاف اس بکری کے جس کا دودھ روکا گیا ہو خریدار اسے دودھ سمیت یا کھجوروں کے صاع کے ساتھ واپس نہ کرے بلکہ قیمت کم کروا کے خرید لے۔"

فائدہ: اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد نے جن احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے وہ احادیث قریب ہی آئیں گی اور ان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گاہک کو دکھانے کے لیے اونٹنی اور بکری کے تھن میں دودھ جمع نہ رکھو۔ اگر کوئی شخص ایسی اونٹنی یا بکری خرید لے تو وہ دودھ دوہنے کے بعد دو کاموں میں مختار ہے۔ چاہے اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو دودھ کے عوض تین سیر کھجور ادا کر کے اسے واپس کر دے۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے کہا کہ مخالفت کی جائے اس حدیث کی اور اونٹنی یا بکری کو مشتری واپس نہ کرے بلکہ اس کی قیمت مقررہ سے کچھ کم کر کے ادا کر دے اور اس حدیث کی مخالفت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ان کے اصول کے خلاف ہے۔ چنانچہ ردالمختار شرح درالمختار میں لکھا ہے : وَلَمْ یَاْخُذْ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٌ بِهٖ لِاَنَّهٗ خَبَرٌ مُخَالِفٌ لِلْاُصُوْلِ "اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد نے اس حدیث کو قبول نہیں کیا کیونکہ یہ ان کے اصول کے خلاف ہے۔"

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو حدیث حنفیہ کے اصول کے موافق ہو اس کو تو حنفیہ مانتے ہیں اور جو ان کے اصول کے خلاف ہو اس کو لغو اور مردود جانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ اور رسول کے ارشادات کو ہی اصول کی بنیاد بنانا چاہیے اور کوئی باشعور مسلمان ایسی کسی اصول سازی کو درست تسلیم نہیں کر سکتا۔ جس میں تعلیم رسول اللہ ﷺ سے کھلا کھلا انحراف پایا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے :

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰' ص-۴۷۸' حدیث-۳۹۹۱

(۲) درمختار۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب۔۳۶)

اور کسی ایماندار مرد اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر بھی وہ اپنے معاملہ میں اپنے آپ کو بااختیار سمجھیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے مندرجہ ذیل ان دو احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَا تَصُرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْلِبَهَا اِنْ شَآءَ اَمْسَكَهَا وَاِنْ شَآءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ۔ [۱]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کیا (آپ نے فرمایا) کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ جمع کرو کیونکہ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص انہیں خرید لے تو دو کاموں میں سے بہتر کا اسے اختیار حاصل رہے گا۔ چاہے تو وہ اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو فروخت کنندہ کو کھجوروں کے ایک صاع کے ساتھ واپس کردے۔

دوسری حدیث بخاری میں روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا :

(۲) مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَزَادَ الْاِسْمَاعِيْلِیُّ مِنْ تَمْرٍ) [۲]

جو شخص ایسی بکری خریدے کہ جس کے تھن میں دودھ روک کر جمع کیا گیا ہو' پھر وہ اسے واپس کرنا چاہے تو ایک صاع کے ساتھ اسے واپس کردے۔ (اسے بخاری نے روایت کیا اور اسماعیل نے من تمر کا اضافہ کیا یعنی کھجوروں کے ایک صاع کے ساتھ)

فائدہ: دغاباز لوگ کئی کئی دن تک گائے' بکری کا دودھ بند رکھتے ہیں تاکہ خریدنے والا دھوکے سے خرید لے۔ جبکہ خریدار کو لینے کے بعد اختیار ہے خواہ رکھے خواہ ایک صاع کھجور دودھ کے عوض دے کر واپس کردے۔

ترمذی [۳] نے کہا کہ اس باب میں انس اور نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت ہے اور ہمارے اصحاب کا اسی پر عمل ہے' انہیں میں سے امام شافعی' امام احمد اور اسحاق ہیں۔

اور امام نووی [۴] نے کہا کہ یہ ہی مذہب ہمارا ہے اور اسی کے امام مالک' لیث' ابن ابی لیلیٰ' ابویوسف' ابوثور اور فقہاء ومحدثین قائل ہیں اور یہی بات صحیح اور موافق سنت ہے اور جمہور علماء نے اس کی مخالفت کرنے والوں کے جواب میں کہا کہ جب کوئی بات سنت سے ثابت ہو جائے تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اسے رد نہ کیا جائے' انتھی مختصراً۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب البیوع باب النھی للبائع ان لا یحفل الابل ج۔۴' ص۔۳۶۱' حدیث۔۲۱۴۸ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب حکم بیع المصراۃ ج۔۱۰' ص۔۴۰۶ حدیث۔۳۸۱۰' ۳۸۱۴

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب النھی للبائع ان لا یحفل الابل ج۔۴' ص۔۳۶۱' حدیث۔۲۱۴۹

(۳) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی المصراۃ۔

(۴) شرح صحیح مسلم کتاب البیوع باب حکم بیع المصراۃ ج۔۱۰' ص۔۴۰۷' شرح حدیث۔۳۸۰۹' ۳۸۱۴

مسئلہ نمبر ۶۳ مدبر کی بیع کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا قَالَ الْمَوْلٰی لِمَمْلُوْکِهٖ اِذَا مِتُّ فَاَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِّنِّیْ اَوْ اَنْتَ مُدَبَّرٌ اَوْ قَدْ دَبَّرْتُكَ فَقَدْ صَارَ مُدَبَّرًا ثُمَّ لَا یَجُوْزُ بَیْعُهٗ [۱] "یعنی جب مولا نے اپنے مملوک سے کہا جب میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا تو میرے بعد آزاد ہے یا تو مدبر ہے پس پھر وہ مدبر ہو گیا اور پھر اس کی بیع جائز نہیں۔"

فائدہ: مدبر اس کو کہتے ہیں کہ جس کو مولا کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوْکًا وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ مَالٌ غَیْرُهٗ فَبَلَغَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْهِ مِنِّیْ فَاشْتَرَاهُ نُعَیْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رَوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاشْتَرَاهُ نُعَیْمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدْوِیُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَآءَ بِهَا اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِبْدَاْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَیْهَا فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِیْ قَرَابَتِكَ شَیْئٌ فَهٰکَذَا وَهٰکَذَا یَقُوْلُ فَبَیْنَ یَدَیْكَ وَعَنْ یَمِیْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ۔ [۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے غلام مدبر کیا اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مال نہ تھا۔ نبی ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "اس (مدبر کردہ) غلام کو مجھ سے کون خریدے گا۔ تو آپ سے نعیم بن نحام نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اسے نعیم بن عبد اللہ العدوی نے آٹھ سو درہم میں آپ سے خریدا۔ پس نعیم (آٹھ سو درہموں کو) نبی ﷺ کے پاس لایا۔ آپ نے وہ درہم اس شخص (مالک) کو دے دیئے اور فرمایا ان کو سب سے پہلے اپنی ذات پر صدقہ کر (یعنی اپنی ذات پر خرچ کر۔ یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے) پھر اگر کوئی چیز بچ جائے تو گھر والوں پر خرچ کر، گھر والوں پر خرچ کرکے بھی کچھ بچ رہے تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کر اور اگر اقربا پر خرچ کرنے کے بعد فاضل دولت موجود ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح خرچ کر یعنی تیرے سامنے دائیں اور بائیں جو بھی سوالی ہو اس کو دے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [۳] نے کہا کہ امام نووی نے کہا کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدبر کی بیع کسی طرح بھی جائز نہیں لیکن یہ حدیث ان کے رد میں ہے۔ اور مطلق حاجت کے لیے مدبر کی بیع عطا، ہاری، قاسم، موید باللہ ابو طالب کے نزدیک جائز ہے۔ ابن دقیق العید کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ نیز ان کا یہ قول بھی ہے کہ جو شخص مطلق مدبر کی بیع سے منع کرے یہ حدیث اس کے خلاف حجت ہے۔

---

(۱) ھدایہ جلد دوم، ص-۴۷۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، شرح درالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الایمان باب جواز بیع المدبر ج-۱۱، ص-۱۴۳، حدیث-۴۳۱۴

(۳) نیل الاوطار کتاب العتق باب التدبیر جلد-۶، ص-۹۶

مسئلہ نمبر ۶۴ بائع و مشتری کو بیع توڑ ڈالنے کا اختیار نہ دینے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا حَصَلَ الْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ لَزِمَ الْبَیْعُ وَلَا خِیَارَ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلَّا مِنْ عَیْبٍ اَوْ عَدَمِ رُؤْیَةٍ۔ (۱)
"یعنی جب ایجاب و قبول طے پا گئے تو بیع لازم ہو گئی۔ اب کسی کو اختیار نہیں مگر (خریدی ہوئی چیز میں) اگر کچھ عیب نکل آئے یا اس کو دیکھا نہ ہو تو بیع ٹوٹ سکتی ہے۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان پانچ احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ۔ (۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خریدوفروخت کرنے والے ایک دوسرے پر (بیع کو ثابت رکھنے یا توڑ دینے کا) اختیار رکھتے ہیں تاوقتیکہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ بیع خیار اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں ایک فریق کو بیع ثابت رکھنے یا فسخ کر دینے کا جدا ہو جانے کے بعد بھی اختیار رہتا ہے۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا تَبَایَعَ الْمُتَبَایِعَانِ فَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ مِنْ بَیْعِهٖ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اَوْ یَکُوْنُ بَیْعُهُمَا عَنْ خِیَارٍ فَاِذَا کَانَ بَیْعُهُمَا عَنْ خِیَارٍ فَقَدْ وَجَبَ۔ (۳)

انہوں نے ہی روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو تاجر لین دین کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اپنی بیع کے ثابت رکھنے یا توڑ ڈالنے کا اختیار ہوتا ہے۔ جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں یا ان کی بیع ہی بشرط خیار ہو۔ ایسی صورت میں خیار واجب ہو گا۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اَوْ یَخْتَارَا۔ (۴) (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا (آپ فرما رہے تھے) خریدوفروخت کرنے والوں کو (بیع بحال رکھنے یا فسخ کر دینے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ جدا نہیں ہوتے یا ہر کسی کو (ان دونوں میں سے) بیع فسخ کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلْبَائِعُ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِیَارِ حَتّٰی یَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائیں۔ البتہ اگر

---

(۱) ہدایہ جلد سوم' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا ج-۳' ص-۳۲۸' حدیث-۲۱۱۱ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ج-۱۰' ص-۴۱۳' حدیث-۳۸۳۱ ومشکوٰۃ کتاب البیوع باب الخیار ج-۲' ص-۸۵۳' حدیث-۲۸۰۱

(۳) صحیح مسلم کتاب البیوع باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ج-۱۰' ص-۴۱۵' حدیث-۳۸۳۴

(۴) جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء البیعان بالخیار مالم یتفرقا۔

تَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يُّفَارِقَهُ خَشْيَةَ اَنْ يَّسْتَقِيْلَهُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ الْجَارُوْدِ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا مِنْ مَّكَانِهِمَا) (۱)

بیع خیار کی شکل ہو تو پھر جدا ہونے کے بعد بھی اختیار حاصل رہتا ہے اور کسی بیچنے والے کے لیے حلال نہیں کہ سودے کی منسوخی کے ڈر سے مشتری سے جدا ہونے کی کوشش کرے۔ (اسے احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' دار قطنی' ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے حَتّٰى يَتَفَرَّقَا مِنْ مَّكَانِهِمَا یعنی یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں)

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(۵) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔ (۲)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو (بیع بحال رکھنے یا فسخ کر دینے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہیں ہوتے۔ لین دین کرنے والے اگر سچ بولیں اور اپنی چیز کا عیب و صواب اچھی طرح بیان کر دیں تو ان کے کاروبار میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ اپنی چیز کے نقائص چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے کاروبار سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵ درخت پر پھل (پختہ ہو یا نہ پختہ) کی بیع کے جواز کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا اَوْ قَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعُ۔ (۳) "جو شخص ایسا پھل بیچے کہ جس کی پختگی ظاہر ہو چکی ہو یا نہ ظاہر ہوئی ہو تو ایسی بیع جائز ہو گی" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جو ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ وَكَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهَا) (۴)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جو ابھی پکے نہ ہوں۔ آپ نے بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو اس کام سے باز رکھا۔ (بخاری' مسلم) اور ایک روایت میں ہے اور جب آپ سے اس کے پکنے کی وضاحت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے کہ جب پھل کے خراب ہونے کا خدشہ مٹ جائے۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب البیوع باب فی خیار المتبایعین ج۔۲' ص۔۳۴۳' حدیث۔۳۴۵۶ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الخیار ص۔۲۴۱' حدیث۔۸۴۳ (نوٹ) ابوداؤد میں یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا ج۔۳' ص۔۳۲۸' حدیث۔۲۱۱۰ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الصدق فی البیع والبیان ج۔۱۰' ص۔۲۱۶' حدیث۔۳۸۳۶ ومشکوٰۃ کتاب البیوع باب الخیار ج۔۲' ص۔۸۵۳' حدیث۔۲۸۰۲

(۳) ھدایہ جلد سوم' ص۔۲۶ وکنز الدقائق۔

(۴) صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها ج۔۳' ص۔۳۹۳' حدیث۔۲۱۹۴ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب النھی عن بیع الثمار قبل یبدو صلاحها ج۔۱۰' ص۔۳۱۸' حدیث۔۳۸۶۰ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الرخصة فی العرایا وبیع الاصول والثمار ص۔۲۴۸' حدیث۔۸۳۷

(۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تَزْهُوَ قِيْلَ وَمَا زَهْوُهَا قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ) (۱)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ نشوونما نہ پائیں۔ کہا گیا یارسول اللہ نشوونما پانے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سرخ و زرد ہو جائیں۔ (یعنی ان کا رنگ نکل آئے) (بخاری' مسلم اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

(۳) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ) (۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انگوروں کو سیاہ ہونے سے پیشتر فروخت کرنے سے منع فرمایا اور غلہ کا دانہ سخت ہونے سے پہلے اس کی بیع سے بھی روک دیا۔ (اس حدیث کو احمد' ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا)

مسئلہ نمبر ٦٦ تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض برابر بیچنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَجُوْزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مَثَلاً بِمِثْلٍ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ (۳) "تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ برابر سرابر بیچنا ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ اشْتِرَاءِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ فَقَالَ اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ قَالُوْا نَعَمْ فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ) (۴)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ سے خشک کھجوروں کے بدلے میں تازہ کھجوریں خریدنے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا تازہ کھجوریں خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ "ہاں" اس پر آپ نے اس لین دین سے منع فرما دیا۔ (اس حدیث کو امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ نیز ابن المدینی' ترمذی' ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا)

مسئلہ نمبر ٦٧ غلہ لانے والے قافلے کے آگے جا کر خریدنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ وَهٰذَا اِذَا كَانَ يَضُرُّ بِاَهْلِ الْبَلَدِ فَاِنْ كَانَ لَا يَضُرُّ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ (۵) "یعنی

---

(۱) صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع النخل قبل ان یبدو صلاحها ج-۳' ص-۳۹۷' حدیث-۲۱۹۷ وبلوغ المرام باب ایضًا۔

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب البیوع باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها ج-۲' ص-۳۴۴' حدیث-۳۳۷۱ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الرخصة فی العرایا ص-۲۴۸' حدیث-۸۳۷' ۸۳۹

(۳) ھدایه ج-۳' ص-۸۳' شرح وقایه' کنز الدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۴) صحیح ابوداؤد کتاب البیوع باب فی التمر بالتمر ج-۲' ص-۳۴۱' حدیث-۳۳۵۹ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الربا ص-۲۴۷' حدیث-۸۳۳

(۵) ھدایه جلد سوم' کنز الدقائق' ردالمختار۔

اناج لے کر تاجر چلے آتے ہیں تو شہر کے باہر جا کر ان سے غلہ خرید کرنا مکروہ ہے۔ جب شہر والوں کو ضرر پہنچے اور اگر ضرر نہ پہنچے تو کچھ حرج نہیں ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَلَقُّوْا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا مَا قَوْلُهٗ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهٗ سِمَارٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ)[1]

طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا' انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا شہر میں آنے والے سوداگروں سے باہر جا کر نہ خریدو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا غلہ وغیرہ فروخت کرے۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور یبیع حاضر لباد کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔ (بخاری' مسلم اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَلَقَّوْا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰی مِنْهُ فَاِذَا اَتٰی سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غلہ وغیرہ لانے والے قافلے سے آگے جا کر نہ ملو۔ اگر کوئی ایسے قافلے سے جا کر ملے گا اور اس سے کوئی جنس وغیرہ خریدے گا تو غلے کا مالک بازار میں آنے پر باختیار ہو گا (یعنی وہ چاہے تو ہونے والی بیع کو فسخ کر دے یا بحال رکھے)

مسئلہ نمبر ۶۸ — نکاح کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : يَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَاقِلَةِ الْبَالِغَةِ بِرِضَاءِ هَا وَاِنْ لَمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِیٌّ بِكْرًا كَانَتْ اَوْ ثَيِّبًا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔[3] "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابویوسف کے نزدیک ظاہر روایت کے مطابق آزاد عاقلہ' بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے ساتھ اگرچہ اس کا نکاح اس کے ولی نے نہ کیا ہو اور عورت بھی خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو منعقد ہو جاتا ہے۔" پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ابی یوسف نے اس مسئلے میں ان پانچ احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔ پھر اگر (مرد نے) صحبت کر لی تو عورت کو مہر دینا

---

(۱) صحیح بخاری کتاب البیوع باب النهي عن تلقي الركبان ج-۳' ص-۳۷۳' حدیث-۲۱۶۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم بیع الحاضر للبادي ج-۱۰' ص-۳۰۴' حدیث-۳۸۰۴ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب شروطها وما نهي عنه منه ص-۲۳۴' حدیث-۷۹۳

(۲) صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم تلقي الجلب ج-۱۰' ص-۳۰۳' حدیث-۳۸۰۲

(۳) هدایه جلد دوم باب في الاولياء ص-۳۱۳' شرح وقايه' كنز الدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری وغیره۔

فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ اَبُوْ عَوَانَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ)[1]

لازم آئے گا کیونکہ اس نے اس کی فرج کو حلال کر لیا تھا۔ بعدازاں اگر (عورت کے اولیاء) نکاح کے بارے میں اختلاف کریں تو سلطان کو مداخلت کا حق ہو گا کیونکہ جس کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا اس کا سرپرست سلطان ہوتا ہے۔ (اسے احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے ابوعوانہ' ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

فائدہ: ابوداؤد اور ترمذی نے فقط فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ کو تین بار روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری' یحییٰ بن ایوب اور سفیان ثوری اور بہت سے حافظوں نے ابن جریج سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔[2]

(۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَاِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِيْ تُزَوِّجُ نَفْسَهَا۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ)[3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح آپ کرے۔ اس لیے کہ زانیہ وہی عورت ہوتی ہے جو اپنا نکاح آپ کر لے۔ (اس کو ابن ماجہ اور دار قطنی نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ[4] نے کہا کہ اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ اس کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونا صحیح ہے اور دار قطنی میں ہے کہ جو عورت کہ اپنا نکاح آپ ہی یعنی ولی کی اجازت کے بغیر کرتی تھی اس کو ہم زانیہ کہتے تھے اور حافظ (ابن حجر) نے کہا کہ بیہقی نے اس حدیث کو ایک طریق سے موقوف اور ایک طریق سے مرفوع روایت کیا ہے۔

(۳) عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)[5]

روایت ہے ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نقل کی نبی ﷺ سے' آپ نے فرمایا کہ نکاح ولی کے بغیر منعقد نہیں۔ (اس حدیث کو احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ[6] نے کہا کہ اس حدیث کو بھی ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور ان دونوں نے

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الولیی ج۔۱' ص۔۵۸۴' حدیث۔۲۰۸۳ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب النکاح ص۔۲۹۱' حدیث۔۹۷۷

(۲) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء لا نکاح الا بولی حدیث۔۱۱۰۱

(۳) سنن ابن ماجه ابواب النکاح باب لا نکاح الا بولی وبلوغ المرام کتاب النکاح ص۔۲۹۳' حدیث۔۹۸۰ بلوغ المرام میں ولا تزوج المرأة نفسها تک کے الفاظ ہیں۔

(۴) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولیی جلد۔۶' ص۔۱۲۷

(۵) صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الولیی ج۔۱' ص۔۵۸۴' حدیث۔۲۰۸۵ (والحدیث صحیح) ومشکوٰۃ باب الولیی فی النکاح والاستئذان المرأة ج۔۲' ص۔۹۳۸' حدیث۔۳۱۳۰

(۶) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولیی ج۔۶' ص۔۱۲۷

اسے صحیح کہا اور حاکم نے اس حدیث کے بہت سے طرق ذکر کئے اور کہا کہ نبی ﷺ کی بیویوں سے بھی اسی مضمون کی صحیح روایت ہوئی ہے اور وہ یہ ہیں : حضرت عائشہ، ام سلمہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن اور اس نے اس باب میں تیس (۳۰) صحابہ کا بھی ذکر کیا۔

(۴) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَمَعْتُ الطَّرِيْقَ رَكْبًا فَجَعَلَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ ثَيِّبٌ اَمْرَهَا بِيَدِ رَجُلٍ غَيْرِ وَلِيِّ فَاَنْكَحَهَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ فَجَلَّدَ النَّاكِحَ وَالْمُنْكِحَ وَرَدَّ نِكَاحَهَا۔ (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ) (۱)

عکرمہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ راستے میں سوار اکٹھے ہو گئے کہ ایک بیوہ عورت نے اپنا معاملہ ایک آدمی کے ہاتھ میں دے دیا جو ولی نہ تھا اور اس (مصنوعی یا غیر حقیقی) ولی نے اس کا نکاح (کسی اور آدمی سے) کر دیا۔ جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے نکاح کرنے والے کو کوڑے لگائے اور نکاح کروانے والے کو بھی اور اس کا نکاح توڑ دیا۔ (اسے امام شافعی اور دار قطنی نے روایت کیا)

(۵) عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ مَا كَانَ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَشَدَّ فِي النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيٍّ مِنْ عَلِيٍّ كَانَ يَضْرِبُ فِيْهِ۔ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ) (۲)

شعبی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ولی کے بغیر نکاح کرنے پر سختی کرنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا۔ آپ یہ کام کرنے والوں کی سخت پٹائی کرتے تھے۔ (اس حدیث کو امام دار قطنی نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ (۳) نے کہا کہ اس طرف حضرت علی، حضرت عمر، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود، ابو ہریرہ، عائشہ رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، ابن المسیب، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلہ اور عترۃ، امام احمد، اسحاق اور شافعی گئے ہیں اور اہل علم کہتے ہیں کہ نکاح بغیر ولی کے جائز نہیں۔ ابن منذر نے کہا کہ اس باب میں کسی صحابہ سے بھی خلاف اس کا مجھے معلوم نہیں ہوا، انتہی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو اس کے قائل نہیں ہیں، اس باب میں ان کی تو دلیل کے طور پر ان کے مقلد یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو کہ صحیح مسلم (۴) میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا : اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صَمَاتُهَا "یعنی زن شوہر دیدہ اپنا نکاح کرنے کے لیے (شوہر کے انتخاب) کا ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری عورت سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔"

سو جواب اس کا دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ بدون ولی کے عورت شوہر دیدہ اگر نکاح اپنا آپ ہی کر لے تو جائز ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ ولی اس کا نکاح اس کی رضا کے بغیر نہیں کر سکتا۔

---

(۱) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶، ص-۱۲۷

(۲) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶، ص-۱۲۷

(۳) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶، ص-۱۲۸

(۴) صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح ج-۹، ص-۲۰۷، حدیث-۳۴۶۱

دوسرا جواب: یہ کہ عورت کو ولی سے نکاح کا اذن لینے کے باب میں صاف صاف اور صریح صریح احادیث ہیں اور یہ حدیث صریح نہیں ہے اور حدیث صریح کے ہوتے ہوئے غیر صریح پر عمل جائز نہیں ہوتا۔
نووی نے شرح صحیح مسلم (۱) میں اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں اور زرقانی نے شرح موطا میں اسی طرح لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۹　دارالحرب سے دارالاسلام میں مسلمان ہو کر آنے والے مرد اور عورت کے نکاح کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا خَرَجَ اَحَدُ الزَّوْجَیْنِ اِلَیْنَا مِنْ دَارِ الْحَرْبِ مُسْلِمًا وَقَعَتِ الْبَیْنُوْنَۃُ بَیْنَھُمَا۔ (۲) "یعنی اگر کافر مرد یا اس کی عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو ان کا آپس میں نکاح نہیں رہتا' ٹوٹ جاتا ہے۔"
یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک اس حدیث کے خلاف ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ رَدَّ النَّبِیُّ ﷺ ابْنَتَہٗ زَیْنَبَ عَلٰی اَبِی الْعَاصِ ابْنِ الرَّبِیْعِ بَعْدَ سِتِّ سِنِیْنَ بِالنِّکَاحِ الْاَوَّلِ وَلَمْ یُحْدِثْ نِکَاحًا۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَصَحَّحَہٗ اَحْمَدُ وَالْحَاکِمُ) (۳)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کو ہجرت کے چھ سال بعد ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ روانہ کر دیا۔ آپ نے پہلا نکاح ہی بحال رکھا اور نیا نکاح نہیں کیا۔ (اس حدیث کو احمد' ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور احمد اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا)

مسئلہ نمبر ۷۰　ثیبہ اور باکرہ کی باری کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا کَانَ لِرَجُلٍ امْرَاَتَانِ حُرَّتَانِ فَعَلَیْہِ اَنْ یَّعْدِلَ بَیْنَھُمَا فِی الْقَسْمِ بِکْرَیْنِ کَانَتَا اَوْثَیِّبَیْنِ اَوْ اِحْدٰھُمَا بِکْرًا وَالْاُخْرٰی ثَیِّبًا۔ (۴) "اگر کسی آدمی کے نکاح میں دو آزاد عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان کے درمیان برابری کے ساتھ باری مقرر کرے خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں خواہ شوہر دیدہ یا ان میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری شوہر دیدہ۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان چار احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی　روایت ہے ابوقلابہ سے' اس نے نقل کی انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب لاستیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ج-۹' ص-۲۰۹' شرح حدیث-۳۴۶۱

(۲) ھدایہ جلد دوم' ص-۳۴۷' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الطلاق باب الی متی ترد علیہ امراتہ اذا اسلم بعدھا ج-۲' ص-۲۰' حدیث-۲۲۴۰ (نوٹ : لفظ سِنِیْنَ کی بجائے سَنَتَیْنَ کے لفظ کے ساتھ حدیث صحیح ہے) وبلوغ المرام کتاب النکاح باب الکفاءۃ والخیار ص-۲۹۹' حدیث-۱۰۰۶

(۴) ھدایہ جلد دوم' ص-۳۴۹' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار' شرح درالمختار' فتاوی عالمگیری وفتاوی قاضی خان۔

عَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلاَثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلاَبَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[1]

کہ سنت یہ ہے کہ جس وقت مرد باکرہ سے ثیب پر نکاح کرے تو باکرہ کے پاس سات رات رہے پھر تقسیم کرے (یعنی باری درمیان نئی اور پرانی کے) اور جس وقت کہ ثیب سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات رہے پھر تقسیم کرے۔ ابی قلابہ نے کہا اگر میں چاہتا تو کہتا کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبی ﷺ تک پہنچائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ وَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهَا لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ۔[2]

ابوبکر بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ آپ کے پاس ہی تھیں کہ آپ نے ان سے کہا آپ کی وجہ سے آپ کے خاوند کو کوئی حقارت و ذلت کی بات محسوس نہیں ہوتی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے پاس سات رات قیام کروں اور اگر آپ چاہیں تو تین رات آپ کے ہاں ٹھہروں اور پھر باری باری ہر ایک کے ہاں جاؤں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ میرے پاس تین تین راتیں ہی ٹھہریئے اور ایک روایت میں ہے آپ نے ان سے کہا باکرہ بیوی کے پاس ابتداء" سات سات رات ٹھہرنا چاہیے اور زن شوہر دیدہ کے پاس تین راتیں۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِلْبِكْرِ سَبْعَةُ اَيَّامٍ وَلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ ثُمَّ يَعُوْدُ اِلٰى نِسَآئِهٖ۔[3] (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ)

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا باکرہ بیوی کے پاس خاوند ابتدائی طور پر مسلسل سات دن رہے اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن۔ پھر دوسری بیویوں کے ہاں باری باری جائے۔ (اسے دارقطنی نے روایت کیا)

(۴) وَعَنْهُ قَالَ لَمَّا اَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلاَثًا وَكَانَتْ ثَيِّبًا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)[4]

اور انہوں نے ہی روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ ان کے پاس تین رات ٹھہرے اس لیے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ثیبہ تھیں۔ (احمد' ابوداؤد)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب النکاح باب اذا تزوج الثیب علی البکر ج۔۹' ص۔۳۱۴' حدیث۔۵۲۱۴ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب القسم ج۔۲' ص۔۹۶۵' حدیث۔۳۲۳۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب قدر ما تسحقة البکر والثیب من اقامة الزوج عندھا ج۔۱۰' ص۔۲۸۵' حدیث۔۳۶۰۷' ۳۶۰۸ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب القسم ج۔۲' ص۔۹۶۵' حدیث۔۳۲۳۴

(۳) نیل الاوطار جلد۔۶' باب القسم للبکر والثیب الجدیدتین ص۔۲۲۷

(۴) صحیح سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی المقام عند البکر ج۔۱' ص۔۵۹۲' حدیث۔۲۱۲۳ (والحدیث صحیح) ونیل الاوطار باب القسم للبکر والثیب الجدیدتین ج۔۶' ص۔۲۲۸

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [1] نے کہا کہ ابوداؤد کی اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔ اور نیز شوکانی نے کہا کہ حافظ (یعنی ابن حجر) نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حجت ہے کوفیوں کے خلاف اس لیے کہ ان کے نزدیک اس بارہ میں باکرہ اور شوہردیدہ یکساں ہیں۔ یہ حدیث حجت ہے۔ نیز یہی حدیث امام اوزاعی کے خلاف بھی حجت ہے کیونکہ ان کے نزدیک شوہر باکرہ کے پاس تین راتیں اور ثیبہ کے پاس دو راتیں ٹھہرے' انتھی۔

مسئلہ نمبر ۷۱

مہر کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِنْ تَزَوَّجَ حُرٌّ امْرَاَةً عَلٰی خِدْمَتِهٖ اِیَّاهَا سَنَةً اَوْ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا۔ [2] "اور اگر آزاد مرد کسی عورت سے اس بات پر نکاح کرے کہ وہ ایک سال اس کی خدمت کرے گا یا اسے قرآن مجید کی تعلیم دے گا تو (یہ خدمت اور یہ تعلیم مہر کا بدل نہ ہو گی بلکہ) اسے مہر مثل دینا لازم آئے گا۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَآءَ تْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَهَبْتُ نَفْسِیْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِیْلاً فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِیْهَا اِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِیْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَیْئٍ تُصَدِّقُهَا قَالَ مَا عِنْدِیْ اِلاَّ اِزَارِیْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِیْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ یَجِدْ شَیْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْئٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا قَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ [3]

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی ذات کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ دیر تک کھڑی رہی (اور آپ نے ہاں یا نہ میں کچھ جواب نہ دیا) چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا "اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں تو اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جو اسے مہر کے طور پر ادا کر سکو؟ کہنے لگا اس تہبند کے سوا کوئی چیز نہیں۔" آپ نے فرمایا ڈھونڈھو تو سہی۔ اگر تمہیں کوئی لوہے کی انگوٹھی بھی مل جائے (تو لے آؤ) اس نے تلاش کیا لیکن کوئی چیز نہ پائی۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا "تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟" اس نے جواب دیا "ہاں" فلاں سورۃ اور فلاں سورۃ" اس پر آپ نے فرمایا "جاؤ میں نے تمہارا اس عورت کے ساتھ اس قرآن کے بدلے میں نکاح کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے' آپ نے فرمایا "جاؤ میں نے تمہارا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا' اب اسے قرآن سکھاؤ۔"

---

(۱) نیل الاوطار کتاب الولیمة والبناء علی النساء باب القسم للبکر والثیب الجدیدتین ج۔۶' ص۔۲۲۸

(۲) ھدایہ جلد دوم' ص۔۳۲۷' کنز الدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خان۔

(۳) صحیح بخاری کتاب النکاح باب عرض المراة نفسها علی الرجل الصالح ج۔۹' ص۔۱۷۵' حدیث۔۵۱۲۱ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن ج۔۹' ص۔۲۱۵' حدیث۔۳۴۷۲ و مشکوٰة کتاب النکاح باب الصداق ج۔۲' ص۔۹۵۷' حدیث۔۳۲۰۲

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر قرآن کی سورتیں پڑھا دینے کا مہر مقرر کرنا جائز ہے۔ اور قرآن پڑھا کر اس کی پڑھائی لینا بھی جائز ہے اور یہ ہی امام شافعی کا مذہب ہے اور اسی بات کے عطاء، حسن بن صالح، مالک اور اسحاق وغیرہ قائل ہیں اور ایک جماعت اس کی قائل نہیں۔ انہیں میں سے زہری اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور یہ حدیث اور حدیث صحیح (بخاری) اِنَّ اَحَقَّ مَآ اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ "یعنی تحقیق زیادہ تر لائق ہے وہ چیز کہ لو تم اوپر اس کی مزدوری اللہ کی کتاب ہے۔" یہ دونوں احادیث اس شخص کے قول کی تردید کرتی ہیں جو اس سے منع کرتا ہے اور قاضی عیاض نے نقل کیا کہ قرآن کے پڑھانے کی مزدوری لینا تمام علماء کے نزدیک ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ قرآن کی پڑھائی لینا جائز ہے۔ جمہور اور تینوں امام اس کے قائل ہیں لیکن اس کو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے شاگردوں نے اور ایک جماعت نے برا جانا ہے' انتھی۔[1]

زہری اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جو لوگ کہ عورت کا مہر قرآن کی سورتیں مقرر کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

پہلی دلیل سعید[2] نے اپنی سنن میں روایت کی ہے ابی النعمان ازدی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح کر دیا اس بات پر کہ اسے قرآن کی سورتیں پڑھا دی جائیں پھر فرمایا کہ تیرے بعد کسی عورت کے لیے یہ مہر نہ ہو گا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منتقی الاخبار میں کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور شوکانی[3] نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے بعض راویوں میں جہالت ہے اور حدیث مرسل لائق احتجاج نہیں ہوتی۔

دوسری دلیل ابوداؤد میں ہے کہ محمد بن راشد نے کہا کہ مکحول کہتا تھا کہ (قرآن کی سورتوں کا مہر مقرر کرنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں۔ اور طریق لیث بن سعد سے ابو عوانہ نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ دونوں قول تابعین کے ہیں اور تابعی کا قول حدیث صحیح اور مرفوع کے مقابلے میں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ شوکانی[4] نے اسی طرح لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷ — نکاح شغار کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْمُتَزَوِّجُ بِنْتَهٗ اَوْ اُخْتَهٗ لِيَكُوْنَ اَحَدُ الْعَقْدَيْنِ عِوَضًا عَنِ الْاٰخَرِ فَالْعَقْدَانِ جَائِزَانِ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَهْرُ مِثْلِهَا۔[5] "یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا اپنی بہن کا نکاح اس شرط پر کسی سے کر دے کہ اس کے عوض وہ اپنی بیٹی یا اپنی بہن اس کو نکاح میں دے اور مہر کچھ نہ باندھیں تو اس صورت میں نکاح دونوں کا صحیح ہے لیکن دونوں کو مہر مثل دینا آئے گا" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن ج۔۹' ص۔۲۱۷' شرح حدیث۔۳۴۷۲
(۲) نیل الاوطار کتاب الصداق باب جعل تعلیم القرآن صداقًا جلد۔۶' ص۔۱۸۱
(۳) نیل الاوطار کتاب الصداق باب جعل تعلیم القرآن صداقًا جلد۔۶' ص۔۱۸۱
(۴) نیل الاوطار کتاب الصداق باب جعل تعلیم القرآن صداقًا جلد۔۶' ص۔۱۸۲
(۵) ھدایه کتاب النکاح باب المھر جلد دوم' ص۔۳۲۷ وردالمختار۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ عَلٰی اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ ابْنَتَهٗ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاتَّفَقَا مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ عَلٰی اَنَّ تَفْسِيْرَ الشِّغَارِ مِنْ كَلَامِ نَافِعٍ) [1]

نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔ نکاح شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے گا اور ان دونوں کا کوئی مہر نہ ہو گا۔ (بخاری و مسلم اور ایک دوسری سند سے دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شغار کی تفسیر نافع کے کلام میں سے ہے)

مسئلہ نمبر ۴۳ — رضاعت کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : مُدَّةُ الرَّضَاعِ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ۔ [2] "رضاعت کی مدت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے اس مسئلے میں کلام اللہ کی صریح تین آیتوں کا بھی اور حدیث کا بھی۔ اس لیے کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہے۔

(۱) حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَّحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (الاحقاف۔۱۵) پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے۔

فائدہ: موضح القرآن میں لکھا ہے پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینے میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے حمل کی مدت ہے اور تفسیر کبیر اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کم تر حمل کی مدت چھ مہینے ہیں' اس لیے کہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ کے مطابق ہے' تو باقی حمل کے لیے چھ مہینے رہی اور تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے (اس بات کا کہ حمل کی اقل مدت چھ مہینے ہے اور اکثر مدت (بچے کو) دودھ پلانے کی چوبیس مہینے ہے اور تفسیر جلالین [3] میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہے اور باقی (یعنی چوبیس مہینے بچے کو) دودھ پلانے کی اکثر مدت ہے۔ دوسری تفسیروں میں بھی یہی لکھا ہے۔

(۲) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں' اس شخص کے لیے جو اپنے بچے کی مدت رضاعت مکمل کرنا چاہے۔ (البقرۃ۔۲۳۳)

فائدہ: تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ (بچے کو) دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو برس ہے اور دو برس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں [4] اور تفسیر فتح البیان فی مقاصد

---

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم نکاح الشغار ج۔۹' ص۔۲۰۳' حدیث۔۳۴۵۰ و بلوغ المرام باب النکاح ص۔۲۹۳' حدیث۔۹۸۱

(۲) ھدایہ کتاب الرضاع جلد دوم' ص۔۳۵۰' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۳) تفسیر جلالین سورۃ الاحقاف ص۔۴۱۷' مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

(۴) تفسیر بیضاوی۔

القرآن نیل المرام فی تفسیر آیات الاحکام میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا رد ہے۔ اس لیے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت اڑھائی برس ہے اور اس میں رد ہے (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) زفر کے قول کا بھی اس لیے کہ اس کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تین برس ہے۔

(۳) حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ۔ (لقمان-۱۴)

اس کو اس کی ماں بہت کمزوری کے عالم میں اٹھائے پھرتی ہے اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَا رِضَاعَ اِلَّا فِيْ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ (رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَابْنُ عَدِيٍّ مَرْفُوْعًا وَمُوْقُوْفًا وَرَجَّحَا الْمَوْقُوْفَ)[1]

اور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے' انہوں نے کہا کہ دودھ پینے کی مدت دو سال ہے۔ (اس حدیث کو دار قطنی اور ابن عدی نے سند مرفوع اور موقوف سے روایت کیا اور دونوں نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے)

فائدہ: امام ترمذی نے کہا کہ حرمت اسی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے جو دو برس کے اندر ہو۔ پورے دو برس کے بعد اگر دودھ پیا جائے تو اس سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔[2]

ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ دودھ چھوڑانے کی مدت امام محمد' ابویوسف' امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل کے نزدیک دو برس ہے۔ اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم[3] میں کہا کہ تمام علماء' صحابہ' تابعین اور دیار و امصار کے علماء جو پہلے گزر چکے ہیں اور اس وقت موجود ہیں یہی کہتے ہیں کہ حرمت دو سال کے اندر اندر دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے لیکن (تمام جہان کے خلاف) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اڑھائی برس میں حرمت ثابت ہوتی ہے' انتہی۔

مسئلہ نمبر ۴۷ رضاعت کے متعلق عورت کی گواہی کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يُقْبَلُ فِي الرَّضَاعِ شَهَادَةُ النِّسَآءِ۔[4] "ثبوت رضاع کے لیے عورتوں کی گواہی قبول نہ کی جائے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث سے اختلاف کیا ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ اُمَّ يَحْيٰى بِنْتَ اَبِيْ اِهَابٍ فَجَاءَ تِ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا فَسَاَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ

روایت ہے عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق اس نے یحییٰ کی ماں سے نکاح کیا جو ابی اہاب کی بیٹی تھی۔ چنانچہ ایک عورت اور کہنے لگی میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اب کیونکر یہ نکاح برقرار رہ سکتا ہے جبکہ یہ کہہ دیا گیا

---

(۱) بلوغ المرام کتاب النکاح باب الرضاع ص-۳۴۰' حدیث-۱۱۳۳

(۲) جامع ترمذی ابواب الرضاعة باب ماجاء ان الرضاعة لا تحرم الا فی الصغر دون الحولین۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الرضاع فضل رضاعة الکبیر ص-۳۶۰' رقم الحدیث-۱۱۳۵۲

(۴) ہدایہ کتاب الرضاع ج-۲' ص-۳۵۴' فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خان۔

وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) [1]

ہے۔ چنانچہ عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور (اس عورت نے) ایک دوسرے مرد سے نکاح کیا۔ (اسے بخاری نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ ثبوت رضاع کے لیے اکیلی عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے اور اس پر عمل واجب ہے اور عثمان' ابن عباس' زہری' حسن' اسحاق' اوزاعی' احمد ابن حنبل اور ابی عبید سے بھی یہی مروی ہے لیکن ابی عبید نے کہا کہ عورت کی گواہی کے ساتھ مرد بھی گواہی دے تو اس پر عمل واجب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود ہی عورت کو جدا کر دے۔ حاکم پر واجب نہیں کہ وہ اس کا حکم دے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۷۵ کیا تھوڑا یا زیادہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَلِيْلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرُهُ سَوَاءٌ إِذَا حَصَلَ فِيْ مُدَّةِ الرَّضَاعِ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ [3] "یعنی تھوڑا اور بہت دودھ پینا برابر ہے جبکہ مدت رضاع کے اندر اس سے حرمت واقع ہو جاتی ہے۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ان دو احادیث کا۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ۔ [4]

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پستان کو ایک بار یا دو بار چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُنَّ فِيْمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ [5]

انہوں نے ہی روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلہ میں جو کچھ قرآن میں نازل کیا گیا وہ یہ تھا کہ دس بار واضح طور پر دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ مرتبہ دودھ چوسنا جو معلوم و معروف ہو' باقی رہا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت یہ حکم قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [6] نے کہا کہ ابن مسعود' حضرت عائشہ' عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم' عطاء' طاؤس' سعید بن جبیر' عروہ بن زبیر' لیث بن سعد' شافعی اور احمد رحمہم اللہ اجمعین اپنے ظاہر مذہب کے مطابق اس کے قائل ہیں اور اسحاق' ابن حزم اور جماعت اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے کہ پانچ بار دودھ چوسنا حرام کرتا ہے اور

---

(۱) بلوغ المرام کتاب النکاح باب الرضاع ص-۲۲۰' حدیث-۱۱۳۵

(۲) نیل الاوطار کتاب الرضاع باب شهادة المرأة الواحدة بالرضاع جلد-۶' ص-۳۳۸

(۳) هدایه کتاب الرضاع جلد دوم' ص-۳۵۰' شرح وقایه' کنزالدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب فی المصة والمصتان ج-۱۰' ص-۲۶۹' حدیث-۳۵۷۵

(۵) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب التحریم بخمس رضعات ج-۱۰' ص-۲۸۱' حدیث-۳۵۸۲

(۶) نیل الاوطار کتاب الرضاع باب عدد الرضعات المحرمة ج-۶' ص-۳۳۰

پانچ بار سے کم چوسنا حرام نہیں کرتا اور ان کی دلیل یہی احادیث ہیں یعنی جو اوپر مذکور ہوئیں' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات روایت کی گئی ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۶ لعان کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا قَالَ الزَّوْجُ لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّىْ فَلاَ لِعَانَ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَزُفَرَ۔ [1] "یعنی جب خاوند عورت کو کہے کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان نہیں کیا جائے گا اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور زفر کا ہے۔" مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث سے اختلاف کیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ عُوَيْمَرَ الْعِجْلاَنِيَّ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلاً اَيَقْتُلُهٗ فَيَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَفِىْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلاَعَنَا فِى الْمَسْجِدِ وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلاَثًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْظُرُوْا فَاِنْ جَآءَ تْ بِهٖ اَسْحَمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدْلَجَ السَّاقَيْنِ فَلاَ اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلاَّ قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَاِنْ جَآءَ تْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِىْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ اِلٰى اُمِّهٖ۔ [2]

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول بھلا دیکھئے تو اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو پائے' کیا وہ اسے قتل کر دے؟ اور پھر مقتول کے وارث اسے قتل کر دیں یا وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تیرے اور تیری اہلیہ کے بارے حکم نازل ہو چکا ہے جاؤ اسے لے کر آو۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا پھر دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔ اور میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے جھوٹ بولا۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت تین طلاقیں دے دیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دیکھو اگر اسی عورت نے کالا بھٹ' سیاہ اور فراخ آنکھوں والا' بڑے کولہوں والا اور پر گوشت پنڈلیوں والا بچہ جنا تو میں گمان کروں گا کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف سچی بات کہی اور اگر اس کے ہاں سرخ رنگت کا گویا کہ سرخی مائل خوش رنگ کیڑا ہو' بچہ پیدا ہوا تو میں سمجھوں گا کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے اس پر بہتان باندھا۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو وہ ان اوصاف کا حامل تھا جس سے عویمر رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی تھی۔ لہٰذا اسے اس کی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

---

(۱) ھدایہ کتاب الطلاق باب اللعان ج۔۲' ص۔۴۱۹' شرح وقایہ' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الطلاق باب اللعان ومن طلق بعد اللعان ج۔۹' ص۔۴۴۶' حدیث۔۵۳۰۸ وصحیح مسلم کتاب اللعان ج۔۱۰' ص۔۲۵۸' حدیث۔۳۷۴۳ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب اللعان ج۔۲' ص۔۹۸۶' حدیث۔۳۳۰۴

مسئلہ نمبر ۷۷ پڑی ہوئی (گمشدہ) چیز اُٹھانے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ عَرَّفَهَا أَيَّامًا وَإِنْ كَانَتْ عَشَرَةً فَصَاعِدًا عَرَّفَهَا حَوْلاً وَقِيْلَ الصَّحِيْحُ إِنَّ شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْمَقَادِيْرِ لَيْسَ بِلاَزِمٍ وَيُفَوَّضُ إِلَى رَأْيِ الْمُلْتَقِطِ يَعْرِفُهَا عَلٰى أَنَّ يَغْلِبَ عَلٰى ظَنِّهِ أَنَّ صَاحِبَهَا لاَ يَطْلُبُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهٖ۔ [1] "یعنی اگر کوئی شخص کوئی چیز پڑی ہوئی پائے اور (وہ) اگر قیمت میں دس درہم سے کم ہو تو لوگوں میں چند روز مشہور کرے اور اگر قیمت میں دس درہم یا دس درہم سے زیادہ ہو تو لوگوں میں ایک سال تک مشہور کرے اور بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ ان مقداروں میں سے لازم ایک بھی نہیں اور یہ موقوف ہے پڑی ہوئی چیز پانے والے کی رائے پر وہ مشہور کرے لوگوں میں اتنی مدت تک کہ ظن غالب حاصل ہو کہ اب اس مدت کے بعد اس کا مالک آکر اسے طلب نہیں کرے گا پھر اسے صدقہ کر دے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ان تین احادیث کا۔

(۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَآءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا وَإِلاَّ فَشَأْنُكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَآؤُهَا وَحِذَآؤُهَا تَرِدُ الْمَآءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [2]

زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ آپ سے لقطہ (پڑی ہوئی چیز جو اٹھائی جائے) کے بارے میں استفسار کرنے لگا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اس کا سربند اور ظرف پہچان رکھ پھر ایک سال تک اس کا اشتہار دے (مشہور کر) اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو بصورت دیگر اپنے کام میں لاؤ۔ اس آدمی نے مزید پوچھا گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا "یہ تمہارے لیے ہوئی یا تمہارے بھائی کے لیے یا پھر بھیڑیئے کے لیے۔ اس نے پوچھا اگر گم شدہ اونٹ ملے تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا تعلق۔ اس کے ساتھ اس کی مشک ہوتی ہے' اس کا جوتا ہوتا ہے۔ وہ پانی پر وارد ہو گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا۔ حتیٰ کہ اس کا مالک اسے آملے گا۔ (بخاری و مسلم)

(۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِيْ حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے (رضی اللہ عنہ) اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا کہ آپ سے درخت پر لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت مند اسے کھالے اور جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے تو اس پر کوئی تعزیر نہیں اور اگر کوئی شخص پھلوں میں سے لے کر نکل جانے لگے تو اسے دوگنا

---

(۱) ھدایہ باب اللقطۃ جلد دوم' ص۔۶۱۴

(۲) صحیح بخاری کتاب اللقطۃ ج۔۵' ص۔۸۴' حدیث۔۲۴۲۹ وصحیح مسلم کتاب اللقطۃ باب معرفۃ الحفاص والوکاء ج۔۱۲' ص۔۲۴۷' حدیث۔۴۴۷۳ ومشکوٰۃ کتاب البیوع باب اللقطۃ ج۔۲' ص۔۶۱۴' حدیث۔۳۰۳۳

الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِيْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ وَإِنْ لَّمْ يَأْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ الْعَادِيِّ فَفِيْهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَرَوَى اَبُوْدَاوُدَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ إِلٰى اٰخِرِهٖ)[1]

چٹی بھرنی پڑے گی اور سزا بھی ملے گی اور جس شخص نے اس میں سے کچھ چوری کیا جبکہ اسے کھلیان میں رکھا گیا ہو اور مال مسروقہ ایک ڈھال کی قیمت رکھتا ہو تو ایسے شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور راوی نے گم شدہ اونٹ اور بکری کے بارے میں بھی ذکر کیا جیسا کہ دوسرے راویوں نے ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا اور لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "جو چیز کسی گزرگاہ میں پڑی پائی جائے یا آباد گاؤں کے راستے میں ملے تو ایک سال تک اس کا چرچا کرو۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو نہ آئے تو اپنے استعمال میں لے آؤ اور جو مال کسی قدیم ویرانے سے ملے' اس میں سے اور دفینہ جاہلیت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں دیا جائے۔ (اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا اور ابوداؤد نے بھی اسی راوی سے روایت کیا ہے مگر سئل عن اللقطه سے لے کر آخر تک)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [2] نے کہا کہ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸ گائے' بکری اور اونٹ پکڑنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَجُوْزُ الْإِلْتِقَاطُ فِي الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالْبَعِيْرِ۔ [3] "بکری' گائے اور اونٹ کا پکڑنا جائز ہے۔"

فائدہ: یعنی اگر کسی کی بکری یا گائے یا اونٹ گم ہو جائے تو اس کا پکڑ لینا جائز ہے اور ردالمختار میں ہے کہ پکڑنا ان کا مستحب ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ پکڑنا ان کا افضل ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے بخاری اور مسلم کی اس حدیث کا جو کہ زید بن خالد کی روایت سے مسئلہ نمبر ۷۷ میں اوپر مذکور ہوئی۔

مسئلہ نمبر ۷۹ گمشدہ مال کو استعمال کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ كَانَ الْمُلْتَقِطُ غَنِيًّا لَمْ يَجُزْ لَهٗ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا۔ [4] "یعنی اگر پڑی چیز کو غنی نے اٹھا لیا ہے تو اس کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں بھی

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب اللقطة ج۔۲' ص۔۹۱۵' حدیث۔۳۰۳۶ (حسن) وابوداؤد کتاب اللقطة ونسائی۔

(۲) نیل الاوطار کتاب القطع فی السرقة باب اعتبار الحرز والقطع فیما یسرع الیه الفساد ج۔۷' ص۔۱۳۵

(۳) هدایه کتاب اللقطة جلد دوم' ص۔۶۱۵' شرح وقایه' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۴) هدایه کتاب اللقطة ج۔۲' ص۔۶۱۷' شرح وقایه' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

خلاف کیا ہے انہیں تین احادیث کا جو کہ مسئلہ نمبر ۷۷ میں پہلے گزر چکی ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [1] نے کہا کہ مذہب جمہور علماء کا یہی ہے کہ پڑی ہوئی چیز کو خواہ غنی نے اٹھالیا ہو خواہ فقیر نے ہر ایک کے لیے مشہور کرنے کے بعد اپنے کام میں لانا جائز ہے۔ اس لیے کہ احادیث جو اس باب میں روایت کی گئی ہیں ان میں یہ مذکور نہیں کہ فقیر تو پڑی ہوئی چیز کو اپنے کام میں لے آئے لیکن غنی استعمال نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم خواہ فقیر ہو خواہ غنی ہو سب کے لیے برابر ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۰ حاجیوں کا گمشدہ مال اٹھانے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : لُقَطَةُ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ سَوَآءٌ۔ [2] "یعنی پڑی ہوئی چیز کے پانے کا حکم حل اور حرم میں برابر ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردان ابویوسف اور محمد کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردان رشید نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَنْ لُقَطَةِ الْحَآجِّ۔ [3]

روایت ہے عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ سے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجیوں کی گری ہوئی چیز کے اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [4] نے کہا کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مکہ میں پڑی ہوئی چیز کا اپنے ملک میں لانے کے لیے اٹھالینا درست نہیں ہے' البتہ مشہور کرنے کے لیے اٹھالینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱ شراب پینے کا بیان

ایک مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ابویوسف کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ احادیث کے خلاف ہے وہ یہ ہے جو کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَعَصِيْرُ الْعِنَبِ اِذَا طُبِخَ حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهٗ حَلَالٌ وَاِنِ اشْتَدَّ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ۔ [5] "اور انگور کا شیرہ جب پکایا جائے یہاں تک کہ اس کا دو تہائی اُڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے تو حلال ہے اور اگرچہ اس میں کتنی ہی شدت پیدا ہو جائے (یعنی سکر پیدا ہو جائے) اور یہ ابی حنیفہ اور ابویوسف کا مذہب ہے۔"

فائدہ: نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ مثلث انگور کا اس کو کہتے ہیں کہ انگور کا پانی لے کر پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے پھر اس کو رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ اس میں شدت پیدا ہو جائے اور جھاگ اٹھنے لگے (یعنی شراب بن جائے) اسی طرح اگر اس میں ہلانے کے بعد پتلا کرنے کے لیے تھوڑا سا پانی ڈال کر پھر پکائیں اور اس کو رکھ چھوڑیں تو درست ہے۔ یہ مثلث (یعنی پینا اس شراب کا) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔

---

(۱) نیل الاوطار کتاب اللقطة ج۔۵' ص۔۳۵۹

(۲) ھدایه کتاب اللقطة ج۔۲' ص۔۶۱۶' شرح وقایه' کنز الدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۳) صحیح مسلم کتاب اللقطة باب فی لقطة الحاج ج۔۱۲ ص۔۲۵۴' حدیث۔۴۴۸۴

(۴) نیل الاوطار کتاب اللقطة ج۔۵' ص۔۳۶۳

(۵) ھدایه کتاب الاشربه جلد۔۴' ص۔۴۹۷' شرح وقایه' کنز الدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

کتب مذکور میں لکھا ہے: وَنَبِيْذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ مَطْبُوْخًا اَدْنٰى طَبْخَةٍ وَاِنِ شَرِبَ مَالَمْ يَسْكُرْ بِلاَ لَهْوٍ وَطَرَبٍ بَلْ لِقَصْدِ التَّقْوِيْ۔[1] "یعنی اسی طرح کھجور اور انگور خشک کا نبیذ جب تھوڑا سا پکا لیا جائے اور اگرچہ اس میں نشہ پیدا ہو جائے لیکن ان تینوں قسم کی شراب کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پئے بلکہ قوت کے لیے پئے۔"

فائدہ: فتاوی قاضی خان جلد دوم میں لکھا ہے کہ نبیذ ہر مستی والے انگور کے پانی کو کہتے ہیں کچا ہو خواہ پکایا ہوا ہو۔

ہدایہ وغیرہ کتب مذکورہ میں لکھا ہے: لِاَنَّ الْمُفْسِدَ هُوَ الْقَدَحُ الْمُسْكِرُ وَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَنَا۔[2] "یعنی اس لیے کہ فساد کرنے والا وہ پیالہ ہے جو کہ نشہ لانے والا ہے اور وہ ہمارے نزدیک حرام ہے" یعنی اخیر کا پیالہ جو کہ نشہ لاتا ہے وہی حرام ہے۔

فتاوی عالمگیری (جلد پنجم) میں لکھا ہے: اِذَا شُرِبَتْ تِسْعَةُ اَقْدَاحٍ مِنْ نَبِيْذِ التَّمْرِ فَاَوْجَرَ اِلَيْهِ الْعَاشِرَ فَسَكَرَ لَمْ يُحَدَّ كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ "یعنی کھجور کی نبیذ کے اگر نو پیالے پئے اور نشہ نہ آئے' دسواں پیالہ پینے کے بعد نشہ آئے تو حد جاری نہ کی جائے۔"

فائدہ: یعنی نو پیالوں تک تو یہ شراب پینی حلال ہے لیکن اگر دسواں پیالہ پینے کے بعد نشہ آجائے تو حد اس وقت بھی واجب نہ ہو گی بلکہ حد اس وقت واجب ہو گی کہ شراب اس قدر پئے کہ زمین اور آسمان کو بھی نہ پہچان سکے اور شراب پینا حرام اس وقت ہو گا جب کہ بیہودہ بکنے لگ جائے۔

چنانچہ شرح وقایہ' درالمختار اور فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے: اِعْلَمْ اَنَّ السُّكْرَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ حَقِّ وُجُوْبِ الْحَدِّ اَنْ لاَّ يَعْرِفَ شَيْئًا حَتَّى الْاَرْضَ مِنَ السَّمَآءِ وَفِيْ حَقِّ حُرْمَةِ الْاَشْرِبَةِ اَنْ يَّهْذِيَ وَعِنْدَهُمَا اَنْ يَّهْذِيَ مُطْلَقًا وَاِلَيْهِ مَالَ اَكْثَرُ الْمَشَائِخِ "یعنی جان لے کہ نشہ کی حد ابی حنیفہ کے نزدیک اس وقت واجب ہوتی ہے کہ کچھ نہ پہچانے یہاں تک کہ زمین اور آسمان کا بھی (فرق نہ کر سکے) اور مشروبات میں حرمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب پینے والا بیہودہ بکنے لگ جائے اور یہی مذہب ابویوسف و محمد کا اور اسی طرف اکثر مشائخ مائل ہوتے ہیں۔" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد ابویوسف و محمد نے اس مسئلے میں حسب ذیل آٹھ احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ جب حرمت شراب کی آیت نازل ہوئی' اس وقت شراب پانچ چیزوں کی بنتی تھی۔ انگور' کھجور' شہد' گندم اور جو۔ اور شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔[4]

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے' نقل کی انہوں نے نبی ﷺ سے' آپ نے فرمایا جو چیز نشہ لاتی ہے وہ شراب ہے اور جو نشہ لاتی ہے حرام ہے۔

---

(۱) ھدایه کتاب الاشربه ج-۴' ص-۴۹۶ وشرح وقایه

(۲) ھدایه کتاب الاشربه ج-۴' ص-۴۹۷' ۴۸۰

(۳) صحیح البخاری کتاب الاشربة باب ان الخمر من العنب ج-۱۰' ص-۳۵' حدیث-۵۵۸۱ وبلوغ المرام باب حد الشارب وبیان المسکر ص-۴۷۸' حدیث-۱۲۴۶ (صحیح)

(۴) صحیح المسلم کتاب الاشربة باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام ج-۱۳' ص-۱۷۲' حدیث-۵۱۸۷

(۳) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَبَّانَ) [1]

روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز کہ بہت نشہ لاتی ہے سو اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا)

(۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيْذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔ [2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتع یعنی نبیذ عسل کے بارے میں دریافت کیا گیا (آیا وہ حلال ہے یا حرام) تو آپ نے فرمایا ہروہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔

فائدہ: زرقانی شرح موطا امام مالک میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو تیس صحابہ سے بھی زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

(۵) وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ مَا اَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْأُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ) [3]

اور انہی سے مروی ہے' انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کیا آپ نے فرمایا جس چیز کا بقدر فرق (تقریباً آٹھ سیر) پینا نشہ پیدا کرے اس میں سے ایک چلو بھی پینا حرام ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)

چھٹی حدیث ابوداؤد [4] میں دیلم حمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے کہا یارسول اللہ ہم خشک علاقے میں رہتے ہیں اور اس میں ہم زور و قوت کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اتنا سخت کام کہ قوت بدن کے بغیر اس کو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں اور اس سے اپنے کاموں کے لیے قوت حاصل کرتے ہیں اور اپنے دیار و امصار کی سردی کا بھی مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا وہ مشروب نشہ بھی پیدا کرتا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا تو پھر اس سے بچو۔ ہم نے عرض کیا کہ لوگ تو اسے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا نہ چھوڑیں تو "ان سے قتال کرو۔"

ساتویں حدیث مسلم [5] میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جیشان (یمن کا ایک مقام) سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس شراب کے بارے میں پوچھنے لگا جسے وہ اپنے علاقے میں مکئی سے بنا کر پیتے تھے اور جسے مزر کہا جاتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ پیدا کرتی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا' اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا یہ ذمہ ہے کہ نشہ آور مشروب پینے والے کو وہ طینة الخبال پلائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاشربة باب النهی عن المسکر ج-۱' ص-۳۱۹' حدیث-۳۶۸۱ (حسن صحیح) وبلوغ المرام کتاب الحدود باب حد الشارب وبیان المسکر ص-۳۷۸'حدیث-۱۲۲۸

(۲) صحیح بخاری کتاب الاشربة باب الخمر من العسل ج-۱۰' ص-۳۱' حدیث-۵۵۸۵ ومشکوٰۃ باب بیان الخمر وعید شاربها ج-۲' ص-۱۰۸۰' حدیث-۳۶۳۷ (صحیح)

(۳) جامع ترمذی ابواب الاشربة باب ماجاء ما اسکر کثیره فقلیله حرام حدیث-۱۹۲۳ ومشکوٰۃ باب بیان الخمر ووعید شاربها ج-۲'ص-۱۰۸۲' حدیث-۳۶۳۶(صحیح)وصحیح ابوداؤد کتاب الاشربة باب النهی عن المسکر ج-۲'ص-۳۲۰'حدیث-۳۶۸۷(صحیح)

(۴) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاشربة باب النهی عن المسکر ج-۲' ص-۳۱۹' حدیث-۳۶۸۳ (صحیح)

(۵) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام ج-۳' ص-۱۷۲' حدیث-۵۱۸۵

طينة الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' دوزخیوں کا پسینہ یا فرمایا وہ پیپ اور لہو جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

آٹھویں حدیث صحیح مسلم [1] میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ بات صحابہ میں پکار کر کہہ دی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے شراب کے حرام کرنے کا حکم بھیجا ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے۔ انگور' کھجور' شہد' گیہوں اور جو سے اور شراب وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لے عقل کو۔

فائدہ: ترمذی [2] نے کہا کہ اس باب میں حضرت عمر' حضرت علی' ابن مسعود' ابی سعید' ابی موسیٰ' شیخ عصری' ویلم' میمونہ' حضرت عائشہ' ابن عباس' قیس بن سعد' نعمان بن بشیر' معاویہ' عبداللہ بن مغفل' ام سلمہ' بریدہ' ابی ہریرہ' وائل بن حجر اور قرۃ المزنی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ جس مشروب کی تھوڑی سی مقدار بھی نشہ پیدا کرے اس کا کثیر مقدار میں پینا بھی حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ شراب ہے اور جو اس کو پیئے اسے حد مارنی چاہیے خواہ شراب انگور سے بنائی گئی ہو خواہ منقیٰ سے خواہ گیہوں سے خواہ جو سے خواہ جوار سے خواہ چاول سے خواہ شہد سے خواہ دودھ سے خواہ کسی اور چیز سے کچا ہو خواہ پکا ہو اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے اختلاف ہے' انتھی۔

زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے نشہ لانے والے تمام شیرے حرام ہیں اور اسی کے امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء قائل ہیں۔ (اس لیے) کہ مضمون ان سب احادیث کا یہی ہے کہ نشہ لانے والی چیز کا کھانا حلال نہیں اور جو شخص اس کو نہیں مانتا اس کے رد کے لیے یہی احادیث کافی ہیں۔

شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں اور محمد بن علی الشوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن اوسط کو' جس کی کنیت اباشحم تھی' نبیذ پینے کی وجہ سے اس پر حد جاری کی اور وہ اس صدمہ سے بیمار ہو گئے اور مر گئے۔

مجدالدین فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں کہ مستی لائے اور شیرۂ انگور سے تیار کی جائے یا عام ہے کہ شیرۂ انگور کی ہو یا اس کے سوا کسی اور چیز کی اور کہا کہ عموم صحیح تر ہے اس لیے کہ خمر مدینے میں حرام ہوئی اور مدینہ میں خمر انگور کی اس وقت نہیں تھی بلکہ کھجوروں کی تھی اور وجہ تسمیہ خمر کی یہ ہے کہ خمر لغت میں ڈھانکنے اور خلط ملط کرنے کو کہتے ہیں۔ اور خمر عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور اس کو خلط و خبط کر دیتی ہے' انتھی۔

دلیل اس کی کہ شراب مدینے میں حرام ہوئی اور اس وقت مدینہ میں انگور کی شراب نہیں تھی۔ یہ حدیث ہے جو کہ صحیح مسلم [3] میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حرمت شراب کی آیت اس وقت نازل کی جب مدینہ میں کھجور سے تیار کردہ شراب کے علاوہ کوئی دوسری شراب نہ پی جاتی تھی۔

فائدہ: قرطبی نے کہا کہ اسباب میں جس قدر احادیث وارد ہوئی ہیں سب کی سب کوفیوں کے مذہب کو باطل کرنے والی ہیں کیونکہ کوفی اس بات کے قائل ہیں کہ شراب انگور ہی کے پانی سے بنتی ہے اور انگور کے سوا اور جن جن چیزوں سے شراب بنائی جاتی ہے اس کو کوئی نہ تو شراب سمجھتے ہیں اور نہ اس کو شراب کہتے ہیں اور ان کی یہ

---

(۱) صحیح مسلم کتاب التفسیر باب فی نزول تحریم الخمر ج۔۱۸' ص۔۳۶۰' حدیث۔۷۴۷۶

(۲) جامع ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء کل مسکر حرام۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب تحریم الخمر ج۔۱۳' ص۔۱۵۱' حدیث۔۵۱۱۰

بات لغت عرب کے بھی خلاف ہے اور سنت صحیحہ کے بھی اور فہم صحابہ کے بھی خلاف۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سعدؓ ابن عمرؓ ابوموسیٰؓ ابوہریرہؓ ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم یہ سب صحابہ اور ابن مسیب، امام شافعی، امام احمد، اسحاق رحمہم اللہ اجمعین کے بہت سے محدثین اور امام مالک اور اوزاعی ہر نشہ لانے والی چیز کو شراب ہی سمجھتے ہیں، انتھی۔

اسی طرح مسک الختام فارسی شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے اور ابوداؤد[1] اور ابن ماجہ میں ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بیشک میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام وہ بدل کر رکھ دیں گے۔

مسئلہ نمبر ۸۲ حدود کا بیان

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص محرمات ابدی مثل ماں، بہن، بیٹی اور ان کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ان سے دانستہ نکاح کر لے اور ان سے صحبت کرے تو بھی ان پر حد نہیں آتی۔ اس لیے کہ محل شبہ ہے کیونکہ آدم کی تمام بیٹیاں اولاد کے لیے موضوع ہیں۔ اور وہ مقصود اس جگہ بھی حاصل ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے :

وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً لاَ يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لاَ يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لٰكِنَّهٗ يُوْجَعُ عُقُوْبَةً اِذَا كَانَ عَالِمًا بِذٰلِكَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ عَلَيْهِ الْحَدُّ اِذَا كَانَ عَالِمًا بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحَلَّهٗ فَيَلْغُوْا كَمَا اِذَا اُضِيْفَ اِلَى الذُّكُوْرِ وَهٰذَا لِاَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يَكُوْنُ مَحَلاًّ لِحِكْمَةٍ وَحُكْمُ الْحِلِّ وَهِيَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْعَقْدَ صَادَفَ مَحَلَّهٗ لِاَنَّ مَحَلَ التَّصَرُّفِ مَا يَقْبَلُ مَقْصُوْدَهٗ وَالْاُنْثٰى مِنْ بَنَاتِ بَنِيْ اٰدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالُدِ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ فَكَانَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّنْعَقِدَ فِيْ حَقِّ جُمِيْعِ الْاَحْكَامِ اِلاَّ اَنَّهٗ تُقَاعِدُ عَنْ اِفَادَةِ حَقِيْقَةِ الْحِلِّ فَيُوْرَثُ الشُّبْهَةُ لِاَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يَشْبَهُ الثَّابِتُ لِاَنْفُسِ الثَّابِتِ اِلاَّ اَنَّهٗ اِرْتَكَبَ جَرِيْمَةً وَلَيْسَ فِيْهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعْزَرُ۔[2]

اور جس شخص نے اس عورت سے نکاح کیا جو اس کے لیے حلال نہ تھی پھر اس سے صحبت کی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے۔ البتہ مار پیٹ ہے اگر اس نے جان کر کیا ہے اس کے برعکس ابویوسف اور محمد اور شافعی نے کہا ہے کہ اس پر حد ہے اگر اس نے عمداً کیا ہے۔ اس لیے کہ اس عقد نے محل نہیں پایا پس لغو ہوا جیسے کہ لڑکوں کے ساتھ نکاح کرنا اور بے محل ہونا اس لیے ہے کہ محل وہ ہے جس میں اس کا (یعنی اثر و فائدہ شرعی نکاح) حکم محقق ہو اور حکم حلت ہے اور وہ عورت حرام ہے (یعنی وہ محل تحقیق حکم نہیں ہے) دوسری طرف ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اس عقد نے محل کو پایا اس لیے کہ محل وہ ہے جس میں مقصود حاصل ہو اور مقصود آدم کی بیٹیوں سے تولد تناسل ہے پس لائق تو یہ تھا کہ یہ نکاح سب احکام کی نظر سے صحیح ہو جاتا و لیکن وہ اصلی حلت پیدا کرنے سے قاصر رہا اور اس نے شبہ (یعنی شبہ نکاح) پیدا کر دیا اس لیے کہ شبہ اسی کا نام ہے جو امر اصلی کے مثل ہو نہ یہ کہ بعینہٖ امر اصلی ہو (اور جب کہ اس نکاح نے شبہ پیدا کر دیا تو اس کے سبب حد جاتی رہی) و لیکن وہ شخص گناہ کا مرتکب ہوا اور چونکہ اس میں حد مقرر نہیں اس لیے وہ تعزیر کا مستحق ہو گا۔"

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب فی الداذی ج۔۲، ص۔۴۲۰، حدیث۔۳۶۸۸ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الاطعمۃ باب النقیع والانبذۃ ج۔۲، ص۔۱۲۳۶، حدیث۔۴۲۹۲ (صحیح)

(۲) ھدایۃ کتاب الحدود باب الوطیی الذیی یوجب الحد ج۔۲، ص۔۵۱۶

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے اس مسئلے میں کلام اللہ کا بھی اور حدیث کا بھی اس لیے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی مثل ماں اور بہن وغیرہ سے نکاح کر لے تو اس کو قتل کر دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ (النسآء۔۲۳) "یعنی حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔"

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّبِيْ خَالِيْ اَبُوْ بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَمَعَهٗ لِوَآءٌ فَقُلْتُ اَيْنَ تَذْهَبُ فَقَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ اٰتِيَهٗ بِرَاْسِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَلِلنَّسَآئِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَاٰخُذَ مَالَهٗ وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّيْ بَدَلَ خَالِيْ۔ [1]

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میرے ماموں ابوبردہ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، ان کے ساتھ نشان تھا۔ میں نے کہا "کدھر ارادہ ہے" کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ میں اس کا سر لے کر آؤں۔ (اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں اور نسائی، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماروں اور اس کا مال چھین لوں۔ اس روایت میں راوی نے خالی (میرے ماموں) کی جگہ پر عمی (میرے چچا) کہا ہے)

امام یوسف اور امام محمد کا اس مسئلہ سے اختلاف

فائدہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس مسئلے میں ابویوسف اور محمد نے اختلاف کیا ہے۔ اور امام شافعی کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ اس پر حد واجب ہے جیسا کہ ہدایہ کی عبارت میں اوپر گزرا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنی محرمہ کے ساتھ نکاح کر لے اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس لیے حد واجب نہیں ہے کہ اس کے نکاح میں شبہ پڑ گیا۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ ایسا نکاح ہرگز ہرگز محل شبہ نہیں۔ محل شبہ جب ہوتا کہ اس کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے میں نے نکاح کیا ہے یہ میری ماں ہے اور جبکہ ایک شخص نے عمداً اپنی ماں سے نکاح کر لیا اور اس سے صحبت کرنے لگا تو پھر بھلا کس بات کا اس میں شبہ پڑا۔ ہاں اگر کوئی شخص رات کو اپنی ماں کو اپنی بیوی سمجھ کر اس پر جا پڑے اور نادانستہ اس سے صحبت کر لے۔ اگر کسی کو کسی اور وجہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میری ماں ہے اور اس سے نکاح کر لے تو ان صورتوں میں البتہ محل شبہ ہے اور اگر کسی نے عمداً اپنی ماں سے نکاح کر لیا تو محل شبہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب: اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنے والے پر حد واجب نہ ہونے کا قائل ہونا معاذاللہ نبی ﷺ کے حق میں یہ اعتقاد کرنا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں سمجھا تھا۔ اگر سمجھتے تو بسبب محل شبہ ہونے کے اس

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی الرجل یزنی بحریمه ج۔۳، ص۔۸۳، حدیث۔۳۴۵۷ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج۔۲،ص۔۷۹۴، حدیث۔۳۱۷۲ (صحیح)

کو قتل کا حکم کیوں دیتے۔ غرض کہ حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہیں اور نہ حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر ان کو قرآن اور حدیث کی مخالفت کا ڈر ہوتا تو قرآن کے مخالف یہ اعتقاد نہ رکھتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ' نیز قرآن کے مخالف یہ نہ کہتے کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت اڑھائی برس ہے دو برس نہیں اور بعضے تین برس کے قائل نہ ہوتے۔ جیسا کہ پہلے گزرا اسی طرح سے اگر احادیث کو مانتے تو صدہا احادیث کا انکار کبھی نہ کرتے اور یہی وجہ ہے کہ ماں کے ساتھ نکاح کرنے والے کو قتل کر دینے کی حدیث بسبب اپنے اعتقاد بد کے نہیں مانتے ہیں اور خواہ مخواہ جھوٹا بناوٹی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اس پر اس لیے حد واجب نہیں کہ اس کے نکاح میں شبہ پڑ گیا۔

مسئلہ نمبر ۸۳ غیر مسلم (اہل کتاب) پر حد جاری کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِحْصَانُ الرَّجْمِ اَنْ يَّكُوْنَ حُرًّا عَاقِلاً بَالِغًا مُّسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً نِكَاحًا صَحِيْحًا وَدَخَلَ بِهَا وَهُمَا عَلٰى صِفَةِ الْاِحْصَانِ۔ [1] "رجم کے لیے محصن ہونا ضروری ہے یعنی زانی آزاد عاقل بالغ اور مسلمان ہو اور اس نے کسی عورت سے صحیح نکاح کیا ہوا ہو اور اس کے ساتھ صحبت کی ہو اور دونوں محصن ہوں۔"

فائدہ: یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس بات پر کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر آزاد عاقل' بالغ مسلمان زنا کرے تو اس کو سنگسار کرنا چاہیے اور اگر سوائے مسلمان کے اور کوئی زنا کرے تو اس کو سنگسار نہ کرنا چاہیے۔ سو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ الْيَهُوْدَ جَآؤُا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلاً مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰةِ فِيْ شَأْنِ الرَّجْمِ قَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَاهُ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَامُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَرُجِمَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [2]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہود نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ان میں سے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم مقدمہ رجم کی کیا سزا توراۃ میں پاتے ہو؟ یہودی کہنے لگے کہ ہم تو ایسے مجرم کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں یا پھر درے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا "تم نے جھوٹ بولا۔" توراۃ میں زانی کے لیے رجم کی سزا ہے۔ جاؤ توراۃ لاؤ۔ چنانچہ وہ تورات لائے اور اسے کھولا تو ایک یہودی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور سیاق و سباق پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا "ہاتھ اٹھاؤ نا" اور جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم تھی۔ یہودی پکار اٹھے محمد (ﷺ) نے سچ فرمایا۔ تورات میں آیت رجم ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

---

(۱) ہدایہ کتاب الحدود فصل فی کیفیۃ الحد ج۔۲' ص۔۵۱۱' شرح وقایہ' کنز الدقائق' درالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ باب احکام اہل الذمۃ واحصانہم وصحیح مسلم کتاب الحدود باب رجم الیہود اہل الذمۃ ج۔۱۱' ص۔۲۰۶' حدیث۔۴۴۱۲ ومشکوٰۃ کتاب الحدود ج۔۲' ص۔۱۰۵۷' حدیث۔۳۵۵۹ (صحیح)

فائدہ: امام نووی نے [1] کہا کہ یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ کافر پر حد جاری کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۴ غلاموں پر حد جاری کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلاَ یُقِیْمُ الْمَوْلٰی الْحَدَّ عَلٰی عَبْدِہٖ اِلاَّ بِاِذْنِ الْاِمَامِ۔ [۲] "آقا غلام پر امام کی اجازت کے بغیر حد جاری نہ کرے۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان تین احادیث کا خلاف کیا ہے:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ) [۳]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے اگر تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے مالک کو چاہیے کہ اس پر حد جاری کرے اور بعد ازاں اسے عار نہ دلائے پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو اس پر حد جاری کرے اور اسے عار نہ دلائے۔ تیسری مرتبہ اگر پھر زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اسے بیچ دے اگرچہ بالوں کی رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری' مسلم اور الفاظ مسلم کے ہیں)

(۲) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقِیْمُوْا الْحُدُوْدَ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَهُوَ فِیْ مُسْلِمٍ مَوْقُوْفٌ) [۴]

روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے لونڈی غلاموں پر حدود جاری کرو۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور وہ مسلم میں موقوف ہے)

(۳) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ خَطَبَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَقِیْمُوْا عَلٰی اَرِقَّائِکُمُ الْحَدَّ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَّمْ یُحْصِنْ۔ [۵]

روایت ہے ابی عبدالرحمان رحمہ اللہ سے' انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا پھر کہا اے لوگو قائم کرو اپنے غلاموں پر حد خواہ وہ محصن ہوں خواہ نہ ہوں۔

مسئلہ نمبر ۸۵ باکرہ کی حد کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلاَ یَجْمَعُ فِی الْبِکْرِ بَیْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْیِ۔ [۶] "یعنی جس عورت کی شادی نہ ہوئی ہو اگر وہ

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب رجم الیهود ج۔۱۱' ص۔۲۰۶' شرح حدیث۔۴۴۱۲

(۲) هدایه کتاب الحدود فصل فی کیفیة الحد ج۔۲' ص۔۵۱۱' شرح وقایه' کنزلدقائق وردالمختار۔

(۳) صحیح بخاری کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة باب اذا زنت الامة ومشکوٰة کتاب الحدود ج۔۲' ص۔۱۰۵۹' حدیث۔۳۵۶۴

(۴) صحیح ابوداؤد کتاب الحدود باب فی اقامة الحد علی المریض ج۔۳' ص۔۷۷' حدیث۔۴۴۷۳ (صحیح)

(۵) صحیح مسلم کتاب الحدود باب تاخیر الحد عن النفساء ج۔۱۱' ص۔۲۱۲' حدیث۔۴۴۲۵

(۶) هدایه کتاب الحدود فصل فی کیفیة الحد ج۔س۲' ص۔۵۱۲' شرح وقایه' کنزالدقائق ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

زنا کرے تو اس کو شہر سے نکال دینا اور درے مارنا دونوں کام جائز نہیں۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف رائے دی ہے :

(۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْ عَنِّيْ خُذُوْ عَنِّيْ --- قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ۔ (۱)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھ سے حکم دین معلوم کرلو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے زناکار عورتوں کا مسئلہ صاف کر دیا۔ اگر باکرہ غیر شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو انہیں سو سو درے مارے جائیں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا دی جائے اور اگر شادی شدہ عورت' شادی شدہ مرد سے زنا کرے تو ہر ایک کو سو درے لگائے جائیں اور رجم کر دیا جائے۔

(۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاٰخَرُ وَهُوَ اَفْقَهُهُمَا اَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِيْ اَنْ اَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَأَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِّيْ ثُمَّ اِنِّيْ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ عَلَى ابْنِيْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبَ عَامٍ وَاِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَاَمَّا ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ يَااُنَيْسُ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۲)

ابوہریرہ اور زید بن خلد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیجئے اور دوسرا بولا "ہاں اے اللہ کے رسول ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کردیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ قصہ بیان کروں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کردیا جائے گا۔ چنانچہ میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور اپنی ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو درے لگیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے گا۔ اور اس شخص کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ جہاں تک تیری بکریوں اور تیری لونڈی کا تعلق ہے تو وہ تجھے مبارک۔ البتہ تیرے بیٹے کو سو درے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے گا۔ رہا تیرا معاملہ (دوسرے آدمی کی بیوی کا معاملہ) تو اے انس! اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف زنا کرے تو اس کو سنگسار کردینا۔ چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور اسے انس رضی اللہ عنہ نے سنگسار کردیا۔ (بخاری' مسلم)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزنی ج-۱۱' ص-۱۸۹' حدیث-۴۴۱۹۰

(۲) صحیح بخاری کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة باب اذا رمی امراته او امراة غیره بالزنی عند الحاکم.....الخ وصحیح مسلم کتاب الحدود باب من اعترف علی نفسه بالزنا ج-۱۱' ص-۲۰۴' حدیث-۴۴۱۰ و مشکوٰة کتاب الحدود ج-۲' ص-۱۰۵۶' حدیث-۳۵۵۵

مسئلہ نمبر ۸۶ غلام کے قصاص کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِعَبْدِهٖ[1] "یعنی جو شخص اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اس کو بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے:

عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَاهُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ سَمُرَةَ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ سِمَاعِهٖ مِنْهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ وَمَنْ خَصٰى عَبْدَهٗ خَصَيْنَاهُ وَصَحَّحَ الْحَاكِمُ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ)[2]

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا' ہم بدلے میں اسے قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کا کوئی عضو کاٹا ہم بدلے میں اس کا عضو کاٹ دیں گے۔ (اس حدیث کو امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے حسن کہا' وہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت حسن بصری کی روایت ہے' ان سے ان کے سماع کے بارے میں اختلاف ہے اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے اور جس نے اپنے غلام کو خصی کر دیا' ہم اسے خصی کر دیں گے۔ حاکم نے اس زیادتی (اضافہ) کو صحیح کہا ہے) ☆

مسئلہ نمبر ۸۷ مال مسروقہ کی مقدار کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے فَلَا قَطْعَ بِنُقْرَةٍ وَزْنُهَا عَشَرَةٌ لَا تُسَاوِيْ عَشَرَةً مَضْرُوْبَةً وَلَا بِدِيْنَارٍ قِيْمَتُهٗ دُوْنَ عَشَرَةٍ۔[3] "چاندی کی اس ڈلی کے بدلے میں ہاتھ کاٹنا جائز نہیں جو وزن میں دس درہم ہے مگر قیمت میں دس درہم مضروب کے برابر نہیں۔ اسی طرح وہ دینار چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جس کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کسی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے جب تک کہ وہ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زائد مالیت کی چیز نہ چرا لے۔

---

(۱) هدایه کتاب الجنایات باب مایوجب القصاص ج۔۴' ص۔۵۶۳' شرح وقایه' کنز الدقائق' ردالمختار' فتاوی عالمگیری' فتاوی قاضی خان۔

(۲) سنن النسائی کتاب القسامة والقعود والدیات باب القعود من السید للمولی وبلوغ المرام کتاب الجنایات ص۔۳۴۸' حدیث۔۱۱۵۹

(۳) هدایه کتاب السرقه' ردالمختار' شرح درالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الحدود باب قول اللّٰه السارق والسارقة وفی کم یقطع ج۔۱۲' ص۔۹۶' حدیث۔۶۷۸۹ وصحیح مسلم کتاب الحدود باب حد السرقة ونصابها ومشکوٰة کتاب الحدود باب قطع السرقة ج۔۲' ص۔۱۰۶۶' حدیث۔۳۵۹۰

☆ امام حاکم نے اس کو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ المستدرک ج۔۴ ص۔۳۶۷

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَطَعَ النَّبِیُّ ﷺ یَدَ سَارِقٍ فِیْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)[1]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ ڈھال چرانے کی بناء پر کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (بخاری و مسلم)

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَةَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ وَیَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ۔[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا چور پر اللہ کی لعنت ایک بیضہ مرغ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ایک رسی چرا لیتا ہے اور نتیجہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۸ — حد سرقہ کے ساقط ہونے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: اِذَا قُضِیَ عَلٰی رَجُلٍ بِالْقَطْعِ فِیْ سَرِقَةٍ فَوُهِبَتْ لَهٗ لَمْ یُقْطَعْ۔[3] ”اگر قاضی کی طرف سے چوری کے جرم میں کسی آدمی کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا جائے تو اس کے بعد صاحب مال چور کو اگر اپنا مال ہبہ کر کے معاف کر دے تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے:

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهٗ لَمَّا اَمَرَ بِقَطْعِ الَّذِیْ سَرَقَ رِدَآءَهٗ فَشَفَعَ فِیْهِ هَلَّا کَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تَاْتِیَنِیْ بِهٖ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُوْدِ وَالْحَاکِمُ۔)[4]

صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جس نے اس کی (صفوان کی) چادر چرائی تھی اور یہ حکم سن کر اس نے چور کے حق میں سفارش کی تو آپ نے فرمایا، یہ (معافی) اسے میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیوں نہ دی۔ (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابن جارود اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ[5] نے کہا کہ اس حدیث کو مالک نے موطا میں اور شافعی اور حاکم نے بہت سے طرق سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ چور کو امام کے پاس لے جانے کے بعد اس کو اپنی چیز بخش دینے سے حد ساقط نہیں ہوتی اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ یہ جو ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مطلق بخش دینے سے چور پر حد نہیں آتی، سو یہ حدیث ان کے مسلک کی تردید کرتی ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الحدود باب قول اللّٰہ السارق والسارقة وفی کم تقطع ج-۱۲، ص-۹۷، حدیث-۶۷۹۵ ومشکوٰۃ کتاب الحدود باب قطع السرقة ج-۲، ص-۱۰۶۶، حدیث-۳۵۹۱

(۲) صحیح بخاری کتاب الحدود باب قول اللّٰہ السارق والسارقة وفی کم تقطع ج-۱۲، ص-۹۷، حدیث-۶۷۹۹ ومشکوٰۃ کتاب الحدود باب قطع السرقة ج-۲، ص-۱۰۶۶، حدیث-۳۵۹۲ وصحیح مسلم۔

(۳) هدایة کتاب السرقة باب ما یقطع فیه وما لا یقطع ج-۲، ص-۵۵۰ وفتاوٰی عالمگیری۔

(۴) صحیح سنن النسائی کتاب قطع السارق باب الرجل یتجاوز للسارق عن سرقته بعد ان یأتی به الامام ج-۳، ص-۱۰۰۷، حدیث-۴۵۳۲ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الحدود باب حد السرقة ص-۳۷۶، حدیث-۱۲۳۶

(۵) نیل الاوطار کتاب القطع فی السرقة باب تفسیر الحرز وان المرجع فیه الی العرف ج-۷، ص-۱۳۷

مسئلہ نمبر ۸۹ عطیہ دے کر واپس لینے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: اِنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ یَرْجِعْ فِیْهَا۔ [۱] "یعنی اگر کوئی شخص ذی محرم کو کوئی چیز بخش دے تو اس کو واپس نہ لے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس مسئلے میں درج ذیل حدیث کے خلاف ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یُعْطِیَ عَطِیَّةً ثُمَّ یَرْجِعُ فِیْهَا اِلَّا الْوَالِدُ فِیْمَا یُعْطِیْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِیْ یُعْطِی الْعَطِیَّةَ ثُمَّ یَرْجِعُ فِیْهَا کَمَثَلِ الْکَلْبِ اَکَلَ حَتّٰی اِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِیْ قَیْئِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِیُّ) [۲]

ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی عطیہ دے پھر اسے واپس لے لے ہاں والد اپنی اولاد کو عطیہ دے کر واپس لے سکتا ہے۔ اور اس شخص کی مثال جو کسی کو عطیہ دے کر واپس لے لیتا ہے اس کتے کی سی ہے جس نے کھایا اور خوب سیر ہونے کے بعد قے کر دی پھر اس قے کو چاٹنا شروع کر دیا۔ (اس حدیث کو ابوداوٗد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح کہا)

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [۳] نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کو صحیح کہا اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ عطیہ دے کر اس میں رجوع کرنا حرام ہے پھر فتح الباری سے رجوع کرنے کے بعد کہا کہ یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور کوفیوں نے کہا کہ باپ کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ بیٹے کو کوئی چیز عطا کرنے کے بعد واپس لے خواہ بیٹا بڑا ہو خواہ چھوٹا جبکہ بیٹا اس پر قابض ہو چکا ہو لیکن ان کی یہ بات بے دلیل ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۰ قضا کا بیان

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مسئلہ جو حدیث کے مخالف ہے' یہ ہے کہ تمام عقود اور منسوخ مثل نکاح' طلاق' بیع اور اقالہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی کا حکم ظاہراً و باطناً نافذ ہے۔ چنانچہ ہدایہ' شرح وقایہ' کنزالدقائق' فتاویٰ عالمگیری' درالمختار اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں لکھا ہے: وَکُلُّ شَیْئٍ قَضَی بِهِ الْقَاضِیْ فِی الظَّاهِرِ بِتَحْرِیْمِهٖ فَهُوَ فِی الْبَاطِنِ کَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَکَذَا اِذَا قَضٰی بِاِحْلَالٍ۔ [۴] "اور ہر وہ چیز جس کی بظاہر تحریم کا فیصلہ قاضی کر دے گا وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بباطن بھی حرام ہو جائے گی اور یہی حکم حلال کر دینے کے بارے میں بھی ہے۔"

---

(۱) ھدایہ کتاب الھبة باب ما یصح رجوعه ومالا یصح ج۔۳' ص۔۲۹۰' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوٰی عالمگیری۔

(۲) جامع الترمذی ابواب الولاء والھبة عن رسول اللّٰه ﷺ باب ماجاء فی کراھیة الرجوع فی الھبة ومشکٰوة کتاب البیوع باب العطایا ج۔۲' ص۔۹۱۰' حدیث۔۳۰۲۱

(۳) نیل الاوطار کتاب الھبة والھدیة باب التعدیل بین الاولاد فی العطیة ج۔۶' ص۔۱۱

(۴) ھدایة کتاب اداب القاضی باب کتاب القاضی الی القاضی ج۔۳' ص۔۱۳۲

مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جائے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بیوی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس شخص کے لیے حلال ہو گا یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اسی طرح ہو گیا اور مرد سے اس عورت کو ناجائز طور پر حاصل کرنے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔

عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنِ ادَّعَتْ عَلَيْهِ امْرَأَةٌ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا وَاَقَامَتْ بَيِّنَةً فَجَعَلَهَا الْقَاضِي امْرَأَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ تَزَوَّجَهَا وَسِعَهَا الْمُقَامُ مَعَهُ وَاِنْ تَدَعْهُ يُجَامِعُهَا وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ (۱)

”اور اگر کسی مرد پر عورت دعویٰ کرے کہ اس نے اس سے شادی کی ہے اور ثبوت (جھوٹا) پیش کر دے اور قاضی اس عورت کو اس کی بیوی قرار دے دے تو اس عورت کے لیے جائز ہے کہ اس مرد کے ہاں اقامت کرے اور اگر وہ عورت اسے چھوڑ دے تو مرد قاضی کے فیصلہ کی رُو سے اس سے جماع کر سکتا ہے اور یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (درست) ہے۔

اسی طرح سے اگر کسی کے مکان کا کسی نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے خریدا ہے اور جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے اس کی بیع کا حکم کر دیا تو مکان حقیقتاً جھوٹے مدعی کا ہو گیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ذیل کی حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْئٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذُهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۲)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں ایک انسان ہوں اور تم جب اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو تو یہ ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی دوسرے کی بہ نسبت دلیل و حجت پیش کرنے میں زیادہ زبان آور ہو اور میں اس کی بات سن کر اس کے مطابق فیصلہ کر دوں ایسی صورت میں میں جس کو بھی اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کروں تو وہ بھائی کے حق کو ہرگز قبول نہ کرے کیونکہ میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے امام ابویوسف اور امام محمد نے اختلاف کیا ہے اور امام شافعی کی موافقت کی ہے۔

چنانچہ معدن شرح کنزالدقائق اور مستخلص میں لکھا ہے : وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَشَافِعِيٌّ لَا يَنْفُذُ بَاطِنًا ”یعنی ابویوسف، محمد اور شافعی نے کہا ہے کہ ایسا فیصلہ باطناً نافذ نہیں ہوتا“ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے امام زفر، امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا (جو اوپر مذکور ہوئی) کی موافقت کی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جس کو امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس ایک عورت کے نکاح پر گواہ

---

(۱) ھدایة کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات ج۔۲، ص۔۳۱۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب الحکم بالظاھر واللحسن بالحجة ج۔۱۲، ص۔۲۳۱، حدیث۔۴۴۴۸ ومشکٰوة کتاب الامارة والقضاء باب الاقضیة والشھادات ج۔۲، ص۔۱۱۱۱، حدیث۔۳۷۶۱

پیش کر دیئے۔ مگر عورت نے اپنے ساتھ اس کا نکاح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عورت کو مرد کے پاس جانے کا حکم دیا۔ عورت بولی اس مرد نے تو مجھ سے نکاح نہیں کیا۔ اب اگر آپ نے یہ حکم دے ہی دیا ہے تو پھر اس سے میرا نکاح تو پڑھوا دیجئے۔ حضرت علی نے فرمایا میں تجدید نکاح نہیں کرتا۔ تیرا نکاح تو دونوں گواہوں نے پڑھا دیا ہوا ہے۔ اس کا جواب تین طرح پر ہے۔

اول: یہ کہ یہ حدیث بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد جس کے مبدأ سند میں سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے۔

چنانچہ نخبۃ الفکر میں لکھا ہے : ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ لِسَقْطٍ اَوْ طَعْنٍ فَالسَّقْطُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ مَّبَادِی السَّنَدِ مِنْ مُّصَنِّفٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِہٖ بَعْدَ التَّابِعِیِّ اَوْ غَیْرِ ذٰلِکَ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ۔ [1] "اس کے بعد روایت مردود کا بیان ہے' کسی روایت کا مردود ہونا یا تو سند گرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یا راوی کے مطعون ہونے کی بناء پر۔ جہاں تک سند کے ساقط ہونے کا تعلق ہے وہ یا تو مصنف کی جانب سے ابتداء ہی میں ساقط ہوتی ہے یا اس کا سقوط دوسری جانب سے تابعی کے بعد ہوتا ہے۔ یا کسی اور مقام سے سقوط سند کی ان مختلف اقسام میں سے پہلی قسم کی روایت معلق کہلاتی ہے۔"

منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے کہ اکثر محدثین نے حدیث معلق کا ذکر قسم مردود میں (شمار) کیا ہے' انتھی۔ اب اگر کوئی کہے کہ نخبۃ الفکر اور منہج الوصول کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ معلق احادیث جو بخاری میں ہیں وہ بھی ضعیف ہی ہوں گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے کہ بخاری جس قدر معلق احادیث لایا ہے ان سب کو ابن حجر نے اپنی کتاب التشویق الی وصل التعلیق میں متصل ثابت کر دیا ہے۔ علاوہ اس کے فتح الباری' قسطلانی اور کرمانی وغیرہ بخاری کی شرحوں میں بخاری کی معلق احادیث کا متصل ہونا ثابت ہے اور بالفرض اگر اس کی کسی حدیث معلق کا متصل ہونا پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکے اور معارض ہو حدیث صحیح کے تو اس کو بھی لائق عمل نہ سمجھا جائے گا۔

دوم: یہ روایت موقوف ہے حضرت علی پر اور روایت موقوف قابل حجت نہیں ہوتی اس کا بیان مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹ — خریدار اگر مفلس ہو جائے تو.....؟

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنْ اَفْلَسَ عِنْدَہٗ مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَیْنِہٖ اِبْتَاعَہٗ مِنْہُ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اُسْوَۃٌ لِلْغُرَمَآءِ فِیْہِ [2] "یعنی ایک شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ چیز ہے جو اس نے خرید کی تو اس کا بائع اور قرض خواہوں کے ساتھ اس میں مساوی ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

(۱) نخبۃ الفکر کی شرح نزھۃ النظر ص۔۵۲

(۲) ھدایۃ کتاب الحجر باب الحجر بسبب الدین ج۔۳' ص۔۳۶۱' شرح وقایہ' کنز الدقائق' ردالمختار' شرح درالمختار و فتاوی عالمگیری۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَدْرَكَ مَالَهٗ بِعَيْنِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ اَفْلَسَ اَوْ اِنْسَانٍ قَدْ اَفْلَسَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[1]

کہ جس شخص نے کسی مفلس مرد یا مفلس آدمی کے پاس اپنا مال یا اپنی کوئی چیز بعینہ پائی تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت وہ اپنے مال کا زیادہ حقدار ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس نے اپنا مال کسی کے ہاتھ بیچا اور مول لینے والا مفلس اور قرض دار ہو گیا قیمت نہیں دے سکتا تو وہ اپنے مال کو اگر ہو بہو پائے تو لے لے اور بیع کو باطل کر دے۔ دوسرے قرض خواہوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔

ترمذی نے کہا کہ اس باب میں سمرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایتیں آئی ہیں۔[2] اور امام شعرانی نے میزان شعرانی میں کہا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو اس کے قائل نہیں ہیں سو اس باب میں ان کی تاویلیں مردود اور ضعیف ہیں اور جو اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند لیتے ہیں، سو وہ ثابت نہیں، انتہی۔[3]

مسئلہ نمبر ۹۲ — مدعی کی قسم کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا تُرَدُّ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعِيْ۔[4] "یعنی مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَشَاهِدٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ)[5]

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے قسم اور گواہ پر فیصلہ کیا۔ (اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا اور کہا اس کی اسناد جید ہے)

(۲) عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ قَالَ وَقَضٰى بِهَا عَلِيٌّ فِيْكُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ)[6]

روایت ہے جعفر بن محمد سے اس نے نقل کی اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی ﷺ نے قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔ راوی نے کہا اور اسی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہارے درمیان فیصلہ کیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث اصح ہے)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ[7] نے کہا کہ اس باب کی احادیث سے جماعت اصحاب اور تابعین نے دلیل پکڑی اور جو

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعہ باب من ادرک مابا عہ عند المشتری وقد افلس..... ج-۱۰ ص-۲۶۵، حدیث-۳۹۶۳

(۲) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء اذا افلس للرجل غریم فیجد عندہ متاعہ۔

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب من ادرک مابا عہ عند المشتری ج-۱۰ ص-۲۶۶، شرح حدیث-۳۹۶۳

(۴) ھدایہ جلد دوم، ص-۲۰۳ و شرح وقایہ۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب القضاء بالیمین والشاھد ج-۱۲ ص-۲۳۰، حدیث-۴۴۴۷ و صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاقضیہ باب القضاء بالیمین والشاھد وبلوغ المرام کتاب القضاء باب الشھادت ص-۴۲۰، حدیث-۱۴۰۷

(۶) جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی الیمین مع الشاھد۔

(۷) نیل الاوطار کتاب الاقضیہ والاحکام باب الحکم بالشاھد والیمین ج-۸، ص-۲۹۵

لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم مدعی کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اس کو صاحب البحر نے امیرالمومنین علی' ابوبکر' عمر' عثمان' ابی ابن عباس رضی اللہ عنہم' عمر بن عبدالعزیز' شریح' شعبی' ربیعہ' فقہائے مدینہ' ناصر' ہادویہ' مالک اور شافعی سے نقل کیا۔

مسئلہ نمبر ۹۳ جو ذمی جزیہ نہ دے یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا مسلمان کو قتل کرے' اس کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : مَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ اَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا اَوْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ اَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهٗ [۱] "جو ذمی جزیہ ادا نہ کرے یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا نبی ﷺ کو گالی دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو ان امور سے اس کا ذمی ہونے کا عہد نہیں ٹوٹتا۔"

ردالمختار' شرح درالمختار میں ہے : وَاَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالُوْا لَا يَنْتَقِضُ الْعَهْدُ بِسَبٍّ وَلَا يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ بِذٰلِكَ۔ [۲] "تاہم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب (یعنی ابویوسف و محمد) کہتے ہیں کہ ذمی کا عہد نبی ﷺ کو گالی دینے سے نہیں ٹوٹتا اور نہ اسے اس وجہ سے قتل ہی کیا جائے گا' انتھی۔" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردان رشید ابویوسف و محمد نے اس مسئلے میں ان دو صریح احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے :

(۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ فَاَبْطَلَ النَّبِيُّ ﷺ دَمَهَا۔ [۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نبی ﷺ کو گالیاں بکتی تھی اور آپ کو مطعون کرتی رہتی تھی' ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ مر گئی تو نبی ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔ ☆

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَعْمٰى كَانَتْ لَهٗ اُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيْهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِيْ وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ فَلَمَّا كَانَ ذَاتُ لَيْلَةٍ اَخَذَ الْمِغْوَلَ فَجَعَلَهٗ فِيْ بَطْنِهَا وَاتَّكَاَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اَلَا اشْهَدُوْا اَنَّ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک نابینا صحابی کے پاس ایک لونڈی تھی (ام ولد) جو نبی ﷺ کو برا کہتی رہتی تھی اور آپ کو مطعون کیا کرتی تھی۔ صحابی اسے اس حرکت سے باز رہنے کے لیے کہتا لیکن وہ نہ رُکتی۔ صحابی اسے ڈانٹتا' وہ پھر بھی نہ رُکتی۔ ایک رات اس نے جب نبی ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس نے کدال یا خنجر نما تلوار پکڑی اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا پھر اپنا پورا بوجھ اس پر ڈال دیا اور اسے قتل کر دیا۔ نبی ﷺ تک یہ بات پہنچی تو

---

(۱) ھدایہ کتاب السیر باب الجزیۃ جلد دوم' ص۔۵۹۸' شرح وقایہ و کنز الدقائق۔

(۲) رد المختار۔

(۳) ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ ص۔۳۵۷' حدیث۔۴۳۶۲ (حدیث ضعیف)

☆ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر یہ مسئلہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جو کہ اگلی حدیث میں بھی ہے۔ ابوداؤد میں اسی مفہوم کی ابوبرزہ سے صحیح روایت بھی مذکور ہے۔ مزید تفصیل کیلئے الصارم المسلول لابن تیمیہ ملاحظہ ہو۔

دَمُهَا هَدَرٌ۔ [1] آپ نے فرمایا لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون بیکار گیا۔

فائدہ: ابن حجر نے بلوغ المرام میں کہا کہ اس حدیث کے معتبر راوی ہیں اور یہ دونوں احادیث دلیل ہیں اس پر کہ ذمی جب نبی ﷺ کو برا کہے تو وہ اپنے عہد و ذمہ کو توڑ دیتا ہے۔ پس وہ حربی اور مباح الدم ہے۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے یہ (دونوں احادیث) دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا شرعی حد کے ساتھ قابل قتل ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے (یعنی اس کو قتل کرنا گناہ نہیں) اور اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا آپ کو گالی دینا اس کا مرتد ہونا ہے۔ اگر اس نے توبہ نہیں کی ہے تو قتل کیا جائے۔ [2] ابن بطال اور ابن منذر نے کہا کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو گالی دے اس کا قتل کر دینا واجب ہے اور یہی بات اوزاعی' لیث' شافعی' احمد اور اسحاق سے حکایت کی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کرنا چاہیے اور اگر وہ ذمی ہے تو بھی قتل کیا جائے' انتھی۔

شیخ ابن ہمام حنفی بھی اس کا قائل ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ اگر ذمی جزیہ دینے والا ازراہ تمرد اور شرارت رسول اللہ ﷺ کو گالی دے تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور وہ قابل قتل ہو گا کیونکہ ذمی سے جزیہ حقیر سمجھ کر لیا جاتا ہے اور جب وہ ہمارے نبی ﷺ کو برا کہنے لگے تو گویا ہم اس سے عاجز ہوئے' انتھی۔

مسئلہ نمبر ۹۴ حرام اُجرت کا بیان

چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں محیط سے نقل کر کے لکھا ہے: اَنَّ مَا اَخَذَتْهُ الزَّانِيَةُ اِنْ كَانَ بِعَقْدِ الْاِجَارَةِ فَحَلَالٌ عِنْدَ الْاَعْظَمِ لِاَنَّ اَجْرَ الْمِثْلِ طَيِّبٌ وَاِنْ كَانَ السَّبَبُ حَرَامًا۔ [3] "اگر کوئی زانیہ (زنا کے بدلے) مقرر کردہ اجرت لے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حلال ہے اس لیے کہ مثل کی مزدوری لینا پاکیزہ ہے اگرچہ اس کا سبب حرام ہی ہو۔"

اسی سبب سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو شخص خرچہ دے کر کسی عورت سے زنا کرے اس پر حد واجب نہیں۔ چنانچہ فتاوی قاضی خاں اور کنزالدقائق میں لکھا ہے: وَلَوِ اسْتَاجَرَ امْرَاَةً لِيَزْنِيَ بِهَا فَزَنَى بِهَا لَا يُحَدُّ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ [4] "اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کرنے کے لیے اجرت پر حاصل کرے پھر اس کے ساتھ زنا کرے تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔" ☆ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں حسب ذیل چار احادیث کے خلاف بات کہی ہے۔

(۱) عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى روایت ہے ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ ج۔۳' ص۔۴۴' حدیث۔۴۳۶۱ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) مسک الختام۔

(۳) شرح وقایہ چلپی۔

(۴) درمختار ص۔۲۵۶' کنزالدقائق ص۔۶۸' فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

☆ ہم کہتے ہیں فقہ حنفی نے یہاں تک بس نہیں کی بلکہ اس سے بھی چار ہاتھ آگے تک گئے ہیں۔ یہ بھی حنفی مذہب کی مشہور کتاب کا مسئلہ ہے کہ زانی عورت توبہ کرے نہ کرے' رنڈی کی کمائی جائز ہے۔ (فتاویٰ شامی' ردالمختار ج۔۵' ص۔۲۸) یعنی زناکاری کا اڈا کھول کر کمائی کرے' اس کی یہ کمائی جائز ہے۔ پھر یہاں بھی بس نہیں کی اس کے علاوہ بھی حرام کمائی حاصل کرنے کے لیے جواز پیدا کیے۔

مولانا جوناگڑھی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "سیف محمدی" کے ص۔۱۴۹ پر لکھتے ہیں: (باقی اگلے صفحے پر)

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[1]

کتے کی قیمت' زانیہ کی اجرت اور کاہن کے معاوضہ (قبول کرنے) سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

دوسری حدیث صحیح ابن حبان (فتح القدیر) میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زانیہ کی اجرت' کتے کی قیمت اور پچھنے لگانے والے کی کمائی منجملہ حرام ہے۔[2]

(۳) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَكَسْبُ الْحِجَامِ خَبِيْثٌ۔[3]

روایت ہے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتے کی قیمت ناپاک ہے' زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور پچھنے لگانے والے کی کمائی بھی حرام ہے۔

(۴) عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْاَمَةِ۔[4]

روایت ہے ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے خون اور کتے کی قیمت اور زانیہ لونڈی کی اجرت زنا (وصول کرنے کی) ممانعت فرما دی۔

فائدہ: مجمع البحار میں لکھا ہے کہ خبیث سے مراد حرام ہونا ہے کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت کا' اس لیے کہ کتا پلید ہے اور زنا حرام ہے اور اس کا بدلہ دینا اور لینا حرام ہے۔[5]

زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔[6]

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم[7] میں لکھا ہے کہ کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور اس پر تمام مسلمانوں

گذشتہ سے پیوستہ

حنفی مذہب کی کمائی: گانے کی اجرت بغیر شرط کے مباح ہے' باجے بجا کر مزدوری بغیر ٹھہرائے لے لے' شراب کا پیپا اُٹھا کر مزدوری لے لے' کھیل تماشا کر کے اجرت لے لے۔ اسی طرح گناہ کے تمام کاموں پر بغیر شرط کے اجرت لینی جائز ہے۔ باجے بیچنے جائز ہیں جیسے مزامیر' طبلہ' دف وغیرہ۔ نشہ کی چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے' شراب بنانے والوں کے ہاتھ شیرۂ انگور بیچنا جائز ہے' گرجا گھر بنانے کے لیے عیسائیوں کے ہاتھ زمین بیچنی جائز ہے' مندر بنانے کے لیے بھی اور دوسرے گناہ کے کاموں کے لیے بھی۔ حربی کافر کا مال سود سے لے لے' خیانت سے لے لے' قرض لے کر مکر جائے' شراب بیچ کر لے لے' زنا کاری کا اڈا کھول کر مال حاصل کر لے' بت بیچ کر لے لے' غرض جس طرح بھی بن پڑے لے لے' یہ حلال اور طیب ہے۔ کتے کو ذبح کر کے اس کا گوشت بیچ ڈالے' کتے کی خرید و فروخت کر لے' صحیح ہے۔ شراب کی تجارت کرے تو صحیح ہے' رنڈی اپنی زناکاری کی اجرت لے لے تو حلال ہے۔ دعوت کی جگہ اگرچہ کھیل تماشے لہو ولعب گانا بجانا ہو تو کوئی حرج نہیں' خوب دعوت اڑائے اور کھائے پیئے۔ (گذشتہ حاشیہ ختم ہوا)

(۱) صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰' ص-۴۷۵' حدیث-۳۹۸۵ ومشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال ج-۲' ص-۸۴۳' حدیث-۲۷۶۴

(۲) فتح القدیر-

(۳) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰' ص-۴۷۶' حدیث-۳۹۸۸

(۴) صحیح بخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب ج-۳' ص-۲۲۶' حدیث-۲۲۳۸

(۵) مجمع البحار-

(۶) زرقانی-

(۷) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰' ص-۴۷۵' شرح حدیث-۳۹۸۵

کا اتفاق ہے۔ اور ترمذی [1] نے کہا کہ اس باب میں حضرت عمر' ابن مسعود' جابر' ابی ہریرہ' ابن عباس' ابن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں' انتھی۔

اب رہا کاہن کی اجرت اور سینگی کھینچنے والے کی کمائی کا مسئلہ اس کا بیان بلاغ المبین کی دوسری جلد میں کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۹۵ — زراعت کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ الْمُزَارَعَةُ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بَاطِلَةٌ۔ [2] "ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مزارعت تہائی اور چوتھائی کے بدلے میں باطل ہے۔"

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص اپنی زمین اس غرض سے کسی کو دے کہ وہ اس میں کاشت کرے اور مالک اس سے اپنا حصہ مقرر کر لے تو جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَفَعَ اِلٰی یَهُوْدِ خَیْبَرَ نَخْلَ خَیْبَرَ وَاَرْضَهَا عَلٰی اَنْ یَّعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَطْرُ ثَمَرِهَا۔ [3]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے کھجوروں کے درخت اور زمین یہود کو دے دی اس شرط پر کہ وہ اپنے اموال صرف کر کے کام کریں اور پھلوں کا نصف حصہ آپ کو دیں۔

(۲) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَعْطٰی خَیْبَرَ الْیَهُوْدَ اَنْ یَّعْمَلُوْهَا وَیَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا۔ [4]

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے باغات اور زمین یہود کو دے دیں اس شرط پر کہ وہ عمل باغبانی اور کاشتکاری کریں اور کل پیداوار کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں۔

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم [5] میں کہا کہ ابن ابی لیلیٰ' ابویوسف' محمد اور باقی علماء کوفہ اور فقہاء محدثین اور احمد' ابن خزیمہ اور ابن شریح اور دوسروں نے کہا کہ کسی سے حصہ مقرر کر کے خواہ کوئی کسی کو فقط درخت دے خواہ فقط زمین ہی دے خواہ درخت بھی اور زمین بھی یعنی دونوں چیزیں دے دے جائز ہے اس لیے کہ ظاہر سے بھی یہی ثابت ہے اور یہی بہتر ہے اور اس کے جواز کے باب میں ابن خزیمہ نے ایک کتاب تیار کی ہے اور جو احادیث اس کی ممانعت میں مروی ہیں ان کا جواب اس نے اس میں دے دیا ہے۔

---

(۱) جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی ثمن الکلب۔
(۲) ھدایه کتاب المزارعه جلد۔۴' ص۔۴۲۴' شرح وقایه' کنزالدقائق' ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔
(۳) صحیح مسلم کتاب المساقاة باب المساقاة والمعاملة ج۔۱۰' ص۔۴۵۶' حدیث۔۳۹۴۳
(۴) صحیح بخاری کتاب الحرث والمزارعة باب المزارعة مع الیهود ج۔۵' ص۔۱۵' حدیث۔۲۳۳۱
(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساقاة باب المساقاة والمعاملة ج۔۱۰' ص۔۴۵۵' شرح حدیث۔۳۹۳۹'۳۹۴۴

مسئلہ نمبر ۹۶ نذر کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنَثَ فِیْ حَالِ كُفْرِهٖ اَوْ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ [۱] "یعنی جب کافر قسم کھا کر خواہ حالت کفر میں یا خواہ اسلام لا کر توڑ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں یعنی اس کا وفا کرنا اس پر لازم نہیں۔"

فائدہ: طیبی نے کہا کہ اس کی نذر صحیح نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس مسئلے میں ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ وَاَوْفِ بِنَذْرِكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [۲]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے استفسار کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا (اب اسے پورا کروں یا نہ کروں) آپ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کر۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

(۲) عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ يُّعْبَدُ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ فَقَالَ لَا فَقَالَ اَوْفِ نَذْرَكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِیْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالطَّبْرَانِیُّ وَهُوَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلَهٗ شَاهِدٌ مِّنْ حَدِيْثِ كَرْدَمٍ عِنْدَ اَحْمَدَ) [۳]

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ قربان کرے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا (آیا نذر پوری کرے یا نہ) اس پر آپ نے فرمایا "کیا وہاں کسی بت کی پرستش کی جاتی ہے؟" مستفسر نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا "کیا وہاں کفار کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا ہے؟" اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر کیونکہ صرف وہی نذر پوری نہیں کی جاتی جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہو یا جس سے قطع تعلق لازم آتا ہو (ایسا تعلق کہ جس کے جوڑنے کا حکم دیا گیا ہو) یا جو آدمی کے دائرہ اختیار سے باہر ہو۔ (ابوداوٗد' طبرانی۔ اس کی اسناد صحیح ہے اور امام احمد کے ہاں حدیث کردم کی صورت میں اس کا ایک شاہد بھی ملتا ہے)

(۳) عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ كَرْدَمٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ اَبَاهَا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ بِبُوَانَةَ فَقَالَ اَبِهَا وَثَنٌ اَوْ طَاغِيَةٌ قَالَ لَا قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ۔

روایت ہے میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے کہ تحقیق اس کے باپ نے نبی ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ تحقیق میں نے نذر مانی تھی کہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ کی قربانی دوں گا (اب کیا اس نذر کو پورا کروں یا نہ) آپ نے فرمایا "کیا وہاں کوئی بت یا اللہ کی سرکشی پر آمادہ کرنے والی کوئی چیز

---

(۱) ھدایہ کتاب الایمان باب مایکون یمینًا و مالا یکون یمینًا ج۔۲' ص۔۴۸۲' شرح وقایہ' کنز الدقائق و فتاوی عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الایمان باب نذر الکافر وما یفعل فیه اذا اسلم ج۔۱۱' ص۔۱۲۶' حدیث۔۴۲۶۸ و مشکوٰۃ کتاب الصوم باب الاعتکاف ج۔۱' ص۔۶۴۸' حدیث۔۲۱۰۱

(۳) بلوغ المرام کتاب الایمان والنذور ص۔۴۱۳' حدیث۔۱۳۷۸' ۱۳۷۹

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَرِجَالُ اِسْنَادِهِ رِجَالُ الصَّحِيْحُ)[1] ہے؟" اس نے جواب دیا "نہیں" اس پر آپ نے فرمایا تو پھر اپنی نذر پوری کر۔ (احمد' ابن ماجہ۔ اس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں جیسے ہیں)

مسئلہ نمبر ۹۷ — ذبیحہ کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : مَنْ نَحَرَ نَاقَةً اَوْ ذَبَحَ بَقَرَةً فَوَجَدَ فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنًا مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ اَشْعَرَ اَوْ لَمْ يُشْعِرْ۔[2] "یعنی اگر کوئی شخص اونٹنی یا گائے کو ذبح کرے اس کے پیٹ میں سے مرا ہوا بچہ نکلے تو اسے نہ کھائے' خواہ اس کے بال ہوں خواہ نہ ہوں۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں زفر اور حسن بن زیاد کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کا مسلک اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَكَاةُ الْجَنِيْنِ ذَكَاةُ اُمِّهِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ)[3] روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پیٹ کا بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے ماں کے ذبح ہونے کے ساتھ۔ (اسے امام احمد نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے)

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ[4] نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان اور ابن دقیق العید نے صحیح کہا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا اور حاکم نے کہا کہ اس باب میں حضرت علی' ابن مسعود' ابی ایوب' براء' ابن عمر' ابن عباس اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں آئی ہیں اور تلخیص میں (یعنی ابن حجر نے) اس میں یہ اضافہ کیا کہ جابر' ابی امامہ' ابی الدرداء اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں آئی ہیں اور جس طریقہ کے ساتھ احمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں کوئی بھی ضعیف راوی نہیں ہے اور ماں کو ذبح کرنا ہی بچے کا ذبح شمار ہو گا۔ یہ مذہب ہے ثوری اور شافعی کا اور حسن بن زیاد اور ابو یوسف اور محمد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کا اور یہی مذہب ہے مالک کا لیکن ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اگر بچے کے بال نکلے ہوئے ہیں تو حلال ہے ورنہ نہیں اور مالک کی دلیل یہ حدیث ہے جو موطا امام مالک[5] میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب اونٹنی کو نحر کیا جائے تو اس کے پیٹ کا بچہ بھی نحر ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس بچے کے تمام اعضا پورے ہو گئے ہوں اور بال نکل آئے ہوں اور موطا امام مالک[6] میں ہی سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ آپ کہتے تھے کہ پیٹ کے بچے کی ذکاۃ (ذبح کرنا) اس کی ماں کی ذکاۃ کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ بچہ پورا ہو گیا ہو اور اس کے بال نکل آئے ہوں۔

---

(۱) سنن ابن ماجه ابواب الكفارات باب الوفاء بالنذر والروضة الندية كتاب النذر باب يلزم المشرك الوفاء اذا نذر ج-۲' ص-۳۷۵

(۲) هدايه كتاب الذبائح جلد-۴' ص-۴۴۰' شرح وقايه' كنزالدقائق' ردالمختار' فتاوىٰ عالمگيرى وفتاوىٰ قاضى خان۔

(۳) بلوغ المرام كتاب الاطعمة باب الصيد والذبائح ص-۲۸۳' حديث-۱۳۴۴

(۴) نيل الاوطار كتاب الاطعمة والصيد والذبائح باب ذكاة الجنين بذكاة أمه ج-۸' ص-۱۵۰

(۵) موطا امام مالک كتاب الذكاة باب ذكاة ما فى بطن الذبيحة۔

(۶) موطا امام مالک كتاب الذكاة باب ذكاة ما فى بطن الذبيحة۔

جواب: ان دو احادیث کا یہ ہے کہ یہ دونوں صحابہ کے قول ہیں مرفوع احادیث نہیں ہیں اور صحابی کا قول حدیث مرفوع کے مقابلے میں قابل حجت نہیں ہوتا۔ اس کے دلائل مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۹۸ — گھوڑے کے گوشت کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : يُكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ [1] "گھوڑے کا گوشت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور وہی قول ہے مالک کا" مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے :

(۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى يَوْمَ الْخَيْبَرِ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَاَذِنَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [2]

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا البتہ گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

(۲) عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَسًا فَاَكَلْنَاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [3]

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم نے ایک گھوڑا ذبح کیا اور اسے کھایا۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم [4] میں کہا ہے کہ شافعی اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے کہ گھوڑے کا گوشت مباح ہے مکروہ نہیں۔ عبداللہ بن زبیر، فضالہ بن عبید، انس بن مالک، اسماء بنت ابی بکر، سوید بن غفلہ، علقمہ، اسود، عطا، شریح، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابراہیم نخعی، حماد بن سلیمان، احمد، اسحاق، ابو یوسف، محمد، داؤد اور جمہور محدثین وغیرہ اس کے قائل ہیں۔ البتہ اس کو ایک طائفہ نے جس میں ابن عباس، حکم، مالک، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس کو مکروہ جانا ہے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کا کھانا حرام نہیں لیکن جو کھائے وہ گنہگار ہے، انتہی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جو مکروہ ہے، اس باب میں ان کے مقلد یہ دلائل پیش کرتے ہیں :

پہلی دلیل — اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (النحل۔۸) "اور گھوڑے اور خچریں اور گدھے اس لیے ہیں کہ تم ان پر سواری اور اظہار زینت کرو۔"

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ گھوڑا سوار ہونے اور اظہار زینت کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کا کھانا بھی مکروہ ہے اور اگر کھانا اس کا مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قرآن کے خلاف اس کے کھانے کا لوگوں کو کبھی ارشاد نہ فرماتے۔

---

(۱) هدايه كتاب الذبائح جلد۔۴، ص۔۴۴۱، شرح وقايه، كنز الدقائق، ردالمختار، فتاوىٰ عالمگيرى وفتاوىٰ قاضى خان۔

(۲) صحيح مسلم كتاب الصيد والذبائح باب فى اكل لحوم الخيل ج۔۱۳، ص۔۹۵، حديث۔۴۹۹۷ ومشكٰوة كتاب الصيد والذبائح باب ما يحل اكله وما يحرم ج۔۲، ص۔۱۱۹۲، حديث۔۴۱۰۷

(۳) صحيح مسلم كتاب الصيد والذبائح باب فى اكل لحوم الخيل ج۔۱۳، ص۔۹۷، حديث۔۴۹۹۹ ونيل الاوطار كتاب الاطعمة والصيد والذبائح باب ما يباح من الحيوان الانسيى ج۔۸، ص۔۱۱۵

(۴) شرح صحيح مسلم للنووى كتاب الصيد والذبائح باب فى اكل لحوم الخيل ج۔۱۳، ص۔۹۶، شرح حديث۔۴۹۹۷، ۵۰۰۰

دوسری دلیل — ابوداؤد اور نسائی میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [1]

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ نووی نے شرح صحیح مسلم [2] میں کہا ہے کہ علمائے حدیث کے ائمہ وغیرہ نے اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ دار قطنی اور بیہقی نے موسیٰ بن ہارون' حمال حافظ سے روایت کیا' اس نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کی اسناد میں جو صالح بن یحییٰ ہے وہ بھی اور اس کا باپ بھی معروف نہیں اور بخاری نے کہا کہ اس حدیث میں نظر ہے اور بیہقی نے کہا اس کی اسناد مضطرب ہے اور خطابی نے (بھی) کہا کہ اس کی اسناد میں نظر ہے اور صالح بن یحییٰ کا سماع اپنے باپ سے اور اس کا اپنے دادا سے معلوم و معروف نہیں اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ نسائی نے کہا کہ گھوڑے کا گوشت مباح ہونے والی حدیث بہت صحیح ہے اور خالد کی حدیث (یعنی گھوڑے کا گوشت منع ہونے کی) اگر صحیح بھی ہو تو بھی اس کے منسوخ ہونے کا شبہ پڑتا ہے' انتہی۔

ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا کہ صالح بن یحییٰ بن مقدام بن معدی کرب کندی شامی (یعنی جو گھوڑے کا گوشت منع ہونے کی حدیث کے راویوں میں سے ہے) لین ہے اور چھٹے طبقے میں سے ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر ۹۹ مُردہ مچھلی جو سطح آب پر آگئی ہو' اُسے کھانے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : یُکْرَہُ اَکْلُ الطَّافِیْ مِنْہُ۔ [4] "یعنی جو مچھلی کہ خودبخود مر کر الٹی ہو جائے اس کا کھانا مکروہ ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی الْبَحْرِ ھُوَ الطَّھُوْرُ مَآءُہٗ وَالْحِلُّ مَیْتَتُہٗ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاللَّفْظُ لَہٗ وَصَحَّحَہٗ ابْنُ خُزَیْمَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ رَوَاہُ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ) [5]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے بارے میں فرمایا "اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔" (اسے ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں' اسے ابن خزیمہ اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔ امام مالک' شافعی اور احمد نے اسے روایت کیا ہے)

---

(۱) مشکوٰۃ باب ما یحل اکلہ وما یحرم وضعیف ابوداؤد للالبانی کتاب الاطعمۃ باب فی اکل لحوم الخیل ص۔۳۰۳' حدیث۔۳۷۹۰ وابن ماجہ حدیث۔۳۱۹۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ اکل لحم الخیل ج۔۱۳' ص۔۹۶' شرح حدیث۔۴۹۹۷' ۵۰۰۰

(۳) تقریب التہذیب۔

(۴) ہدایہ کتاب الذبائح ج۔۴' ص۔۴۴۲' شرح وقایہ' کنزالدقائق' ردالمختار' فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خان۔

(۵) صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء بماء البحر ج۔۱' ص۔۳۳' حدیث۔۸۳ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب المیاہ ص۔۹' حدیث۔۱

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [1] نے کہا کہ اس حدیث کو ابن منذر' ابن مندہ اور بغوی نے صحیح کہا ہے۔ بغوی نے کہا کہ اس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے۔ ابن اثیر نے شرح مسند میں کہا کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے۔ اس کو اماموں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس سے دلیل پکڑی ہے۔ نیز اس کے راوی معتبر ہیں۔ ابن الملقن نے البدر المنیر میں کہا کہ یہ حدیث صحیح اور بزرگ ہے۔

نیز امام شوکانی رحمہ اللہ [2] نے کہا کہ مذہب جمہور علما کا یہی ہے کہ مردہ دریا کا خواہ خودبخود مرجائے خواہ شکار کیا جائے یکساں ہے لیکن حنفیہ' ہادی' قاسم' امام یحییٰ اور مئوید باللہ نے ایک قول میں کہا کہ جب تک اس کو کوئی آدمی نہ مارے یا پانی اس کو نہ پھینک دے یا اس کو پانی چھوڑ کر نہ چلا جائے تب تک حلال نہیں اور جو مچھلی خودبخود مرجائے یا اس کو کوئی حیوان مار ڈالے وہ حلال نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ دو احادیث ہیں۔

پہلی حدیث ابوداؤد [3] میں روایت ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز کہ پھینک دے اس کو دریا یا جس کو پانی چھوڑ کر چلا جائے پس کھاؤ اس کو اور جو مرجائے اس میں اور سطح آب پر ابھر آئے' پس نہ کھاؤ اس کو۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ [4] نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں یحییٰ بن سلیم ایک راوی ہے جو ہے تو سچا لیکن اس کا حافظہ برا ہے۔ نسائی نے کہا وہ قوی نہیں اور یعقوب نے کہا جب وہ اپنی کتاب سے حدیث بیان کرے تو اس کی حدیث حسن ہے اور جب وہ حدیث زبانی بیان کرے حدیث اس کی ٹھیک بھی سمجھی جائے گی اور اس کا انکار بھی کیا جائے گا۔ ابو حاتم نے کہا وہ حافظ نہ تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ معتبر راویوں میں سے تو تھا لیکن خطا کرتا تھا اور حدیث کے مرفوع کرنے پر حرص کرتا تھا۔ ابن حجر نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع تو نہیں لیکن موقوف صحیح ہے اور اس کے معارض ہے قول ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کا جن کے نام اوپر مذکور ہوئے۔

تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن سلیم طائفی نزیل مکہ سچا ہے بڑے حفظ والا نائویں طبقہ میں سے' انتھی۔ [5]

دوسری حدیث دار قطنی نے روایت کی ہے ابی احمد زبیری سے' اس نے ثوری سے مرفوعاً۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ [6] نے کہا کہ دار قطنی نے کہا مخالف ہوا ہے اس کے وکیع وغیرہ۔ پس ان سب نے اس حدیث کو ثوری پر موقوف کیا اور صواب بھی ہے یعنی ٹھیک بات یہی ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں موقوف ہے اور موقوف روایت صحیح اور مرفوع حدیث کے مقابلے میں قابل حجت نہیں ہوتی۔

---

(1) نیل الاوطار کتاب الطهارة باب طهورية ماء البحر وغيره ج-1' ص-25

(2) نیل الاوطار کتاب الاطعمة والصيد والذبائح باب ماجاء في السمک والجراد وحيوان البحر ج-8' ص-153

(3) ضعیف ابوداؤد للالبانی کتاب الاطعمة باب في اکل الطافي من السمک ص-306' حدیث-3815 وابن ماجه حدیث-3247

(4) نیل الاوطار کتاب الاطعمة والصيد والذبائح باب ماجاء في السمک والجراد وغيره ج-8' ص-154

(5) تقریب التهذیب۔

(6) نیل الاوطار کتاب الاطعمة والصيد والذبائح باب ماجاء في السمک والجراد وغيره ج-8' ص-155

تیرہواں مغالطہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے ..... اِس کا جواب

ایک مغالطہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو دیتے ہیں یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے جماعت صحابہ کے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کیا ہے اور ان کی مسند کی روایت پانچ سو آدمیوں نے ان سے کی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے۔ اس بات کو شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے شرح سفرالسعادت میں نقل کیا ہے۔[1]

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ تو شیخ عبدالحق وغیرہ حنفیہ کی خانہ ساز باتیں ہیں ان کو بجز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعصب مقلدوں کے کوئی نہیں مانتا۔ بلکہ بعض حق گو حنفیہ بھی ایسی باتوں کے قائل نہیں اور ان کو اپنے حنفی بھائیوں کی ایجاد سمجھتے ہیں۔ دیکھو صحابہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ثابت ہونے سے علماء محققین نے انکار کر دیا ہے اور اس کا رد لکھ دیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے شرح نخبة الفکر میں کہا : عَنِ السَّخَاوِيِّ اَنَّ الْمُعْتَمَدَ اَنَّهٗ لَا رِوَايَةَ لِلْاِمَامِ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ لِصِغَرِهٖ فِيْ زَمَنِ اِدْرَاكِهٖ اِيَّاهُمْ۔[2] ”سخاوی سے مروی ہے کہ بیشک قابل اعتماد بات یہی ہے کہ امام کسی صحابی سے روایت نہیں کر سکے کیونکہ جس زمانے میں آپ نے انہیں پایا اس وقت آپ بالکل نوعمر تھے۔“

امام نووی شارح صحیح مسلم نے تہذیب الاسماء میں کہا ہے :

قَالَ الشَّيْخُ اَبُوْ اِسْحَاقَ فِي الطَّبَقَاتِ هُوَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ زَوْطِى بْنِ مَاهٍ مَوْلٰى تَيْمِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ وُلِدَ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَتُوُفِّيَ بِبَغْدَادَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِيْنَ سَنَةٍ اَخَذَ الْفِقْهَ مِنْ حَمَّادِ ابْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ فَكَانَ فِيْ زَمَانِهٖ اَرْبَعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اَوْفٰى وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَاَبُو الطُّفَيْلِ وَلَمْ يَاْخُذْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔[3]

شیخ ابواسحاق نے طبقات میں کہا ہے کہ آپ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ تیم اللہ بن ثعلبہ کے مولیٰ ہیں۔ آپ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی' ستر (۷۰) سال آپ کی عمر تھی۔ آپ نے حماد بن ابی سلیمان سے علم فقہ حاصل کیا۔ آپ کے زمانہ میں چار صحابہ زندہ تھے۔ انس بن مالک' عبداللہ بن ابی اوفیٰ' سہل بن سعد اور ابوالطفیل رضی اللہ عنہم۔ لیکن آپ نے کسی سے بھی کوئی روایت نہیں لی۔“

شیخ ابن طاہر حنفی نے تذکرہ موضوعات میں کہا :

وَكَانَ فِيْ اَيَّامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَرْبَعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں چار صحابہ بقید حیات تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

---

(۱) شرح سفر السعادت۔

(۲) معیار الحق باب اول' ص۔۱۴

(۳) معیار الحق باب اول' ص۔۱۵

اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ بِالْبَصْرَةِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ اَوْفٰی بِالْكُوْفَةِ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِیُّ بِالْمَدِیْنَةِ وَاَبُوْ طُفَیْلٍ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ بِمَكَّةَ وَلَمْ یَلْقَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ وَلَا اَخَذَ عَنْهُ وَاَصْحَابُهٗ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَقِیَ جَمَاعَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ وَرَوٰی عَنْهُمْ وَلَمْ یَثْبُتْ ذٰلِكَ عِنْدَ اَهْلِ النَّقْلِ۔ (۱)

بصرہ میں، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں، سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ مدینہ میں اور ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ میں۔ لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان میں سے کسی ایک سے بھی نہ ملے نہ کچھ حاصل کیا۔ تاہم ان کے متبعین کہتے ہیں کہ وہ صحابہ کی جماعت سے ملے اور ان سے روایت کی، لیکن یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔

قاضی علامہ شمس الدین ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بھی حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ تقریب التہذیب میں لکھا ہے :

اَلنُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوْفِیُّ اَبُوْ حَنِیْفَةَ الْاِمَامُ یُقَالُ اَصْلُهٗ مِنْ فَارِسٍ وَیُقَالُ مَوْلٰی بَنِیْ تَیْمٍ فَقِیْهٌ مَشْهُوْرٌ مِنَ السَّادِسَةِ۔ (۲)

نعمان بن ثابت کوفی یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہا جاتا ہے کہ آپ فارسی الاصل ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ چھٹے طبقہ سے تعلق رکھنے والے مشہور فقیہ ہیں۔

چھٹے طبقے کے بارے میں خود ابن حجر مقدمہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں : اَلسَّادِسَةُ طَبَقَةٌ عَاصَرُوْا الْخَامِسَةِ لٰكِنْ لَمْ یَثْبُتْ لَهُمْ لِقَآءُ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ كَابْنِ جُرَیْجٍ۔ (۳) "یعنی چھٹا طبقہ پانچویں طبقے کا ہم عصر ہے لیکن ان کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں جیسا کہ ابن جریج۔"

لیکن اگر کوئی کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ملاقات صحابہ مذکور سے بروایت اعلام الاخبار اور طحاوی وغیرہ ثابت ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس باب میں جتنی روایتیں حنفیہ لائے ہیں سب کی سب نہایت کمزور بلکہ موضوع ہیں صحیح ایک بھی نہیں اور ان کا بیان معیار الحق میں مفصل موجود ہے۔

یہ جو حنفیہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد چار ہزار رجال علم ہیں۔ سو اس بات کو سید محمد صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ (۴)

والہذا جمعی از اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ ست (یعنی قلیل) وانکہ گفتہ اند کہ مشائخ وی بچہار ہزار کس میر سند محتاج سند است واز اثر ہمیں مبالغہا ست کہ خطیب وابن جوزی وغیرہما بروے طعن کردہ اند و ابو نعیم در حلیہ ذکر او ننمودہ انتہی۔ (ترجمہ) اس لیے محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم حدیث میں قلیل البضاعت ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کے اساتذہ و مشائخ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے محتاج سند ہے اور مبالغہ سے خالی نہیں۔ ایسی ہی مبالغہ آرائیوں کا یہ نتیجہ ہے کہ خطیب اور ابن جوزی وغیرہ امام موصوف پر طعن کر چکے ہیں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ان کا ذکر تک نہیں کیا' انتہی۔

یہ جو شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے' یہ بھی بے اصل بات ہے۔

---

(۱) معیار الحق باب اول' ص۔۱۷

(۲) معیار الحق باب اول' ص۔۱۷

(۳) معیار الحق باب اول ص۔۱۷

(۴) اتحاف النبلاء۔

بھلا اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے صندوق ہوتے تو کیا ان کے مقلدوں میں سے کسی کے پاس نہ پہنچتے آخر وہ کہاں گئے۔ ایسے ہی بے سروپا قصے کہانیوں کی تردید کرتے ہوئے امام طحاوی نے شرح درالمختار میں کہا ہے :

وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ لِلطَّائِفَةِ الْحَنَفِیَّةِ اَلاَّ یَتَکَلَّمُوْا بِھٰذِهِ الْاَلْفَاظِ الْمُوْهِمَةِ فَاِنَّهَا مُوْجِبَةٌ لِلتَّکَلُّمِ فِیْهِمْ بَلْ اِنَّ بَعْضَ الْحُمَقَآءِ یَسُبُّوْنَ الْاِمَامَ وَیَنْفُوْنَ عَنْهُ الْاِجْتِهَادَ۔ (۱)

طائفہ حنفیہ کو چاہیے کہ ایسے وہم پیدا کرنے والے الفاظ نہ بولیں کیونکہ ان کی بدولت احناف کے خلاف باتیں بنائی جاتی ہیں بلکہ بعض احمق تو ایسی باتیں سن کر خود امام پر سب و شتم کرنے لگتے ہیں اور ان کے اجتہاد کی نفی کر دیتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر طحاوی میں لکھا ہے :

اِنَّ مِثْلَ هٰؤُلَآءِ الْجَهَلَةِ لِفَرْطِ تَعَصُّبِهِمْ وَعِنَادِهِمْ لَیْسَ مَطْمَحُ نَظْرِهِمْ اِلاَّ تَفْضِیْلَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَلَوْ بِمَا لاَ اَصْلَ لَهٗ وَلَوْ بِمَا یُؤَدِّیْ اِلَی الْکُفْرِ وَلَیْسَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ بِفَضَائِلِهِ الْجَمِیْلَةِ الَّتِیْ اُلِّفَتْ فِیْهَا الْکُتُبُ فَیَرْضَوْنَ بِالْاَکَاذِیْبِ وَالْاِفْتِرَاءِ اتِ الَّتِیْ لاَ یَرْضَی اللّٰهُ وَلاَ رَسُوْلُهٗ وَلاَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ نَفْسُهٗ وَلَوْ سَمِعَهَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ لَاَفْتٰی بِکُفْرِ قَائِلِهَا۔ (۲)

بیشک ایسے ہی جہلا جیسے لوگ جو فرط تعصب اور عناد کی وجہ سے تفضیل ابی حنیفہ کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتے خواہ ان کی تفضیل کیسی ہی بے اصل باتوں سے ثابت کرنی پڑے اور خواہ یہ بے سروپا باتیں انہیں حد کفر تک پہنچا دیں ان کو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان فضائل کا علم نہیں جن کے بیان میں کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ ایسے جھوٹ اور افترا سے خوش ہوتے ہیں جس کو اللہ اور رسول پسند نہیں کرتے اور نہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی پسند کرتے بلکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اگر ان باتوں کو سن لیتے تو ان کے قائل پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔

غرضیکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کئی صندوق کتابوں کے تو ایک طرف رہے اگر حدیث کی ایک کتاب بھی انہوں نے جمع کی ہوئی ہوتی تو اس کا اثر ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں ضرور نمایاں ہوتا۔ خصوصاً طحاوی اور عینی اور ابن ہمام تو ضرور ہی اس سے نقل لاتے بلکہ ان کی ذات سے تو یہ بھی امید تھی کہ اس کے مقابلے میں بخاری، مسلم اور موطا وغیرہ کتابوں کی صحیح صحیح احادیث جو کہ اس وقت بھی موجود ہیں سب کو رد کر دیتے۔ اور کسی کو بھی نہ مانتے لیکن اللہ کا بڑا شکر ہے کہ ان کی جمع کی ہوئی حدیث کی نہ چھوٹی نہ بڑی کوئی کتاب بھی موجود نہیں لیکن باوجود اس بات کے حنفیہ یہی کہے جاتے ہیں کہ جن کتابوں کی احادیث ہمارے مذہب کی دلیل ہیں وہ کتابیں عرب میں موجود ہیں۔

چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے: کہ نظر در کتب حنفیہ کہ در دیار عرب مشہور ست باید انداخت تا حقیقت حال منکشف گردد ومواہب الرحمٰن کتابیست درین مذہب شارح التزام کردہ کہ دلیل از آیت قرآن واحادیث صحیحین بیارد۔ (۳) (ترجمہ) کتب حنفیہ جو دیار عرب میں مشہور ہیں ان پر نظر ڈال لینی چاہیے تاکہ حقیقت حال اچھی طرح واضح ہو جائے۔ ان میں فقہ حنفی کی ایک کتاب مواہب الرحمٰن نامی بھی ہے جس میں شارح نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل، آیت قرآن اور احادیث صحیحین سے لائے۔

سو یہ بھی شیخ صاحب وغیرہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدوں کی خانہ ساز بات ہے۔

---

(۱) طحاوی شرح درمختار۔
(۲) طحاوی۔
(۳) شرح سفر السعادت۔

کتاب برہان شرح مواہب الرحمٰن لاہور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے پاس موجود ہے اور وہ اپنے ضمیمہ کے نمبر مذکور میں لکھتے ہیں کہ اس میں عینی اور فتح القدیر بلکہ اس کے شاگرد حلبی سے بڑھ کر کوئی بات بھی نہیں۔ غرضیکہ اب ان کا کوئی حیلہ بھی حدیث پر عمل کرنے میں بطور عذر پیش نہیں کیا جا سکتا اور اتباع سنت کی نسبت کوئی عذر معقول خیال میں نہیں آسکتا۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (النجم-۲۸) "اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دیتا۔"

چودھواں مغالطہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث اور ان کی حقیقت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ جو مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ائمہ میں سے اور کسی کا بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت میں ان کا نام لے کر صریح چار احادیث آچکی ہیں۔

(حدیث نمبر ۱) --- یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَهُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ۔ (۱) "یعنی میری امت میں ایک شخص پیدا ہو گا جسے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے گا وہ میری امت کا چراغ ہے۔"

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کے اسناد میں ایک مامون بن احمد سلمی ہے اور دوسرا احمد بن عبداللہ جو کباری ہے اور یہ دونوں شخص احادیث کے بنانے والے ہیں۔

شیخ ابن طاہر حنفی نے مجمع البحار میں کہا کہ صنعانی نے کہا (حدیث) سِرَاجُ اُمَّتِیْ اَبُوْ حَنِیْفَةَ مُوْضُوْعٌ۔ (۳) "یعنی حدیث ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میری امت کا چراغ ہے' موضوع حدیث ہے۔"

ملا علی قاری حنفی نے موضوعات کبیر میں کہا حدیث' اَبُوْ حَنِیْفَةَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ مَوْضُوْعٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِیْنَ۔ (۴) "یعنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میری امت کا چراغ ہے' موضوع حدیث ہے اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے۔"

عبدالحق حنفی نے تحصیل التعرف میں کہا :

وَقَدْ یُرْوٰی اَحَادِیْثُ فِیْ فَضْلِهٖ حَکَمَ الْمُحَدِّثُوْنَ بِوَضْعِهَا وَاَشْهَرُهَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ وَسَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حَنِیْفَةَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (۵)

امام کی فضیلت میں بہت سی احادیث روایت کی جاتی ہیں جو محدثین کی رائے میں موضوع ہیں اور ان موضوع احادیث میں سب سے مشہور حدیث یہ ہے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میری امت کا سراج ہے نیز میری امت میں ایک آدمی ہو گا جسے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے گا وہ روز قیامت تک میری امت کا چراغ ہے۔

---

(۱) معیار الحق ص-۳۰ و درمختار ج-۱' ص-۲۲

(۲) فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعۃ۔

(۳) مجمع البحار و معیار الحق ص-۳۱

(۴) موضوعات کبیر مطبوعہ صدیقی لاہور ص-۲۷' و مقدمہ درمختار ص-۵۲

(۵) معیار الحق۔

شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسعادت میں لکھا ہے کہ در تنزیہ الشریعہ از انس مے آرو کہ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِیْسَ اَضَرُّ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنْ اِبْلِیْسَ وَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَسِرَاجُ اُمَّتِیْ وگفتہ کہ جوزقانی ایں حدیث را از انس آوردہ و در اسناد وی احمد جوئباری ست و راوی وی مامون سلمی ست ویکی ازیں دو وضع کردہ ایں خدمت را عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ مَا یَسْتَحِقُّهٗ

(ترجمہ) ''تنزیہ الشریعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ''میری امت میں ایک آدمی ہو گا جسے محمد بن ادریس کے نام سے موسوم کیا جائے گا' میری امت کے لیے وہ ابلیس سے بھی زیادہ ضرر رساں ہے اور میری امت میں ہی ایک اور آدمی ہو گا جسے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہا جائے گا۔ وہ میری امت کا چراغ ہے'' اور کہا گیا ہے کہ جوزقانی نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی احمد جوئباری ہے اور ایک راوی مامون سلمی ہے۔ ان میں سے ایک نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔ اللہ اسے ویسا ہی بدلہ دے جس کا وہ مستحق ہے۔''

ملا علی قاری حنفی نے زین الحلم شرح عین العلم میں کہا: فَوَرَدَ مِنْ طُرُقٍ لٰکِنَّهَا کُلُّهَا وَاهِیَةٌ اَبُوْ حَنِیْفَةَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ حَدِیْثٌ مُوْضُوْعٌ کَمَا قَالَ الصَّغَانِیُّ وَغَیْرُهٗ ''یعنی ابوحنیفہ رحمہ اللہ چراغ ہے میری امت کا جو کہ وارد ہوا ہے بہت طریقوں سے لیکن وہ سب کے سب واہی ہیں اور یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ صغانی وغیرہ نے کہا ہے۔''

(حدیث نمبر ۲) ---- سَیَأْتِیْ بَعْدُ رَجُلٌ یُقَالُ لَهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْکُوْفِیُّ وَیُکَنّٰی بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ لَیَحْسُنُ دِیْنُ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ عَلٰی یَدِهٖ [1] ''پھر ایک آدمی آئے گا جس کا نام نعمان بن ثابت کوفی ہو گا اور جس کی کنیت ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہو گی تاکہ اس کے ہاتھوں اللہ کے دین اور میری سنت کی بہتری ہو۔''

جواب: اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ نورالدین علی [2] نے کہا کہ یہ حدیث ایک ٹکڑا ہے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا' طریق ابان سے روایت کی اس سے ابو المعلی بن مہاجر مجهول نے روایت کیا' اس سے محمد بن یزید بن عبداللہ سلمی متروک نے اور پایا اس نے طریق جوئباری سے اور کافی ہے تجھ کو (اس حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل) اس کا جھوٹا ہونا۔

شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسعادت میں کہا کہ یہ حدیث بھی اسی قسم کی (موضوع) ہے جیسی کی حدیث سراج امتی جو کہ اوپر مذکور ہوئی۔ [3]

(حدیث نمبر ۳) ---- یَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَبَیْنَ کَتِفَیْهِ خَالٌ یُحْیِ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی یَدِهٖ سُنَّتِیْ۔ [4] ''میری امت میں ایک آدمی پیدا ہو گا جسے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہا جائے گا اس کے کندھوں کے درمیان ایک خال ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میری سنت زندہ کرے گا۔''

(حدیث نمبر ۴) ---- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِرَجُلٍ مِنْ کُوْفَتِکُمْ هٰذِهٖ یُکَنّٰی بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ قَدْ مُلِیَٔ قَلْبُهٗ

---

(۱) معیار الحق باب اول' ص۔۳۰

(۲) مختصر تنزیه الشریعة المرفوعه عن الاخبار الشنیعة الموضوعه۔

(۳) شرح سفر السعادت۔

(۴) معیار الحق باب اول' ص۔۳۰

عِلْمًا وَّحِكَمًا وَسَيَهْلِكُ بِهٖ قَوْمٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الْغَالِبُ عَلَيْهِمُ التَّنَافُرُ يُقَالُ لَهُمُ الْبَنَانِيَةُ كَمَا هَلَكَتِ الرَّفَضَةُ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ [1] "کیا نہ خبردوں میں تمہیں ایک آدمی کے بارے میں جو تمہارے اسی کوفہ کا رہنے والا ہو گا۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کی کنیت ہوگی اس کا دل علم اور دانائی کی باتوں سے لبریز ہو گا۔ آخری زمانہ میں اس کی وجہ سے ایک قوم ہلاک ہوگی جسے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت نفرت ہوگی' اس قوم کو بنانیہ کہا جائے گا۔ ٹھیک اس طرح جیسے ابوبکراور عمر رضی اللہ عنہما سے نفرت کی بناء رافضی ہلاک ہوئے۔

جواب: ان دونوں احادیث کا یہ ہے کہ یہ بھی موضوع ہیں' اس لیے کہ شیخ عبدالحق نے تحصیل التعرف میں کہا وَقَدْ يُرْوٰى اَحَادِيْثُ فِيْ فَضْلِهٖ حَكَمَ الْمُحَدِّثُوْنَ بِوَضْعِهَا "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں جن کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ موضوع ہیں۔" یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بزرگی میں جتنی احادیث آئی ہیں محدثین کے نزدیک سب موضوع ہیں' کوئی بھی صحیح نہیں۔

ملا علی قاری حنفی نے موضوعات کبیر میں کہا : وَمِنْ ذٰلِكَ مَا وَضَعَهُ الْكَذَّابُوْنَ فِيْ مَنَاقِبِ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ عَلَى التَّنْصِيْصِ عَلٰى اسْمَيْهِمَا وَكَذَا مَا وَضَعَهُ الْكَذَّابُوْنَ اَيْضًا فِيْ ذَمِّهِمَا۔ [2] "اور ان موضوع روایات میں سے وہ بھی ہیں جنہیں دروغ بافوں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ کا نام لے کر ان کی فضیلت و منقبت کے لیے گھڑا ہے اور اسی قسم کی کچھ اور روایات ہیں جنہیں جھوٹوں نے ان دونوں بزرگوں کی مذمت کے لیے وضع کیا ہے۔"

مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے سفرالسعادت میں کہا کہ درباب فضائل شافعی وابی حنیفہ و ذم ایشاں چیزے صحیح شدہ وہرچہ دراں بابست مجموع مفتری وموضوع است۔ (ترجمہ) امام شافعی رحمہ اللہ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل یا ان کی مذمت میں کہی جانے والی کوئی بات بھی صحیح نہیں۔ اس باب میں جو کچھ ملتا ہے سراسر کذاب و افترا ہے۔

سید محمد نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ نے معیارالحق میں کہا کہ یہ سب روایتیں جو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف میں لوگوں نے لکھی ہیں) مفتریات اور موضوعات ہیں اور ان کے واضعین (یعنی ان روایتوں کے بنانے والے مصداق ہیں اس حدیث کے) جو بخاری میں روایت ہے۔ [3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے نقل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے' آپ نے فرمایا : مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ "جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی پس وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔" اگر ان (جھوٹی) روایات کے ناقلین نے ان کے موضوع ہونے کو جاننے کے باوجود انہیں نقل کیا ہے تو وہ بالاجماع فاسق ہیں۔ کیونکہ حدیث موضوع کا روایت کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ اور اگر انہوں نے جہالت کی بناء پر ان احادیث کو نقل کیا ہے تو وہ جاہل اور معذور ہیں۔ رہا ان روایات کا موضوع ہونا تو وہ ان کے الفاظ اور معنی سے ظاہر ہے۔ اس ضمن میں محدثین کی تنبیہات بھی موجود ہیں' جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔

---

(۱) موضوعات کبیر۔

(۲) موضوعات کبیر۔

(۳) معیار الحق۔

پندرہواں مغالطہ

ائمہ اربعہ پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بزرگی دوسرے ائمہ پر اس لیے زیادہ ہے کہ انہوں نے چالیس برس تک ایک وضو سے نماز عشا اور صبح کی پڑھی ہے۔ اور ہر شب میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس بات کو خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے اور طحاوی [1] میں ہے کہ جس مقام پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے وفات پائی ہے وہاں انہوں نے ستر ہزار قرآن ختم کیئے ہیں۔ اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور موجب مذمت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے نہ کہ ان کی تعریف کا باعث۔ انہوں نے جو اپنے آپ کو ایک بھاری تکلیف اور مشقت میں ڈال رکھا تھا کیا ان کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ یہ بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے اور نہ کبھی تمام شب آپ جاگے بلکہ تیسرا حصہ شب کا جاگتے اور دو حصے سویا کرتے اور اس پر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں۔ اسی طرح قرآن کا ختم کرنا بھی سات دن سے پہلے درست نہ سمجھتے اور فرماتے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآن پڑھنے والا تو قرآن کو سمجھتا ہی نہیں۔

چنانچہ مسلم میں ہشام سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا :

وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ۔ [2]

میں نہیں جانتی کہ نبی ﷺ نے سارے کا سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو نہ آپ نے کسی رات صبح تک نماز ادا فرمائی نہ آپ نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں تیس دن کے روزے رکھے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا :

جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ

تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن کے پاس آئے' وہ نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں استفسار کرتے تھے۔ چنانچہ جب انہیں اس کے بارے میں بتلایا گیا تو جیسے انہوں نے آپ کی عبادت کو بہت کم جانا کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ۔ آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا' میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرا بولا' اور میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا' میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔ بعد ازاں نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا' کیا تم ہی وہ لوگ ہو

---

(۱) معیار الحق ص۔۳۲' ۳۴　(۲) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل .....الخ ج۔۶' ص۔۲۶۸' حدیث۔۱۷۳۶

قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقٰكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (۱)

جنہوں نے یہ اور یہ باتیں کی ہیں۔ اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں مگر میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

تیسری حدیث بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاعَبْدَ اللّٰهِ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَاِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِيْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ۔ (۲)

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا' اے عبداللہ! کیا مجھے خبر نہیں دی گئی کہ تو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ہے؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا تو پھر ایسا نہ کر' روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر' رات کو قیام بھی کر اور آرام بھی۔ اس لیے کہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ کوئی روزہ نہیں رکھا اس نے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا ہی ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ ہر مہینے تین دن روزہ رکھ اور ہر مہینے میں ایک بار قرآن مجید ختم کر۔ میں نے عرض کیا' میں اس سے زیادہ عبادت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر سب سے افضل روزہ حضرت داؤد کا روزہ رکھ' ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطاری اور سات دنوں میں ایک بار قرآن مجید ختم کر اور اس سے زیادہ (عبادت کرنے کی کوشش) نہ کر۔ ☆

چوتھی حدیث بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج۔۱' ص۔۵۲' حدیث۔۱۴۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ ج۔۸' ص۔۲۸۳' حدیث۔۲۷۲۲ ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب صیام التطوع ج۔۱' ص۔۶۳۶' حدیث۔۲۰۵۴

☆ امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض اسلاف میں سے بعض ایک مہینے میں' بعض بیس دنوں میں' بعض دس دنوں میں اور بعض بلکہ اکثر سات دنوں میں اور بہت سے تین دنوں میں اور بہت سے دن رات میں ایک مرتبہ اور بعض رات میں ایک مرتبہ اور بعض دن رات میں تین مرتبہ قرآن ختم کیا کرتے تھے اور زیادہ سے زیادہ جو ہمیں پتہ چل سکا وہ دن رات میں آٹھ مرتبہ قرآن ختم کرنے کا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین دن سے قبل بھی اگر کوئی اس کی حرکات وسکنات اور معانی ومفاہیم کو درست رکھتے ہوئے قرآن مجید ختم کر لے تو درست ہے مگر احناف نے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل میں کہا ہے کہ ہر رات میں ہزار رکعت اور جس جگہ فوت ہوئے۔ ہر رات میں ہزار رکعت والی بات کا دوسرے جواب میں مضبوط رد موجود ہے اور اگر ان کے دن رات کے دوسرے تمام امور کی تقسیم کار کی جائے تو یہ دعویٰ محض لطیفہ' شگوفہ اور مبالغہ ہی کہا جا سکتا ہے' جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا۔ [۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز داوٗد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور سب سے پسندیدہ روزہ بھی داوٗد علیہ السلام کا ہی روزہ ہے۔ آپ نصف رات سوتے تھے' ایک تہائی رات قیام کرتے تھے اور رات کا بقیہ حصہ (سدس) پھر آرام کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے۔

پانچویں حدیث بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انہوں نے کہا :

كَانَ تَعْنِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِىْ اٰخِرَهٗ ثُمَّ اِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ قَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَنَامُ فَاِنْ كَانَ عِنْدَ النِّدَآءِ الْاَوَّلِ جُنُبًا وَثَبَ فَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔ [۲]

آپ یعنی رسول اللہ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں سو جاتے تھے اور آخری حصے میں شب بیداری کرتے تھے پھر اگر آپ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی ضرورت محسوس کرتے تو اپنی حاجت پوری کر لیتے۔ بعدازاں لیٹ جاتے اور اگر پہلی اذان کے وقت آپ جنبی ہوتے تو جلدی سے غسل جنابت فرماتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیے وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔

دوسرا جواب: ہر شب ہزار رکعت نماز پڑھنی عقلاً بھی دشوار ہے اس لیے کہ تمام رات کے اوسطاً بارہ گھنٹے ہوتے ہیں اور چار گھنٹے اس میں منہا کر دینے چاہئیں تین گھنٹے شب کے ابتدائی حصے سے کہ ان میں سے کھانا پینا اور استنجا طہارت اور وضو کیا جاتا ہے اور ایک گھنٹہ آخر شب سے کہ اس میں وقت فجر کی آمد آمد ہوتی ہے اور نوافل نہیں پڑھے جاتے باقی آٹھ گھنٹے رہتے ہیں تو ان میں اگر ہزار رکعت پڑھتے تھے تو گویا فی گھنٹہ سوا سو (۱۲۵) رکعت پڑھتے۔ اب دیکھئے سوا سو رکعت ارکان یعنی رکوع' سجود' قیام' قعدہ' قومہ' جلسہ اور قراءۃ کے ساتھ مع لحاظ واجبات' سنن' مستحبات ایک گھنٹے میں پڑھنا عقل سلیم محال جانتی ہے۔ ہاں جس طرح سے کہ قفال مروزی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز سلطان محمود بادشاہ کو پڑھ کر دکھلائی تھی اگر اس طرح سے پڑھی جائے تو ایک ہزار نہیں آٹھ گھنٹے کے اندر دو ہزار رکعت سے بھی زیادہ رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جو قفال مروزی نے پڑھی تھی وہ یہ ہے دیکھ لیجئے :

امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی نے کتاب مغیث الخلق فی اختیار الحق میں لکھا ہے کہ سلطان محمود بادشاہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا تھا۔ پس اکثر احادیث کو اس نے مذہب شافعی کے موافق پایا تو اس کے دل میں اس مذہب کی محبت بیٹھ گئی اس نے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے ایک مذہب

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر به ج-۸' ص-۲۸۷' حدیث-۲۷۳۱ ومشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ باب التحریض علی قیام اللیل ج-۱' ص-۳۸۶' حدیث-۱۲۲۵

(۲) صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین وقصرھا باب صلٰوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶' ص-۲۶۳' حدیث-۱۷۲۵ ومشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ باب التحریض علی قیام اللیل ج-۱' ص-۳۸۶' حدیث-۱۲۲۶

کی دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذہب کے موافق دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے پھر اس نماز میں نظر اور فکر کرنے سے جو مذہب اچھا معلوم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ پس قفال مروزی نے نماز پڑھنی شروع کی تو وضو کو پوری شرطوں سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بھی بخوبی کیا اور نماز کے ارکان اور ہیئتیں اور فرض اور سنتیں اور آداب کو بوجہ کمال ادا کیا اور ایسی نماز پڑھی جس سے کمی کرنا شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست نہیں پھر اور دو رکعت اس طور پر ادا کیں جو کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہوں کتے کی دباغت دی ہوئی کھال کو پہن لیا اور اس کے چوتھائی حصہ کو نجاست سے آلودہ کیا پھر نبیذ تمر سے نیت کئے بغیر وضو کیا ایسے موقعہ پر کہ موسم گرم تھا اور میدان فراخ تھا۔ پس مکھیاں اور مچھر اس پر جمع ہو گئیں اور وضو بھی الٹا کیا (یعنی پہلے بایاں پاؤں دھویا پھر داہنا پھر بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا پھر داہنا پھر چوتھائی سر کا الٹا مسح کیا پھر الٹا منہ دھویا پھر ناک میں تین بار پانی ڈالا پھر تین مرتبہ کلی کی پھر ہاتھ دھوئے) جب نماز میں داخل ہوا تو بجائے تکبیر کے زبان فارسی میں کہا کہ "خدا بزرگ ست" اور بجائے قرات فارسی میں آیت قرآن مُدْهَآمَّتَانِ کا ترجمہ کیا یعنی دو برگ سبز کہا پھر بجائے سجود مرغ کی طرح دو ٹھونگیں مار لیں اور بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کے گوز مار دیا اور کہا اے سلطان یہ نماز ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس طرح ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز نہ ہوئی تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ ایسی نماز تو کوئی بھی صاحب دین جائز نہ رکھے گا۔ حنفیوں نے بھی اس نماز کا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقے کے مطابق ہونے سے انکار کیا۔ پس قفال مروزی نے حنفی مذہب کی کتابیں طلب کیں اور بادشاہ نے ایک نصرانی کو جو ذی علم تھا شافعی اور حنفی مذہب دونوں کی کتابیں پڑھنے کا حکم دیا تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز ویسی ہی پائی گئی جس طرح سے قفال مروزی نے پڑھ کر دکھلائی تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور شافعی مذہب کو اختیار کر لیا' انتھی۔ [1]

راقم کہتا ہے عجب نہیں کہ اس وقت کے حنفی بھی اس قصہ کو دیکھ کر چونک اُٹھیں اور کہنے لگیں کہ یہ افترا ہے۔ اس طرح کی نماز ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ ہرگز ہرگز افترا نہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا بیشک و بے شبہ جائز ہے۔ اب ہم اس کی تفصیل وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ کتے کی دباغت دی ہوئی کھال پہن کر نماز جائز ہونے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: كُلُّ اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ وَجَازَتِ الصَّلٰوةُ فِيْهِ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ اِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْاٰدَمِيِّ۔ [2] "ہر چمڑہ جسے دباغت دیا گیا ہو پاک ہے اور اس میں نماز پڑھنا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے سوائے خنزیر اور انسان کے چمڑے کے۔" ☆

---

(۱) مغیث الخلق فی اختیار الحق۔

(۲) ھدایہ کتاب الطھارات باب الماء الذی .....الخ ج-۱ ص-۴۰ وشرح وقایہ۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا صحیح بخاری میں فرمان ہے: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جلود السباع۔ "رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں سے منع فرمایا ہے۔" حدیث میں تو کتے کی کھال کو نجس کہا گیا ہے' ہمیں کوئی آیت یا حدیث بتائیں جس میں حکم ہو کہ کھال کا ڈھول بنالیں' جائے نماز بنالیں یا کسی استعمال میں لے آئیں۔ (استغفراللہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سوائے سور اور آدمی کے چمڑے کے خواہ کتے کا چمڑہ ہو خواہ بھیڑیئے وغیرہ کا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے اور اس کو پہن کر یا اس کو نیچے بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اسی روایت ہدایہ اور شرح وقایہ کے بموجب بے چارے قفال نے کتے کے دباغت دیئے ہوئے چمڑے کو پہن کر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز پڑھی تھی لیکن اگر غور سے دیکھئے تو کتب حنفیہ سے صاف ثابت ہے کہ اگر کتے کے چمڑے کو دباغت بھی نہ دیا جائے تو بھی اس پر نماز پڑھنا درست ہے منع نہیں ہے۔ (۱)

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: وَذَكَرَ النَّاطِقِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جِلْدِ كَلْبٍ اَوْ ذِئْبٍ قَدْ ذُبِحَ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ (۲)
"ناطقی نے بروایت امام محمد ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کتے یا بھیڑیئے کی کھال پر نماز پڑھے جسے ذبح کیا گیا ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کتا اور بھیڑیا وغیرہ اگر بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے تو اس کا چمڑہ بغیر دباغت بھی پاک ہے اور دباغت دینے سے تو امام ابویوسف کے نزدیک سور کا چمڑہ بھی پاک ہو جاتا ہے بلکہ ان کے نزدیک اس کی بیع بھی جائز ہے۔ چنانچہ منیۃ المصلی میں لکھا ہے:

اَمَّآ ذُبِحَ بِالتَّسْمِيَةِ وَصَلّٰى مَعَ لَحْمِهٖ اَوْ جِلْدِهٖ قَبْلَ الدِّبَاغَةِ يَجُوْزُ اِلَّا الْخِنْزِيْرَ اِذَا ذُبِحَ بِالتَّسْمِيَةِ لَا يَطْهُرُ وَاَمَّا اِذَا دُبِغَ جِلْدُهٗ فَفِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَنْ اَصْحَابِنَا لَا يَطْهُرُ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْمَشَائِخِ وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ يَطْهُرُ وَيَجُوْزُ بَيْعُهٗ۔ (۳)

(جس جانور کا گوشت حرام ہے) اگر اسے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے اور کوئی شخص اس کے گوشت یا اس کے چمڑے کے ساتھ دباغت سے پہلے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ ہاں البتہ خنزیر کو اگر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ پاک نہیں ہوتا لیکن جب اس کا چمڑا دباغت دیا جائے تو ہمارے اصحاب سے ظاہر روایت کے بموجب پاک نہیں ہوتا اور عام مشائخ کا یہی مذہب ہے۔ تاہم امام ابویوسف سے منقول ہے کہ پاک ہو جاتا ہے اور اس کی بیع بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ کپڑے کا چوتھائی حصہ نجاست سے آلودہ ہو تو اس میں نماز ہو جانے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِنْ كَانَتْ مُخَفَّفَةً كَبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ جَازَتِ الصَّلٰوةُ مَعَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ رُبُعَ الثَّوْبِ۔ (۴)
"اور اگر نجاست خفیفہ ہو جیسے اس جانور کا پیشاب کہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو ایسی نجاست سے آلودگی کے باوجود نماز ہو جاتی ہے بشرطیکہ یہ نجاست (اس سے زیادہ نہ ہو کہ) کپڑے کے چوتھائی حصہ تک پہنچتی ہو۔" ☆

---

(۱) درمختار ج۔۱ ص۔۱۰۵

(۲) فتاویٰ قاضی خان' درمختار ج۔۱' ص۔۱۰۴' فتاویٰ عالمگیری ج۔۱' ص۔۲۲' بهشتی زیور۔

(۳) منیۃ المصلی ص۔۴۸' ۵۳

(۴) هدایہ کتاب الطهارات باب الانجاس وتطهیرها ج۔۱' ص۔۷۵' بهشتی زیور ص۔۱۲۳ مسئلہ نمبر۔۷

☆ احناف نجاست کا مسئلہ ابھی یہاں ختم نہیں کرتے بلکہ اس سے آگے بھی لکھتے ہیں کہ اگر کسی کے کپڑے کو ساڑھے چار ماشہ پاخانہ یا اور کوئی نجاست غلیظہ لگی ہو تو حنفی مذہب میں اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ هدایہ کتاب الطهارت باب الانجاس وتطهیرها ج۔۱' ص۔۷۴ وبهشتی زیور حصہ دوم نجاست کے پاک کرنے کا بیان' مسئلہ ۶' صفحہ ۹۸

مسئلہ نمبر ۳ نبیذ تمر سے وضو کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اِلَّا نَبِیْذَ التَّمْرِ قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ یَتَوَضَّأُ بِهٖ وَلَا یَتَیَمَّمُ۔ [1] "(اگر نمازی وضو کرنے کے لیے) نبیذ تمر کے ساتھ کوئی چیز نہ پائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی سے وضو کر لیا جائے گا اور تیمم نہیں کیا جائے گا"

مسئلہ نمبر ۴ وضو کے لیے نیت کرنے کا بیان

وضو کے لیے نیت کے واجب نہ ہونے کے لیے شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے : لَا یُفْتَقَرُ اعْتِبَارُهَا اِلٰی اَنْ تَنْوِیَ۔ [2] "یعنی وضو کے لیے نیت کی حاجت نہیں ہے۔" اسی طرح عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ وضو کو ترتیب وار نہ کرنے کا بیان

وضو کے لیے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں مستحب ہے۔ ☆ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے : عِنْدَ الْقُدُوْرِیِّ النِّیَّةُ وَالتَّرْتِیْبُ وَالْاِسْتِیْعَابُ مِنَ الْمُسْتَحَبَّاتِ۔ [3] "قدوری کے نزدیک نیت، ترتیب اور جملہ اعضاء کا دھونا مستحبات میں سے ہے۔"

مسئلہ نمبر ۶ نماز میں فارسی زبان استعمال کرنے کا بیان

اللہ اکبر کی جگہ زبان فارسی میں "خدائے بزرگ ست" کہنے کے لیے اور قرات کو زبان فارسی میں پڑھنے کے لیے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَاِنِ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ بِالْفَارِسِیَّةِ اَوْ قَرَأَ فِیْهَا بِالْفَارِسِیَّةِ اَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰی بِالْفَارِسِیَّةِ وَهُوَ یُحْسِنُ الْعَرَبِیَّةَ اَجْزَاءَهٗ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ [4] "یعنی اگر شروع کرے نماز زبان فارسی میں (مطلب یہ ہے کہ بجائے اللہ اکبر "خدائے بزرگ ست" کہے) یا پڑھے (یعنی قرأت کرے) زبان فارسی میں یا ذبح کرے اور پڑھے بسم اللہ زبان فارسی میں اگرچہ عربی بھی اچھی طرح جانتا ہو تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز ہو جاتی ہے۔"

مسئلہ نمبر ۷ نماز میں بالکل چھوٹی سی آیت پڑھنے کا بیان

نماز میں مُدْهَامَّتَانِ جیسی چھوٹی سی آیت پڑھنے سے بھی گزارا ہو جاتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمِنْهَا الْقِرَاءَةُ

---

(۱) ھدایہ کتاب الطھارات باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ج-۱، ص-۴۷

(۲) فتح القدیر، درمختار ص-۴۷، ۴۹، منیة المصلی ص-۲۲

(۳) شرح ھدایة۔

(۴) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صفة الصلاۃ ج-۱، ص-۱۰۱، درمختار ج-۱، ص-۲۱۰، ۲۲۴، فتاویٰ عالمگیری ج-۱، قدوری ص-۲۲، منیة المصلی ص-۶۴

☆ بے ترتیب وضو یعنی پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ پھر کلی کرے تو یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ (بہشتی زیور ص-۶۹ مسئلہ نمبر ۱۸)

وَفَرْضُهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ يَتَادّٰى بِاٰيَةٍ وَّاحِدَةٍ وَاِنْ كَانَتْ قَصِيْرَةً كَذَا فِي الْمُحِيْطِ۔ [1] "اور اس میں سے ہے قرات اور اس کی فرضیت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک آیت کے پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے چاہے وہ آیت کتنی ہی چھوٹی ہو۔ محیط میں اسی طرح لکھا ہے۔"

مسئلہ نمبر ۸ رکوع اور سجود میں طمانینت سکون فرض نہ ہونے کا بیان

رکوع اور سجود میں طمانینت فرض نہیں اور رکوع میں فقط جھکنے اور سجدوں میں کوے کی طرح دو ٹھونگیں مارنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے : وَيُكْرَهُ تَرْكُ الطُّمَانِيْنَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَهُوَ اَنْ لَّا يُقِيْمَ صُلْبَهٗ۔ [2] "یعنی رکوع اور سجود میں طمانینت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے اور معنی طمانینت کے یہ ہیں کہ اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے۔" یعنی کوے کی طرح فقط دو ٹھونگے ہی مار لے۔

مسئلہ نمبر ۹ اختتام نماز پر بجائے السلام علیکم کے کچھ اور کہنا

اختتام نماز پر بجائے السلام علیکم خواہ گوز مار دے خواہ کچھ اور کام کرنے لگ جائے' جائز ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :
وَاِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ اَوْ تَكَلَّمَ اَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلٰوةَ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ لِاَنَّهٗ لِتَعَذُّرِ الْبِنَاءِ لِوُجُوْدِ الْقَاطِعِ لٰكِنْ لَا اِعَادَةَ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ شَيْئٌ مِنَ الْاَرْكَانِ۔ [3] "اور اگر (بعد تشہد قبل سلام حالت نماز میں دانستہ بے وضو ہو جائے (یعنی گوز مار دے یا پاخانہ یا پیشاب کر دے) یا بات کرنے لگے یا کوئی ایسا کام کرے جو نماز کے منافی ہو تو اس کی نماز مکمل سمجھی جائے گی۔ اس لیے کہ اس صورت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ وضو کر کے سلام پھیر دے کیونکہ یہ کام نماز کے قطع کرنے والے ہیں لیکن اس صورت میں نماز کا دہرانا (فرض) نہیں ہے۔ اس لیے کہ ارکان میں سے اس کے ذمہ کوئی چیز باقی نہیں رہی۔"

سولھواں مغالطہ

دو متعارض احادیث میں سے امام صاحب زیادہ صحیح اور احتیاط والی حدیث پر عمل کرتے تھے' اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جہاں دو احادیث آپس میں متعارض ہوں وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جس میں احتیاط بھی پائی جاتی ہے اور صحیح بھی زیادہ ہے۔

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

(۲) فتاویٰ قاضی خان۔

(۳) ھدایہ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ج۔۱' ص۔۱۳۰' شرح وقایہ وکنز الدقائق۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ جن پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمل نہیں کیا اور وہ بہ نسبت ان احادیث کے کہ جن پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمل کیا ہے صحیح بھی زیادہ ہیں اور احتیاط بھی انہیں پر عمل کرنے میں ہے۔ اپنے اس دعوئ کی تصدیق کے لیے فقہ حنفی کے چند مسائل نقل کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ ذکر چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مس ذکر سے وضو کرنے کے قائل نہیں [۱] حالانکہ اس باب میں یہ تین صحیح احادیث موجود ہیں۔

(حدیث نمبر ۱) ـــ مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی چھوئے اپنے ذکر کو پس وضو کرے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا اور بخاری نے کہا یہ حدیث اس باب میں مروی احادیث سے صحیح تر ہے۔ [۲]

(حدیث نمبر ۲) ـــ ابن ماجہ اور اثرم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھوئے پس اسے چاہیے کہ وضو کرے۔ اس حدیث کو احمد اور ابو زرعہ نے صحیح کہا۔ [۳]

(حدیث نمبر ۳) ـــ مسند امام احمد میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا ہاتھ اپنے ذکر تک پہنچائے اس حال میں کہ اس کے اور ذکر کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو تو اس پر وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ [۴]

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [۵] نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد عادلوں نے بیان کی کہ جن کو میں نے نقل کیا ہے اس کو حاکم اور ابن عبد البر نے بھی صحیح کہا۔ اس کو بیہقی نے اور طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے ابن سکن نے کہا کہ جو روایتیں اس باب میں مروی ہیں ان میں سے یہ روایت بہت اچھی ہے، انتہی۔

یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط بھی انہیں احادیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر عمل نہیں کیا بلکہ ان کے برعکس انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جو کہ مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے اپنے ذکر کو چھوا، یا یہ کہا کہ جو مرد نماز میں اپنے ذکر کو چھوئے کیا اس پر وضو ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں۔" ذکر بھی تیرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہی ہے۔ اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا اور ابن مدینی نے کہا کہ یہ بسرہ کی حدیث سے بہتر ہے۔ [۶]

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری ج-۱، ص-۱۹

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الطهارة باب الوضوء من مس الذکر ج-۱، ص-۵۷، حدیث-۱۸۱ (حدیث صحیح) وبلوغ المرام باب نواقض الوضو ص-۳۱، حدیث-۷۱۔

(۳) نیل الاوطار کتاب الطهارة باب الوضوء من مس القبل، ج-۱، ص-۲۱۹

(۴) نیل الاوطار کتاب الطهارة باب الوضوء من مس القبل، ج-۱، ص-۲۱۹

(۵) نیل الاوطار کتاب الطهارة باب الوضوء من مس القبل ج-۱، ص-۲۱۹

(۶) نیل الاوطار کتاب الطهارة باب الوضوء من مس القبل ج-۱، ص-۲۱۸

جواب: اس کا یہ ہے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ[1] نے کہا کہ شافعی، ابو حاتم، ابو زرعہ، دار قطنی، بیہقی اور ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے کہ بقول شافعی اس حدیث کی اسناد میں قیس بن طلق ہے جس کے بارے میں ہم نے لوگوں سے پوچھا مگر کسی کو بھی نہ پایا جو اسے پہچانتا ہو۔ نیز یہ کہ طلق بن علی جو کہ مس ذکر سے وضو کے نہ ٹوٹنے کی حدیث کا راوی ہے وضو کے ٹوٹنے کی حدیث کا بھی وہی راوی ہے۔ چنانچہ روایت کیا ہے طبرانی نے اور صحیح کہا ہے اس کو، 'تحقیق طلق بن علی سے مروی ہے جو شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے پس چاہیے کہ وضو کرے اور مس ذکر سے وضو کے نہ ٹوٹنے کی حدیث کے منسوخ ہونے کا ابن حبان، طبرانی، ابن عربی اور حازمی اور دوسرے لوگوں نے دعویٰ کیا ہے اور اس کے منسوخ ہونے کو ابن حبان وغیرہ نے واضح کر کے لکھ دیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ بسرہ کی حدیث (یعنی جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) ترجیح رکھتی ہے طلق بن علی کی حدیث پر کیونکہ بسرہ کی حدیث کے تمام راویوں سے شیخان نے دلیل پکڑی ہے اور طلق بن علی کی حدیث کے کسی راوی سے بھی شیخان نے دلیل نہیں پکڑی اور یہ بات بھی بسرہ کی حدیث کی تائید کرتی ہے کہ طلق پہلے اسلام لایا ہے اور بسرہ اس کے بعد اسلام لائے ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ طلق کی حدیث منسوخ ہے اور حدیث بسرہ اس کی ناسخ ہے' انتہی۔ اب بتلاؤ یہاں احتیاط والی صحیح حدیث پر چلنے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کس نے روک دیا اور ان کی احتیاط کیا ہوئی؟

مسئلہ نمبر ۲　کتے کا جوٹھا برتن تین بار دھونا چاہیے

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کتے کے جوٹھے برتن کو تین بار دھونے کے قائل ہیں[2] حالانکہ اس باب میں یہ دو احادیث صحیح موجود ہیں۔

(حدیث نمبر ۱) ---- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے تو اسے چاہیے کہ اس کو سات بار دھوئے۔[3] اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے تو اس کے پاک ہونے کی صورت یہ ہے کہ اسے سات بار دھوئے اور پہلی مرتبہ اسے مٹی سے مانجھے۔[4]

(حدیث نمبر ۲) ---- مسلم[5] میں مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب برتن میں کتا منہ ڈالے تو اس کو سات بار دھو ڈالو اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ احتیاط بھی انہیں احادیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ان کے قائل نہیں بلکہ وہ ان دو ضعیف احادیث کے قائل ہیں جو بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکی ہیں۔ اب بتلاؤ تو یہاں احتیاط والی صحیح احادیث پر چلنے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کس نے منع کیا؟

---

(۱) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس القبل ج۔۱، ص۔۲۱۸

(۲) ھدایہ مع فتح القدیر ج۔۱، ص۔۹۴، بھشتی زیور حصہ اول، ص۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج۔۳، ص۔۱۷۴، ص۔۶۴۸

(۴) صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج۔۳، ص۔۱۷۵، ص۔۶۴۹، اس حدیث کو نقل کر کے (حدیث اور اہلحدیث ص۔۱۳۹) کے مصنف مولوی انوار خورشید نے پانی قلیل کی نجاست پر استدلال کیا ہے۔ اسی حدیث میں کتے کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے مگر احناف حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی حکم عدولی کرتے ہیں۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج۔۳، ص۔۱۷۵، ص۔۶۵۱

مسئلہ نمبر ۳ شراب کا سرکہ بنانا اور اسے کھانا پینا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا جائز ہے حالانکہ اس کی ممانعت میں حدیث صحیح موجود ہے مسلم اور ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں پوچھا گیا' کیا اس کا سرکہ بنا لیا جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ [1]

اور یہ ظاہر ہے کہ احتیاط اسی حدیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان دو ضعیف احادیث پر عمل کیا ہے کہ جن کا جواب اس کتاب میں بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۵ میں پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴ نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آگے نماز پڑھنا درست ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز کے اندر وضو ٹوٹنے سے اس نماز کو از سر نو پڑھنے کے قائل نہیں' بنا کرنے کے قائل ہیں ☆ حالانکہ اس باب میں صحیح حدیث موجود ہے۔ مسند امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو وہ پلٹ جائے اور وضو کر کے پھر نماز کا اعادہ کرے۔ [2] اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ احتیاط بھی اسی حدیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جو ابن ماجہ (باب ماجاء فی البناء علی الصلوة) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو (نماز پڑھتے وقت) قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا پیٹ کا کھانا منہ سے نکل آئے یا مذی خارج ہو جائے تو وہ شخص پلٹ جائے اور وضو کر کے آئے پھر نماز وہیں سے شروع کرے جہاں سے اس نے چھوڑی تھی۔ بشرطیکہ اس دوران میں اس نے کوئی بات نہ کی ہو۔ امام احمد وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ احتیاط والی صحیح حدیث پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمل کیوں نہ کیا؟

مسئلہ نمبر ۵ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا بیان

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے قائل نہیں حالانکہ اس باب میں یہ تین صحیح احادیث موجود ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب تحریم تخلیل الخمر ج۔۱۳' ص۔۱۵۱' حدیث۔۵۱۱۱

(۲) مشکوٰة کتاب الطهارة باب مایوجب الوضوء ج۔۱' ص۔۱۰۳' حدیث۔۳۱۴ (حسن' للالبانی) وبلوغ المرام باب شروط الصلوٰة ص۔۶۳' حدیث۔۲۰۳

☆ بے وضو ہونے کے گمان سے نماز میں منہ پھیرے اور یاد آنے پر قبلہ کی طرف منہ کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درمختار ج۔۱' ص۔۲۹۳' منیة المصلّی ص۔۶۸

(حدیث نمبر ۱)---- مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہے تو وضو کر اور نہ چاہے تو نہ کر۔ اس نے مزید پوچھا' اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں لحم شتر کھانے کے بعد وضو کر۔ اس شخص نے پھر استفسار کیا' کیا بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ اس نے کہا' جہاں اونٹ باندھے جاتے ہیں کیا وہاں بھی نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ (۱)

(حدیث نمبر ۲)---- مسند امام احمد اور ابوداؤد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کا گوشت کھا کر وضو کرو۔ پھر آپ سے بکری کا گوشت کھا کر وضو کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اونٹوں کے باندھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہاں نماز نہ پڑھو۔ وہ شیطانوں میں سے ہیں۔ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان میں نماز پڑھو ان کا وجود باعث برکت ہے۔ (۲)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ (۳) نے کہا کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ از روئے نقل یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے نقل کرنے والے عادل ہیں۔ مجھے اس کی صحت کے بارے میں علمائے حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نظر نہیں آیا۔

(حدیث نمبر ۳)---- عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ کی مسند میں روایت کی ہے ذی الغرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ سیر کرتے تھے اس نے کہا اے اللہ کے رسول نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور ہم اونٹوں کے باڑے میں ہوتے ہیں' ہم ان میں ہی نماز پڑھ لیا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر اس نے کہا کیا وضو کریں ہم ان کا گوشت کھانے سے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا نماز پڑھیں ہم بکریوں کے باڑے میں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا وضو کریں ہم ان کا گوشت کھا کر؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ (۴)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے مجمع الزوائد میں ہے کہ احمد کے رجال (یعنی اس حدیث کے راوی) معتبر ہیں' انتھی۔ (۵)

نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس باب میں نبی ﷺ سے دو احادیث ثابت ہیں۔ ایک تو جابر رضی اللہ عنہ کی اور دوسری براء رضی اللہ عنہ کی اور یہی مذہب از روئے دلیل قوی ہے۔ اگرچہ جمہور علماء

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج۔۲' ص۔۲۷۱' حدیث۔۸۰۰

(۲) صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج۔۲' ص۔۲۷۱' حدیث۔۸۰۰' مسند احمد اور ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کے راوی براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہاں مسلم کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' اس کے راوی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ اس مسئلے میں پہلی حدیث کے طور پر درج ہے' مفہوم دونوں کا ایک ہے۔ صحیح ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج۔۱' ص۔۵۸' حدیث۔۱۸۴ (حدیث صحیح)

(۳) نیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج۔۱' ص۔۲۲۲

(۴) نیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج۔۱' ص۔۲۲۲

(۵) نیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج۔۱' ص۔۲۲۲

اس کے مخالف ہیں' انتھی۔ [1] اب بتلائیے کہ ان صحیح اور صریح احادیث پر عمل کرنے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نے منع کیا حالانکہ احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ ان پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۶ زانیہ کی اُجرت زنا اور کتے کی قیمت حلال ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زانیہ کی اجرت اور کتے کی قیمت حلال ہے [2] حالانکہ اس باب میں یہ چار صحیح احادیث موجود ہیں۔ [3]

(حدیث نمبر ۱) --- بخاری اور مسلم میں ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت' زانیہ کی اجرت اور کاہن کے معاوضہ سے منع فرمایا۔ [4]

(حدیث نمبر ۲) --- مسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت حرام ہے' زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور حجام کی کمائی حرام ہے۔ [5]

(حدیث نمبر ۳) --- بخاری میں ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون اور کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔ [6]

(حدیث نمبر ۴) --- صحیح ابن حبان (جامع بخاری) میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانیہ کی اجرت' کتے کی قیمت اور حجام کا معاوضہ حرام میں سے ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ احتیاط بھی انہیں احادیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔ جہاں تک زانیہ کی اجرت زنا کا تعلق ہے حاشیہ شرح وقایہ کے مطابق اس کی حلت کی امام صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

کتے کی بیع جائز ہونے کے لیے امام صاحب کے مقلد جو احادیث پیش کرتے ہیں' ان سے شکاری کتے کی بیع کا جائز ہونا ثابت ہے نہ کہ ہر قسم کے کتے کی بیع کا جواز اور طرفہ یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی صحیح حدیث نہیں' سب کی سب بالاتفاق ضعیف ہیں۔ اس کا بیان اس کتاب کے بارھویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۶ میں پہلے گزر چکا ہے۔ اب بتلائیے کہ زانیہ کی اجرت زنا حرام ہونے کے باب میں یہ چار احادیث جو نقل کی گئی ہیں ان پر عمل کرنے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نے منع کیا اور دامن احتیاط ان سے کیوں چھوٹا؟ ☆

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۴' ص-۲۷۱' شرح حدیث-۸۰۰' ۸۰۱ ونیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۱' ص-۲۲۱

(۲) ھدایۃ ج-۱' ص-۱۱۲

(۳) ھدایہ ج-۳' کتاب البیوع (ھدایہ مع فتح القدیر ج-۶' ص-۲۴۶)

(۴) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰' ص-۴۷۵' حدیث-۳۹۸۵

(۵) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰' ص-۴۷۵' حدیث-۳۹۸۸

(۶) صحیح البخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب ج-۳' ص-۴۲۶' حدیث-۲۲۳۸

☆ ہم کہتے ہیں حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ زنا کرنے والی خواہ توبہ کرے یا نہ کرے' اس کی کمائی جائز ہے۔ حوالہ کے طور پر ان کی مشہور کتابیں درج کی جاتی ہیں : محیط سرخسی' حاشیہ شرح وقایہ' چلپی ص-۲۹۲' فتاوی شامی' ردالمختار ج-۵' ص-۲۸

مسئلہ نمبر ۷ خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست ہے حالانکہ یہ بات خانہ کعبہ کی تعظیم کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بھی۔

دیکھو ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا جہاں نجاست ڈالی جاتی ہو' جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہوں' جہاں قبریں ہوں' گزر گاہ یا حمام ہو' اونٹوں کے باندھنے کی جگہ ہو یا بیت اللہ کی چھت (ان میں سے کسی جگہ بھی نماز پڑھنا درست نہیں) (۱)

فائدہ: بسبب تعظیم خانہ کعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی پشت پر نماز پڑھنے سے لوگوں کو منع فرمایا ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ معلوم نماز پڑھنا وہاں جائز کیوں قرار دیا ہے؟

سترہواں مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے والے فقہ کے بعض مسائل کو برا جانتے ہیں بلکہ بعض ان کو مردود سمجھتے ہیں' اِس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر چلنے والے فقہ کی کتابوں کے بعض مسائل کو برا جانتے ہیں بلکہ بعض لوگ ان کو مردود بھی کہتے ہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں کے جو مسائل قرآن اور حدیث کے مطابق اور موافق ہیں وہ تو حدیث پر چلنے والوں کا عین دین اور ایمان ہیں لیکن جو مسائل قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں' حدیث پر چلنے والے ان کو برا جانتے ہیں اور ان پر عمل کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ فقہ کے ایسے ایک سو مسائل کا بیان بارہویں مغالطے کے جواب میں پہلے ہو چکا ہے۔ اب جن مسائل فقہ حنفی کو اہل حدیث فی الواقع مردود سمجھتے ہیں ان میں سے چند مسائل یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

---

(۱) مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ ج۔۱' ص۔۲۲۹' حدیث۔۷۳۸ (ضعیف جدًا) یہی الفاظ ابن عمر عن عمر مرفوعاً ثابت ہیں' جس سے حنفیہ کے مسئلے کا رد ہوتا ہے۔ (انظر' مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ ج۔۱' ص۔۲۲۹ پر حاشیہ شیخ البانی نمبر ۴)

فقہ حنفی کے مردود مسائل

مسئلہ نمبر ۱ شراب کے مٹکے کا حکم

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے : وَكَذَالِكَ جُبُّ الْخَمْرِ اِذَا صَارَ خَلاً وَحُكِمَ بَطَهَارَةِ مَا فِيْهِ يُحْكَمُ بَطَهَارَةِ الْجُبِّ۔ ”اور اسی طرح شراب کے مٹکے کا حکم ہے جب شراب سرکہ بن جائے اور جو اس میں ہے (یعنی شراب) اس کی پاکی کا حکم دیا جائے تو مٹکے کے پاک ہونے کا حکم بھی دیا جاتا ہے۔“

مسئلہ نمبر ۲ سرکہ ڈالنے سے شراب پاک ہو جائے گی

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے : كَذَا الْحِنْطَةُ اِذَا طُبِخَتْ فِي الْخَمْرِ لاَ يَطْهُرُ اَبَدًا قَالَ وَعِنْدِيْ اِذَا صُبَّ فِيْهِ الْخَلُّ وَتُرِكَ حَتّٰى صَارَاِنِ كُلُّ خَلاً لاَ بَأسَ بِهِ وَلَوْ صُبَّ الْخَمْرُ عَلٰى حِنْطَةٍ يُغْسَلُ ثَلاثًا وَيُجَفَّفُ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ ”اسی طرح گیہوں جب شراب میں پکائی جائے تو کبھی پاک نہیں ہوتی لیکن (یعنی ابویوسف نے) کہا اور میرے نزدیک جب اس پر سرکہ ڈال دیا جائے اور اتنی مدت رکھ چھوڑیں کہ سب ہی سرکہ ہو جائے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر شراب گیہوں پر (یونہی بلاجوش) ڈالی جائے تو اس کو تین دفعہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ خشک کیا جائے۔“

مسئلہ نمبر ۳ کھانے میں شراب ڈالنے سے کھانا جائز رہے گا

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے : خَمْرٌ صُبَّتْ فِيْ قِدْرِ الطَّعَامِ ثُمَّ صُبَّ فِيْهِ الْخَلُّ وَصَارَ حَامِضًا بِحَيْثُ لاَ يُمْكِنُ اَكْلُهٗ لِحُمُوْضَتِهٖ وَحُمُوْضَتُهَا حُمُوْضَةُ الْخَلِّ لاَ بَأسَ بِاَكْلِهَا۔ ”کھانے کی ہنڈیا میں شراب ڈالی گئی پھر اس پر سرکہ ڈالا گیا اور وہ کھانا معہ شراب ترش ہو گیا ایسا کہ ترشی کے سبب اس کا کھانا مشکل ہو گیا تو اس کے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔“

مسئلہ نمبر ۴ شراب میں چوہا گر پڑے

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے : فَارَةٌ وَقَعَتْ فِيْ خَمْرٍ ثُمَّ اسْتُخْرِجَتْ قَبْلَ التَّفَسُّخِ صَارَتْ خَلاً لاَ بَأسَ بِاَكْلِهٖ ”اگر شراب میں چوہا گر پڑے پھر اسے پھٹنے سے پہلے نکال دیا جائے اور بعد ازاں شراب سرکہ بن جائے تو اسے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔“

مسئلہ نمبر ۵ روزے کی حالت میں زنا بالید کا حکم

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے : وَمِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ لاَ يَفْسُدُ صَوْمُهٗ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ بِالْكَفِّ وَهَلْ يُبَاحُ لَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ

فِیْ غَیْرِ رَمَضَانَ اِنْ اَرَادَ الشَّھْوَۃَ لاَ یُبَاحُ وَاِنْ اَرَادَ تَسْکِیْنَ الشَّھْوَۃِ قَالُوْا نَرْجُوْ اَنْ لاَّ یَکُوْنَ اِثْمًا۔ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ استمنا بالید (مشت زنی) سے روزہ نہیں ٹوٹتا' کیا کسی کے لیے ماسوائے رمضان یہ فعل جائز ہے؟ (جواب) اگر وہ شہوت کے ارادے سے مشت زنی کرتا ہے تو جائز نہیں لیکن اگر تسکین شہوت کے لیے وہ ایسا کرتا ہے تو فقہائے حنفیہ کہتے ہیں کہ ہمیں امید ہے وہ گنہگار نہ ہو گا۔"[1]

مسئلہ نمبر ۶ — جانور اور مُردے سے بد فعلی کا حکم

فتاوی قاضی خان (جلد اول) میں لکھا ہے: وَاِنْ اَوْلَجَ بَھِیْمَۃً اَوْ مَیْتَۃً وَلَمْ یَنْزِلْ لاَ یُفْسِدُ صَوْمَہٗ وَلاَ یَلْزَمُ الْغُسْلُ۔ "یعنی اگر (کوئی) چوپائے یا مردے میں دخول کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا نہ غسل واجب ہوتا ہے۔"[2]

مسئلہ نمبر ۷ — ناحق چیز استعمال کرنے کا حکم

فتاوی قاضی خان (جلد اول) میں لکھا ہے: رَجُلٌ اِسْتَکْرٰی دَآبَّۃً لِمَسِیْرَۃِ فَرْسَخٍ فَسَارَ عَلَیْھَا سَبْعَ فَرَاسِخَ کَانَ عَلَیْہِ الْاَجْرُ الْمُسَمّٰی لِلْفَرْسَخِ وَفِیْھَا زَادَ عَلَی الْفَرْسَخِ یَکُوْنُ غَاصِبًا وَلاَ اَجْرَ عَلَیْہِ وَاِنْ اَرْضَی الْمُسْتَاجِرُ صَاحِبَ الدَّآبَّۃِ بِشَیْئٍ کَانَ اَفْضَلَ۔ "اگر کسی شخص نے سواری کا ایک جانور ایک فرسنگ کے سفر کے لیے کرایہ پر لیا پھر اس پر سات فرسنگ تک سوار ہو کر چلا گیا تو اس کو وہی کرایہ دینا واجب ہو گا جو ایک فرسنگ کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس سے زیادہ فاصلے کی سواری کے لیے وہ غاصب قرار پائے گا۔ لیکن اس کو کرایہ دینا لازم نہیں ہے اور اگر کرایہ دار سواری کے مالک کو کچھ دے کر راضی کر لے تو یہ افضل بات ہے۔"[3]

مسئلہ نمبر ۸ — قرآن کے بارہ میں ہرزہ سرائی

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالَّذِیْ رَعُفَ فَلاَ یَرْقَاُ دَمُہٗ فَاَرَادَ اَنْ یَّکْتُبَ بِدَمِہٖ عَلٰی جَبْھَتِہٖ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَبُوْبَکْرِ الْاِسْکَافُ یَجُوْزُ قِیْلَ لَوْ کُتِبَ بِالْبَوْلِ قَالَ لَوْ کَانَ فِیْہِ شِفَآءٌ لاَ بَاْسَ بِہٖ قِیْلَ لَوْ کُتِبَ عَلٰی جِلْدِ مَیْتَۃٍ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ شِفَآءٌ جَازَ۔ "یعنی جس کی نکسیر پھوٹے اور خون نہ تھمے پس اگر وہ خون کے ساتھ اپنی پیشانی پر کچھ قرآن لکھا لے تو بقول ابوبکر اسکاف یہ جائز ہے اور بعض کا قول ہے کہ اگر پیشاب سے قرآن لکھ لے تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس سے اس کو شفا ہو اور اگر مردار کی کھال پر قرآن لکھ لے تو بھی مضائقہ نہیں اگر اس سے شفا ہوتی ہو۔"[4] (معاذ اللہ' استغفراللہ)

---

(۱) درمختار مع رد المختار ج-۲' ص-۳۹۹ میں ہے کہ اگر زنا کا اندیشہ ہو تو مشت زنی کرے تو کوئی وبال نہ ہو گا۔

(۲) مولانا قطب الدین لکھتے ہیں کہ اگر چارپائے اور مُردے کے آگے پیچھے داخل کرے تو منزل (انزال) ہونے سے غسل لازم آتا ہے وگرنہ نہیں۔ (مظاھر حق ج-۱' ص-۱۵۰)

(۳) فتاوٰی قاضی خان ج-۱

(۴) فتاوٰی قاضی خان ج-۴' فتاوٰی سراجیہ' علی حامش وفتاوٰی عالمگیری ج-۵' ص-۳۵۶

مسئلہ نمبر ۹ سود لینے کی اجازت

ہدایہ میں لکھا ہے : لَا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ۔ [1] یعنی مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں بیاج نہیں یعنی کفار کے ملک میں مسلمانوں کو کافروں سے بیاج لینا منع نہیں ہے۔"

مسئلہ نمبر ۱۰ جن سے نکاح حرام ہے اگر نکاح کرلے تو اُس پر حد نہیں

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی محرمات ابدی سے جیسے ماں' بہن' بیٹی اور ان کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے دانستہ نکاح کرے اور صحبت کرے تو بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر حد نہیں آتی۔ اس کا بیان بارھویں مغالطے کے جواب میں (مسئلہ نمبر ۸۲ میں) پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ حرام بیوی حلال ہو جائے گی

ہدایہ' شرح وقایہ' کنزالدقائق' فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قاضی جس چیز کے حرام ہونے کا فیصلہ بظاہر کردے۔ وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بباطن بھی حرام ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لیا اور وہ عورت اس کو مل جائے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بیوی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس شخص کے لیے حلال ہے۔ اس کا بیان بھی بارھویں مغالطے کے جواب میں (مسئلہ نمبر ۹۱ میں) پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲ زنا کے بدلے میں اُجرت

چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں محیط سے نقل کر کے لکھا ہے کہ جو چیز زانیہ (زنا کے بدلے میں) لے اگر مقرر کر کے لے رہی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کا بیان بھی بارھویں مغالطے کے جواب میں (مسئلہ نمبر ۹۵ میں) پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳ ذمی کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے تو بھی ذمہ نہیں ٹوٹتا

ہدایہ' شرح وقایہ اور کنزالدقائق میں لکھا ہے کہ ذمی جزیہ دینے والا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بھی دے تو بھی اس کا عہد

---

(۱) ہدایہ کتاب البیوع باب الربا ص۔۸۶

ذمہ نہیں ٹوٹتا اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردان ابویوسف اور محمد کا ہے۔ ☆

مسئلہ نمبر ۱۴ نشہ نہ لانے والی مقدار شراب کی حلت

ہدایہ [1] اور شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبیذ کھجور اور انگور خشک کی شراب اتنی مقدار تک پینا درست ہے جو نشہ نہ کرے بشرطیکہ لہو وطرب کے قصد سے نہ پئے بلکہ قوت کے لیے پئے (بارھویں مغالطہ مسئلہ نمبر ۸) میں پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵ سور کی کھال اور اس کی بیع

منیة المصلے میں لکھا ہے کہ امام ابویوسف کے نزدیک سور کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی بیع جائز ہے۔ (پندرھواں مغالطہ مسئلہ نمبر ۱)

مسئلہ نمبر ۱۶ کتے یا بھیڑیئے کی کھال جسے ذبح کیا گیا ہو

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر نماز کتے یا بھیڑیئے کے چمڑے پر پڑھی جائے جسے ذبح کیا گیا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ (پندرھواں مغالطہ مسئلہ نمبر ۱)

مسئلہ نمبر ۱۷ روزے کی حالت میں جماع کا حکم

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: كَذَا النَّائِمَةَ وَالْمَجْنُوْنَةُ اِذَا جَامَعَهُمَا زَوْجُهُمَا عَلَيْهِمَا الْقَضَآءُ دُوْنَ الْكَفَّارَةِ وَقَالَ زُفَرُ لَا يَفْسُدُ صَوْمُهَا لِاَنَّهُمَا فِيْ مَعْنَى النِّسْيَانِ۔ "یعنی اسی طرح سوئی ہوئی اور مجنونہ عورت سے جب ان کا خاوند صحبت کرے تو ان دونوں پر (یعنی مرد پر بھی اور عورت پر بھی روزے کی) قضا ہے کفارہ نہیں اور زفر نے کہا ان دونوں کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ ان دونوں کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے بھول کر جماع کیا ہے۔"

مسئلہ نمبر ۱۸ چارپائے یا مُردے سے جماع کرنا

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: وَكَذَا اِذَا جَامَعَ بَهِيْمَةً وَلَمْ يُنْزِلْ اَوْ مَيْتَةً وَلَمْ يُنْزِلْ اَوْ نَاكَحَ بِيَدِهٖ وَلَمْ يُنْزِلْ اَوْ جَامَعَ

---

(۱) هدایه کتاب الاشربه ج-۴

(۲) هدایه باب الماء الذی ..... الخ ج-۲ --- اوپر اس حوالہ کا نشان درج کریں؟---

☆ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ فصل فی ما ینبغی للذمی ص-۵۷۵ میں ہے: مَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ اَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا اَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهٗ "جو ذمی شخص جزیہ دینے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر بھی اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا۔" ہم احناف سے گذارش کرتے ہیں کہ اس کے متعلق قرآن وحدیث سے کوئی ایک آیت یا حدیث پیش کر دیں مگر افسوس کہ وہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔

فِیْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ وَلَمْ یَنْزِلْ وَاِنْ اَنْزَلَ فِیْ ھٰذِہِ الْوُجُوْہِ کَانَ عَلَیْہِ الْقَضَاءُ دُوْنَ الْکَفَّارَۃِ لِوُجُوْدِ قَضَآءِ الشَّھْوَۃِ بِصِفَۃِ النُّقْصَانِ۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چارپائے یا مردے سے جماع کرے اور انزال نہ ہو یا مشت زنی کرے یا ماسوائے فرج کسی اور چیز سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا) اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنے پر انزال ہو جائے تو اس سے روزے کی قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں۔ کیونکہ نقصان کی صفت کے ساتھ (یعنی ناقص طور پر) قضائے شہوت کی گئی ہے۔" ☆

مسئلہ نمبر ۱۹ روزہ کی حالت میں جماع کرنے کی اجازت کی صورت

فتاویٰ برہنہ [1] میں لکھا ہے اگر خرقہ برذکر پیچید و در آورد اگر نرم باشد قضاست وکفارت و اگر درشت بود قضا وغسل لازم نہ کما فی المجموعہ۔ (ترجمہ) اگر کوئی بحالت روزہ عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر بیوی سے جماع کرے اور کپڑا باریک اور نرم ہو تو روزے کی قضا اور کفارہ لازم آئے گا اور اگر کپڑا مضبوط اور موٹا ہو تو قضا اور غسل لازم نہیں آئے گا۔ ☆☆

مسئلہ نمبر ۲۰ زنا کی اجازت

فقہ کی کتاب میں لکھا ہے: وَلاَ حَدَّ بِزِنَا غَیْرِ مُکَلَّفٍ بِمُکَلَّفَۃٍ مُطْلَقًا لاَ عَلَیْہِ وَلاَ عَلَیْھَا وَلاَ حَدَّ بِزِنَا الْمُسْتَاجِرَۃِ لَہٗ۔ "مرد غیر مکلف (نابالغ یا مجنون) کا زن مکلفہ کے ساتھ زنا کرنا مطلقاً مستوجب حد نہیں نہ مرد پر نہ عورت پر اور اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بھی حد جاری نہیں ہوتی جسے زنا کے لیے اجرت پر حاصل کیا گیا ہو۔" [2]

فتاویٰ قاضی خان اور کنزالدقائق میں لکھا ہے: وَلَوِ اسْتَاجَرَ امْرَأَۃً لِیَزْنِیْ بِھَا فَزَنٰی بِھَا لاَ یُحَدُّ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ "اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کے لیے اجرت پر حاصل کرے اور پھر اس کے ساتھ زنا کرے تو ابی حنیفہ کے قول کے مطابق اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔"

مسئلہ نمبر ۲۱ احناف کا مضحکہ خیز مسئلہ

عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے: فَاِنْ اَوْلَجَ فِیْ قُبُلِ خُنْثٰی مُشْکِلٍ اَوْ اَوْلَجَ الْخُنْثٰی ذَکَرَہٗ فِیْ فَرْجٍ اَوْ وَطِیَ اَحَدُھُمَا الْاٰخِرَ

---

(۱) فتاوٰی قاضی خان۔

(۲) غایۃ الاوطار ج۔۲ ترجمہ اُردو ردالمختار۔

☆ اسی طرح درمختار میں لکھتے ہیں: ولا عند وطی بھیمۃ "جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے نہ تو غسل لازم آتا ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔ (درمختار مع شامی ج۔۱ ص۔۱۶۶ ایچ ایم سعید کراچی) افسوس کا مقام ہے کہ کس قدر طہارت کے خلاف مسئلہ لکھا ہے اور اس کو جائز قرار دینے کے لیے کیسا نرالہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ مگر ان کی عقل کے کیا کہنے' اسی درمختار میں ہی یہ حدیث لا رہے ہیں: ناکح الید ملعون یعنی مشت زنی کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس مسلک سے تعلق رکھنے والوں سے گذارش ہے کہ مہربانی فرمائیں اور ہمیں کوئی ایسی حدیث بتلا دیں جس میں وہی کچھ ہو جو فقہ میں درج ہے۔

☆☆ اتنی تنگی میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ افسوس ایسے بے معنی فتووں پر' سمجھ نہیں آتی یہ صاحبان سیکس کے متعلق معلوماتی ناول لکھتے رہے ہیں یا فقہ کی کتابیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

فِیْ قُبُلِهٖ فَلَا غُسْلَ عَلٰی وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔ ”پھر اگر کوئی شخص کسی خنثی مشکل (جس کی دونوں راہوں سے پیشاب نکلتا ہو) کی قبل میں اپنا ذکر داخل کرے یا خنثی اپنے ذکر کو فرج میں داخل کرے یا ایک دوسرے سے اس کی قبل میں وطی کرے تو ان دونوں میں کسی پر بھی غسل واجب نہیں۔“

مسئلہ نمبر ۲۲ لونڈی سے زنا کرے تو بھی حد نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَالْمَرْهُوْنَةُ فِیْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِیْ رِوَايَةِ كِتَابِ الرَّهْنِ فَفِیْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ لَا يَجِبُ الْحَدُّ وَاِنْ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ۔ ”یعنی اگر کسی نے کسی کی لونڈی گروی رکھی پھر اس لونڈی سے اس نے زنا کیا تو اس پر حد واجب نہیں ہے اگرچہ جانتا ہو کہ یہ لونڈی مجھ پر حرام ہے۔“[1]

مسئلہ نمبر ۲۳ ذمی کو شراب اور سور بیچنا جائز ہے

غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار میں لکھا ہے : اَمَرَ لِمُسْلِمٍ بِبَيْعِ خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ اَوْ شِرَائِهِمَا اَیْ وَكَّلَ الْمُسْلِمُ ذِمِّيًّا اَوْ اَمَرَ الْمُحْرِمُ غَيْرَهٗ اَیْ غَيْرَ الْمُحْرِمِ بِبَيْعِ صَيْدِهٖ يَعْنِیْ صَحَّ ذٰلِكَ عِنْدَ الْاِمَامِ مَعَ اَشَدِّ كَرَاهَةٍ۔ ”یعنی اگر امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خریدنے کے لیے یا محرم نے غیر محرم سے اپنے شکار کو بیچنے کے لیے کہا تو یہ توکیل اور بیع و شرا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے مگر بہت زیادہ کراہت کے ساتھ۔“

مسئلہ نمبر ۲۴ بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ پر پرورش پائی

ایک مردود مسئلہ فقہ حنفیہ کا حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک یہ ہے کہ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار میں لکھا ہے : وَلَوْ اَكَلَتِ النَّجَاسَةُ وَغَيْرُهَا بِحَيْثُ لَمْ يَنْتِنْ لَحْمُهَا حَلَّتْ كَمَا حَلَّ اَكْلُ جَدْیٍ غُذِّیَ بِلَبَنِ خِنْزِيْرٍ لِاَنَّ لَحْمَهٗ لَا يَتَغَيَّرُ وَمَا غُذِّیَ بِهٖ يَصِيْرُ مُسْتَهْلَكًا لَا يَبْقٰی لَهٗ اَثَرٌ۔ ”یعنی اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتا ہو اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ بکری کا بچہ حلال ہے جو سور کے دودھ سے پلا گیا اس لیے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کی غذا ہو وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے۔“

مسئلہ نمبر ۲۵ پلید چیز سے تعویذ لکھنا

ردالمحتار شرح درالمختار میں لکھا ہے : وَكَذَا اخْتَارَهٗ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِی التَّجْنِيْسِ فَقَالَ لَوْ رَعُفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلٰی جَبْهَتِهٖ وَاَنْفِهٖ جَازَ لِلْاِسْتِشْفَاءِ وَبِالْبَوْلِ اَيْضًا اِنْ عُلِمَ فِيْهِ شِفَاءٌ لَا بَاْسَ بِهٖ۔[2] ”اور ایسے ہی صاحب ہدایہ نے اسے اختیار کیا ہے تجنیس میں اور کہا اگر کسی شخص کے نکسیر پھوٹے اور وہ خون سے اپنی ناک اور پیشانی پر سورۃ فاتحہ لکھ لے

---

(۱) هدایه کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد ج۔۲، ص۔۵۱۴

(۲) فتاوی شامی ج۔۱، ص۔۲۱۰ والبحر الرائق ج۔۱، ص۔۱۱۶

تو حصول شفا کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ نیز پیشاب کے ساتھ بھی سورہ فاتحہ لکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اگر معلوم ہو کہ ایسا کرنے سے شفا ہو جاتی ہے۔" (معاذ اللہ)

مسئلہ نمبر ۲۶ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا

درالمختار میں لکھا ہے : وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَخَافُ اِنْ تَرَكْتُ الْفَاتِحَةَ اَنْ يُّعَاتِبَنِي الشَّافِعِيُّ اَوْ قَرَأْتُهَا يُعَاتِبَنِيْ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَاخْتَرْتُ الْاِمَامَةَ "اہل علم میں سے ایک نے کہا میں ڈرتا ہوں اگر (کسی کی اقتداء میں) سورۃ فاتحہ نہ پڑھوں تو امام شافعی کا عتاب مجھ پر نازل ہو گا اور اگر سورۃ فاتحہ پڑھوں تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مجھے ملامت کریں گے۔ لہٰذا میں نے (اقتدا کے بجائے) امامت اختیار کر لی۔"

مسئلہ نمبر ۲۷ میاں بیوی کی ملاقات کے بغیر اولاد پیدا ہونے کا حکم

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَقَدِ اكْتَفُوْا بِقِيَامِ الْفِرَاشِ بِلاَ دُخُوْلٍ كَتَزَوُّجِ الْمَغْرِبِيِّ بِمَشْرِقِيَّةٍ بَيْنَهُمَا مَسَافَةُ سَنَةٍ فَوَلَدَتْ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ مُنْذُ تَزَوَّجَهَا لِتَصَوُّرِهٖ كَرَامَةً وَاِسْتِخْدَامًا۔ [1] "اور فقہاء نے قیام فراش بلا دخول کو ثبوت نسب کے لیے کافی قرار دیا ہے۔ مثلاً ایک مغرب میں رہنے والے آدمی نے مشرقی عورت سے شادی کی جن کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے۔ اب اگر منکوحہ شادی کے چھ ماہ بعد بچہ جنتی ہے (تو یہ بچہ ثابت النسب سمجھا جائے گا) کیونکہ ازروئے کرامت یا استخدام جن مباشرت متصور ہو سکتی ہے۔"

مسئلہ نمبر ۲۸ مشت زنی کی عام اجازت

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اَلْاِسْتِمْنَاءُ حَرَامٌ اَیْ بِالْكَفِّ اِذَا كَانَ لِاِسْتِجْلاَبِ الشَّهْوَةِ اَمَّا اِذَا غَلَبَتْهُ الشَّهْوَةُ وَلَيْسَ لَهٗ زَوْجَةٌ وَلاَ اَمَةٌ فَفَعَلَ ذَالِكَ لِتَسْكِيْنِهَا فَالرَّجَآءُ اَنْ لاَّ وَبَالَ كَمَا قَالَهٗ اَبُو اللَّيْثِ وَيَجِبُ لَوْ خَافَ الزِّنٰى۔ [2] "مطلب شہوت کے لیے ہو تو استمنا بالید (مشت زنی) حرام ہے لیکن اگر غلبہ شہوت دور کرنا مقصود ہو جبکہ نہ اس کی بیوی ہو نہ لونڈی اور محض تسکین نفس کے لیے وہ یہ کام کرے تو امید ہے کہ اس کا اس پر کوئی وبال نہ ہو گا' جیسا کہ ابواللیث نے بھی کہا ہے اور اگر غلبہ شہوت کے تحت زنا کر لینے کا خطرہ ہو (تو) ایسی صورت میں استمنا بالید واجب ہو جاتا ہے۔"

مسئلہ نمبر ۲۹ گونگے کا زنا کرنا

غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار میں لکھا ہے : نَاطِقٍ خَرَجَ وَطْيِ الْاَخْرَسِ فَلاَ حَدَّ عَلَيْهِ لِلشُّبْهِ۔ یعنی زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہیں بسبب شبہ

---

(۱) غایۃ الاوطار ترجمہ اُردو درالمختار وفتح القدیر۔

(۲) درمختار مع ردالمختار ج۔۲' ص۔۳۹۹

کے (م) گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اس کے زنا پر گواہ قائم ہوں بہرصورت اس پر حد نہیں بسبب شبہ کے۔

فائدہ: معلوم ہونا چاہیے کہ کتب فقہ حنفیہ میں اس قسم کے مسائل بے شمار ہیں۔ لیکن بخوف طوالت کتاب صرف مذکورہ مسائل پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی صاحب مذکورہ مسائل کو مردود کہنے اور لکھنے سے ناراض ہوں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مسائل پر عمل کرنے اور اعتقاد رکھنے کے لیے شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا بلکہ ان پر عمل کرنا اور اعتقاد رکھنا قرآن اور احادیث کے صریحاً خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس عقیدے اور عمل پر حکم الٰہی اور رسول ﷺ ناطق نہ ہو وہ عقیدہ اور عمل مردود ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں تو وہ مردود ہے۔"[1]

اب ہم حنفیوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے مقتداؤں اور پیشواؤں نے جو رسول اللہ ﷺ کی ایسی ایسی صحیح احادیث کو مردود کہہ دیا ہے کہ جن کو صحابہ کی جماعت کی جماعت نے روایت کیا ہے اور بڑے بڑے محدثوں اور مجتہدوں نے جن پر اعتقاد رکھا ہے اور عمل کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا ایک صحیح حدیث اگر بظاہر دوسری حدیث صحیح کے آپ کو معارض معلوم ہو تو ایک کو عمل کے لائق اور دوسرے کو آپ مردود جانتے ہیں یا جو احادیث آپ کے امام اور فقہاء کے اقوال کے خلاف ہیں وہ آپ لوگوں کے نزدیک مردود سمجھی جاتی ہیں۔ اس کی وضاحت کرنی چاہیے کہ آپ کا معیار رد و قبول کیا ہے۔ میں اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لیے دو صحیح احادیث کہ جن کو حنفیہ نے مردود لکھا ہے اس مقام پر نقل کرتا ہوں۔

قسم اور گواہ

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضَا بِيَمِيْنٍ وَشَاهِدٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنِّسَآئِيُّ)[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ اور (مدعی کی) ایک قسم کے ساتھ فیصلہ کیا۔ (اسے مسلم' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی[3] نے کہا کہ اس حدیث کو ابن عباس' جابر' حضرت علی' ابو ہریرہ' سرق' عمارہ بن حزم' سعد بن عبادہ' زینب' عمر بن الخطاب' مغیرہ' زید بن ثابت' عبداللہ بن' عمرو بن عاص' عبداللہ بن عمر بن الخطاب' ابو سعید خدری' بلال بن حارث' مسلمہ بن قیس' عامر بن ربیعہ' سہل بن سعد' تمیم داری' ام سلمہ اور انس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور اس حدیث سے صحابہ کی ایک جماعت' تابعین اور تبع تابعین نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ قسم مدعی اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔

---

(۱) مشکوۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱' ص-۵۱' حدیث-۱۴۰

(۲) صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب القضاء بالیمین والشاھد ج-۱۲' ص-۲۳۰' حدیث-۴۴۴۷ وابوداؤد کتاب الاقضیۃ باب القضاء بالیمین والشاھد ج-۲' ص-۳۹۹' حدیث-۳۶۰۸ وبلوغ المرام کتاب القضاء باب الشھادات ص-۴۲۰' حدث-۱۴۰۷

(۳) نیل الاوطار کتاب الاقضیۃ والاحکام باب الحکم بالشاھد والیمین ج-۸' ص-۲۹۳

نیز اسی مسلک کو صاحب البحر نے امیرالمومنین حضرت علی' حضرت ابوبکر' عمر' عثمان' ابی' ابن عباس رضی اللہ عنہم' عمر بن عبدالعزیز' شریح' شعبی' ربیعہ' فقہائے مدینہ' ناصر' ہادویہ' امام مالک اور شافعی رحمہم اللہ اجمعین سے نقل کیا ہے۔ لیکن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایسی صحیح حدیث کو اپنی کتب اصول میں صاف صاف مردود کہہ گئے ہیں۔

چنانچہ غایت التحقیق شرح حسامی میں حدیث مذکور کی نسبت لکھا ہے : وَالْعَمَلُ بِخَبَرِ الشَّاهِدِ وَالْيَمِيْنِ يُوْجِبُ تَرْكَ الْعَمَلِ بِمُوْجَبِ هٰذَا الْخَبَرِ فَيَكُوْنَ مَرْدُوْدًا۔ "اور ایک گواہ اور قسم مدعی والی حدیث پر عمل کرنے سے اس خبر مشہور (گواہ لانا مدعی کا ذمہ ہے اور انکار کرنے والا قسم کھائے گا) کے مقتضی پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث مردود ٹھہری۔"

اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَصُرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْلِبَهَا اِنْ شَآءَ اَمْسَكَهَا وَاِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۱)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو۔ اگر ایسی اونٹنی یا بکری کو کسی نے خریدا تو اسے دوہنے کے بعد دو کاموں کا اختیار ہو گا چاہے تو خرید کردہ جانور کو اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو کھجوروں کے ایک صاع کے ساتھ اسے واپس کر دے۔ (بخاری' مسلم)

فائدہ: دغاباز لوگ کئی کئی دن گائے' بکری اور اونٹنی کا دودھ روک رکھتے ہیں کہ خریدنے والا دھوکے سے قیمت زیادہ لگائے۔ اس لیے آپ نے فرمایا خریدنے والے کو اختیار ہے خواہ رکھے خواہ ایک صاع کھجور کے ساتھ واپس کر دے۔

نووی نے شرح صحیح مسلم (۲) میں کہا کہ ہمارا یہی مذہب ہے اور امام مالک' لیث' ابن ابی لیلیٰ' ابویوسف' ابوثور اور فقہاء محدثین سب اس کے قائل ہیں اور یہ بات صحیح اور سنت ہے اور جمہور علماء نے اس حدیث کی مخالفت کرنے والوں کے جواب میں کہا کہ جب کوئی بات سنت سے ثابت ہو جائے تو اسے کسی عقلی دلیل کی بنیاد پر رد نہ کیا جائے' انتھی مختصراً۔

امام شوکانی رحمہ اللہ (۳) نے کہا کہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا کہ اسی پر ابن مسعود اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے اور ان کے صحابہ میں سے کسی نے بھی مخالفت نہیں کی اور جمہور علماء تابعین اور تبع تابعین وغیرہ میں سے اس کے اتنے لوگ قائل ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا' انتھی۔

لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور محمد نے اس کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ ردالمحتار شرح درالمختار میں لکھا ہے : وَلَمْ يَاْخُذْ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٌ بِهٖ لِاَنَّهٗ خَبَرٌ مُخَالِفٌ لِلْاُصُوْلِ "ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور محمد نے اس حدیث کو نہیں لیا' اس لیے کہ یہ اصول کے مخالف ہے۔"

---

(۱) صحیح مسلم کتاب البیوع باب حکم بیع المصراۃ ج۔۱۰' ص۔۲۰۶' حدیث۔۳۸۱۰' ۳۸۱۲ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب شروطه وما نهى عنه ص۔۲۴۷' حدیث۔۸۰۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب حکم بیع المصراۃ ج۔۱۰' ص۔۲۰۷' شرح حدیث۔۳۸۰۹' ۳۸۱۳

(۳) نیل الاوطار کتاب البیوع باب ماجاء فی المصراۃ ج۔۵' ص۔۲۲۸

عینی نے کہا کہ مشہور کتابوں میں اس حدیث کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۹) --- حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی خُفَّیْهِ وَمَدَّهُمَا مِنَ الْاَصَابِعِ اِلٰی اَعْلَاهُمَا مَسْحَةً وَّاحِدَةً وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَثَرِ الْمَسْحِ عَلٰی خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خُطُوْطًا بِالْاَصَابِعِ۔ [۱] "یہ کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ اپنے موزوں پر رکھے اور انگلیوں سے مسح کرتے ہوئے ایک ہی بار انہیں اوپر تک لے آئے اور میں ایسے محسوس کرتا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ کے موزے پر مسح کا نشان دیکھ رہا ہوں جو انگلیوں کی وجہ سے خطوط بن گئے تھے۔"

عینی نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس طریق سے وارد نہیں ہوئی۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۰) --- قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ حُتِّیْهِ ثُمَّ اقْرُصِیْهِ ثُمَّ اغْسِلِیْهِ بِالْمَآءِ وَلَا یَضُرُّكِ اَثَرُهٗ [۲] "نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے کھرچ پھر انگلیوں سے مل بعد ازاں پانی سے دھو ڈال' اس کا نشان تیرے لیے ضرر رساں نہیں۔"

عینی نے کہا یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت نہیں کی گئی۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۱) --- لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِعَآئِشَةَ فَاغْسِلِیْهِ اِنْ کَانَ رَطْبًا وَافْرُکِیْهِ اِنْ کَانَ یَابِسًا۔ [۳] "آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مادہ منویہ اگر گیلا ہو تو (کپڑے کو) دھو ڈال اور اگر خشک ہو گیا ہو تو اسے مل کر اور رگڑ کر کھرچ دے۔"

عینی نے کہا یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے یعنی ان لفظوں کے ساتھ آئی ہی نہیں۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۲) --- ذَکٰوةُ الْاَرْضِ یَبْسُهَا۔ [۴] "زمین کی پاکی اس کا سوکھ جانا ہے۔"

عینی نے کہا کہ اس کی اسناد کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچائی یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ اسی طرح شیخ ابن طاہر حنفی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۳) --- مَا بَیْنَ هٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ وَقْتٌ لَكَ وَلِاُمَّتِكَ۔ [۵] "یعنی جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان دونوں وقتوں کے مابین تیری اور تیری امت کی نماز کا وقت ہے۔"

عینی نے کہا کہ اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۴) --- لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ اٰخِرُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ اِذَا اسْوَدَّ الْاُفُقُ۔ [۶] "رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا نماز مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب افق پر تاریکی پھیل جائے۔"

عینی نے کہا کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے اور اس طریق سے روایت نہیں ہوئی۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۵) --- لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاٰخِرُ وَقْتِ الْعِشَآءِ حِیْنَ لَمْ یَطْلُعِ الْفَجْرُ۔ [۷] "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز عشاء کا آخری وقت وہ ہے جب فجر طلوع نہ ہوئی ہو۔"

---

(۱) هدایه کتاب الطهارات باب المسح علی الخفین ج۔۱' ص۔۵۷' ۵۸

(۲) هدایه کتاب الطهارات باب الانجاس وتطهیرها ج۔۱' ص۔۷۱

(۳) هدایه کتاب الطهارات باب الانجاس وتطهیرها ج۔۱' ص۔۷۳

(۴) هدایه کتاب الطهارات باب الانجاس وتطهیرها ج۔۱' ص۔۷۳

(۵) هدایه کتاب الصلاة باب المواقیت ج۔۱' ص۔۸۱

(۶) هدایه کتاب الصلاة باب المواقیت ج۔۱' ص۔۸۲

(۷) هدایه کتاب الصلاة باب المواقیت ج۔۱' ص۔۸۲

عینی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ یہ حدیث اس عبارت کے ساتھ وارد نہیں ہوئی۔ (شرح عینی)

جاننا چاہیے کہ کتاب ہدایہ کی یہ سب موضوع احادیث صرف عینی شرح ہدایہ کو کتاب المواقیت تک سرسری نظر سے دیکھ کر نکالی گئی ہیں۔ باقی کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ نیز اگر کوئی شخص ہدایہ کی تشریحات مثل عنایہ بمعرفت احادیث الہدایہ تالیف محی الدین عبدالقادر اور نسب الرایہ لاحادیث الہدایہ تالیف جمال الدین یوسف زیلعی اور درایہ فی منتخب احادیث الہدایہ تالیف ابن حجر عسقلانی وغیرہ دیکھ لے تو ہدایہ کی احادیث کی حقیقت اس پر کھل سکتی ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صاحب ہدایہ نے اس قدر ضعیف احادیث سے استدلال کیا ہے گویا مذہب امام صرف احادیث ضعاف پر مبنی ہے۔ اس امر واقعہ کا اعتراف بعض بڑے بڑے علمائے احناف نے بھی کیا ہے۔ مثلاً شیخ عبدالحق حنفی نے شرح سفرالسعادت میں لکھا کہ کتاب ہدایہ کو در دیار ما مشہور و معتبر تریں کتابہا ست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر بنای کار بردلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ غالباً اشتغال وقت آں استاد در علم حدیث کمتر بودہ است انتھی۔ (ترجمہ) کتاب ہدایہ جو ہمارے ملک میں مشہور اور معتبر ترین کتاب ہے وہ بھی اس وہم (کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے اور احادیث کے مخالف ہے) میں مبتلا ہے کیونکہ اس کے مصنف اکثر طور پر اپنے مسلک کی بنیاد دلیل معقول (خلاف منقول) پر رکھتے ہیں اور اگر وہ کوئی حدیث لائے بھی ہیں تو محدثین نے اسے خالی از ضعف نہیں سمجھا۔

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ صاحب ہدایہ علم پر پوری نظر نہیں رکھتے تھے اور اس کی تائید میں صاحب تنبیہہ الوسنان نے لکھا ہے:

اِنَّ الْحَدِيْثَ لَمْ يَثْبُتْ لَهٗ سَنَدٌ فِي الْاُصُوْلِ وَلَا يُصْلِحُ لِلتَّمَسُّكِ وَالْقَبُوْلِ فَاِنَّ مَوْضُوْعَاتِ الزَّنَادِقَةِ وَاَهْلِ الْبِدَعِ قَدْ جَاوَزَتْ مِائَةَ اَلْفٍ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ النُّقَّادُ وَلَوْ وَجَدَهٗ وَاحِدٌ فِيْ بَعْضِ كُتُبِ الْحَنَفِيَّةِ فَلَيْسَ بِهِ اعْتِدَادٌ كَيْفَ وَاَكْثَرُ مُتَاَخِّرِيْ فُقَهَائِنَا الْحَنَفِيَّةِ مِنْ عُلَمَآءِ مَاوَرَا النَّهْرِ وَالْعِرَاقِ وَالْخُرَاسَانِ لَمْ يُسْنِدُوْا اَحَادِيْثَهُمُ الَّتِيْ يَذْكُرُوْنَهَا فِيْ كُتُبِ الْحَنَفِيَّةِ اِلٰى اَصْلٍ مِنْ اُصُوْلِ الْحَدِيْثِ الْجَلِيْلِ الشَّانِ حَتّٰى صَاحِبُ الْهِدَايَةِ الَّتِيْ عَلَيْهِ مَدَارُ رَحَى الْحَنَفِيَّةِ يَظْهَرُ ذٰلِكَ لِمَنْ رَاجَعَ شَرْحَهَا الْمَوْسُوْمَ بِفَتْحِ الْقَدِيْرِ لِلشَّيْخِ الْاِمَامِ حُجَّةِ الْحَنَفِيَّةِ مَوْلَانَا الْمُحَقِّقِ كَمَالِ الدِّيْنِ ابْنِ الْهَمَّامِ عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالْاِكْرَامُ فَاِنَّهٗ شَكَرَ اللّٰهُ مَسَاعِيَهٗ قَدْ بَالَغَ فِيْ حِمَايَةِ مَذْهَبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ الْكُوْفِيِّ بِتَايِيْدِهٖ بِالْاَحَادِيْثِ

جب تک کسی حدیث کی سند کتب حدیث میں ثابت نہ ہو جائے وہ استدلال اور قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ زنادقہ اور اہل بدعت کی موضوع روایات کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ جیسا کہ ناقدین حدیث نے تصریح کی ہے اور اگر ایسی روایت کوئی صاحب کتب حنفیہ میں بھی پائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اعتبار ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جبکہ اکثر ہمارے متاخرین فقہاء حنفیہ ماوراء النہر، عراق اور خراسان کے علماء میں سے ہیں۔ جنھوں نے ان احادیث کی سند میں جلیل القدر کتب حدیث تک نہیں پہنچائیں کہ جن احادیث کو انہوں نے کتب حنفیہ میں ذکر کیا ہے یہاں تک کہ صاحب ہدایہ وہ کتاب کہ جس پر مذہب حنفی کا دارومدار ہے ہر اس شخص کو ایسے ہی نظر آئیں گے جس نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر (کمال الدین ابن الہمام) کی طرف مراجعت کی ہو، شارح موصوف نے صحاح، سنن، مسانید اور معاجم میں مندرج احادیث سے مذہب حنفی کی تائید و حمایت کے لیے کافی زور صرف کیا ہے لیکن احادیث ہدایہ کی تخریج کے وقت اکثر مقامات پر انہیں حدیث کے وہ الفاظ نہیں ملے جنہیں صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے

الثَّابِتَةِ فِي الصِّحَاحِ وَالسُّنَنِ وَالْمَسَانِيْدِ وَالْمَعَاجِمِ وَلَمْ يَتَسَيَّرْلَهُ عِنْدَ تَخْرِيْجِ اَحَادِيْثِ الْهِدَايَةِ اَكْثَرِ الْمَوَاضِعِ الظَّفَرِ بِلَفْظِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ وَلَمْ يَظْفَرْ فِيْ بَعْضِهَا بِشَيْئٍ اَصْلاً اِنْتَهٰى مَا فِيْ تَنْبِيْهِ الْوَسْنَانِ۔

اور بعض مقامات پر مذکور حدیث کا نام و نشان تک نہیں ملا' انتہی ما فی تنبیہ الوسنان۔

انیسواں مغالطہ

اہل حدیث' حدیث کے آسان آسان مسائل پر عمل کرتے ہیں اور فقہ کے مشکل مسائل سے بچتے ہیں' اِس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر چلنے والے حدیث کے آسان آسان مسئلوں پر عمل کرتے ہیں (فقہ کے) مشکل مسائل پر عمل نہیں کرتے۔

جواب: جو لوگ حدیث کے آسان مسئلوں کو چھوڑ کر مشکل مشکل مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ لوگ دانشمندی کا ثبوت نہیں دیتے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے : يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ۔۱۸۵) "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں' تمہیں تنگی میں مبتلا کرنے کا نہیں۔"

مسند امام احمد[1] میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اس کے دین میں دی گئی رخصتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جس طرح ذات حق کو ناپسند ہے کہ اس کی نافرمانی کے کام کیئے جائیں۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا اور ایک روایت میں ہے (آپ نے فرمایا) جس طرح اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کے عائد کردہ فرائض ادا کیئے جائیں۔

بیسواں مغالطہ

فقہ حنفی سوادِ اعظم کا مذہب ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس پر عمل کرنا چاہیے' اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جس قدر لوگ اس مذہب کے مقلد ہیں اور کسی مذہب کے بھی نہیں۔ اور ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

---

(۱) بلوغ المرام باب صلوۃ المسافر والمریض ص۔۱۲۲' حدیث۔۳۲۰

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا آپ نے فرمایا امت محمدیہ کو گمراہی پر متحد نہیں ہونے دے گا۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

ابن ماجہ میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا :

اِنَّ اُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَاَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔ (۱)

بیشک میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی، پس جب تم دیکھو کہ لوگ اختلاف میں مبتلا ہیں تو سواد اعظم کی پیروی کرو۔

جواب: جہاں تک ترمذی میں منقول آپ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی اس کا مطلب یہ ہے کہ میری امت میں ہمیشہ اہل حق موجود رہیں گے۔ جو امت مسلمہ کی کسی غلطی یا گمراہی پر خاموش نہیں رہیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہر دور میں لوگوں کو راہ حق کی طرف بلانے والے اصحاب علم موجود رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی گمراہی یا بدعت کبھی سامنے آئی ہے تو امت مسلمہ کی ایک قلیل تعداد اس کا شکار ہوئی ہے، پوری امت کبھی اس گمراہی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ میں آپ نے جس جماعت کا ذکر کیا ہے اس سے مراد یا تو امام برحق (سلطان وقت) کے پیرو اور وفادار ہیں یا صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ اور وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کو ہر چیز پر مقدم رکھیں۔ اس سے مراد وہ جماعت ہرگز نہیں جو ارشادات رسول سے صریحاً متصادم اقوال پر جانتے بوجھتے عمل پیرا ہو۔

جہاں تک ابن ماجہ کی روایت کا تعلق ہے جس میں سواد اعظم کی پیروی کا ذکر ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی ابو خلف الاعمی ہیں جو متروک ہیں۔ ابن معین نے اسے جھوٹ کی تہمت سے متہم کیا ہے۔ اور یہ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں یعنی متاخر تابعین کا وہ طبقہ جس نے چند ایک صحابہ کو دیکھا ہو اور جن میں سے بعض کے لیے صحابہ سے سماع حدیث بھی ثابت نہیں۔ (تقریب التہذیب لابن حجر)

پس مؤخر الذکر روایت اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ لہٰذا یہ مغالطہ سراسر بے بنیاد ہے کہ کوئی مسلک محض اس لیے صحیح ہوسکتا ہے کہ اس کے پیرو بہت زیادہ ہیں۔

اکیسواں مغالطہ

مجتہدوں کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں، اس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو دیتے ہیں کہ مجتہدوں کا کوئی مسئلہ بھی قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہے اور اگر کوئی ہوگا بھی تو اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ مجتہدوں نے اس کو قابل عمل نہ ہونے کے سبب عمداً ترک کردیا ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ کتاب الفتن باب السواد الاعظم ج-۲، ص-۱۳۰۳، حدیث-۳۹۵۰، اس حدیث کی سند میں ابو خلف اعمی ہے جس کا نام حازم بن عطاء ہے، وہ ضعیف ہے اور اس حدیث کے جتنے بھی طرق ہیں سب میں کلام ہے۔ (تحقیق محمد فواد عبدالباقی)

جواب: اس تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقلدین مجتہد سے خطا ہونے کے قائل نہیں اور یہ مذہب معتزلہ کا ہے۔ چنانچہ توضیح اور شرح عقائد نسفی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب عقائد و اصول فقہ میں لکھا ہے :
وَذَهَبَ بَعْضُ الْاَشَاعِرَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ اِلٰى اَنَّ كُلَّ مُجْتَهِدٍ فِي الْمَسَائِلِ الشَّرْعِيَّةِ الْفَرْعِيَّةِ الَّتِيْ لَا قَاطِعَ فِيْهَا مُصِيْبٌ
"اشاعرہ اور معتزلہ میں سے بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ شریعت کے فروعی مسائل میں اجتہاد کرنے والا ایسے مسائل کو جو دلیل قطعی نہیں رکھتے بر سر حق ہوتا ہے۔" یعنی جو کچھ کہ مجتہد نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے اور حق ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے بھی خلاف ہے اور اہل سنت کے مذہب کے بھی۔

چنانچہ توضیح اور شرح عقائد نسفی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب عقائد و اصول فقہ میں لکھا ہے : وَالْمُجْتَهِدُ فِي الْعَقْلِيَاتِ وَالشَّرْعِيَاتِ الْاَصْلِيَّةِ وَالْفَرْعِيَّةِ قَدْ يُخْطِئُ وَقَدْ يُصِيْبُ "اور اجتہاد کرنے والا عقلی امور میں اور شریعت کے بنیادی اور فروعی مسائل میں کبھی خطا کر جاتا ہے اور کبھی صواب کو پا لیتا ہے۔"

اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے جو کہ بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور امر حق کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے (امر حق معلوم کرنے کی کوشش کا) ایک اجر ہے۔[1]

فائدہ: یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور صواب بھی بخلاف اشعریہ اور معتزلہ کے اور مجتہد خاطی بھی ایک ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ پس امام کی خطا کا منکر یا تو امام کے اجتہاد کا منکر ہے یا امام کی رائے کو مثل وحی جانتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں وہ راہ حق سے انحراف کرتا ہے۔

بائیسواں مغالطہ

بہت سی احادیث منسوخ ہیں اور ناسخ و منسوخ کی پہچان ہر شخص نہیں کر سکتا' لہٰذا ہم حدیث کی بجائے فقہ پر عمل کرتے ہیں' اس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہم لوگ جو حدیث پر عمل نہیں کرتے' نہیں چلتے تو اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث کی کتابوں میں بہت سی احادیث منسوخ موجود ہیں اور ناسخ اور منسوخ احادیث کو ہر شخص پہچان نہیں سکتا ان کو پہچاننا اور ان کو سمجھنا مجتہدوں کا ہی کام تھا۔ اس کا جواب آٹھ طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ ناسخ اور منسوخ حدیث کے سمجھنے کا قاعدہ سب قاعدوں سے آسان ہے اور اس قاعدے سے ہر عالم بلکہ تھوڑی سی استعداد والا آدمی بھی ناسخ اور منسوخ احادیث کو سمجھ سکتا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے جو کہ دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں لکھا ہے کہ نسخ قطعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے یعنی آپ کا یہ فرمانا کہ فلاں امر کے لیے پہلے میں نے یوں حکم دیا تھا اور اب یوں کہتا ہوں جیسے کہ نہی

---

(1) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء باب العمل فی القضاء والخوف منہ ج-۲' ص-۱۱۰۲' حدیث-۳۷۳۲ (صحیح)

زیارت قبور میں اور نہی استعمال ظروف شراب (شراب والے برتن) میں نسخ وارد ہے۔ ایک تو اس قسم کی صحیح احادیث سے نسخ ثابت ہوتا ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اگر صحابی کہے کہ فلاں مسئلے میں پہلے یوں حکم تھا پھر ہمیں اس طرح حکم دیا گیا اس قسم کی صحیح احادیث سے بھی نسخ ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا جواب: اگر کسی شخص کو کسی حدیث کا ناسخ معلوم نہ ہو اور منسوخ حدیث پر ہی عمل کرتا رہے تو گناہ نہیں۔ کیونکہ ابتداء اسلام میں صحابہ جو احادیث رسول اللہ ﷺ سے سنتے رہے ان پر بلا تأمل عمل کرتے رہے پھر جو احادیث منسوخ ہوئیں ان پر اکثر صحابہ نے تو اطلاع پائی اور رجوع کر لیا لیکن بعض نے بعض احادیث کے منسوخ ہونے کی اطلاع نہ پائی اور منسوخ حدیث پر ہی عمل کرتے رہے۔

چنانچہ زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت مثل جابر بن عبداللہ' عبداللہ بن مسعود' ابوسعید' معاویہ' اسماء بنت ابی بکر' عبداللہ بن عباس' عمرو بن حویرث اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت تابعین متعہ کے جائز ہونے کے قائل تھے حالانکہ متعہ کی احادیث منسوخ ہیں اور ترمذی میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض شاگرد (یعنی اسود اور علقمہ) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے قائل نہیں تھے تطبیق (یعنی دونوں ہاتھ جوڑ کر دونوں رانوں کے درمیان رکھنے کے قائل تھے حالانکہ حدیث تطبیق بھی منسوخ ہے۔

صحیح مسلم [1] میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد نہیں کھاتے تھے۔ حالانکہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھانے کی حدیث منسوخ ہے۔ غرضیکہ جب تک کسی کو کسی منسوخ حدیث کا ناسخ معلوم نہ ہو تب تک اس کے لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے گناہ نہیں اور اس پر علماء کا اتفاق ہے' اسی طرح ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق میں لکھا ہے۔

تیسرا جواب: صحیح غیر منسوخ احادیث کو اپنے امام کے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے خواہ مخواہ منسوخ بنانا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام میں اپنی رائے کو دخل دینا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت کو بھی منسوخ کر دے۔

چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر الاتقان میں کہا ہے:

وَلاَ يُعْتَمَدُ فِي النَّسْخِ قَوْلُ عَوَامِّ الْمُفَسِّرِيْنِ بَلْ لاَ اجْتِهَادُ الْمُجْتَهِدِيْنِ مِنْ غَيْرِ نَقْلٍ صَحِيْحٍ وَلاَ مُعَارِضَةٍ بَيِّنَةٍ لِاَنَّ النَّسْخَ مَتَضَمِّنُ دَفْعَ حُكْمٍ وَاِثْبَاتَ حُكْمٍ تَقَرَّرَ فِيْ عَهْدِهِ ﷺ فَالْمُعْتَمَدُ فِيْهِ النَّقْلُ وَالتَّارِيْخُ دُوْنَ الرَّاْيِ وَالْاِجْتِهَادِ۔ [2]

نسخ کے بارے میں عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا بلکہ کسی مجتہد کے اجتہاد کو بھی اس سلسلہ میں نقل صحیح اور واضح معارضہ کے بغیر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ نسخ ایک حکم کو کالعدم قرار دینے اور دوسرے کے اثبات کو متضمن ہے۔ جو نبی ﷺ کے عہد میں ثابت ہو چکا ہو۔ لہٰذا نسخ کے معاملہ میں اصل چیز جس پر انحصار کیا جا سکتا ہے نقل صحیح اور تاریخ ہے نہ کہ کسی کی رائے اور اجتہاد۔

---

(1) صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النهی عن اکل لحوم الاضاحی .....الخ ج۔۱۳' ص۔۱۳۰' حدیث۔۵۰۷۳' ۵۰۷۵

(2) تفسیر الاتقان النوع السابع والاربعون فی ناسخه منسوخه مطبعه حجازی بالقاهره الجزء الثانی ص۔۳۰

امام شعرانی نے لکھا ہے :

وَكَانَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْذِرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ اِذَا ثَبَتَ عَنِ الشَّارِعِ ﷺ فِعْلَ اَمْرَيْنِ فِيْ وَقْتَيْنِ فَهُمَا عَلَى التَّخْيِيْرِ مَا لَمْ يَثْبُتُ النَّسْخُ فَيَعْمَلُ الْمُكَلَّفُ بِهٰذَا الْاَمْرِ تَارَةً وَبِهٰذَ الْاَمْرِ تَارَةً اُخْرٰى۔[1]

امام محمد بن منذر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر شارع علیہ السلام سے دو وقتوں میں دو کاموں کا کرنا ثابت ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کیا جا سکتا ہے جب تک نسخ ثابت نہ ہو جائے' لہٰذا ایک مسلمان کبھی اس حکم پر عمل کر لے گا اور کبھی اس حکم پر۔

چوتھا جواب: رسول اللہ ﷺ کا ہر فعل آخر' فعل اول کا ناسخ نہیں ہوتا کیونکہ یہ قاعدہ اگر صحیح ہو تو اس قاعدے کے مطابق نماز مغرب میں سورۂ المرسلات کے علاوہ اور سب سورتوں کا پڑھنا منسوخ سمجھا جاتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز میں یہی سورۃ پڑھی ہے۔

بخاری (تیسیر الوصول)' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور موطا امام مالک میں ام فضل (حارث کی بیٹی) سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورۂ والمرسلات عرفاً پڑھتے ہوئے سنا۔[2] اس کے بعد آپ نے نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی[3] اور اسی طرح رمضان میں دس دن اعتکاف کرنا بھی منسوخ ٹھہرتا اور بیس دن مشروع ہو جاتا۔

اس لیے کہ بخاری میں روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پس جب آپ کا سال وفات آیا تو آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔[4] اور اسی طرح سفر میں روزہ رکھنا بھی منسوخ ٹھہرتا اور نہ رکھنا مشروع ہوتا کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام زہری نے کہا کہ (سفر میں) روزہ افطار کرنا آپ کا آخری کام تھا۔ غرضیکہ اس قسم کی بہت سی احادیث سے صاف ثابت ہے کہ یہ قاعدہ کہ رسول اللہ ﷺ کا فعل آخر فعل اول کا ناسخ ہوتا ہے' صحیح نہیں ہے۔ اور نیز یہ احادیث دلیل ہیں اس پر کہ اگر دو احادیث میں تعارض تاریخ سے بھی معلوم ہو جائے تو بھی جب تک رسول اللہ ﷺ سے نسخ پر صریح نص نہ پائی جائے تب تک منسوخیت کا قائل نہ ہونا چاہیے بلکہ جہاں تک ہو سکے مطابقت دینی چاہیے۔

پانچواں جواب: اگر کوئی شخص احتمال کے ساتھ یا دلیل کے بغیر کسی حدیث کو منسوخ کہہ دے تو نہ ماننا چاہیے۔ زرقانی شرح موطا امام مالک اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ احتمال کے ساتھ حدیث منسوخ نہیں ہوتی۔ اور زرقانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا کہ دعوئ نسخ دلیل کے بغیر صحیح نہیں ہے۔

چھٹا جواب: بعض لوگ احادیث کو اپنے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے محض ظن کی بنیاد پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا۔ ان کی یہ بات نہ قابل اعتبار ہے نہ قابل قبول۔ چنانچہ زرقانی

---

(۱) میزان الشعرانی۔

(۲) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب قدر القراءۃ فی المغرب حدیث۔۸۱۰

(۳) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی المغرب ج۔۴' ص۔۴۰۲' حدیث۔۱۰۳۳

(۴) صحیح البخاری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان ج۔۴' ص۔۲۸۴' حدیث۔۲۰۴۴

شرح موطا امام مالک اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ خاصہ ظن کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا۔

ساتواں جواب: جہاں دو احادیث میں آپس میں تعارض معلوم ہو وہاں بلا دلیل ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ نہ کہہ دینا چاہیے بلکہ جہاں تک ممکن ہو ان میں موافقت پیدا کرنی چاہیے۔ ابن خزیمہ نے کہا : لَا اَعْرِفُ صَحِیحَیْنِ مُتَضَادَّیْنِ فَمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ فَلْیَأْتِنِیْ لِاُوَلِّفَ بَیْنَهُمَا۔ [1] "میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دو صحیح احادیث متضاد بھی ہو سکتی ہیں' اگر کسی کے خیال میں ایسی احادیث ہوں تو میرے پاس لائے تاکہ میں ان میں مطابقت پیدا کردوں۔"

آٹھواں جواب: سید محمد صدیق حسن خاں صاحب [2] نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی کے نزدیک منسوخ احادیث کل دس ہیں۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ ابن جوزی وغیرہ نے منسوخ احادیث دس شمار کی ہیں۔ [3]

نیز انہوں نے منہج الوصول الیٰ اصطلاح احادیث الرسول [4] میں لکھا ہے کہ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ منسوخ احادیث دس سے زیادہ نہیں اور قرآن کی منسوخ آیات پانچ سے زیادہ نہیں' انتھی۔ اور دس احادیث کچھ اتنی زیادہ نہیں ہوتی ہیں کہ ان کو سوائے مجتہد کے اور کوئی نہ سمجھ سکے بلکہ اس قدر احادیث کو تو ان پڑھ آدمی بھی سمجھانے سے سمجھ سکتا ہے۔ بلکہ اگر یاد کرنا چاہے تو یاد بھی کر سکتا ہے اور وہ منسوخ احادیث درجہ ذیل ہیں۔

منسوخ احادیث

(۱) صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔ [5] میں نے تمہیں (پہلے) زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی زیارت کرلیا کرو۔

(۲) صحیح مسلم میں روایت ہے' انہیں سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

نَهَیْتُکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیْ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَامْسِکُوْا مَا بَدَالَکُمْ۔ [6] میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کر دیا تھا لیکن اب جب تک چاہو گوشت رکھ سکتے ہو۔

(۳) صحیح مسلم میں انہیں سے روایت ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

وَنَهَیْتُکُمْ عَنِ النَّبِیْذِ اِلاَّ فِیْ سِقَاءٍ فَاشْرِبُوْا فِی میں نے تمہیں مشک کے علاوہ دوسرے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کردیا تھا

---

(۱) منهج الوصول الى اصطلاح احاديث الرسول۔

(۲) رساله افادة الشيوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ۔

(۳) هدايت السائل الى ادلة المسائل۔

(۴) صحيح مسلم ج-۱' ص-۳۱۴

(۵) صحيح مسلم كتاب الجنائز باب استئذان النبى ربه عزوجل فى زيارة قبر امه ج-۷' ص-۵۰' حديث-۲۲۵۷

(۶) صحيح مسلم كتاب الجنائز باب استئذان النبى ربه عزوجل فى زيارة قبر امه ج-۷' ص-۵۰' حديث-۲۲۵۷

الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔ [1] لیکن اب تمام برتنوں میں پی سکتے ہو البتہ دیکھو کوئی نشہ آور چیز نہ پیو۔

(۴) صحیح مسلم میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔ [2] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانی پانی سے ہے (غسل انزال سے لازم آتا ہے)۔

فائدہ: ابن حجر نے بلوغ المرام میں کہا کہ اصل اس حدیث کی بخاری میں ہے' انتہی ۔ علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس حدیث سے جو کہ ترمذی' ابوداؤد اور دارمی میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا : اِنَّمَا كَانَ الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رُخْصَةً فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا۔ "ابتدائے اسلام میں رخصت کی بناء پر (مباشرت کے دوران) انزال ہو جانے سے غسل واجب ہوتا تھا' بعد میں اس سے روک دیا گیا۔" (یعنی انزال نہ بھی ہو تو محض مباشرت سے ہی غسل کرنا ضروری ہو گیا) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ اس قسم کی حدیث مرفوع نہیں صحابی کا قول ہوتا ہے اور قول صحابی رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بات تو سچ ہے کہ صحابی کا قول رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن صحابی جب کہے ہمیں فلاں بات کا حکم دیا گیا یا یہ کہے کہ ہمیں فلاں کام سے منع کیا گیا یا کہے یہ کام سنت میں سے ہے تو یہ سب اقوال صحابہ از قسم مرفوع سمجھے جائیں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم [3] کے شارح امام نووی نے مقدمہ میں کہا ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک صحیح مذہب یہی ہے۔

ابوالفیض محمد بن علی فارسی نے جواہر الاصول فی علم احادیث الرسول میں کہا کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہمیں فلاں بات کا حکم دیا گیا یا ہمیں فلاں بات سے منع کیا گیا یا فلاں بات سنت میں سے ہے۔ چاہے وہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کہے یا آپ کی وفات کے بعد اسے از قسم حدیث مرفوع سمجھا جائے گا۔ ابن الصلاح نے اپنی کتاب میں اور قسطلانی [4] نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں نیز سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول [5] میں اس اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی یہ احادیث بھی تائید کرتی ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَمْ يُنْزِلْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) [6]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی عورت کے ساتھ لیٹے اور صحبت کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے انزال نہ ہو۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب استئذان النبی ربه عزوجل فی زیارة قبر امه ج۔۷' ص۔۵۰' حدیث۔۲۲۵۷

(۲) صحیح مسلم کتاب الحیض باب انما الماء من الماء ج۔۳' ص۔۲۵۹' حدیث۔۷۷۳

(۳) صحیح مسلم ج۔۲' ص۔۱۶۶

(۴) مشکوٰۃ باب الغسل۔

(۵) مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی۔

(۶) صحیح مسلم کتاب الطهارة باب نسخ الماء من الماء ج۔۳' ص۔۲۶۱' حدیث۔۷۸۱

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاغْتَسَلْنَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ) [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد کا ذکر' عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس طرح مباشرت کی بعد ازاں ہم نے غسل جنابت کیا۔ (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے حسن صحیح بتایا)

(۵) ابوداؤد اور نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا :

عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلٰوةَ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَكَعَ طَبَّقَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعْدًا فَقَالَ صَدَقَ اَخِيْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ اُمِرْنَا بِهٰذَا يَعْنِي الْاِمْسَاكَ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے کی تعلیم دی۔ آپ نے ابتداً تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے پھر جب آپ نے رکوع کیا تو ہاتھوں کو جوڑ کر گھٹنوں میں دے دیا۔ راوی نے کہا کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہمارے بھائی نے سچ کہا ہم شروع میں ایسے ہی کیا کرتے تھے لیکن بعد ازاں ہمیں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنے کا حکم دیا گیا۔

بخاری میں روایت ہے ابی یعفور سے' اس نے کہا میں نے معصب بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ معصب بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا :

صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَّضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ۔ [3]

میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ چنانچہ (دوران رکوع) میں نے اپنی ہتھیلیوں کو جوڑ کر اپنی رانوں میں دے دیا تو میرے باپ نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا "ہم اسی طرح کیا کرتے تھے مگر بعد ازاں ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

فائدہ: اس حدیث کی حسب ذیل حدیث تائید کرتی ہے جو کہ بخاری میں ابی حمید ساعدی کی روایت سے لمبی حدیث ہے۔ اس میں ہے : وَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ۔ [4] "آپ جب رکوع کرتے تو ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے۔"

(۶) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا :

كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ مِنَّا صَاحِبَهٗ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى اُنْزِلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ۔ [5]

ہم حالت نماز میں باتیں کر لیتے تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی اپنے پہلو میں کھڑے ساتھی سے بات چیت کر لیتا تھا لیکن جب یہ آیت اتری وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ تو ہمیں بالکل خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کسی قسم کی کلام سے روک دیا گیا۔

---

(۱) جامع ترمذی ابواب الطهارة باب ماجاء اذا التقى الختان وجب الغسل ومنهج الوصول۔

(۲) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح باب التطبیق ج-۱' ص-۲۲۲' حدیث-۹۸۶ (صحیح)

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ج-۲' ص-۲۷۳' حدیث-۷۹۰

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ج-۲' ص-۲۷۳' باب نمبر ۱۱۸

(۵) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قوله وقوموا لله قانتین ج-۸' ص-۱۹۸' حدیث-۴۵۳۴ ومسلم وترمذی وابوداؤد ونسائی۔

(۷) بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، تحقیق انہوں نے کہا:

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْثٍ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ اِنِّيْ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک جمعیت کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم فلاں فلاں شخص کو پاؤ تو اسے آگ میں جلا دینا۔ بعد ازاں جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کر لیا تو آپ نے فرمایا "میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دینا لیکن آگ کا عذاب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیتا لہٰذا اگر تم ان کو پاؤ تو قتل کر دو۔

فائدہ: اس حدیث کی یہ حدیث تائید کرتی ہے جو بخاری میں عکرمہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے، جنہیں جناب امیر رضی اللہ عنہ نے جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اللہ کے عذاب کے ساتھ (کسی کو) عذاب نہ دو۔ البتہ میں ان کو قتل کرتا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو۔[2]

فائدہ: ابو داؤد میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

(۸) قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ فَاُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهٗ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ فَجَلَدَهٗ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ فَجَلَدَهٗ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ فَجَلَدَهٗ وَرَفَعَ الْقَتْلَ فَكَانَتْ رُخْصَةً۔[3]

نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص شراب پیئے اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر وہ دوبارہ پیئے تو پھر اسے کوڑے لگاؤ لیکن اگر تیسری یا چوتھی مرتبہ بھی اعادہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ چنانچہ (آپ کے پاس) ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ پس اسے کوڑے مارے، اسے پھر لایا گیا آپ نے پھر اسے کوڑے مارے۔ تیسری مرتبہ اسے پھر لایا گیا آپ نے پھر کوڑے لگائے۔ بعد ازاں پھر اسی جرم میں لایا گیا۔ آپ نے پھر اسے کوڑے ہی لگائے اور حکم قتل اٹھ گیا (منسوخ ہو گیا) اور کوڑوں کی سزا ہی رخصتاً بحال رہی۔ ☆

(۹) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَتٰى عَلٰى رَجُلٍ بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ

نبی ﷺ بقیع میں ایک شخص کے پاس آئے وہ رمضان میں سینگی لگوا رہا

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا یعذب بعذاب اللّٰہ ج۔۶، ص۔۱۳۹، حدیث۔۳۰۱۶

(۲) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا یعذب بعذاب اللّٰہ ج۔۶، ص۔۱۳۹، حدیث۔۳۰۱۷

(۳) ضعیف سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب اذا تتابع فی شرب الخمر ص۔۳۶۹، حدیث۔۴۴۸۵ و ترمذی۔

☆ مذکورہ حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کا ذکر یہاں صرف بطور منسوخ حدیث کے کیا گیا ہے جبکہ عادی شرابی کی سزا کے بارے میں تمام کتب احادیث میں احادیث موجود ہیں۔ ابوداؤد میں معاویہ بن ابوسفیان، ابوہریرہ، علی اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم سے صحیح اور حسن اسناد کے ساتھ روایات مذکور ہیں۔ (انظر۔ صحیح ابوداؤد کتاب الحدود باب اذا تتابع فی شرب الخمر ج۔۳، ص۔۸۰

يَحْتَجِمُ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔ [۱]

تھا۔ آپ نے فرمایا سینگی لگانے والے نے بھی روزہ توڑا اور جسے سینگی لگائی جا رہی ہے' اس نے بھی۔

علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے' اس حدیث سے جو دار قطنی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا:

اَوَّلَ مَا كُرِهَتِ الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ اَنَّ جَعْفَرَ ابْنَ اَبِيْ طَالِبِ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ اَفْطَرَ هٰذَانِ ثُمَّ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدُ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّآئِمِ وَكَانَ اَنَسٌ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَآئِمٌ۔ [۲]

سب سے پہلے روزہ دار کے لیے سینگی لگوانا جو مکروہ ٹھہرا تو اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سینگی لگوائی اور وہ روزہ دار تھے۔ نبی ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ توڑ لیا۔ بعد ازاں آپ نے روزہ دار کو سینگی لگوانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ دار ہونے کے باوجود سینگی لگواتے تھے۔

فائدہ: ابن حجر نے بلوغ المرام میں کہا کہ اس حدیث کو دار قطنی نے قوی کہا اور تائید کرتی ہے اس کی یہ حدیث جو بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ۔ [۳]

تحقیق نبی ﷺ نے سینگی لگوائی احرام کی حالت میں اور سینگی لگوائی روزے کی حالت میں۔

(۱۰) نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور زرقانی نے شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ اوائل اسلام میں متعہ جائز تھا پھر خیبر کے روز حرام ہوا پھر عمرۃ قضا میں جائز ہوا پھر حرام ہوا پھر تبوک میں جائز ہوا پھر حجۃ الوداع میں حرام ہوا۔ [۴]

ترمذی میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں (جائز) تھا۔ ایک آدمی شہر آتا تھا جس کا وہاں کوئی جاننے والا نہ ہوتا۔ چنانچہ وہ کسی عورت سے اتنی مدت کے لیے نکاح کر لیتا جتنے عرصہ کے لیے وہ سمجھتا کہ (شہر میں) ٹھہرے گا۔ اس دوران میں وہ عورت اس کے مال و اسباب کی حفاظت کرتی اور اس کے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتی۔ یہ صورت حال تھی جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ اِلاَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد ان دو کے علاوہ ہر شرم گاہ حرام ہو گئی' انتھی۔ [۵] اور یہ حکم یعنی متعہ کے حرام ہونے کا قیامت تک رہے گا۔

چنانچہ سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْئٌ فَلْيُخَلِّ

اے لوگو! بیشک میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ ایسی کوئی عورت اگر کسی کے پاس ہو تو اسے چھوڑ دے اور جو کچھ مال

---

(۱) بلوغ المرام کتاب الصیام ص۔۱۸۸' حدیث۔۱۵۱ و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ۔

(۲) بلوغ المرام کتاب الصیام ص۔۱۸۸' حدیث۔۱۵۲

(۳) صحیح بخاری کتاب الصوم باب الحجامة والقئ للصائم ج۔۴' ص۔۱۷۴' حدیث۔۱۹۳۸

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب نکاح المتعة وبیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ واستقر تحریمه الی یوم القیمة ج۔۹' ص۔۱۸۳' شرح حدیث۔۳۳۹۶' ۳۴۲۱

(۵) جامع ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی نکاح المتعة۔

سَبِيلَهُ وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا۔ [1] وغیرہ تم انہیں دے چکے ہو وہ ان سے واپس نہ لو۔

فائدہ: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک جو دس احادیث منسوخ ہیں یقین غالب ہے کہ وہ یہی احادیث ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے لیکن سوائے ان دس احادیث کے اور جن احادیث کو بعض علماء نے منسوخ ٹھہرایا ہے حالانکہ وہ حقیقتاً منسوخ نہیں۔ اس لیے کہ ان میں تطبیق ممکن ہے معرض نقل میں لاتا ہوں ایسی متعارض احادیث جن میں تطبیق ممکن ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں روایت ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ [2] بعض علماء نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے ان دو احادیث سے۔

پہلی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میں کھڑا ہو کر پیشاب کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عمر! نہ پیشاب کر کھڑے ہو کر۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ [3]

جواب: اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور حدیث ضعیف استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔ [4]

دوسری حدیث مسند امام احمد' ترمذی اور نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر کوئی شخص تم سے بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی بات کی تصدیق نہ کرو' آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔ [5] ☆

جواب: اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرتے تھے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو بیان کیا وہ باہر کا حال تھا اور یہی سبب ہے کہ امام شعرانی نے میزان شعرانی میں کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا رخصت ہے اور بیٹھ کر پیشاب کرنا عزیمت ہے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- بخاری اور مسلم میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جاؤ تم پائخانہ میں تو نہ منہ کرو قبلہ کی طرف اور نہ پیٹھ دو اسے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف۔ [6] بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے' اس حدیث سے جو بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں اپنے کسی

---

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ ج۔۹' ص۔۱۸۹' حدیث۔۳۴۰۸

(۲) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب البول قائما وقاعدا ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۱۷' حدیث۔۳۶۴

(۳) جامع ترمذی ابواب الطھارۃ باب النھی عن البول قائما ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۱۷' حدیث۔۳۶۳

(۴) جامع ترمذی ابواب الطھارۃ باب النھی عن البول قائما۔

(۵) جامع ترمذی ابواب الطھارۃ باب النھی عن البول قائما ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۱۷' حدیث۔۳۶۵

(۶) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لا تستقبل القبلۃ بغائط او بول .....الخ حدیث۔۱۴۴ وصحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الاستطابۃ ج۔۳' ص۔۱۳۸' حدیث۔۶۰۸ ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۰۹' حدیث۔۳۳۴

☆ مذکورہ حدیث کی شرح میں شیخ البانی نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع کرنے والی احادیث ضعیف ہیں اور اگر چھینٹے نہ پڑیں اور پاکی رہے تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا تذکرہ ہے اور جو لوگ علت پیش کرتے ہیں کہ وہ کسی سبب کی بنا پر تھا' اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

کام کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبلہ کی طرف پشت کر کے اور شام کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کر رہے تھے۔ (۱)

جواب: اس کا یہ ہے کہ ابوایوب کی حدیث بحال ہے منسوخ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کا حکم جنگل کے لیے ہے اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حکم مکانات کے لیے۔ اسی طرح شیخ امام محی السنہ نے مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

(حدیث نمبر ۳) ـــ بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا حضرت میمونہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی کو ایک بکری بطور صدقہ دی گئی اور وہ مرگئی۔ رسول اللہ ﷺ کا اس پر سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ لے لیا' اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھاتے۔ صحابہ نے عرض کی یہ مردار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام کیا گیا ہے۔ (۲) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ وہ حدیث ہے جو ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں عبداللہ ابن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط آیا کہ مردار کے چمڑے اور پٹھے سے تم فائدہ نہ اٹھاؤ۔ (۳)

جواب: اس کا یہ ہے کہ ملا قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ ابن حکیم کی نبی ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی اور حدیث مرسل حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا حکم بحال ہے' منسوخ نہیں اور ترمذی نے کہا کہ اس پر (یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر) اکثر اہل علم کا عمل یعنی صحابہ وغیرہ کا اور اسی کے قائل ہیں سفیان ثوری' ابن مبارک' شافعی' امام احمد اور کہا شافعی نے جو چمڑا کہ دباغت دیا گیا پس تحقیق پاک ہوا مگر کتے اور خنزیر کا چمڑا دباغت دینے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔

(حدیث نمبر ۴) ـــ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ وضو کرو اس چیز کے کھانے سے جسے آگ پہنچی ہو یعنی جو چیز کہ آگ پر پکائی گئی ہو۔ (۴) اکثر علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ ان دو احادیث سے۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ (۵)

دوسری حدیث ابوداؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا آگ نے جس چیز کو متغیر کر دیا ہو (آگ پر پکانے کی وجہ سے) اسے کھا کر وضو نہ کرنا رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل تھا۔ (۶)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لا تستقبل القبلۃ بغائط او بول .....الخ حدیث۔۱۴۴ وصحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الاستطابۃ ج۔۳' ص۔۱۵۰' حدیث۔۶۱۱ ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۰۹' حدیث۔۳۳۵

(۲) صحیح بخاری کتاب الذبائح باب جلود المیتۃ حدیث۔۵۵۳۱ ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب تطھیر النجاسات ج۔۱' ص۔۱۵۵' حدیث۔۴۹۹

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب تطھیر النجاسات ج۔۱' ص۔۱۵۷ حدیث۔۵۰۸ (حسن) للالبانی۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الحیض باب نسخ الوضوء مما مست النار ج۔۴' ص۔۲۶۶' حدیث۔۷۸۷

(۵) صحیح مسلم کتاب الحیض باب نسخ الوضوء مما مست النار ج۔۴' ص۔۲۶۷' حدیث۔۷۸۸ ومشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب ما یوجب الوضوء ج۔۱' ص۔۱۰۰' حدیث۔۳۰۴

(۶) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب فی ترک الوضوء مما مست النار ج۔۱' ص۔۶۱' حدیث۔۱۹۲

فائدہ: یعنی یہ جو احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کیا ہے اور نہیں بھی کیا ہے سو ان دونوں فعلوں میں سے آخری فعل رسول اللہ ﷺ کا وضو نہ کرنا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخر فعل وضو نہ کرنا ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا حکم بالکل ہی اٹھا دیا جائے کیونکہ نسخ رسول اللہ ﷺ کی قطعی تصریح سے ثابت ہوتا ہے یعنی آپ فرمائیں کہ فلاں امر کے لیے پہلے میں نے یوں حکم دیا تھا اور اب یوں کہتا ہوں۔ سو اس قسم کی تصریح آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہ کرنے کے بارے میں نہیں ملتی۔ اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس لیے امام شعرانی نے میزان شعرانی میں کہا کہ وضو نہ کرنا رخصت ہے اور کرنا عزیمت ہے۔

(حدیث نمبر ۵)—— مسند امام احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے کہا میں نے اپنا ذکر چھوا' یا یہ کہا کہ جو شخص نماز میں اپنا ذکر چھوئے تو کیا اس پر وضو کرنا لازم ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ذکر بھی تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ (۱) اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا اور ابن المدینی نے کہا کہ یہ حدیث بسرہ کی حدیث سے بہتر ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ حدیث مسند امام احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی چھوئے اپنے ذکر کو پس وضو کرے۔ (۲) اس حدیث کو ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا اور بخاری نے کہا یہ صحیح تر ہے۔ ان احادیث سے جو اس باب میں مروی ہیں۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے دراری مضیہ شرح درر البہیہ میں کہا کہ اس حدیث کو احمد' اہل سنن' مالک' شافعی' ابن خزیمہ' ابن حبان' حاکم اور ابن الجارود نے روایت کیا اور اس کو احمد' دار قطنی' یحییٰ بن معین' بیہقی' حازمی' ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا اور اس مقدمہ میں جس جماعت صحابہ سے احادیث مروی ہیں ان میں جابر' ابو ہریرہ' ام حبیبہ' عبد اللہ بن عمر' زید بن خالد' سعد بن ابی وقاص' حضرت عائشہ' ابن عباس' نعمان بن بشیر' انس' ابی بن کعب' معاویہ ابی حیدہ' قبیصہ اور اروی بنت انیس رضی اللہ عنہم شامل ہیں' انتہی۔ (۳)

طلق بن علی کی حدیث کے منسوخ ہونے والے کی علماء یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ طلق کے بعد اسلام لائے تھے اور مسند امام شافعی (۴) اور دار قطنی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنے ذکر کی طرف لے جائے اس حال میں کہ ذکر اور اس کے ہاتھ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک صاحب یزید بن عبد الملک ہے اور وہ ضعیف ہے۔ پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث استدلال کے قابل نہیں۔ البتہ اسباب میں ترجیح بسرہ کی حدیث کو حاصل ہے کیونکہ صحیح وہی ہے اور حدیث طلق بن علی جو اس کے معارض ہے دو وجہ سے عمل کرنے کے قابل نہیں۔

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب الرخصة فی ذالک ج-۱' ص-۵۸' حدیث-۱۸۲ وبلوغ المرام باب نواقض الوضوء۔

(۲) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب الوضوء من مس الذکر ج-۱' ص-۵۷' حدیث-۱۸۱ وبلوغ المرام باب نواقض الوضوء ص-۳۱' حدیث-۷۱

(۳) الروضة الندیة باب نواقض الوضوء فصل مس الذکر ج-۱' ص-۱۵۰

(۴) مشکوة کتاب الطهارة باب ما یوجب الوضوء ج-۱' ص-۱۰۵' حدیث-۳۲۱ (ضعیف)

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس میں مقال ہے کیونکہ قیس بن طلق کی روایت سے ہے اور مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ ہم نے لوگوں سے قیس کا حال پوچھا تو نہ پایا ہم نے کسی کو بھی کہ اسے پہچانتا ہو پس کس طرح ہم اس کی حدیث کو قبول کریں ابو حاتم اور ابو زرعہ نے کہا کہ قیس بن طلق ان لوگوں میں سے نہیں کہ جن کی حدیث سے حجت قائم ہوتی ہو۔

دوسری وجہ: سبل السلام میں ہے کہ بسرہ کی حدیث کی موید اور احادیث بھی ہیں جو سترہ صحابیوں سے مروی ہیں اور طلق بن علی جو کہ مس ذکر سے وضو کے ٹوٹنے کی حدیث کا راوی ہے وہی وضو کے نہ ٹوٹنے کی حدیث کا بھی راوی ہے ۔

(حدیث نمبر ۶)—— بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے۔ [1] بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث اس حدیث کے ساتھ منسوخ ہے جو مسند امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے سمرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا جمعہ کے دن اس نے اچھا کام کیا اور یہ بھلی سنت ہے اور جو نہایا تو نہانا بہت بہتر ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ [2]

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بحال ہے منسوخ نہیں کیونکہ سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مقال ہے۔ چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور دراری مضیہ شرح درر البہیہ اور افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ و النسوخ میں لکھا ہے کہ سمرہ رضی اللہ عنہ کا سماع حسن (بصری) سے ثابت نہیں پس یہ حدیث تو حجت نہ ہوئی لیکن یہ جو مسلم [3] میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا پھر نماز جمعے کے لیے آیا آخر حدیث تک البتہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ جمعے کے دن نہانا ضروری نہیں مگر یہ حدیث بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو منسوخ نہیں کر سکتی کیونکہ نسخ کی شرط اس میں نہیں پائی جاتی۔ اسی سبب سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم [4] میں کہا کہ ان احادیث میں تطبیق یوں دی جائے گی) کہ جمعے کے دن نہانا مستحب ہے واجب نہیں۔

(حدیث نمبر ۷)—— بخاری اور مسلم میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں تاآنکہ سورج طلوع ہو جائے اور نماز عصر کے بعد بھی کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ [5] بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث کے جو بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس اللہ کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان سے لے گیا۔ آپ نے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے جا ملے۔ [6]

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ج-۲' ص-۳۵۶' حدیث-۸۷۷ وصحیح مسلم کتاب الجمعۃ ج-۶' ص-۳۶۹' حدیث-۱۹۳۹

(۲) جامع ترمذی ابواب الجمعۃ باب فی الوضوء یوم الجمعۃ وبلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب الغسل وحکم الجنب ص-۳۱' حدیث-۱۱۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل من اغتسل و توضأ وأتی الجمعۃ .....الخ ج-۶' ص-۳۷۲

(۴) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل من اغتسل و توضأ وأتی الجمعۃ .....الخ ج-۶' ص-۳۷۲

(۵) صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب لا یتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ج-۲' ص-۶۱' حدیث-۵۸۶ ومسلم ج-۱

(۶) صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت ونحوھا ج-۲' ص-۶۳' حدیث-۵۹۰

جواب: اس کا یہ ہے کہ سفرالسعادت میں لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو ابوداؤد [1] میں ذکوان مولیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی اس کو تحقیق رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے لیکن (امت کو) اس سے منع فرماتے تھے اور مسلسل روزہ رکھتے تھے لیکن (امت کو) وصال سے منع فرماتے تھے۔ ☆

پس معلوم ہوا کہ حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کی بحال ہے منسوخ نہیں لیکن مکہ میں نماز پڑھنا ہر وقت جائز ہے کہ مسند امام احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے عبدمناف کے بیٹو کسی کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے اور نماز پڑھنے سے منع نہ کرو۔ رات کو یا دن کو جس وقت بھی کوئی چاہے۔ [۲] ترمذی اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

مسند امام احمد اور رزین میں روایت ہے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے اور نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک آفتاب غروب ہو جائے مگر مکہ میں' مگر مکہ میں' مگر مکہ میں۔ (مشکوٰۃ باب اوقات النہی)

(حدیث نمبر ۸) ـــــ بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ لکھو میری حدیث کو سو جس نے مجھ سے سن کر سوائے قرآن کے جو کچھ لکھا ہے اس کو مٹا ڈالے۔ [۳] بعض علماء نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے ساتھ ان چار احادیث کے۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آؤ لکھ دوں تمہارے لیے ایک نوشتہ کہ تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ [۴]

دوسری حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا میں لکھ لیتا تھا جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اور میری خواہش ہوتی کہ اسے یاد رکھو لیکن مجھے (قریش نے) یہ کام کرنے سے روک دیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ کیا تو ہر چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے۔ حالانکہ آپ انسان ہیں کبھی غصے میں بات کر رہے ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں۔ چنانچہ میں آپ کے ارشادات لکھنے سے رک گیا۔ بعد ازاں اس کا ذکر میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "لکھ لیا کر۔" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہوتا ہے۔" [۵]

---

(۱) ضعیف سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب من رخص فیھما اذا کانت الشمس مرتفعۃ ج۔۱' ص۔۹۹' حدیث۔۱۲۸۰

(۲) بلوغ المرام کتاب الصلاۃ باب المواقیت ص۔۵۳' حدیث۔۱۶۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الزھد باب التشت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ج۔۱۸' ص۔۳۲۹' حدیث۔۷۴۳۵ وصحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الزھد باب التشت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ج۔۱۸' ص۔۳۲۹' حدیث۔۷۴۳۵ وصحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم۔

(۵) صحیح سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی کتاب العلم ج۔۲' ص۔۳۰۸' حدیث۔۳۶۴۶ (صحیح)

☆ سند کے اعتبار سے اس حدیث میں کچھ ضعف ہے مگر متن کے بہت سارے صحیح شواہد موجود ہیں اور یہ دو کام نبی اکرم ﷺ کا خاصہ تھے۔

تیسری حدیث ترمذی میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں ایک قصہ بیان کیا۔ آخر میں ابوشاہ نے کہا "یارسول اللہ مجھے لکھ دیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حمامہ رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ ابوشاہ کو لکھ دو اور حدیث میں ایک قصے کا ذکر ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۱)

چوتھی حدیث نسائی' دارمی اور موطا امام مالک میں روایت ہے ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے' اس نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے اس کے دادا سے نقل کی کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کی طرف ایک نامہ لکھا آخر حدیث تک۔ (۲)

فائدہ: اگرچہ ان احادیث سے ان کے علاوہ دوسری احادیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل کو لکھا اور صحابہ کو لکھنے کا حکم دیا لیکن ان میں سے ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کوئی بھی حدیث منسوخ نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان احادیث میں یوں تطبیق دی جائے گی جیسے کہ کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہ کہا بعض علماء نے ان احادیث کے معنی میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ جس کو اپنے حافظہ پر اس بات کا اعتماد ہے کہ میں یاد رکھوں گا بھولوں گا نہیں وہ تو احادیث کو نہ لکھے اور جس کو یہ خیال ہے کہ مجھ کو یاد نہیں رہے گا وہ لکھ لے' انتہی۔ (۳)

(حدیث نمبر ۹) ---- بخاری اور مسلم میں روایت ہے' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے کی ممانعت فرمائی۔ (۴) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے جو بخاری اور مسلم میں صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کفار کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں) دریافت کیا گیا کہ جب مشرکین پر شبخون مارا جاتا ہے تو ان کی عورتوں اور بچے بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی ان ہی میں سے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کے تابع ہیں۔ (۵)

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بحال ہے منسوخ نہیں اس لیے کہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ عورتوں کو اور لڑکوں کو جہاد میں قصداً قتل نہ کیا جائے تاہم اگر شب خون کی حالت میں مارے جائیں یا لڑکے اور عورتیں ان کی مسلمانوں پر آپڑیں یا کفار لڑکوں کو بجائے سپر آگے کریں اور وہ مارے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(حدیث نمبر ۱۰) ---- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بارش اور کسی قسم کے خطرے کے بغیر ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو بھی جمع کیا۔ (۶) بعض علماء نے کہا کہ

---

(۱) جامع ترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصة فیه۔

(۲) مشکوٰة کتاب القصاص باب الدیات ج۔۲' ص۔۱۰۳۷' حدیث۔۳۴۹۲

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزهد باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابة العلم ج۔۱۸' ص۔۳۲۹' شرح حدیث۔۷۴۳۴' ۷۴۳۵

(۴) صحیح بخاری کتاب الجهاد باب قتل النساء فی الحرب ج۔۶' ص۔۱۴۸' حدیث۔۳۰۱۵ و مسلم کتاب الجهاد باب تحریم قتل النساء والصبیان ج۔۱۲' ص۔۲۷۵' حدیث۔۴۵۲۲' ۴۵۲۳ و مشکوٰة کتاب الجهاد باب القتال فی الجهاد ج۔۲' ص۔۱۱۵۴' حدیث۔۳۹۴۲

(۵) صحیح بخاری کتاب الجهاد باب اهل الدار یبیتون فیصاب الولدان والذراری ج۔۶' ص۔۱۴۶' حدیث۔۳۰۱۲ و صحیح مسلم کتاب الجهاد باب جواز قتل النساء والصبیان ج۔۱۲' ص۔۲۷۶' حدیث۔۴۵۲۴' ۴۵۲۶ و مشکوٰة کتاب الجهاد باب القتال فی الجهاد ج۔۲' ص۔۱۱۵۴' حدیث۔۳۹۴۳

(۶) صحیح مسلم کتاب صلوٰة المسافرین باب جواز الجمع بین الصلوٰتین من الحضر ج۔۵' ص۔۲۲۳' حدیث۔۱۶۳۱

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جو ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا' آپ نے فرمایا جس نے عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آیا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث صحیح مسلم بحال ہے منسوخ نہیں اس لیے کہ وہ صحیح ہے اور حدیث ترمذی کی صحیح نہیں کیونکہ کہا ترمذی نے کہ اس حدیث کے راویوں میں حنش بن قیس راوی اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا اور محلّٰی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ حنش بن قیس واہی یعنی ضعیف ہے اور حافظ (ابن حجر) نے کہا کہ حاکم کا اس حدیث کو لانا اس کی غفلت کے باعث ہے نیز ابن جوزی اس حدیث کو موضوعات میں لایا ہے۔

(حدیث نمبر ۱۱) ـــ بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک یہودیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری تحفہ دی اور اس میں اس نے زہر ملا دیا تھا اور ایلہ کے بادشاہ نے ایک خچر سفید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجی پھر اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر پہنائی اور بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اکیدر دومہ نے ایک جبہ سندس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجا۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ [1] نے دراری مضیہ شرح درر البہیہ میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کفار کا تحفہ قبول فرمایا ہے اس باب میں بہت احادیث آئی ہیں لیکن بعض علماء نے کہا کہ اس مضمون کی جتنی احادیث آئی ہیں وہ سب منسوخ ہیں ناسخ حدیث وہ ہے جو مسند امام احمد' ابوداؤد' ترمذی اور ابن خزیمہ میں عیاض بن حمار سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ ناقہ بھیجا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیاض اسلام لایا ہے؟ کہا نہیں پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے مشرکوں کا ہدیہ لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ جن احادیث سے کفار کا تحفہ قبول کرنا مروی ہے وہ سب احادیث بحال ہیں منسوخ نہیں کیونکہ ان احادیث میں اور عیاض بن حمار کی حدیث میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ جس کافر پر امید ہو کہ مسلمان ہو جائے گا' اس کا تحفہ قبول کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور جس کافر پر مسلمان ہونے کی امید نہ ہو اس کا تحفہ قبول نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح امام نووی [2] نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔

(حدیث نمبر ۱۲) ـــ بخاری اور مسلم میں روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہ پوچھا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ محرم کپڑوں کی قسم سے کیا پہنے؟ فرمایا نہ پہنو قمیص اور نہ باندھو پگڑیاں اور نہ پہنو پائجامے اور نہ اوڑھو بارانیاں اور نہ پہنو موزے مگر وہ شخص کہ نہ پائے پاپوشیں پس پہنے موزے اسے چاہیے کہ کاٹ ڈالے موزے دونوں ٹخنوں کے نیچے سے۔ [3]

بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ وہ ہے جو بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ فرماتے سنا' آپ فرماتے تھے کہ جس وقت نہ پائے محرم پاپوشیں تو پہنے موزے اور جس

---

(۱) روضۃ الندیہ۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجهاد والسیر باب کتب النبی الی ملوک الکفار ج-۱۲' ص-۳۳۱' شرح حدیث-۴۵۸۸' ۴۵۹۵

(۳) صحیح بخاری کتاب الحج باب مالا یلبس المحرم من الثیاب ج-۳' ص-۴۰۱' حدیث-۱۵۴۲ وصحیح مسلم کتاب الحج باب ما یباح للمحرم بحج او عمرۃ ج-۸' ص-۳۱۳' حدیث-۲۷۸۳ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبه المحرم ج-۲' ص-۸۲۱' حدیث-۲۶۷۸

وقت نہ پائے تہبند تو پائجامہ پہن لے۔ (۱)

جواب: حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بحال ہے' منسوخ نہیں کیونکہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس شخص کے پاس تہہ بند موجود ہو اس کے لیے تو پائجامہ پہننا درست نہیں ہے اور جس کے پاس تہ بند نہیں ہے وہ پائجامہ پہنے رہے اور جس کے پاس پاپوشیں نہ ہوں وہ موزوں کو دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہنے۔

(حدیث نمبر ۱۳) — مسند امام احمد (۲) اور ابن حبان میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پائی صبح اس حالت میں کہ وہ جنبی ہو پس اس کا روزہ نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ آیت قرآن اور حدیث رسول ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (البقرۃ۔۱۸)

پس اب مباشرت کرو اپنی بیویوں سے اور تلاش کرو وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہیں سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت جماع کرنے کی وجہ سے جنبی ہوئے۔ بعد ازاں آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور امام مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس بات کا اضافہ کیا ہے اور قضا نہ دیتے۔ (۳)

جواب: اس کا یہ ہے کہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بحال ہے' منسوخ نہیں کیونکہ افضل بات یہی ہے کہ جنبی رمضان میں فجر سے پہلے پہلے نہا لے اور اگر بعد فجر نہائے تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔ (۴)

(حدیث نمبر ۱۴) — بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عاشورہ کے دن کا) روزہ رکھا اور اس روزہ کے رکھنے کا حکم فرمایا۔ (۵) بعض علماء نے کہا کہ بموجب حکم اس حدیث کے ابتدائے اسلام میں عاشورے کے دن کا روزہ رکھنا فرض تھا پھر ان دو احادیث سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

پہلی حدیث صحیح مسلم اور موطا امام مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا جاہلیت میں عاشورہ کے دن لوگ روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زمانہ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یباح للمحرم بحج او عمرۃ ج۔۸' ص۔۳۱۶' حدیث۔۲۷۸۶ ومشکوۃ کتاب المناسک باب ما یجتبہ المحرم ج۔۲' ص۔۸۲۱' حدیث۔۲۶۷۹

(۲) مسک الختام۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الصوم باب صحۃ الصوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ج۔۷' ص۔۲۲۳' حدیث۔۲۵۸۵' ۲۵۸۶ وبلوغ المرام کتاب الصیام ص۔۱۹۱' حدیث۔۲۶۱' ۲۶۲

(۴) صحیح مسلم کتاب الصوم باب صحۃ الصوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ج۔۷' ص۔۲۲۳' حدیث۔۲۵۸۵' ۲۵۸۶

(۵) صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صیام یوم عاشوراء۔ ج۔۸' ص۔۲۵۱' حدیث۔۲۶۵۳

میں آئے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کیا پھر جب فرض ہوا رمضان تو رمضان ہی کے روزے فرض رہ گئے اور عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا گیا سو جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ (۱)

دوسری حدیث صحیح مسلم اور موطا امام مالک میں حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے' انہوں نے سنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے' وہ کہتے تھے جس سال انہوں نے حج کیا اور وہ منبر پر تھے۔ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے اس دن کو کہ یہ عاشورہ کا دن ہے اس دن تم پر روزہ فرض نہیں ہے اور میں روزہ دار ہوں سو جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا چاہے نہ رکھے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ بحال ہے منسوخ نہیں کیونکہ فرضیت رمضان کے بعد عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ یہ نہیں کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا ہی نہ چاہیے بلکہ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس پر اجماع ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم (بلوغ المرام کتاب الجنائز) میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(حدیث نمبر ۱۵) ---- بخاری اور مسلم میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دیکھو تم جنازہ پس کھڑے ہو جاؤ پھر جو چلے اس کے ساتھ وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے۔ (۲) اکثر علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے' ان دو احادیث سے۔

پہلی حدیث مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق انہوں نے کہا کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جنازہ دیکھ کر) پھر بیٹھ گئے۔ (۳)

جواب: یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی تو ثابت ہوتا ہے کہ آخری فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ہے کہ جنازہ دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے لیکن آخری فعل پہلے کا ناسخ نہیں ہوتا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔

دوسری حدیث مسند امام احمد (۴) اور ابوداؤد میں انہی سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانے کی تلقین فرماتے تھے۔ بعد ازاں آپ بیٹھ جاتے اور ہمیں بھی بیٹھ جانے کا حکم دیتے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ جس درجہ کی حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے یہ حدیث اس درجہ کی نہیں اور حصول المامول من علم الاصول وغیرہ میں لکھا ہے کہ اول تو حدیث ناسخ حدیث منسوخ سے قوی ہونی چاہیے اور اگر قوی نہ ہو تو منسوخ حدیث کے ساتھ درجہ میں برابر تو ہو' انتہی۔

پس اس سبب سے امام احمد' اسحاق' ابن حبیب اور ماجشون مالکیان ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بحال جانتے ہیں' منسوخ نہیں سمجھتے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کے نزدیک مطابقت دینی ممکن ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی طرح لکھا ہے۔ (۵)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب صوم یوم عاشوراء ج۔۸' ص۔۲۳۵' حدیث۔۲۶۳۲

(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب القیام للجنازۃ ج۔۷' ص۔۳۱' حدیث۔۲۲۱۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب نسخ القیام للجنازۃ ج۔۷' ص۔۳۳' حدیث۔۲۲۲۳ وروضۃ الندیہ۔

(۴) حصول المامول۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب القیام للجنازۃ ج۔۷' ص۔۳۲

تئیسواں مغالطہ

احناف کا امام بخاری پر بہتان

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بعض احادیث ایسی ہیں کہ وہ ہرگز قابل عمل نہیں۔ چنانچہ رسالہ انتصار الاسلام میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے آیت نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث لائے ہیں اس سے لواطت کا جواز نعوذ باللہ ہوتا ہے اس کا جواب پانچ طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ جو بخاری میں ہے:

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَأْتُوْ حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ قَالَ یَاْتِیْهَا فِیْ۔ روایت ہے نافع سے نقل کی اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پس اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو' کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آتا تھا وہ ان میں۔ ☆

اس کے معنی شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار[1] میں یوں لکھتے ہیں۔

جواب: یَاْتِیْهَا فِیْ اَیْ یَاْتِیْ فِیْ مَوْضِعِ الْحَرْثِ اَیْ قُبُلِهَا "یعنی صحبت کرے (مرد) بیچ جگہ کھیتی کے (یعنی عورت کی فرج میں) انتھی۔"

پس معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو کوئی وطی کرے اپنی عورت کو اس کی دبر میں وہ چھوٹا لوطی ہے اور یہ حدیث قریب ہی آئے گی لیکن عورت کی دبر کی طرف سے عورت کی فرج میں صحبت کرنا منع نہیں اور یہ ہی مطلب ہے آیت کلام اللہ نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ کا۔ چنانچہ تفسیر کبیر (جلد دوم) میں لکھا ہے: ذَهَبَ اَکْثَرُ الْعُلَمَآءِ اِلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاٰیَةِ اَنَّ الرَّجُلَ مُخَیَّرٌ بَیْنَ اَنْ یَّاْتِیَهَا مِنْ قُبُلِهَا فِیْ قُبُلِهَا وَبَیْنَ اَنْ یَّاْتِیَهَا مِنْ دُبُرِهَا فِیْ قُبُلِهَا۔ "یعنی اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ مراد آیت سے یہ ہے کہ تحقیق مرد اختیار دیا گیا ہے درمیان اس بات کے کہ (عورت سے) فرج کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے اور درمیان اس بات کے کہ اس سے دبر کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے' انتھی۔"

سبب اس آیت کے نازل ہونے کا یہ ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اگر عورت کے پیچھے کی طرف سے عورت کے فرج میں صحبت کی جائے تو اس جماع سے لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے پس یہود کی اس بات کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ یہود کہتے تھے کہ جس وقت مرد اپنی عورت سے اس کی دبر کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ "یعنی تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس آؤ اپنی کھیتی میں جس طور سے چاہو۔"[2]

---

(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب نساء کم حرث لکم ج۔۸' ص۔۱۸۹' حدیث۔۴۵۲۷

(۲) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ نساؤکم حرث لکم ج۔۸' ص۔۱۸۹' حدیث۔۴۵۲۸ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب المباشرۃ ج۔۲' ص۔۹۵۱' حدیث۔۳۱۸۳

☆ یعنی مرد اپنی زوجہ کے آگے سے اُس کی فرج میں مباشرت کرے یا پیچھے سے دبر کی بجائے فرج میں مباشرت کرے' جائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو معترض صاحب نے آیت نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ' کے معنی بدلیل قول ابن عمر رضی اللہ عنہ یَاْتِیْهَا فِیْ عورت کی دبر میں جماع جائز ہونے کے اپنے ذہن میں تصور کئے ہیں تو اس کا سبب معترض صاحب کا قصور ہے کیونکہ نہ تو آیت نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ' کا وہ مفہوم ہے جو معترض نے بیان کیا ہے اور نہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی عورت کی دبر میں وطی جائز ہونے کے قائل ہیں۔ بلکہ وہ تو اس فعل کے فاعل کو اپنے نزدیک چھوٹا لوطی سمجھتے تھے۔

چنانچہ امام احمد[1] اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی وطی کرے اپنی عورت سے اس کی دبر میں وہ چھوٹا لوطی ہے۔ اور یہ حدیث صریح دلیل ہے اس بات پر کہ آیت نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ' کے معنی بدلیل قول ابن عمر رضی اللہ عنہ یَاْتِیْهَا فِیْ عورت کی دبر میں وطی جائز ہونے کے سمجھنا آیت کے شان نزول اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی سن لیجئے کہ امام بخاری کا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول یَاْتِیْهَا فِیْ کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت لانا تاکہ اس سے آیت کا شان نزول معلوم ہو' اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری عورت کی دبر میں وطی جائز ہونے کے قائل نہیں تھے۔

دوسرا جواب: اللہ کے مضامین سے واقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اور کوئی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ذرہ برابر بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ پس اگر آیت نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ' کے معنی عورت کی دبر میں جماع جائز ہونے کے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف عورت کی دبر میں جماع کرنے والے کے حق میں وعید کیوں فرماتے' دیکھو ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حائضہ عورت سے صحبت کرے یا عورت سے دبر میں جماع کرے یا کاہن کے پاس آئے تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔[2]

ترمذی' نسائی اور ابن حبان میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے جس نے کسی مرد یا عورت کے ساتھ اس کی دبر میں جماع کیا ہو۔[3] اس حدیث کو موقوف کہا گیا ہے۔

نیز ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی سے دبر میں جماع کرے۔[4] یہ الفاظ نسائی کے ہیں۔ اس حدیث کے راوی معتبر ہیں' تاہم اسے مرسل کہا گیا ہے۔

مسند امام احمد' ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی میں خزیمہ بنت ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ حق کے بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا تم عورتوں سے ان کی دبروں میں جماع نہ کرو۔[5]

تیسرا جواب: معترض صاحب اگر اپنے مذہب حنفی کی کتابیں دیکھ لیتے تو بخاری پر کبھی اعتراض نہ کرتے کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ وطی فی الدبر بخاری میں نہیں بلکہ کتب حنفیہ میں حلال ہے۔ دیکھو امام طحاوی رئیس حنفیہ جو کہ عینی اور ابن ہمام کا بھی پیشوا ہے' اس کی عبارت تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن[6] میں ہے :

---

(۱) تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن۔

(۲) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب الحیض ج۔۱' ص۔۱۷۳' حدیث۔۵۵۱

(۳) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض و بلوغ المرام کتاب النکاح باب عشرۃ النساء ص۔۳۰۲' حدیث۔۱۰۱۳

(۴) بلوغ المرام کتاب النکاح باب عشرۃ النساء ص۔۳۰۲' حدیث۔۱۰۱۳

(۵) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب المباشرۃ ج۔۲' ص۔۹۵۳' حدیث۔۳۱۹۲ (صحیح' للالبانی)

(۶) فتح البیان فی مقاصد القرآن للطحاوی و تفسیر اکلیل فی استنباط التنزیل۔

رَوَى اِصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ مَا اَدْرَكْتُ اَحَدًا اَنْ اَقْتَدِىَ بِهٖ فِىْ دِيْنِىْ شَكَّ فِىْ اَنَّهٗ حَلَالٌ يَعْنِىْ وَطْىَ الْمَرْاَةِ فِىْ دُبُرِهَا ثُمَّ قَرَأَ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ثُمَّ قَالَ فَاَىُّ شَيْئٍ اَبْيَنُ مِنْ هٰذَا۔

اصبغ ابن الفرج نے عبدالرحمان بن قاسم سے روایت کیا' میں نے کسی کو نہیں پایا جسے میں اپنے دین میں مقتدا مانتا ہوں کہ اس نے اس کے (وطی فی دبر المرأة) حلال ہونے میں شک کیا ہو یعنی عورت سے دبر میں جماع کرنے کو۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ اور کہا اس سے زیادہ واضح بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ صریح دلیل ہے اس پر کہ حنفیہ کے نزدیک عورت کی دبر میں وطی کرنا حلال ہے اور یہی وجہ ہے کہ حنفیہ عورت کی دبر میں وطی کرنے والے پر حد مارنے کے قائل نہیں۔

چنانچہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے : وَلَوْ فَعَلَ هٰذَا بِعَبْدِهٖ اَوْ اَمَتِهٖ اَوْ مَنْكُوْحَتِهٖ لاَ يُحَدُّ بِلاَ خِلاَفٍ "اگر کوئی شخص اپنے غلام' اپنی لونڈی یا اپنی منکوحہ (بیوی) کی دبر میں جماع کرے تو اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی' اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔"

چوتھا جواب: امت محمدیہ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ بخاری اور مسلم کے برابر صحت میں اور قوت عمل میں تمام جہان میں کوئی کتاب نہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن حجر نے لکھا ہے :

وَيَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلٰى تَخْرِيْجِهٖ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا وَمَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِىُّ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَآءِ بَعْدَهُمَا عَلٰى تَلَقِّىْ كِتَابَيْهِمَا بِالْقُبُوْلِ۔ (۱)

اور ایک دوسری پر فضیلت رکھنے کے اعتبار سے سب سے پہلے درجے میں وہ احادیث آتی ہیں جن کی تخریج پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہوں نہ کہ وہ حدیث جسے ان میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو۔ دوسرے درجے میں وہ حدیث آئے گی جسے صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو اور بعد ازاں وہ حدیث جس کی تخریج امام مسلم نے کی ہو۔ اس لیے کہ علمائے امت نے شیخین کے بعد ان کی کتابوں کو بالاتفاق شرف قبول بخشا ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا :

اِعْلَمْ اَنَّ مَا كَانَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ فِى الصَّحِيْحَيْنِ اَوْ فِىْ اَحَدِهِمَا جَازَ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ مِنْ دُوْنِ الْبَحْثِ لِاَنَّهُمَا الْتَزَمَا الصِّحَّةَ وَتَلَقَّتْ مَا فِيْهِمَا الْاُمَّةُ بِالْقُبُوْلِ۔ (۲)

جان رکھنا چاہیے کہ جو روایات صحیحین میں موجود ہیں یا ان میں سے کسی ایک میں پائی جاتی ہیں ان سے استدلال کرنا یا حجت پکڑنا بغیر کسی بحث اور تامل کے جائز ہے کیونکہ بخاری اور مسلم نے تخریج احادیث میں صحت کا غایت درجہ التزام کیا ہے اور امت نے ان کی جمیع روایات کو سند قبول عطا کی ہے۔

امام نووی نے کہا ہے :

اِتَّفَقَ الْعُلَمَآءُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اَنَّ اَصَحَّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ الْعَزِيْزِ الصَّحِيْحَانِ الْبُخَارِىُّ

علماء کرام رحمہم اللہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن عزیز کے بعد صحیح ترین کتابیں امام بخاری اور مسلم کی صحیحین ہیں۔ امت نے ان

---

(۱) نزهة النظر شرح نخبة الفكر مطبوعه نور محمد ص-۲۹

(۲) نیل الاوطار (شرح منتقى الاخبار) ج-۱' ص-۲۲

وَمُسْلِمٌ وَتَلَقَّتْهُمَا الْاُمَّةُ بِالْقُبُوْلِ وَكِتَابُ الْبُخَارِيِّ اَصَحُّهُمَا وَاَكْثَرُهُمَا فَوَائِدَ وَمَعَارِفَ ظَاهِرَةً وَغَامِضَةً وَقَدْ صَحَّ اَنَّ مُسْلِمًا كَانَ مِمَّنْ يَسْتَفِيْدُ مِنَ الْبُخَارِيِّ وَيَعْتَرِفُ بِاَنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ نَظِيْرٌ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ وَهٰذَا الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَرْجِيْحِ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ هُوَ الْمَذَاهِبُ الْمُخْتَارُ الَّذِيْ قَالَهُ الْجَمَاهِيْرُ وَاَهْلُ الْاِتْقَانِ وَالْحَذْقِ وَالْغَوْصِ عَلٰى اَسْرَارِ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَبُوْ عَلِيِّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ النَّيْشَابُوْرِيُّ الْحَافِظُ الْحَاكِمُ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْبَيِّعِ كِتَابُ مُسْلِمٍ اَصَحُّ وَوَافَقَهٗ بَعْضُ شُيُوْخِ الْمَغْرِبِ وَالصَّحِيْحُ الْاَوَّلُ۔[۱]

کتابوں کو قبولیت کی سند عطا کی ہے اور ان دونوں میں سے ظاہر اور دقیق فوائد و معارف کے اعتبار سے بخاری کی جامع صحیح تر ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ امام مسلم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام بخاری سے استفادہ کیا ہے اور جو اعتراف کرتے ہیں کہ علم حدیث میں ان کا کوئی ہمسر نہیں اور ترجیح بخاری کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہی وہ مذہب مختار ہے کہ جس کے جمہور علمائے امت اور صاحبان اتقان و حذاقت جو اسرار حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں قائل ہیں۔ اور یہ جو حاکم کے شیخ، حسین بن علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ امام مسلم کی کتاب (جامع بخاری سے) صحیح تر ہے اور ان کے اس قول کی موافقت مغرب کے بعض شیوخ نے بھی کی ہے (تو ان کی یہ بات صحیح نہیں) صحیح بات وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔

مزید برآں شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں کہا ہے :

وَاَمَّا جَامِعُ الْبُخَارِيِّ الصَّحِيْحُ فَاَجَلُّ كُتُبِ الْاِسْلَامِ وَاَفْضَلُهَا بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ وَهُوَ اَعْلٰى فِيْ وَقْتِنَا هٰذَا اِسْنَادًا لِلنَّاسِ وَمِنْ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً يَفْرَحُوْنَ الْعُلَمَاءُ بِعُلُوِّ سِمَاعِهٖ فَكَيْفَ الْيَوْمَ فَلَوْ رَحَلَ شَخْصٌ بِسِمَاعِهٖ مِنْ اَلْفِ فَرْسَخٍ لَمَا ضَاعَتْ رِحْلَتُهٗ۔[۲]

اور جہاں تک امام بخاری کی الجامع الصحیح کا تعلق ہے وہ کتاب اللہ کے بعد کتب اسلام میں سے بزرگ ترین اور افضل ترین کتاب ہے۔ اور وہ لوگوں کے نزدیک ہمارے اس موجودہ دور میں بھی ازروئے سند بہت بلند پایہ ہے۔ تیس سال سے علماء اس کے سماع عالی سے مسرور ہیں پھر آج کیوں نہ ہوں۔ اگر کوئی صاحب اس کے سماع کے لیے ہزار کوس کی مسافت بھی طے کریں تو یہ رائیگاں نہ جائے گی۔

قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے :

وَاَمَّا تَالِيْفُهٗ يَعْنِيْ الْبُخَارِيَّ فَاِنَّهَا سَارَتْ مَسِيْرَ الشَّمْسِ وَدَارَتْ فِي الدُّنْيَا فَمَا جَحَدَ فَضْلَهَا اِلَّا الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ وَاَجَلُّهَا وَاَعْظَمُهَا الْجَامِعُ الصَّحِيْحُ اِنْتَهٰى۔[۳]

امام بخاری کی تالیفات سورج کی طرح گردش کر رہی ہیں اور ساری دنیا میں مقبول اور متداول ہیں۔ ان کی بزرگی اور فضیلت کا منکر صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جسے شیطان نے تسلط جما کر مخبوط الحواس کر دیا ہو اور ان کی جملہ تالیفات میں سے افضل ترین ان کی الجامع الصحیح ہے' انتہی۔

---

(۱) مقدمہ للنووی من شرح مسلم فصل اصح الکتب بعد القرآن الصحیحان ص-۱۲۸

(۲) قسطلانی جلد اول۔

(۳) قسطلانی شرح بخاری ج-۱

شیخ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا :

وَكِتَابُهُ الصَّحِيْحُ يُسْتَسْقٰى بِقِرَاءَ تِهِ الْغَمَامُ وَاَجْمَعَ عَلٰى قُبُوْلِهٖ وَصِحَّةِ مَا فِيْهِ اَهْلُ الْاِسْلَامِ۔ (۱)

اور ان کی الجامع الصحیح وہ کتاب ہے کہ جسے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی جاتی ہے اور اس کی قبولیت اور صحت پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہا :

اَمَّا الصَّحِيْحَانِ فَقَدْ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ مَا فِيْهِمَا مِنَ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ صَحِيْحٌ بِالْقَطْعِ وَاَنَّهُمَا مُتَوَاتِرَانِهٖ اِلٰى مُصَنِّفِيْهِمَا وَاَنَّهٗ كُلُّ مَنْ يُّهَوِّنُ اَمَرَهُمَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ شِئْتَ الْحَقَّ الصُّرَاحَ فَقِسْهُ بِكِتَابِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَكِتَابِ الطَّحَاوِيِّ وَمُسْنَدِ الْخُوَارْزَمِيِّ وَغَيْرِهِمَا لَتَجِدَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُمَا بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ۔ (۲)

جہاں تک صحیحین کا تعلق ہے محدثین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان میں پائی جانے والی جملہ احادیث جو متصل اور مرفوع ہیں قطعی طور پر صحیح ہیں اور سند متواتر سے ان کے مصنفوں تک پہنچی ہیں۔ اب جو شخص ان کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتا ہے وہ مبتدع ہے اور ایمان داروں کی راہ سے انحراف کرتا ہے۔ اگر تو صحیحین کا حقیقی مرتبہ و مقام واضح طور پر جاننا چاہیے تو ان کی کتاب ابی شیبہ کتاب طحاوی اور مسند خوارزمی وغیرہ سے تقابل کر کے دیکھ لے تو ان کتابوں میں اور صحیحین میں بعدالمشرقین پائے گا۔

سید جمال الدین نے جو روضۃ الاحباب کے مصنف ہیں رسالہ اصول حدیث میں لکھا ہے :

اَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِي الصَّحِيْحِ الْمُجَرَّدِ الْاِمَامُ الْبُخَارِيُّ ثُمَّ مُسْلِمٌ وَكِتَابَاهُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَاَعْلٰى اَقْسَامِ الصَّحِيْحِ مَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ ثُمَّ مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ۔ (۳)

سب سے پہلے جس نے صرف صحیح (احادیث پر مشتمل کتاب) تصنیف کی امام بخاری نے پھر امام مسلم اور ان کی کتابیں سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں ماسوائے قرآن کے یہاں تک کہ سید جمال الدین نے کہا کہ بلند ترین اقسام صحیح وہ ہے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو پھر وہ جو صرف بخاری کی روایت ہو پھر وہ جو اکیلی مسلم کی تخریج ہو۔

پانچواں جواب: معترض صاحب نے حدیث پر چلنے والوں پر الزام دینے کی نیت سے اگرچہ اپنی طرف سے بہت ہی سعی کی اور زور لگایا کہ بخاری میں سے کوئی حدیث ایسی نکل آئے جو بظاہر قابل عمل نہ ہو لیکن اس قسم کی ایک بھی مرفوع حدیث تمام کتاب بخاری سے نہ نکال سکے صرف ایک تو ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابی کا قول کہ جس کا جواب اوپر گزر چکا ہے اور دوسرا ابی درداء رضی اللہ عنہ صحابی کا قول کہ جس کا جواب چوبیسویں مغالطے کے جواب میں قریب ہی آتا ہے' لائے ہیں۔ ان کا مقصد ایسی باتوں کے لکھنے سے یہی ہے کہ کوئی شخص حدیث پر عمل نہ کر بیٹھے۔ ہم بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ عامۃ الناس کو عموماً اور مقلدین کو خصوصاً اپنی کتاب پاک اور اپنے رسول برحق کی آسان اور واضح تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین الہ الحق آمین۔

---

(۱) قسطلانی شرح بخاری ج۔۱

(۲) حجة الله البالغة باب طبقات کتب حدیث ج۔۱

(۳) رسالہ اصول حدیث۔

چوبیسواں مغالطہ

بخاری کی ایک حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک مقلد نے حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیا ہے کہ بخاری میں ہے کہ اگر شراب میں مچھلی ڈال کر ذرا دھوپ میں رکھ کر پی لے تو درست ہے۔ اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ جو بخاری میں ہے : قَالَ اَبُو الدَّرْدَآءِ فِي الْمُرْيِ ذَبْحُ الْخَمْرِ النِّيْنَانُ وَالشَّمْسُ۔ [1] ”ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے (شراب) مری کے بارے میں فرمایا کہ اس کا نشہ زائل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں اور اسے دھوپ میں رکھ دیا جائے۔“

فائدہ: عینی حنفی نے کہا کہ ابودرداء یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے اور شراب میں مچھلی ڈالنے سے اس کا ضرر اور سختی دور ہو جاتی ہے اور دھوپ میں رکھنے سے اس کا سرکہ بن جاتا ہے اور وہ شراب حلال ہو جاتی ہے' انتھی۔

معترض صاحب کے نزدیک اگر ابودرداء کا قول قابل عمل نہیں ہے تو پھر حنفیہ تو سب کے سب ان کے نزدیک گمراہ ٹھہرے اس لیے کہ تمام کتب حنفیہ میں شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حلال لکھا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب نے جامع بخاری کی تنقیص میں اپنے مذہب کو بھی بلائے طاق رکھ دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے ہدایہ جلد چہارم کتاب الاشربہ۔ اور جب شراب کا سرکہ بن جائے تو حلال ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنایا جائے۔ دونوں صورتیں یکساں ہیں اور شراب کا سرکہ بنانا اپنے اندر کراہت کا کوئی پہلو نہیں رکھتا۔ [2]

دوسرا جواب: بخاری وغیرہ کتب حدیث کی عداوت کے باعث اگرچہ معترض صاحب ابودرداء صحابی رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کے بظاہر قائل معلوم نہیں ہوتے لیکن جس امام کی تقلید ان کے نزدیک واجب ہے' وہ تو صحابی کے قول یا فعل سے حجت پکڑنا جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نورالانوار میں ہے : وَقَدْ اتَّفَقَ عَمَلُ اَصْحَابِنَا بِالتَّقْلِيْدِ فِيْ مَالاَ يُفْعَلُ بِالْقِيَاسِ يَعْنِيْ اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ كُلَّهُمْ مُتَّفِقُوْنَ بِتَقْلِيْدِ الصَّحَابِيِّ۔ [3] ”اب ہمارے اصحاب اس مسئلے میں تقلید پر متفق العمل ہیں جس میں قیاس نہ کیا جا سکتا ہو۔ یعنی ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین سب صحابی کی تقلید پر متفق ہیں۔“

حسامی میں لکھا ہے : وَيَسْقُطُ الْعَمَلُ بِالْحَدِيْثِ اِذَا ظَهَرَ مُخَالَفَتُهُ قَوْلاً اَوْ عَمَلاً مِنَ الرَّاوِيْ بَعْدَ الرِّوَايَةِ اَوْ مِنْ غَيْرِهِ مِنْ اَئِمَّةِ الصَّحَابَةِ۔ [4] ”یعنی جب راوی کسی حدیث کی روایت کرنے کے بعد یا ائمہ صحابہ میں سے کوئی امام حدیث کے خلاف کوئی بات کہے یا عمل کرے تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہ ہو گا بلکہ صحابی ہی کے قول یا فعل پر عمل کرنا جائز ہو گا۔“

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الذبائح والصید باب قول احل لکم صید البحر۔

(۲) نورالانوار۔

(۳) نورالانوار۔

(۴) حسامی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اصول فقہ کی رو سے بھی ایک صحابی کی تقلید کرتے ہوئے شراب کا سرکہ بنا لینا جائز ہے۔ معترض کو چاہیے تھا کہ وہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے امام کے مذہب اور اپنی فقہ کے اصول کا خیال رکھتا۔

جہاں تک حدیث پر عمل کرنے والوں کا تعلق ہے۔ ان کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حرام ہے کیونکہ صحیح مسلم اور ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا :

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ تُتَّخَذُ خَلاًّ قَالَ لَا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا گیا آیا اس کا سرکہ بنا لینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں' اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول جو شراب کا سرکہ جائز ہونے کے باب میں ہے حدیث پر عمل کرنے والے اس کو ان کا قول تو جانتے ہیں لیکن حدیث صحیح مرفوع کے سامنے صحابی کے قول یا فعل کو حجت نہیں مانتے۔ اس کے دلائل بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔ اگر کوئی حنفی اس بات کا یہ جواب دے کہ ہمارے مذہب میں بھی تو حدیث صحیح مرفوع کے ہوتے ہوئے صحابی کے قول یا فعل پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب: اول تو آپ کی اصول فقہ کی کتاب حسامی سے کہ جس کی عبارت اوپر گزر چکی ہے ظاہر ہے کہ حدیث کے خلاف اگر صحابی کوئی بات کہے یا عمل کرے تو حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ کتب فقہ حنفیہ میں سینکڑوں مسائل اس قسم کے موجود ہیں کہ جن کی بنا حدیث صحیح مرفوع کے مخالف صحابی کے قول یا فعل پر ہی رکھی گئی ہے اور اس قسم کے کئی مسائل فقہ حنفی اس کتاب میں بھی موجود ہیں جو صاحب دیکھنا چاہیں گذشتہ اوراق میں دیکھ لیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جامع بخاری میں تو ایسی احادیث موجود نہیں جو قابل عمل نہ ہوں۔ خود معترض بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دو صحابہ کے اقوال ہی پیش کر سکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں پیش کر سکا جو صحیح بخاری میں ہو اور قابل عمل نہ ہو۔ اس کے برعکس کتب فقہ ایسے مسائل سے بھری پڑی ہیں جو احادیث صحیحہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو قابل عمل نہیں۔

تیسرا یہ کہ معترض صاحب جس امام کے مقلد ہیں ان کے نزدیک تو شراب پینا بھی منع نہیں ہے پس تعجب ہے کہ انہوں نے بخاری میں سے ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول شراب کا سرکہ جائز ہونے کے باب میں دیکھ کر کس طرح بخاری پر اعتراض کیا شائد انہیں اپنے مذہب کے مسائل سے واقفیت نہیں کیونکہ فقہ حنفیہ کی سب سے معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ شراب کو اتنی مقدار میں پینا درست ہے جس سے نشہ پیدا نہ ہو اور ان کے نزدیک شراب نو پیالوں تک تو نشہ نہیں کرتی دسواں پیالہ پینے کے بعد البتہ نشہ کرتی ہے لیکن حد اس وقت بھی نہیں آئے گی۔ اس کا بیان اس کتاب کے بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۸۱ میں مفصل موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

تَمَّ الْمُجَلَّدُ الْاَوَّلُ مِنَ الْكِتَابِ الظَّفَرِ الْمُبِيْنِ فِيْ رَدِّ مُغَالَطَاتِ الْمُقَلِّدِيْنَ بِعَوْنِ اللّٰهِ اَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ۔ وَمَا نُرِيْدُ بِهِ اِلَّا اِصْلَاحَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اَلَّذِيْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب تحریم تخلیل الخمر ج-۱۳' ص-۱۵۱' حدیث-۵۱۱۱

قال اللہ تعالیٰ

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا

''اور جو کچھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو دیں، وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں اس سے رک جایا کرو'' (سورۃ الحشر-۷)

الظفر المبین

فی ردّ

مغالطات المقلدین

حصہ دوم

تالیف

مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی رحمہ اللہ

تحقیق ونظر ثانی

مولانا محمد زبیر عقیل

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ محمدیہ چک 109/7.R۔ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

پہلا مغالطہ

کیا اہلحدیث نواب' صدیق حسن' امام شوکانی اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ عنہم کے مقلد ہیں؟

مقلدین ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ اہل حدیث نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور امام شوکانی اور محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ عنہم کے مقلد ہیں اور مسک الختام وغیرہ کتب نواب بھوپال اور نیل الاوطار وغیرہ تصانیف امام شوکانی جو جمہور علماء اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہیں ان پر یہ لوگ عمل کرتے ہیں۔

جواب: اہل حدیث حضرات کو نواب صاحب یا امام شوکانی کا مقلد کہنا صحیح نہیں۔ یہ لوگ کسی مسئلے میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔ جب انہوں نے چار اماموں کی تقلید چھوڑ دی ہے تو پھر نواب صاحب اور امام شوکانی کی تقلید کیوں اختیار کرنے لگے۔ اہل حدیث ہرگز ان کے مقلد نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے کسی کتاب میں ان کی تقلید کا اقرار کیا ہے بلکہ یہ لوگ فقط قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مجتہدین کے جملہ اقوال کو حجت شرعی نہیں جانتے ہیں۔ البتہ ان کا جو قول قرآن و حدیث کے موافق ہو اسے مانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل سنت کا جو قاعدہ ہے کہ المجتهد يخطئ ويصيب اسے زیر نظر رکھتے ہیں پس ان کا متمسک فقط قرآن و حدیث ہے اور نواب صاحب و امام شوکانی کے بعض اقوال موافقہ پر جو عمل کرتے ہیں تو فقط اس وجہ سے کہ وہ مسئلہ نص قرآن و حدیث سے ثابت ہے نہ اس وجہ سے کہ ان میں ان کی تقلید پیش نظر ہے اور نہ اس وجہ سے کہ یہ مسئلہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے یا ان کا اس پر عمل ہے یا ان کے معتقدات سے ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ بعض مسائل میں کسی امام کے ساتھ موافق ہونے سے اس کی تقلید لازم نہیں آتی۔ ایسا ہو تو حنفی لوگ شافعی و مالکی وغیرہ کہلائیں اور شوافع اور موالک کو حنفی کہا جائے اس لیے کہ بعض مسائل میں آپس میں تمام مذاہب موافق ہیں لہٰذا اہلحدیث حضرات کو اس وضاحت کے بعد بھی نواب بھوپال یا امام شوکانی کا مقلد قرار دینا صحیح نہیں۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ امام شوکانی اور نواب صاحب نے تو اپنی اپنی تصانیف میں قرآن و حدیث کو بیان کیا ہے اور جو مسئلہ ان میں لکھا ہے اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے پھر کیا حنفیوں کے نزدیک قرآن و حدیث بھی اہل سنت کے مخالف ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ نیز امام شوکانی وغیرہ کے تمام مسائل چار اماموں کے مذاہب میں موجود ہیں۔ ایسا مسئلہ ان میں کوئی نہیں ہے جس کا ائمہ اربعہ سے کوئی قائل نہ ہو الا ماشاء اللہ۔ پھر کیا چاروں امام بھی حنفیوں کے نزدیک جمہور علماء اہل سنت کے مخالف ہیں۔ علاوہ ازیں امام شوکانی وغیرہ کے مسائل جو خلاف جمہور ہیں اگر تلاش کئے جائیں تو چار پانچ سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تو سینکڑوں مسائل جمہور اہل سنت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک سو مسائل بطور نمونہ ہم بیان کرتے ہیں تاکہ عام اہل سنت بھی ان سے آگاہ رہیں اور احناف بھی اپنے مسلک کی صحیح حیثیت جان سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

جمہور علماء کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سو مسائل

مسئلہ نمبر ۱ جانور کو بطور قرض لینا درست نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی حیوان کو بطور قرض لینا درست نہیں ہے :

مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ اَنَّهٗ يَجُوْزُ قَرْضُ جَمِيْعِ الْحَيَوَانِ وَمَذْهَبُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ قَرْضُ شَيْئٍ مِّنَ الْحَيَوَانِ وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ۔ (۱)

امام شافعی' مالک اور جمہور علماء سلف و خلف کا مذہب ہے کہ تمام حیوانوں کا قرض لینا جائز ہے لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ حیوانات میں سے کسی کا بھی قرض لینا جائز نہیں اور یہ احادیث ان کے مذہب کی تردید کرتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲ ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے بیچنا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک غلام دو غلاموں کے بدلے مدت مقرر کر کے بیچا جائے یا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے بدلے بیچا جائے تو یہ بیع جائز نہیں ہے' سوان کا یہ مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَاِنْ بَاعَ عَبْدًا بِعَبْدَيْنِ اَوْ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ اِلٰى اَجَلٍ فَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ جَوَازُهٗ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لَا يَجُوْزُ انْتَهٰى۔ (۲)

پس اگر ایک غلام کو بدلے دو غلاموں کے یا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے بدلے مدت مقرر کر کے بیچے تو شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور کوفیوں کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ شفعہ جوار کے بارے میں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمسایہ کے لیے حق شفعہ ثابت ہے مگر یہ مسئلہ جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ لَا تَثْبُتُ بِالْجَوَارِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالثَّوْرِيُّ تَثْبُتُ بِالْجَوَارِ۔ (۳)

شافعی' مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ شفعہ جوار ثابت نہیں ہوتا لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری کہتے ہیں کہ شفعہ جوار ثابت ہوتا ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب من استسلف شیئًا فقضٰی خیرًا منه ج-۱۱' ص-۳۸' شرح حدیث-۴۰۸۴' ۴۰۸۸

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب جواز بیع الحیوان بالحیوان ج-۱۱' ص-۴۰' شرح حدیث-۴۰۸۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب الشفعة ج-۱۱' ص-۴۷' شرح حدیث-۴۱۰۳' ۴۱۰۵

مسئلہ نمبر ۴ تیسرے حصہ سے زائد مال کی وصیت کرنا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیسرے حصہ سے زائد مال کی وصیت کرنا جائز ہے' ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ اَنَّهُ لَا تَصِحُّ وَصِيَّتُهُ فِيْمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ وَجَوَّزَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابُهُ اِنْتَهٰى۔ (۱)

ہمارا (شافعیہ کا) اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تیسرے حصہ مال سے زیادہ میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے' ابوحنیفہ رحمہ اللہ جائز رکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۵ غلام اور لونڈی پر حد قائم کرنا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالک کے لیے اپنے غلام اور لونڈی پر اذن امام کے بغیر حد قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فِيْهِ اَنَّ السَّيِّدَ يُقِيْمُ الْحَدَّ عَلٰى عَبْدِهٖ وَاَمَتِهٖ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَيْسَ لَهٗ ذٰلِكَ۔ (۲)

اس حدیث میں ثابت ہے کہ آقا اپنے غلام اور لونڈی پر حد قائم کرے اور یہی مذہب ہمارا' امام مالک' احمد اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے جمہور علماء کا ہے۔ اس کے برعکس ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ آقا کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

مسئلہ نمبر ۶ کھجور کا نبیذ حرام نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھجور وغیرہ کا نبیذ اگرچہ اس میں شدت پیدا ہو جائے اور نشہ بھی لائے حرام نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَآءُ فِيْ مَنْ شَرِبَ النَّبِيْذَ وَهُوَ مَا سِوٰى عَصِيْرِ الْعِنَبِ مِنَ الْاَنْبِذَةِ الْمُسْكِرَةِ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَاَحْمَدُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ هُوَ حَرَامٌ يُجْلَدُ فِيْهِ كَجَلْدِ شَارِبِ الْخَمْرِ الَّذِيْ هُوَ عَصِيْرُ الْعِنَبِ سَوَآءٌ كَانَ يَعْتَقِدُ اِبَاحَتَهٗ اَوْ

اور علماء نے اس شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس نے نبیذ پیا ہو اور اس سے مراد افشردہ انگور کے علاوہ دوسرے نشہ آور نبیذ ہیں۔ اس کے بارے میں امام شافعی' مالک' احمد اور جمہور علمائے سلف و خلف کا قول ہے کہ یہ حرام ہے اور اس کے پینے والے کو شارب افشردہ انگور کی طرح کوڑے لگائے جائیں خواہ وہ اس کے جواز کا قائل ہو خواہ تحریم کا' مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور کوفہ کے دوسرے فقہاء کا قول یہ ہے کہ نشہ

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الوصیة باب الوصیة بالثلث ج-۱۱' ص-۸۰' شرح حدیث-۳۱۸۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب رجم الیهود اهل الذمة ج-۱۱' ص-۲۱۰' شرح حدیث ۴۴۲۰

تَحْرِيْمَهُ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لَا يَحْرُمُ وَلَا يُحَدُّ شَارِبُهُ۔ (۱)

اور نبیذ حرام نہیں اور نہ اس کے پینے والے پر حد لگائی جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۷ عورت کا اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرلے تو جائز ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَهٰذَ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ اخْتِصَاصِهِ بِالْمَسْجِدِ وَاَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِيْ غَيْرِهِ هُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَدَاوُدَ وَالْجَمْهُوْرِ سَوَآءٌ الرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَصِحُّ اِعْتِكَافُ الْمَرْاَةِ فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا وَهُوَ الْمَوْضِعُ الْمُهَيَّاُ مِنْ بَيْتِهَا لِصَلَاتِهَا۔ (۲)

اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے اور اس کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں یہی امام مالک، شافعی، احمد، داؤد اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔ چاہے اعتکاف کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ مگر ان سب کے خلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ گھر کی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا درست ہے اور گھر کی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جسے نماز کے لیے تیار کیا گیا ہو۔

مسئلہ نمبر ۸ اشعار کرنا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشعار کرنا جائز نہیں۔ اس معاملہ میں بھی ان کا موقف جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اِسْتِحْبَابُ الْاِشْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ فِي الْهَدَايَا مِنَ الْاِبِلِ وَبِهٰذَا قَالَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ الْاِشْعَارُ بِدْعَةٌ لِاَنَّهُ مُثْلَةٌ وَهٰذَا يُخَالِفُ الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ الْمَشْهُوْرَةَ فِي الْاِشْعَارِ۔ (۳)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اشعار اور قربانی کے جانوروں (اونٹوں) کی گردنوں میں جوتوں کا ہار ڈالنا مستحب ہے اور سلف و خلف کے جمہور علماء اس مسلک کے قائل ہیں لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اشعار (جانور کو نشانی کے طور پر زخم کرنا) بدعت ہے اس لیے کہ یہ مثلہ کی ایک قسم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک اشعار کے بارے میں مروی صحیح اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب حد الخمر ج۔۱۱، ص۔۲۱۵، شرح حدیث۔۴۴۲۷

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاعتکاف ج۔۸، ص۔۳۰۹، شرح حدیث۔۲۷۷۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب اشعار الهدی وتقلیده عند الاحرام ج۔۸، ص۔۳۵۲، شرح حدیث۔۳۰۰۶

مسئلہ نمبر ۹ حرم مکہ میں کافر کا داخل ہونا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرم مکہ میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَلَا يَجُوْزُ تَمْكِيْنُ كَافِرٍ مِنْ دُخُوْلِهٖ بِحَالٍ فَاِنْ دَخَلَهٗ فِيْ خُفْيَةٍ وَجَبَ اِخْرَاجُهٗ فَاِنْ مَاتَ وَدُفِنَ فِيْهِ نُبِشَ وَاُخْرِجَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ هٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَجَمَاهِيْرِ الْفُقَهَآءِ وَجَوَّزَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ دُخُوْلَهُمُ الْحَرَمَ۔ (۱)

پس کافر کو کسی حال میں بھی (حرم میں) داخل ہونے کے قابل بنانا جائز نہیں۔ اگر وہ خفیہ طریقے سے داخل ہو جائے تو اس کا اخراج واجب ہے اگر وہ داخل ہونے کے بعد (حدود حرم میں ہی) مرجائے اور وہیں دفن کر دیا جائے تو اس کی قبر کو کھود کر نکال دیا جائے۔ جب تک لاش متغیر نہ ہوئی ہو۔ یہ شافعی اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدود حرم میں کفار کا داخلہ جائز قرار دیا۔

مسئلہ نمبر ۱۰ عقیقہ کرنا سنت نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کرنا سنت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ مِنَ الْعِتْرَةِ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى اَنَّهَا سُنَّةٌ وَذَهَبَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِلٰى اَنَّهَا لَيْسَتْ فَرْضًا وَلَا سُنَّةً۔ (۲)

جمہور علماء عترت وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ تحقیق عقیقہ سنت ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نہ فرض ہے اور نہ سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو یہودی یا نصرانی کہے تو؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ اگر میں یہ کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں تو اس صورت میں اس پر کفارہ واجب ہے خواہ اس کام کو کر چکا ہو یا نہ کیا ہو۔ یہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ سَوَآءٌ فَعَلَهٗ اَمْ لَا هٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ فِيْ كُلِّ ذٰلِكَ۔ (۳)

اس پر کوئی کفارہ نہیں خواہ اس کام کو کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ یہ مذہب شافعی اور مالک اور جمہور علماء کا ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس پر ہر حال میں کفارہ ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الوصیۃ تحت باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئی یوصی فیہ ج-۱۱، ص-۹۵، شرح حدیث-۴۲۰۸

(۲) نیل الاوطار ج-۵، ص-۱۴۰

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الایمان باب من حلف باللات والعزیٰ ج-۱۱، ص-۱۰۹، شرح حدیث-۴۲۳۶

مسئلہ نمبر ۱۲ مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کرنا

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کو ذمی کافر کے بدلے میں قتل کیا جائے' جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَقَدْ يَسْتَدِلُّ بِهِ اَصْحَابُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ قَوْلِهِمْ يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالذِّمِّي وَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْعَبْدِ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ عَلٰى خِلاَفِهٖ۔ (۱)

اصحاب ابی حنیفہ اس سے اپنے اس قول کے حق میں دلیل پکڑتے ہیں کہ ''مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے اور آزاد کو غلام کے بدلے میں'' اور جمہور علماء اس کے مخالف ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۳ مساقات جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مساقات یعنی اپنی زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کا حصہ مقرر کر کے اجارہ دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ جَوَازُ الْمَسَاقَاةِ وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَالثَّوْرِيُّ وَاللَّيْثُ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَجَمِيْعُ الْفُقَهَآءِ وَاَهْلُ الظَّاهِرِ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَايَجُوْزُ۔ (۲)

ان احادیث سے مساقات کا جواز ثابت ہے اور اس کے قائل ہیں مالک' ثوری' لیث' شافعی' احمد اور تمام فقہاء محدثین اور اہل ظاہر اور جمہور علماء مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مساقات جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز نہیں' جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لَا يُحْكَمُ بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ فِيْ شَيْئٍ مِنَ الْاَحْكَامِ وَقَالَ جَمْهُوْرُ عُلَمَآءِ الْاِسْلَامِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَآءِ الْاَمْصَارِ يُقْضٰى بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فِي الْاَمْوَالِ وَمَا يُقْصَدُ بِهِ الْاَمْوَالُ وَبِهٖ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَعَلِيٌّ

ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور کوفہ کے دوسرے فقہاء نے کہا کہ ایک گواہ اور ایک قسم کے ساتھ کوئی فیصلہ نہ کیا جائے لیکن علمائے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے جمہور علمائے امصار کا مسلک یہ ہے کہ مالی معاملات یا جن سے اموال مقصود ہوں ان میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس مسلک کے قائلین میں سیدنا ابوبکر' سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبدالعزیز' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب ما یباح به دم المسلم ج-۱۱' ص-۱۶۶' شرح حدیث-۴۳۵۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی تحت کتاب المساقاة والمزارعة ج-۱۰' ص-۴۵۳' شرح حدیث-۳۹۳۹' ۳۹۴۴

وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَمَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَفُقَهَآءُ الْمَدِيْنَةِ وَسَآئِرُ عُلَمَآءِ الْحِجَازِ وَمُعْظَمُ عُلَمَآءِ الْاَمْصَارِ۔ (۱)

فقہائے مدینہ رحمہم اللہ اور حجاز کے تمام علماء اور بلاد و امصار کے علماء کی ایک بڑی اکثریت شامل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵ مرتد عورت کا قتل کرنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو قتل نہ کی جائے بلکہ قید کر دی جائے۔ ان کا یہ مسئلہ جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَالْمَرْاَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ اَنَّهَا تُقْتَلُ اِذَا لَمْ تَتُبْ وَلاَ يَجُوْزُ اسْتِرْقَاقُهَا هٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَالْجَمَاهِيْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تُسْجَنُ الْمَرْاَةُ وَلاَ تُقْتَلُ۔ (۲)

عورت مرد کے مانند ہے اس بات میں کہ قتل کی جائے جب توبہ نہ کرے اور اس کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب شافعیؒ مالک اور جمہور علماء کا ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورت قید کی جائے اور قتل نہ کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۶ گھوڑے کا گوشت کھانا

امام صاحب فرماتے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ اَنَّهٗ مُبَاحٌ لاَ كَرَاهَةَ فِيْهِ وَكَرِهَهَا طَآئِفَةٌ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ (۳)

شافعی اور جمہور سلف اور خلف کا یہ مذہب ہے کہ گھوڑے کا گوشت مباح ہے مکروہ نہیں، البتہ اس کو ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت نے مکروہ کیا ہے۔

پھر امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ گھوڑے کے گوشت کی ممانعت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ وَلَمْ يَثْبُتْ فِي النَّهْيِ حَدِيْثٌ۔

مسئلہ نمبر ۱۷ گوہ کا گوشت کھانا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گوہ کا گوشت کھانا مکروہ ہے جبکہ اس مسئلہ میں امام نووی رحمہ اللہ نے جمہور، بلکہ اجماع علماء اسلام کا ذکر کرتے ہوئے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاقضیة باب القضاء بالیمین والشاهد ج-۱۲، ص-۲۳۱، شرح حدیث-۴۴۶۷

(۲) صحیح مسلم۔

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصید والذبائح باب فی اکل لحوم الخیل ج-۱۳، ص-۹۶، شرح حدیث-۴۹۹۸

وَاَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الضَّبَّ حَلَالٌ لَیْسَ بِمَکْرُوْہٍ اِلاَّ مَا حُکِیَ عَنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ مِنْ کَرَاھَتِہٖ۔ (۱)

اہل اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ گوہ کا گوشت حلال ہے مکروہ نہیں، مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے اس کی کراہت کا تذکرہ کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸ کتے کے جوٹھے برتن کا دھونا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتے کا جوٹھا برتن تین بار دھونا چاہیے' سو ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِیْہِ وُجُوْبُ غَسْلِ نَجَاسَۃِ وُلُوْغِ الْکَلْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَھٰذَا مَذْھَبُ مَالِکٍ وَاَحْمَدَ وَالْجَمَاھِیْرِ وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ یَکْفِیْ غَسْلُہٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ (۲)

اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ کتے کا جوٹھا برتن سات بار دھونا واجب ہے اور یہ مذہب ہمارا' امام مالک اور جمہور کا ہے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تین بار دھونا کافی ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۱۹ ظہر کی نماز کا وقت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے حالانکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں :

اَمَّا اٰخِرُ وَقْتِ الظُّھْرِ فَلَمْ یُوْجَدْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ وَلَا ضَعِیْفٍ اَنَّہٗ یَبْقٰی بَعْدَ مَصِیْرِ ظِلِّ کُلِّ شَیْئٍ مِثْلَہٗ وَلِذَا خَالَفَ اَبَا حَنِیْفَۃَ فِیْ ھٰذِہٖ الْمَسْئَلَۃِ صَاحِبَاہُ وَوَافَقَا الْجَمْھُوْرَ۔ (۳)

ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہنا کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے صاحبین بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے میں مخالف ہو گئے ہیں' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۲۰ حاکم کا غلط فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی کا فیصلہ ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جاتا ہے حالانکہ جمہور علماء کا مسلک بتاتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ دَلَالَۃٌ لِمَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ وَمَالِکٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاھِیْرِ عُلَمَآءِ الْاِسْلَامِ وَفُقَھَآءِ الْاَمْصَارِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ فَمَنْ

اس حدیث میں امام شافعی' مالک' احمد اور جمہور علمائے اسلام اور مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے فقہاء جو صحابہ میں سے بھی ہیں اور تابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں سے بھی۔ سب کے مذہب کی

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ الضب فی اکل ج۔۱۳' ص۔۹۸' شرح حدیث۔۱۵۰۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج۔۳' ص۔۱۷۶' شرح حدیث۔۶۵۱

(۳) تفسیر مظہری۔

بَعْدَهُمْ اَنَّ حُكْمَ الْحَاكِمِ لَا يُحِيْلُ الْبَاطِنَ وَلَا يُحِلُّ حَرَامًا وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُحِلُّ حُكْمُ الْحَاكِمِ الْفُرُوْجَ۔ (۱)

دلیل پائی جاتی ہے کہ حاکم کا فیصلہ کسی چیز کو باطناً (حقیقت میں) حلال نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہے لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حاکم کا فیصلہ شرم گاہوں کو بھی حلال کر دیتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱ زنا سے حرمت نکاح

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس زانی پر حرام ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جمہور علماء رحمہ اللہ کے خلاف ہیں جیسا کہ مولوی احمد علی نے حاشیہ بخاری میں فتح الباری سے نقل کیا ہے: وَاَبَى ذٰلِكَ الْجَمْهُوْرُ "یعنی جمہور علماء نے اس بات سے انکار کیا ہے۔"

مسئلہ نمبر ۲۲ رضاعت کی مدت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رضاعت کی مدت جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے اڑھائی برس ہے جبکہ جمہور سلف اور خلف کا مسلک بتاتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے:

وَقَالَ سَائِرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَعُلَمَآءِ الْاَمْصَارِ اِلَى الْاٰنَ لَا يَثْبُتُ اِلَّا بِاِرْضَاعٍ مَنْ لَهٗ دُوْنَ سَنَتَيْنِ اِلَّا اَبَا حَنِيْفَةَ فَقَالَ سَنَتَيْنِ وَنِصْفٌ۔ (۲)

علمائے صحابہ و تابعین اور علمائے امصار جو اب تک ہوئے ہیں سب کا قول یہ ہے کہ حرمت اسی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے جو دو سال کے اندر ہو' مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اڑھائی برس تک دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ جبکہ جمہور علماء کا مذہب امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے:

هٰذَا دَلِيْلُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ تَخْلِيْلُ الْخَمْرِ وَلَا تَطْهُرُ بِالتَّخْلِيْلِ وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَاللَّيْثُ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ تَطْهُرُ۔ (۳)

یہ حدیث دلیل ہے شافعی اور جمہور علماء کے اس مسلک پر کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں ہے اور شراب سرکہ بنانے سے پاک نہیں ہو جاتی لیکن امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاقضیۃ باب الحکم بالظاھر واللحن بالحجۃ ج۔۱۲' ص۔۲۲۳' شرح حدیث۔۴۴۵۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب رضاعۃ الکبیر ج۔۱۰' ص۔۲۷۳' شرح حدیث۔۳۵۸۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاشربۃ باب تحریم تخلیل الخمر ج۔۱۳' ص۔۱۵۱' شرح حدیث۔۵۱۱۱

مسئلہ نمبر ۲۴ بیع کو منسوخ کرنے کا اختیار

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زبان کے ساتھ قول اقرار ہو جانے کے بعد بائع یا مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ جبکہ اس سلسلہ میں جمہور علماء کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے :

هٰذَا الْحَدِيْثُ دَلِيْلٌ لِثُبُوْتِ خِيَارِ الْمَجْلِسِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَبَايِعَيْنِ بَعْدَ انْعِقَادِ الْبَيْعِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا مِنْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ بِاَبْدَانِهِمَا وَبِهٰذَا قَالَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِمَّنْ قَالَ بِهٖ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاَبُوْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيُّ وَطَاؤُسٌ وَسَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَآءٌ وَشُرَيْحُ الْقَاضِيْ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَالشَّعْبِيُّ وَالزُّهْرِيُّ وَالْاَوْزَاعِيُّ وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَالْبُخَارِيُّ وَسَآئِرُ الْمُحَدِّثِيْنَ وَاٰخَرُوْنَ اِنْتَهٰى وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَثْبُتُ خِيَارُ الْمَجْلِسِ۔ (۱)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بیع منعقد ہو جانے کے بعد بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اس وقت تک بیع کو منسوخ کرنے کا اختیار رہتا ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ جمہور علماء اور ان کے بعد آنے والے اہل علم کا یہی مذہب ہے اور اس مذہب کے قائلین میں سے حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، ابوبرزہ اسلمی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور طاؤس، سعید بن مسیب، عطا، قاضی شریح، حسن بصری، شعبی، زہری، اوزاعی، ابن ابی ذئب، سفیان، شافعی، ابن مبارک، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، بخاری اور سارے ہی محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ ہیں۔ مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خیار مجلس ثابت نہیں ہوتا یعنی نفس ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے کسی کو دونوں سے بیع توڑنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

مسئلہ نمبر ۲۵ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بات کرنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کی سنت پڑھ کر فرض سے پہلے کلام کرنا مکروہ ہے، سو ان کا یہ مسئلہ جمہور علماء کے مخالف ہے۔ جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اِبَاحَةِ الْكَلَامِ بَعْدَ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجَمْهُوْرِ وَكَرِهَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ۔ (۲)

اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بعد سنت فجر کلام کرنا مباح ہے اور یہ مذہب ہمارا، امام مالک اور جمہور کا ہے اور اس کو کوفیوں نے مکروہ جانا ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ج-۱۰، ص-۲۱۳، شرح حدیث-۳۸۳۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶، ص-۲۶۶، شرح حدیث-۱۷۲۹

مسئلہ نمبر ۲۶ — ایک وتر پڑھنا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھنا جائز نہیں۔ یہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے' جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

قَوْلُهٗ (يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ) دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ اَقَلَّ الْوِتْرِ رَكْعَةٌ وَاَنَّ الرَّكْعَةَ الْفَرْدَةَ صَلٰوةٌ صَحِيْحَةٌ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَصِحُّ الْاِيْتَارُ بِوَاحِدَةٍ۔ (۱)

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ کم سے کم وتر ایک رکعت ہے اور تنہا ایک رکعت نماز صحیح ہے اور یہی مذہب ہمارا اور جمہور کا ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فقط ایک رکعت وتر جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۷ — سواری پر وتر پڑھنا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر میں سواری پر وتر پڑھنے جائز نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے' جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ لِمَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَالْجَمْهُوْرِ اَنَّهٗ يَجُوْزُ الْوِتْرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ حَيْثُ تَوَجَّهَ وَاَنَّهٗ سُنَّةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ هُوَ وَاجِبٌ وَلَا يَجُوْزُ عَلَى الرَّاحِلَةِ۔ (۲)

اس حدیث میں ہمارے مذہب اور امام مالک' احمد اور جمہور کے مذہب کی دلیل ہے کہ تحقیق وتر سواری پر سفر میں جائز ہیں جس طرف بھی متوجہ ہو اور وہ سنت ہیں واجب نہیں مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وتر واجب ہیں اور سواری پر پڑھنے جائز نہیں' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۲۸ — نماز فجر کا وقت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بقدر ایک رکعت کے صبح کی نماز کا وقت پایا اور پھر آفتاب نکل آیا تو اس صورت میں اس کی نماز صبح باطل ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَاَمَّا فِي الصُّبْحِ فَقَالَ بِهٖ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَالْعُلَمَآءُ كَافَّةً اِلَّا اَبَا حَنِيْفَةَ فَاِنَّهٗ قَالَ تَبْطُلُ صَلٰوةُ الصُّبْحِ بِطُلُوْعِ الشَّمْسِ فِيْهَا۔ (۳)

اور صبح کی نماز ایک رکعت پڑھنے کے بعد اگر سورج طلوع ہو جائے تو امام مالک' شافعی' احمد اور دیگر تمام علماء کے قول کے مطابق نماز ہو جاتی ہے۔ مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ طلوع شمس سے نماز صبح باطل ہو جاتی ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة المسافرین باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶' ص-۲۶۲' شرح حدیث-۱۲۱۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة المسافرین باب جواز النافلة علی الدابة فی السفر حیث توجهت ج-۵' ص-۲۱۷' شرح حدیث-۱۶۱۶

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب من ادرک رکعة من الصلاة فقد ادرک تلک الصلاة ج-۵' ص-۱۰۵' شرح حدیث-۱۳۷۳

مسئلہ نمبر ۲۹ — نماز استسقاء میں چادر الٹ پلٹ کر اوڑھنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز استسقاء میں چادر پلٹ کر اوڑھنا مستحب نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے' جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ لِلشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ فِيْ اسْتِحْبَابِ تَحْوِيْلِ الرِّدَآءِ وَلَمْ يَسْتَحِبَّهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ [۱]

اس حدیث میں امام شافعی' مالک' احمد اور جمہور علماء رحمہم اللہ کی دلیل ہے کہ چادر الٹ پلٹ کر اوڑھنا مستحب ہے مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسے مستحب نہیں جانا۔

مسئلہ نمبر ۳۰ — استسقاء میں نماز پڑھنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استسقاء میں نماز پڑھنا سنت نہیں ہے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَقَالَ سَائِرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ تُسَنُّ الصَّلٰوةُ وَلَمْ يُخَالِفْ فِيْهِ اِلَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ [۲]

تمام علماء سلف و خلف اور تابعین اور جو ان کے بعد پیدا ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ استسقاء میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی سوائے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے' انتھی۔

مسئلہ نمبر ۳۱ — سورج گرہن کی نماز

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورج گہن کی نماز میں ہر رکعت میں فقط ایک ہی قیام ہے' سو ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فَالْمَشْهُوْرُ فِيْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ اَنَّهَا رَكْعَتَانِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قِيَامَانِ وَقِرَاءَتَانِ وَرُكُوْعَانِ وَبِهٰذَا قَالَ مَالِكٌ وَاللَّيْثُ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَجَمْهُوْرُ عُلَمَآءِ الْحِجَازِ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ هُمَا رَكْعَتَانِ كَسَائِرِ النَّوَافِلِ۔ [۳]

مشہور مذہب شافعی کا یہ ہے کہ گہن کی نماز دو رکعت ہے۔ ہر رکعت میں دو قیام ہیں اور دو قراءت اور دو رکوع اور امام مالک' اور لیث' احمد' ابوثور اور جمہور علماء ملک حجاز وغیرہ اسی کے قائل ہیں لیکن فقہائے کوفہ کہتے ہیں کہ گہن کی نماز اور تمام نفلوں کی طرح دو رکعت ہی ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ الاستسقاء باب صلاۃ الاستسقاء ج۔٦' ص۔٣٢٧' شرح حدیث۔٢٠٦٧

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ الاستسقاء باب صلاۃ الاستسقاء ج۔٦' ص۔٣٢٧' شرح حدیث۔٢٠٦٧

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الکسوف باب صلاۃ الکسوف ج۔٦' ص۔٣٣٨' شرح حدیث۔٢٠٨٦

مسئلہ نمبر ۳۲ اگر کوئی شخص بھول کر زیادہ نماز پڑھ لے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایک رکعت بھول کر زیادہ پڑھ جائے تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

فِيْهِ دَلِيْلٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَالْجَمْهُوْرِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ اَنَّ مَنْ زَادَ فِيْ صَلٰوتِهٖ رَكْعَةً نَاسِيًا لَمْ تَبْطُلْ صَلٰوتُهٗ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِنْ زَادَ رَكْعَةً سَاهِيًا بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ۔ [۱]

اس میں امام شافعیؒ' مالکؒ' احمدؒ اور جمہور علماء سلف و خلف کے مذہب کی دلیل ہے کہ تحقیق جو شخص بھول کر ایک رکعت زیادہ پڑھ جائے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ایک رکعت بھول کر زیادہ پڑھ جائے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے' انتہٰی۔

مسئلہ نمبر ۳۳ بکری وغیرہ کا بیچنے کیلئے دودھ روکنا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصریہ میں یعنی بکری وغیرہ کو کئی دن دودھ بند کر کے بیچ ڈالنے میں خریدار کو چاہیے اس کو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صاع کھجوروں کا اس کے ساتھ نہ دے۔ اس میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جمہور علماء کے مخالف ہیں۔
اس لیے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے خواہ اس کو اپنے پاس رکھے یا کھجوروں کا ایک صاع دے کر واپس کر دے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَرُدُّهَا وَلاَ يَرُدُّ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔ [۲]

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مصرات کو رد کر دے اور دودھ کے بدلے ایک صاع کھجوروں کا نہ دے۔

اور نیل الاوطار میں لکھا ہے :

وَقَدْ اَخَذَ بِظَاهِرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْجَمْهُوْرُ۔ [۳]

اور اس حدیث کے ظاہر پر جمہور نے عمل کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴ اقامت مثل اذان کے ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اقامت مثل اذان کے ہے یعنی تکبیر کے بھی اذان کی طرح پندرہ کلمات ہیں' جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم [۴] میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ' احمدؒ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمے ہیں' انتہٰی۔ اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب السهو فی الصلاۃ ج-۵' ص-٦٦' شرح حدیث-۱۲۸۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب حکم بیع المصراۃ ج-۱۰' ص-۳۰۷' شرح حدیث-۳۸۱۲

(۳) نیل الاوطار ج-۵' ص-۲۲۸

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلٰوۃ باب الامر بشفع الاذان وایتار الاقامۃ الا کلمة الاقامة فانها مثناۃ ج-۴' ص-۳۰۰' شرح حدیث-۸۳٦

قَالَ الْخَطَّابِيُّ مَذْهَبُ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ وَالَّذِیْ جَرٰی بِهِ الْعَمَلُ فِي الْحَرَمَيْنِ وَالْحِجَازِ وَالشَّامِ وَالْيَمَنِ وَمِصْرَ وَالْمَغْرِبِ اِلٰی اَقْصٰی بِلَادِ الْاِسْلَامِ اَنَّ الْاِقَامَةَ فُرَادٰی اِنْتَهٰی۔ (۱)

خطابی نے کہا کہ جمہور علماء کا مذہب اور جس پر حرمین، حجاز، شام، یمن، مصر اور مغرب حتیٰ کہ دور دراز کے اسلامی ممالک عمل پیرا ہیں، یہ ہے کہ اقامت کے کلمات مفرد ہیں، انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۳۵ ریشمی تکیہ پر بیٹھنا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریشمی تکیہ پر بیٹھنا جائز ہے حالانکہ جمہور کا مذہب امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہ لکھا ہے:

يَدُلُّ عَلٰی تَحْرِيْمِ الْجُلُوْسِ عَلَی الْحَرِيْرِ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الْجَمْهُوْرُ اِنْتَهٰی۔

ریشمی (چیز) پر بیٹھنا جمہور کے نزدیک حرام ہے، انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۳۶ نکاح سے قبل طلاق دینا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو کہے کہ اگر میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی جمہور علماء کے مذہب کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے:

فَذَهَبَ جَمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اِلٰی اَنَّهٗ لَا يَقَعُ اِنْتَهٰی۔ (۲)

جمہور صحابہ و تابعین وغیرہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۳۷ مسافر کے لیے قربانی مشروع نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسافر کے لیے قربانی مشروع نہیں ہے جبکہ جمہور کا مذہب بتاتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے:

وَفِيْهِ اَنَّ الضَّحِيَّةَ مَشْرُوْعَةٌ لِلْمُسَافِرِ كَمَا هِيَ مَشْرُوْعَةٌ لِلْمُقِيْمِ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَبِهٖ قَالَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ اِنْتَهٰی۔ (۳)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی مسافر کے لیے مشروع ہے جیسے کہ مقیم کے لیے مشروع ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے، انتھٰی۔

---

(۱) نیل الاوطار ج۔۲، ص۔۴۳

(۲) نیل الاوطار کتاب الطلاق باب من علق الطلاق قبل النکاح ج۔۶، ص۔۲۵۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاضاحیی باب بیان ما کان من النھیی عن اکل لحوم الاضاحیی بعد ثلاث ج۔۱۳، ص۔۳۵، شرح حدیث۔۵۰۸۳

مسئلہ نمبر ۳۸ — جو مچھلی دریا میں مرجائے اس کا حکم

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو مچھلی دریا میں بلا کسی سبب کے مرجائے اس کا گوشت حلال نہیں۔ یہ مسئلہ جمہور کے خلاف ہے' چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاَمَّا السَّمَكُ الطَّافِيْ وَهُوَ الَّذِيْ يَمُوْتُ فِي الْبَحْرِ بِلاَ سَبَبٍ فَمَذْهَبُنَا اِبَاحَتُهٗ وَبِهٖ قَالَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لاَ يَحِلُّ۔ [1]

جو مچھلی دریا میں بغیر کسی سبب کے مرجائے اس کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ مباح ہے اور جمہور علماء صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اسی کے قائل ہیں' مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ حلال نہیں ہے۔

اور حنفیہ اس باب میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لاتے ہیں اور مؤلف فتح المبین نے بھی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ سو اس کا جواب امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں یہ دیا ہے :

وَاَمَّا الْحَدِيْثُ الْمَرْوِيُّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَلْقَاهُ الْبَحْرُ اَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوْهُ وَمَا مَاتَ فِيْهِ فَطَفَا فَلاَ تَأْكُلُوْهُ فَحَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ بِاتِّفَاقِ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ لاَ يَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ لَوْ لَمْ يُعَارِضْهُ شَيْئٌ كَيْفَ وَهُوَ مُعَارِضٌ بِمَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ اَوْضَحْتُ ضُعْفَ رِجَالِهٖ فِيْ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ۔ [2]

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس چیز کو دریا پھینک دے یا اسے ہٹ جائے تو اس کو کھالو اور جو چیز کہ اس میں مر جائے اور پانی کے اوپر آجائے تو اس کو مت کھاؤ' سو یہ حدیث ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔ اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شے اس سے معارض نہ بھی ہو مگر اب تو وہ ہماری بیان کردہ (حدیث) سے معارض ہے اور تحقیق اس کا حال اور ضعف میں نے مہذب کی شرح میں بیان کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹ — نابالغ لڑکے کا حج منعقد نہیں ہوتا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نابالغ لڑکے کا حج منعقد نہیں ہوتا ہے یعنی اس پر احکام حج لازم نہیں ہوتے ہیں' سو یہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فَاَبُوْ حَنِيْفَةَ يَمْنَعُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ وَالْجَمْهُوْرُ يَقُوْلُوْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ اَحْكَامُ الْحَجِّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى۔ [3]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان تمام چیزوں کی ممانعت کرتے ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس پر احکام حج لازم ہوں گے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصید والذبائح باب اباحة میتات البحر ج۔۱۳' ص۔۸۸' شرح حدیث۔۴۹۷۴

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصید والذبائح باب اباحة میتات البحر ج۔۱۳' ص۔۸۸' شرح حدیث۔۴۹۷۴

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب صحة حج الصبی ج۔۹' ص۔۱۰۴' شرح حدیث۔۳۲۴۰

مسئلہ نمبر ۴۰ کتے کا بیچنا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتے کا بیچنا جائز ہے' حالانکہ جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے :

وَاَمَّا النَّهْيُ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَوْنُهُ مِنْ شَرِّ الْكَسْبِ وَكَوْنُهُ خَبِيْثًا فَيَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ بَيْعِهٖ وَاَنَّهٗ لَا يَصِحُّ بَيْعُهٗ وَلَا يَحِلُّ ثَمَنُهٗ وَلَا قِيْمَتُهٗ عَلٰى مُتْلِفِهٖ وَبِهٰذَا قَالَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَصِحُّ بَيْعُ الْكِلَابِ الَّتِيْ فِيْهَا مَنْفَعَةٌ۔ (۱)

اور کتے کی قیمت وصول کرنے کی ممانعت اس کام کا بدترین کسب میں سے ہونا اور کتے کا ایک خبیث جانور ہونا' اس کی بیع کی تحریم پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اس کی بیع و شراء درست نہیں۔ اور نہ اس کی قیمت حلال ہے اور نہ اس کی قیمت تلف کرنے والے کے لیے جائز ہے' جمہور علماء اس مذہب کے قائل ہیں۔ لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جن کتوں سے منفعت حاصل ہوتی ہو ان کی بیع و شراء جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱ عید کے دن کے روزے کی نذر مانی جائے تو اس کی قضا لازم ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر قصداً عید کے دن کے روزے کی نذر مانی جائے تو اس کی قضا لازم ہو جاتی ہے' سو یہ مسئلہ ان کا مخالف ہے جمہور علماء کے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَلَوْ نَذَرَ صَوْمَهُمَا مُتَعَمِّدًا لِعَيْنِهِمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُوْرُ لَا يَلْزَمُ قَضَآءُ هُمَا وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَلْزَمُ قَضَآءُ هُمَا وَخَالَفَ النَّاسَ كُلَّهُمْ اِنْتَهٰى۔ (۲)

اور اگر کوئی شخص دانستہ عیدین کے روزے کی نذر مانے تو امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک ان کی قضا لازم نہیں آتی مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ان کی قضا لازم آئے گی اور اس معاملہ میں انہوں نے تمام لوگوں کی مخالفت کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۲ نکاح شغار درست ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نکاح شغار صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل دینا لازم آتا ہے مگر جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ حاشیہ بخاری میں فتح الباری سے نقل کیا ہے :

فَالْجَمْهُوْرُ عَلَى الْبُطْلَانِ وَذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ اِلٰى صِحَّتِهٖ۔ (۳)

جمہور کہتے ہیں کہ یہ نکاح باطل ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ صحیح ہے' انتھٰی۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب تحریم ثمن الکلب ج۔۱۰' ص۔۲۷۷' شرح حدیث۔۳۹۸۵' ۳۹۹۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب تحریم صوم یوم العیدین ج۔۸' ص۔۲۵۷' شرح حدیث۔۲۶۶۶' ۲۲۷۱

(۳) حاشیہ جامع بخاری ص۔۷۶۶

مسئلہ نمبر ۴۳ لفظ ہبہ سے نکاح ہو جاتا ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ ہبہ سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ جمہور علماء اس کے بھی خلاف ہیں۔ چنانچہ مولوی احمد علی نے قسطلانی سے نقل کیا ہے :

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُوْرُ لَا يَنْعَقِدُ اِلَّا بِلَفْظِ التَّزْوِيْجِ اَوِ الْاِنْكَاحِ فَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْبَيْعِ وَالتَّمْلِيْكِ وَالْهِبَةِ۔ (۱)

امام شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ نکاح لفظ تزویج یا انکاح کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔ لہٰذا لفظ بیع اور تملیک اور ہبہ بولنے سے منعقد نہیں ہوگا' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۴۴ عورتوں کا جنازے کے پیچھے جانا حرام ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو جنازے کے پیچھے جانا حرام ہے حالانکہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے :

قَالَ الْقُرْطَبِيُّ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ يَقْتَضِيْ اَنَّ النَّهْيَ لِلتَّنْزِيْهِ وَبِهٖ قَالَ الْجَمْهُوْرُ وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَا يَنْبَغِيْ ذٰلِكَ۔ (۲)

قرطبی نے کہا کہ ظاہر حدیث تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور جمہور علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۵ غلاموں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تجارت کے لیے غلاموں کو خرید کیا ہو تو ان کا صدقہ فطر دینا مالک پر لازم نہیں آتا جبکہ جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے جیسا کہ حاشیہ میں قسطلانی سے نقل کیا ہے :

هٰذَا قَوْلُ الْجَمْهُوْرِ وَقَالَ الْحَنَفِيَّةُ لَا يَلْزَمُ السَّيِّدَ زَكٰوةُ الْفِطْرِ عَنْ عَبِيْدِ التِّجَارَةِ۔ (۳)

یہ جمہور کا قول ہے (کہ تجارت کے غلاموں کا صدقہ مالک پر واجب ہے) اور حنفیہ کہتے ہیں کہ تجارت کے غلاموں کا صدقہ فطر مالک پر لازم نہیں ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۴۶ محرم کو کپڑا معصفر پہننا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محرم کو کپڑا معصفر پہننا جائز نہیں ہے اور جمہور اس کو جائز رکھتے ہیں۔ چنانچہ قسطلانی میں لکھا ہے : وَالْجَمْهُوْرُ عَلٰى جَوَازِهٖ خِلَافًا لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اِنْتَهٰى۔

---

(۱) حاشیہ جامع بخاری ص-۷۶۶

(۲) حاشیہ جامع بخاری ص-۱۷۰

(۳) حاشیہ جامع بخاری ص-۲۰۵

مسئلہ نمبر ۴۷　طواف کیلئے وضو ضروری نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص حج کرنے کو جائے اور مکے میں داخل ہو تو اس پر وضو کر کے طواف کرنا ضروری نہیں بلکہ بے وضو طواف کرنا جائز ہے لیکن مذہب جمہور وہ ہے جو قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :

وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ وَلَا يَصِحُّ الطَّوَافُ بِدُوْنِهٖ۔ (۱)　جمہور علماء کے نزدیک وضو شرط ہے، اس کے بغیر طواف ہرگز درست نہیں ہے، انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۴۸　محرم کے لیے سراویل (پاجامہ) مطلقاً جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محرم کے لیے سراویل (پائجامہ) مطلقاً جائز نہیں ہے جبکہ جمہور اس کے جواز کے قائل ہیں۔ بایں صورت کہ جب محرم تہ بند نہ پائے تو پائجامہ کو کشادہ کر کے پہن لے۔ چنانچہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :

وَاشْتَرَطَ الْجَمْهُوْرُ قَطْعَ الْخُفِّ وَفَتْقَ السَّرَاوِيْلِ وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ مَنْعُ السَّرَاوِيْلِ لِلْمُحْرِمِ مُطْلَقًا اِنْتَهٰى مُلَخَّصًا۔ (۲)　جمہور کے نزدیک موزہ کاٹ کر اور سراویل کشادہ کر کے محرم کے لیے پہننا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً منع کرتے ہیں، انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۴۹　اگر لونڈی آزاد ہو جائے تو اسے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا خاوند حُر ہو تو اس لونڈی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے خواہ نکاح بحال رکھے اور خواہ توڑ دے۔ اس مسئلہ میں جمہور علماء کا مذہب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے :

فَاِنْ كَانَ حُرًّا فَلَا خِيَارَ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَهَا الْخِيَارُ۔ (۳)　اگر اس کا خاوند حُر ہو تو امام شافعی اور مالک اور جمہور کے نزدیک اس کو نکاح توڑنے کا کوئی اختیار نہیں رہتا اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰　مشرکہ عورت دارالاسلام چلی آئے تو اس کی عدت فقط ایک حیض ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشرکہ عورت اہل حرب میں سے ہجرت کر کے دارالاسلام چلی آئے تو اس کی

---

(۱)　حاشیہ جامع بخاری ص-۲۲۲

(۲)　حاشیہ جامع بخاری ص-۲۴۹

(۳)　شرح صحیح مسلم للنووی کتاب العتق باب انما الولاء لمن اعتق ج-۱۰، ص-۳۸۱، شرح حدیث-۳۷۵۵، ۳۷۶۶

عدت فقط ایک ہی حیض ہے۔ ادھر جمہور کا مذہب بتاتے ہوئے مولوی احمد علی نے لکھا ہے :

وَاَجَابَ الْجَمْهُوْرُ بِاَنَّ الْمُرَادَ ثَلٰثُ حَيْضٍ لِاَنَّهَا صَارَتْ بِاِسْلَامِهَا وَهِجْرَتِهَا مِنَ الْحَرَآئِرِ۔ (۱)

جمہور علماء نے جواب دیا ہے کہ اس سے مراد تین حیض ہیں۔ اس لیے کہ وہ عورت (ہجرت کرنے والی) اپنے اسلام اور ہجرت کی وجہ سے حرہ ہو گئی ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۵۱ لعان قسم نہیں' بلکہ شہادت ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعان قسم نہیں ہے بلکہ شہادت ہے۔ اس مسئلہ میں بھی ان کا قول جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ مولوی احمد علی نے لکھا ہے :

وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهٖ مَنْ قَالَ كَوْنَ اللِّعَانِ يَمِيْنًا وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اللِّعَانُ شَهَادَةٌ۔ (۲)

اور اس نے اس سے دلیل پکڑی ہے جو کہتا ہے کہ لعان قسم ہے۔ یہی امام مالک' شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لعان شہادت ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۵۲ جس عورت کی دو عدتیں جمع ہو جائیں تو ایک عدت بیٹھنا کافی ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس عورت کی دو عدتیں جمع ہو جائیں اس کے لیے ایک عدت بیٹھنا بھی کافی ہے اور یہ مسئلہ جمہور علماء کے خلاف ہے۔

وَذَهَبَ الْجَمْهُوْرُ اِلٰى اَنَّ مَنِ اجْتَمَعَتْ عَلَيْهَا عِدَّتَانِ اَنَّهَا تَعْتَدُّ عِدَّتَيْنِ۔ (۳)

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس عورت پر دو عدتیں جمع ہو جائیں وہ عورت دونوں عدتیں علیحدہ علیحدہ بیٹھے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۵۳ بھاری شے سے قتل کیا جائے تو قصاص نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر بھاری چیز سے کسی کو قتل کیا جائے تو اس میں قصاص نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَمِنْهَا ثُبُوْتُ الْقِصَاصِ فِي الْقَتْلِ بِالْمُثَقَّلَاتِ وَلَا يَخْتَصُّ بِالْمُحَدَّدَاتِ وَهٰذَا مَذْهَبُ

بعض ان فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے سے بھی قصاص لازم آتا ہے اور یہ نوکدار چیزوں کے ساتھ ہی

---

(۱) حاشیہ جامع بخاری ص-۷۹۶

(۲) حاشیہ جامع بخاری ص-۷۹۹

(۳) حاشیہ جامع بخاری ص-۸۰۲

الشَّافِعِيّ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لاَ قِصَاصَ اِلاَّ فِي الْقَتْلِ بِمُحَدَّدٍ۔ (۱)

خاص نہیں اور یہی مذہب شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء کا ہے مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قصاص نوک دار چیزوں کے ساتھ قتل کرنے سے ہی لازم آتا ہے، انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۵۴ روزہ کی نیت دن میں بھی جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ رمضان وغیرہ کی نیت دن میں بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاحْتَجَّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لِمَذْهَبِهٖ اَنَّ صَوْمَ رَمَضَانَ وَغَيْرَهٗ مِنَ الْفَرْضِ يَجُوْزُ نِيَّتُهٗ فِي النَّهَارِ وَلاَ يُشْتَرَطُ تَبْيِيْتُهَا قَالَ لِاَنَّهُمْ نَوَوْا فِي النَّهَارِ وَاَجْزَاهُمْ وَقَالَ الْجَمْهُوْرُ وَلاَ يَجُوْزُ رَمَضَانَ وَلاَ غَيْرُهٗ مِنَ الصَّوْمِ الْوَاجِبِ اِلاَّ بِنِيَّةٍ مِّنَ اللَّيْلِ۔ (۲)

اس حدیث عاشورہ کے ساتھ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے مذہب کی دلیل پکڑی ہے کہ رمضان وغیرہ فرض روزے کی نیت دن میں جائز ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ کسی فرضی روزے کی نیت دن میں جائز نہیں بلکہ رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔

پھر اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ نے عاشورے کی حدیث کا جواب یہ دیا ہے :

وَاَجَابُوْا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِاَنَّ الْمُرَادَ اِمْسَاكُ بَقِيَّةِ النَّهَارِ لاَ حَقِيْقَةُ الصَّوْمِ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى هٰذَا اَنَّهُمْ اَكَلُوْا ثُمَّ اُمِرُوْا بِالْاِتْمَامِ وَقَدْ وَافَقَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَغَيْرُهٗ عَلٰى اَنَّ شَرْطَ اِجْزَآءِ النِّيَّةِ فِي النَّهَارِ فِي الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ اَنْ لاَّ يَتَقَدَّمَهَا مُفْسِدٌ لِلصَّوْمِ مِنْ اَكْلٍ اَوْ غَيْرِهٖ وَجَوَابٌ اٰخَرُ اَنَّ صَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ يَكُنْ وَاجِبًا عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ كَمَا سَبَقَ فِيْ اَوَّلِ الْبَابِ وَاِنَّمَا كَانَ سُنَّةً مُّتَاَكَّدَةً وَجَوَابٌ ثَالِثٌ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ اَنَّهٗ يُجْزِئُهُمْ وَلاَ يَقْضُوْنَهٗ بَلْ لَعَلَّهُمْ قَضَوْهُ وَقَدْ جَآءَ فِيْ سُنَنِ اَبِيْ دَاوٗدَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَاَتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ وَقَضَوْهُ۔ (۳)

اس حدیث کا جمہور علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد باقی دن اکل و شرب سے اپنے آپ کو روکنا ہے نہ حقیقی روزہ رکھنا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے کھایا پھر تمام کرنے کے ساتھ حکم کئے گئے اور تحقیق متفق ہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے غیر اس پر کہ دن کے وقت نیت کرنا فرض اور نفل میں اس وقت جائز ہے جبکہ اس سے پہلے از قسم اکل و شرب روزے کو توڑنے والی کوئی چیز موجود نہ ہو۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ جمہور کے نزدیک واجب نہیں تھا۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ روزہ ان کا ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کی قضا نہیں کی بلکہ امید ہے کہ انہوں نے اس کو قضا کر لیا ہو گا اور تحقیق ابوداؤد میں اسی حدیث میں صاف آ گیا ہے کہ انہوں نے باقی دن روزہ تمام کیا اور پھر اس کو قضا کر لیا، انتھٰی۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج-۱۱، ص-۱۵۹، شرح حدیث-۴۳۳۷، ۴۳۴۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه ج-۸، ص-۲۵۵، شرح حدیث-۲۶۶۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه ج-۸، ص-۲۵۵، شرح حدیث-۲۶۶۳

مسئلہ نمبر ۵۵ مدینہ' مکہ کی طرح حرم نہیں

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف' مکے کی طرح کوئی حرم نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور ہے۔ چنانچہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَاسْتَدَلَّ بِهَا الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالْهَادِيُ وَجَمْهُوْرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّ لِلْمَدِيْنَةِ حَرَمًا كَحَرَمِ مَكَّةَ وَذَهَبَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِلٰى اَنَّ حَرَمَ الْمَدِيْنَةِ لَيْسَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ۔ [1]

اس حدیث سے امام شافعی' مالک' احمد اور ہادی اور جمہور اہل علم نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کا بھی ایک حرم ہے۔ لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ حرم مدینہ حقیقتاً حرم نہیں' انتھی۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مضمون کو زیادہ مفصل طور پر لکھا ہے : هٰذَا الْحَدِيْثُ صَرِيْحٌ فِى الدَّلَالَةِ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَالْجَمَاهِيْرِ فِيْ حَرَمِ صَيْدِ الْمَدِيْنَةِ وَشَجَرِهَا كَمَا سَبَقَ وَخَالَفَ فِيْهِ اَبُوْ حَنِيْفَةَ كَمَا قَدَّمْنَاهُ وَقَدْ ذَكَرَهَا هُنَا مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ تَحْرِيْمَهَا مَرْفُوْعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِوَايَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَذَكَرَ غَيْرُهُ مِنْ رِوَايَةِ غَيْرِهِمْ اَيْضًا فَلَا يُلْتَفَتُ اِلٰى مَنْ خَالَفَ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ الْمُسْتَفِيْضَةَ۔ [2] (ترجمہ) "یہ حدیث امام مالک' شافعی' احمد اور جمہور علماء کی دلیل ہے کہ مدینہ میں شکار اور درخت کاٹنا حرام ہے۔ (حرم مدینہ ثابت ہوا) جیسا کہ پہلے گذر چکا' امام ابوحنیفہ نے کہا حرم مدینہ ثابت نہیں جیسا کہ ان کا قول پہلے گذرا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب میں علی' سعد بن ابی وقاص' انس' مالک' جابر بن عبداللہ' ابوہریرہ' عبداللہ بن زید' رافع بن خدیج اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سے مرفوع حدیث درج کی ہے۔ دوسرے صحابہ سے بھی مرفوع احادیث ثابت نہیں۔ جو شخص ان صحیح احادیث کی مخالفت کرتا ہے' اس کے قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔"

مسئلہ نمبر ۵۶ جان کے علاوہ کسی چیز کا قصاص نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت اور مرد میں قصاص فقط جان میں ہے اور اس کے سوا اور کسی چیز میں قصاص نہیں ہے' سو یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور کے ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

اَلثَّانِيْ وَهُوَ مَذْهَبُ جَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ ثُبُوْتُ الْقِصَاصِ بَيْنَهُمَا فِى النَّفْسِ وَفِيْمَا دُوْنَهَا مِمَّا

اور دوسرا جمہور علمائے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم کا مذہب ہے کہ مرد اور عورت میں قصاص ثابت ہے جان میں بھی اور اس کے علاوہ ہر اس چیز میں بھی جو قصاص کو قبول کر سکتی ہو۔ اور

---

(۱) نیل الاوطار ج۔۵' ص۔۳۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب فضل المدینة ودعاء النبی فیھا بالبرکة وبیان تحریمھا وتحریم صیدھا وشجرھا وبیان حدود حرمھا ج۔۹' ص۔۱۳۱' شرح حدیث۔۳۳۰۷

يَقْبَلُ الْقِصَاصَ وَالثَّالِثُ مَذْهَبُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهٖ يَجِبُ الْقِصَاصُ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فِي النَّفْسِ وَلاَ يَجِبُ فِيْمَا دُوْنَهَا اِنْتَهٰى مُلَخَّصًا۔ (۱)

تیسرا مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے اصحاب کا ہے اور وہ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں فقط جان میں تو قصاص واجب ہے مگر اس کے علاوہ کسی چیز میں نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵۷ ہڈی اور دانت کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہڈی اور دانت کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے۔ یہ مذہب بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فَكُلُّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَظْمِ لاَ تَجُوْزُ الذَّكٰوةُ بِهٖ وَقَدْ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَصْحَابُهٗ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ كُلِّ مَا تَضَمَّنَهٗ عَلٰى مَا شَرَحْتُهٗ وَبِهٰذَا قَالَ النَّخْعِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَاللَّيْثُ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَدَاوٗدُ وَفُقَهَآءُ الْحَدِيْثِ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لاَ يَجُوْزُ بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ الْمُتَّصِلَيْنِ وَيَجُوْزُ بِالْمُنْفَصِلَيْنِ اِنْتَهٰى مُلَخَّصًا۔ (۲)

جس چیز پر ہڈی کا نام صادق آئے اس کے ساتھ ذبح کرنا جائز نہیں اور اسی کے قائل ہیں شافعی اور ان کے اصحاب ہر اس چیز میں جس کو یہ حدیث متضمن ہے اور نخعی، حسن بن صالح، لیث، احمد، اسحاق، ابوثور، داؤد اور فقہاء حدیث اور جمہور علماء اسی کے قائل ہیں مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہڈی اور دانت کے ساتھ تو ذبح کرنا جائز نہیں۔ البتہ جو ہڈی اور دانت جدا ہو چکے ہوں ان کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۸ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے حالانکہ جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاخْتَلَفُوْا فِيْمَا سِوَاهَا فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ يَسْتَحِبُّ رَفْعُهُمَا اَيْضًا عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ مَالِكٍ وَقَالَ اَبُوْ

امام شافعی، احمد اور جمہور علمائے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اہل علم نے کہا ہے کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مستحب ہے اور یہی مسلک امام مالک سے بھی مروی ہے مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے اصحاب کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات باب اثبات القصاص فی الاسنان وما فی معناها ج-۱۱، ص-۱۶۵، شرح حدیث-۴۳۵۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاضاحیی باب جواز الذبح بکل ما انهر الدم ج-۱۳، ص-۱۲۶، شرح حدیث-۵۰۶۵

حَنِيفَةَ وَاَصْحَابُهُ وَجَمَاعَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَا يَسْتَحِبُّ فِيْ غَيْرِ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ۔ (۱)

سوا اور جگہ ہاتھ اٹھانا مستحب نہیں ہے' انتہٰی۔

مسئلہ نمبر ۵۹ سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنا ضروری نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاص سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنا معین نہیں بلکہ واجب مطلق ایک آیت کا پڑھنا ہے جو بھی ہو خواہ فاتحہ پڑھ لے خواہ اس کی جگہ کسی اور آیت کو پڑھ لے' سو یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور ہے۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :

فَفِيْهِ وُجُوْبُ قِرَآءَ ةِ الْفَاتِحَةِ وَاَنَّهَا مُتَعَيِّنَةٌ لَا يُجْزِأُ غَيْرُهَا اِلَّا لِعَاجِزٍ عَنْهَا وَهٰذَا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَجَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيفَةَ لَا تَجِبُ الْفَاتِحَةُ بَلِ الْوَاجِبُ اٰيَةٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِنْتَهٰى مُلَخَّصًا۔ (۲)

اس میں قراءت فاتحہ کا وجوب ثابت ہے اور تحقیق وہ متعین ہے سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی اور آیت کا پڑھنا کافی نہیں' سوائے اس شخص کے جو عاجز ہو۔ امام مالک' شافعی اور جمہور علماء' صحابہ' تابعین اور جو ان کے بعد پیدا ہوئے سب کا یہی مذہب ہے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خاص سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں بلکہ واجب کسی ایک آیت قرآن کا پڑھنا ہے' انتہٰی ملخصًا۔

مسئلہ نمبر ۶۰ فرض کی آخری رکعتوں میں قراءت واجب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرضوں کی آخری رکعتوں میں قراء ت واجب نہیں بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَالصَّحِيْحُ الَّذِيْ عَلَيْهِ جَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وُجُوْبُ الْفَاتِحَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔ (۳)

صحیح بات جس پر جمہور علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے' انتہٰی۔

مسئلہ نمبر ۶۱ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا چاہیے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا چاہیے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ هٰذَا

اور نمازی اپنے دونوں ہاتھ سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر باندھے۔ یہی

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین ج۔۴' ص۔۳۱۵' شرح حدیث۔۸۵۹

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب وجوب قراۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ج۔۴' ص۔۳۲۲' شرح حدیث۔۸۷۲' ۸۸۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب وجوب قراۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ج۔۴' ص۔۳۲۳' شرح حدیث۔۸۷۲' ۸۸۳

مَذْهَبُنَا الْمَشْهُوْرُ وَبِهٖ قَالَ الْجَمْهُوْرُ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهٖ۔ (۱)

مشہور مذہب ہمارا اور جمہور کا ہے۔ مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے۔

مسئلہ نمبر ۶۲ قرآن وحدیث کے علاوہ دعا مانگنا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف وہی دعائیں مانگنا جائز ہیں جو قرآن اور حدیث میں وارد ہیں حالانکہ یہ بات بھی جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَفِيْهِ اَنَّهٗ يَجُوْزُ الدُّعَآءُ بِمَا شَآءَ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَجُوْزُ اِلَّا الدَّعْوَاتُ الْوَارِدَةُ فِي الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ۔ (۲)

اس حدیث میں ثابت ہے کہ امور دنیا و آخرت سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی دعا مانگنا جائز ہے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں مگر وہ دعائیں جو قرآن اور حدیث میں وارد ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶۳ تکبیر تحریمہ کہنا ضروری نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز کی نیت کے وقت تکبیر تحریمہ کہنا یعنی اللہ اکبر کہنا متعین اور مقرر نہیں بلکہ اس کی جگہ کوئی اور تعظیم کا لفظ کہہ دے تو بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَهٰذَا الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَعْيِيْنِ التَّكْبِيْرِ هُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَجَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَقُوْمُ غَيْرُهٗ مِنْ اَلْفَاظِ التَّعْظِيْمِ مَقَامَهٗ۔ (۳)

تعین تکبیر کے متعلق جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہی امام مالک کا قول ہے اور شافعی' احمد اور جمہور علماء سلف و خلف کا بھی مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو لفظ بھی تعظیم کا ہو وہ تکبیر کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۴ سلام نہ پھیرے تو بھی نماز ہو جاتی ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز سے سلام پھیرنا سنت ہے اگر ترک کر دے تو نماز پھر بھی ہو جاتی ہے لیکن جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب رفع یدہ الیمنٰی علی الیسری بعد تکبیرۃ الاحرام تحت صدرہ فوق سرتہ ج-۴' ص-۳۲۵' شرح حدیث-۸۹۴

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب التشهد فی الصلاۃ ج-۴' ص-۳۳۸' شرح حدیث-۸۹۶

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ تحت باب ما یجمع صفة الصلاۃ ج-۴' ص-۴۳۶

فَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ اَلسَّلَامُ فَرْضٌ وَلَا تَصِحُّ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِهٖ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ هُوَ سُنَّةٌ لَوْ تَرَكَهٗ صَحَّتْ صَلٰوتُهٗ اِنْتَهٰى۔ [1]

پس امام مالک' شافعی' احمد اور جمہور علماء سلف و خلف نے کہا کہ سلام کہنا فرض ہے اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ (سلام) سنت ہے۔ اگر نمازی اسے چھوڑ دے تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۶۵ تکبیر تحریمہ نماز کا جزو نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ نماز کا جزو نہیں بلکہ اس کی شرط ہے اور اس سے خارج ہے۔ یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِيْهِ دَلَالَةٌ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ اَنَّ تَكْبِيْرَةَ الْاِحْرَامِ فَرْضٌ مِّنْ فُرُوْضِ الصَّلٰوةِ وَجُزْءٌ مِّنْهَا وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَيْسَ مِنْهَا بَلْ هِيَ شَرْطٌ خَارِجٌ عَنْهَا۔ [2]

اس حدیث میں شافعی اور جمہور کے مذہب کی دلیل ہے کہ تحقیق تکبیر تحریمہ نماز کے فرضوں میں سے فرض ہے اور اس کا جز ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا جز نہیں بلکہ وہ شرط ہے اور اس سے خارج ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۶۶ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ' باری برابر ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت خواہ ثیبہ ہو یا باکرہ باری میں برابر ہے' اگر کوئی نیا نکاح کرے تو اس کے لیے تین یا سات دن باری سے زیادہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو جمہور کے خلاف بتاتے ہوئے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :

وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ حَاكِيًا عَنْ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ اِنَّ ذٰلِكَ حَقٌّ لِلْمَرْاَةِ لِسَبَبِ الزَّفَافِ۔ [3]

ابن عبد البر نے جمہور سے حکایت کر کے کہا ہے کہ یہ بسبب زفاف عورت کا حق ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۶۷ دس درہم سے کم چرانے پر ہاتھ نہ کاٹیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم چرانے پر ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :

وَقَدْ ذَهَبَ اِلٰى مَا تَقْتَضِيْهِ اَحَادِيْثُ الْبَابِ مِنْ ثُبُوْتِ الْقَطْعِ فِيْ ثَلٰثَةِ دَرَاهِمَ اَوْ رُبُعِ دِيْنَارٍ الْجَمْهُوْرُ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنْهُمُ الْخُلَفَآءُ الْاَرْبَعَةُ۔ [4]

تین درہم یا چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹنا جس کی احادیث باب متقاضی ہیں جمہور سلف و خلف کا مذہب ہے جن میں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں' انتھٰی۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب ما یجمع صفۃ الصلاۃ ج-۴' ص-۲۳۹' شرح حدیث-۱۱۱۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب تحریم العلام فی الصلاۃ ج-۵' ص-۲۴' شرح حدیث-۱۱۹۹

(۳) نیل الاوطار کتاب الولیمۃ باب القسم للبکر والثیب ج-۶' ص-۲۲۸

(۴) نیل الاوطار کتاب القطع فی السرقۃ باب ماجاء فی کم یقطع السارق ج-۷' ص-۱۳۲

مسئلہ نمبر ۶۸ دس درہم سے کم مہر باندھنا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم مہر باندھنا جائز نہیں حالانکہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الصَّدَاقُ قَلِيْلاً وَكَثِيْرًا اِذَا تَرَاضٰى بِهِ الزَّوْجَانِ لِاَنَّ خَاتَمَ الْحَدِيْدِ فِيْ نِهَايَةٍ مِّنَ الْقِلَّةِ وَهٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَهُوَ مَذْهَبُ جَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ۔ [1]

اس حدیث میں کم اور زیادہ مہر باندھنا ثابت ہوتا ہے' جب دونوں آپس میں راضی ہوں اس لیے کہ لوہے کی انگوٹھی نہایت ہی تھوڑی چیز ہے اور یہی شافعی اور جمہور کا مذہب ہے' انتھٰی ۔

مسئلہ نمبر ۶۹ ذبیحہ کے بیان میں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص گائے یا اونٹنی ذبح کرے اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلے تو اس کو نہ کھائے خواہ بال ہوں یا نہ ہوں۔ یہ مسئلہ مذہب جمہور صحابہ وغیرہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے :

رَوَى الطَّبَرَانِيُّ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُوْنَ اِذَا اَشْعَرَ الْجَنِيْنُ فَذَكٰوتُهُ ذَكَاةُ اُمِّهٖ۔ [2]

اصحاب رسول ﷺ کہتے تھے کہ جب بچے کے بال ہوں تو (اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں) وہ بھی ذبح ہو جاتا ہے جب اس کی ماں کو ذبح کر دیا جائے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ لَمْ يُرْوٰى عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ خِلَافُ ذٰلِكَ اِلاَّ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

ابن منذر نے کہا کہ اس مسئلہ میں صحابہ و تابعین میں سے بھی کوئی اختلاف منقول نہیں' سوائے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے۔ (انتھٰی ملخصًا تخریج)

مسئلہ نمبر ۷۰ غیر شادی شدہ زانی کو وطن سے نکالنا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر شادی شدہ زانی کو وطن سے نکال دینا واجب نہیں حالانکہ یہ مسئلہ جمہور ہی نہیں بلکہ اجماع کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَقَدْ ادَّعٰى مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ فِيْ كِتَابِ الْاِجْمَاعِ الْاِتِّفَاقَ عَلٰى نَفْيِ الزَّانِي الْبِكْرِ اِلاَّ عَنِ الْكُوْفِيِّيْنَ۔ [3]

محمد بن نصر نے کتاب الاجماع میں دعویٰ کیا ہے کہ کنوارے زانی کو جلا وطن کر دینے پر سب کا اتفاق ہے' سوائے فقہائے کوفہ کے وہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن ج۔۹' ص۔۲۱۶' شرح حدیث۔۳۴۸۷

(۲) تخریج ھدایہ ج۔۴' ص۔۴۴۰

(۳) نیل الاوطار کتاب الحدود باب ماجاء فی رجم الزانی المحصن وجلد البکر وتغریبہ ج۔۷' ص۔۹۳

مسئلہ نمبر ۷۱ فرض جماعت کھڑی ہو تو بھی سنتوں کا پڑھنا جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کے فرضوں کی جماعت ہو رہی ہو تو سنتوں کا پڑھنا جائز ہے اور جب تک کہ دوسری رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو تو سنتوں کو پڑھ لے۔ جمہور علماء کا مذہب اس کے برعکس ہے' چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فِيْهَا النَّهْيُ الصَّرِيْحُ عَنِ افْتِتَاحِ نَافِلَةٍ بَعْدَ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ كَانَتْ رَاتِبَةً كَسُنَّةِ الصُّبْحِ وَالظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اَوْ غَيْرِهَا وَهٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِذَا لَمْ يَكُنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ صَلاَّهُمَا بَعْدَ الْاِقَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ مَا لَمْ يَخْشَ فَوْتَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْحِكْمَةَ فِيْهِ اَنْ يَتَفَرَّغَ لِلْفَرِيْضَةِ مِنْ اَوَّلِهَا فَيَشْرَعُ فِيْهَا عَقْبَ شُرُوْعِ الْاِمَامِ وَاِذَا اشْتَغَلَ بِنَافِلَةٍ فَاتَهُ الْاِحْرَامُ مَعَ الْاِمَامِ وَفَاتَهُ بَعْضُ مُكَمِّلاَتِ الْفَرِيْضَةِ فَالْفَرِيْضَةُ اَوْلٰى بِالْمُحَافَظَةِ عَلٰى اِكْمَالِهَا قَالَ الْقَاضِيْ وَفِيْهِ حِكْمَةٌ اُخْرٰى وَهُوَ النَّهْيُ عَنِ الْاِخْتِلاَفِ عَلَى الْاَئِمَّةِ۔[1]

ان احادیث میں اقامت نماز کے بعد نفل شروع کرنے کی صریح ممانعت ہے۔ خواہ یہ نوافل راتبہ ہوں جیسے صبح ظہر اور عصر کی سنتیں یا غیر راتبہ اور یہی مذہب امام شافعی اور جمہور کا ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو ان کو اقامت کے بعد مسجد میں پڑھ لے جب تک کہ دوسری رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو پھر امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے سنت پڑھنے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ابتدا سے ہی فرضوں کے لیے فارغ ہو جائے۔ پس امام کے شروع کرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی فرض شروع کر دے لیکن جب وہ نفل پڑھنے کے ساتھ مشغول ہو جائے تو تکبیر اولیٰ اس سے فوت ہو جائے گی اور بعض چیزیں فرضوں کو کامل کرنے والی بھی اس سے فوت ہو جائیں گی۔ پس فرضوں کے اکمال پر محافظت کرنا اولیٰ ہے اور قاضی نے کہا کہ اس میں ایک اور حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ اماموں کے ساتھ اختلاف کرنا منع ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۲ تھوڑے غلہ میں بھی عشر واجب ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پانچ وسق سے کم غلہ میں بھی عشر واجب ہے مگر جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَائِدَتَانِ اِحْدٰهُمَا وُجُوْبُ الزَّكٰوةِ فِيْ هٰذِهِ الْمَحْدُوْدَاتِ وَالثَّانِيَةُ اَنَّهٗ لاَ زَكٰوةَ فِيْمَا دُوْنَهَا وَلاَ خَلاَفَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اس حدیث سے دو فائدے ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ ان محدود چیزوں میں زکوۃ واجب ہے اور دوسرا یہ کہ اس سے کم میں زکوۃ نہیں اور تمام مسلمانوں کا ان دونوں پر اتفاق ہے مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن ج۔۵' ص۔۲۲۸' شرح حدیث۔۱۶۴۲'۱۶۴۸

فِیْ هَاتَیْنِ اِلَّا مَا قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَبَعْضُ السَّلَفِ اَنَّهٗ تَجِبُ الزَّکٰوةُ فِیْ قَلِیْلِ الْحَبِّ وَکَثِیْرِهٖ وَهٰذَا مَذْهَبٌ بَاطِلٌ مُنَابِذٌ لِصَرِیْحِ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ اِنْتَهٰی۔ (۱)

سلف نے کہا ہے کہ غلہ کی قلیل مقدار میں بھی زکوٰۃ واجب ہے لیکن یہ مذہب باطل ہے اور صریح احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۳ غسل حیض سے پہلے جماع جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اکثر مدت حیض میں خون بند ہو جائے تو غسل سے پہلے اسی حال میں عورت سے جماع کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَاعْلَمْ اَنَّ تَحْرِیْمَ الْوَطْیِ وَالْمُبَاشَرَةِ عَلٰی قَوْلِ مَنْ یُحَرِّمُهَا یَکُوْنُ فِیْ مُدَّةِ الْحَیْضِ وَبَعْدَ انْقِطَاعِهٖ اِلٰی اَنْ تَغْتَسِلَ اَوْ تَیَمَّمَ اِنْ عَدَمَتِ الْمَآءَ بِشَرْطِهٖ هٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِیْرِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ اِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ لِاَکْثَرِ الْحَیْضِ حَلَّ وَطْؤُهَا فِی الْحَالِ۔ (۲)

عورت سے وطی اور مباشرت کرنا (اس شخص کے نزدیک جو اسے حرام کہتا ہے) دوران حیض بھی اور حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد بھی حرام ہے یہاں تک کہ عورت غسل کر کے پاک صاف ہو جائے یا اگر پانی نایاب ہو تو تیمم کر لے۔ یہی مذہب ہمارا' امام مالک' احمد اور جمہور سلف و خلف کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب اکثر مدت میں خون بند ہو جائے تو اس وقت اس کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے' انتہٰی۔

مسئلہ نمبر ۷۴ پانی کی موجودگی میں تیمم جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پانی کے موجود ہوتے ہوئے جنازے کی نماز کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَاِنَّ التَّیَمُّمَ مَعَ وُجُوْدِ الْمَآءِ لَا یَجُوْزُ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَالْعِیْدِ وَغَیْرِهِمَا هٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ یَجُوْزُ اَنْ یَتَیَمَّمَ مَعَ وُجُوْدِ الْمَآءِ لِصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَالْعِیْدِ۔ (۳)

پانی موجود ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز نہیں اور اس سلسلہ میں نماز جنازہ اور عید میں کچھ فرق نہیں۔ یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے لیے پانی کے ہوتے ہوئے تیمم بھی جائز ہے' انتہٰی۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاۃ باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ج۔۷' ص۔۵۳' شرح حدیث۔۲۲۶۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحیض باب مباشرۃ الرجل الحائض فوق الازار ج۔۳' ص۔۱۹۶' شرح حدیث۔۶۷۷'۶۷۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطهارۃ باب التیمم لرد السلام ج۔۳' ص۔۲۸۶' ۲۸۷' شرح حدیث۔۸۲۰

مسئلہ نمبر ۷۵ رکوع، سجود اور جلسہ میں طمانیت واجب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع، سجود اور جلسہ میں طمانینت واجب نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور مذہب کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْبِ الْاِعْتِدَالِ عَنِ الرُّكُوْعِ وَالْجُلُوْسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَوُجُوْبِ الطَّمَانِيْنَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْجُلُوْسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ هٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ وَلَمْ يُوْجِبْهَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ (۱)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ صحیح طور پر کرنا واجب ہے نیز رکوع سجود اور جلسہ میں طمانینت کے وجوب پر بھی یہ حدیث دال ہے۔ یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۷۶ بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ حلانکہ جمہور کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

اَمَّا النَّاسِيْ فَلَا تَبْطُلُ صَلٰوتُهٗ بِالْكَلَامِ الْقَلِيْلِ عِنْدَنَا وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالْجَمْهُوْرُ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تَبْطُلُ۔ (۲)

اگر بھول کر نماز میں تھوڑی سی کلام کرلے تو ہمارے نزدیک اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ امام مالک، احمد اور جمہور علماء بھی اس کے قائل ہیں مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، انتھی۔

مسئلہ نمبر ۷۷ کفارۂ ظہار میں کافر غلام آزاد کرے تو جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفارۂ ظہار و یمین وغیرہ میں کافر غلام کا آزاد کر دینا جائز ہے جبکہ جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاخْتَلَفُوْا فِيْ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ وَالْيَمِيْنِ وَالْجَمَاعِ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَالْجَمْهُوْرُ لَا يُجْزِئُهٗ اِلَّا مُؤْمِنَةٌ حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ فِيْ كَفَّارَةِ الْقَتْلِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُجْزِئُهُ الْكَافِرَةُ۔ (۳)

ظہار، یمین اور یوم رمضان میں جماع کے کفارہ میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، مالک اور جمہور کا قول ہے کہ اس مقصد کے لیے ایماندار غلام ہی کفایت کرتا ہے۔ انہوں نے مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کفارہ ظہار میں کافر غلام آزاد کرے تو جائز ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب فی الطمانینۃ وقراء ۃ ما تیسر فی الصلاۃ ج۔۴، ص۔۳۲۸

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ج۔۵، ص۔۲۳، شرح حدیث۔۱۱۹۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ ج۔۵، ص۔۲۷، شرح حدیث۔۱۱۹۹، ۱۲۰۷

مسئلہ نمبر ۷۸ سجدہ تلاوت واجب ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ بھی جمہور کے مخالف ہے' جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

فِيْهِ اِثْبَاتُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ وَقَدْ اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ عَلَيْهِ وَهُوَ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجَمْهُوْرِ سُنَّةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاجِبٌ۔ [1]

اس حدیث میں سجود تلاوت کے اثبات کی دلیل ہے اور اس پر علمائے کرام کا اجماع ہے۔ سجدہ تلاوت ہمارے اور جمہور کے نزدیک سنت ہے واجب نہیں۔ مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹ درمیان نماز میں شامل ہونے کی صورت میں ترتیب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسبوق جو امام کے ساتھ نماز پائے وہ اس نماز کا آخر ہے اور جو بعد سلام ادا کرے وہ اس کی نماز کا ابتدا ہے۔ سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ جمہور کے مخالف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مَا اَدْرَكَهُ الْمَسْبُوْقُ مَعَ الْاِمَامِ اَوَّلُ صَلٰوتِهٖ وَمَا يَأْتِيْ بِهٖ بَعْدَ سَلَامِهٖ اٰخِرُهَا وَعَكَسَهٗ اَبُوْحَنِيْفَةَ۔ [2]

شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ مسبوق جو امام کے ساتھ پائے وہ اس کی نماز کی ابتدا ہے اور جو سلام کے بعد ادا کرے وہ اس کی نماز کا آخر ہے۔ مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸۰ مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب موذن قد قامت الصلوۃ کہے تو اس وقت امام اللہ اکبر کہے۔ یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَاِذَا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ كَبَّرَ الْاِمَامُ وَقَالَ جَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ لَا يُكَبِّرُ الْاِمَامُ حَتّٰى يَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْاِقَامَةِ۔ [3]

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب موذن قد قامت الصلوۃ کہے اس وقت امام تکبیر کہے اور جمہور علماء سلف و خلف کہتے ہیں کہ جب تک موذن تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے تب تک امام اللہ اکبر نہ کہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱ صبح کی نماز میں اسفار کرنا افضل ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز میں اسفار کرنا افضل ہے حالانکہ جمہور کا مذہب یہ نہیں' جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب سجود والتلاوۃ ج۔۵' ص۔۷۵' شرح حدیث۔۱۲۹۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب اتیان الصلاۃ بوقار وسکینۃ ج۔۵' ص۔۱۰۲' شرح حدیث۔۱۳۸۵' ۱۳۶۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب متٰی یقوم الناس للصلاۃ ج۔۵' ص۔۱۰۵ شرح حدیث۔۱۳۶۴' ۱۳۶۹

وَفِیْ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ اسْتِحْبَابُ التَّبْكِیْرِ بِالصُّبْحِ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ الْاِسْفَارُ اَفْضَلُ۔ (۱)

ان احادیث میں اول وقت نماز صبح پڑھنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ یہی امام مالک' شافعی' احمد اور جمہور کا مذہب ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صبح روشن کر کے نماز پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۲ تین منزل سے کم قصر کرنا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین منزل سے کم سفر میں نماز کا قصر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے برعکس ہے' جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَقَالَ الْجَمْهُوْرُ لَا یَجُوْزُ الْقَصْرُ اِلَّا فِیْ سَفَرٍ یَبْلُغُ مَرْحَلَتَیْنِ وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ شَرْطُهٗ ثَلٰثُ مَرَاحِلَ۔ (۲)

جمہور کہتے ہیں کہ دو منزل سے کم سفر میں نماز قصر کرنا جائز نہیں اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قصر کے لیے تین منزل شرط ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳ قرآن کو سُر اور راگ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو الحان اور تغنی کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ یہ مذہب جمہور نہیں جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

وَاخْتَلَفُوْا فِی الْقِرَآءَةِ بِالْاَلْحَانِ فَکَرِهَهَا مَالِكٌ وَالْجَمْهُوْرُ عَمَّا جَآءَ الْقُرْاٰنُ لَهٗ مِنَ الْخُشُوْعِ وَالتَّفَهُّمِ وَاَبَاحَهَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ۔ (۳)

علماء نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھنے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک اور جمہور علماء نے اسے مکروہ جانا ہے' اس لیے کہ قرآن خشوع اور فہم و تدبر کے لیے آیا ہے لیکن الحان و تغنی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مباح رکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۴ امام کے خطبہ کیلئے نکلتے ہی کلام کرنا منع ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو اسی وقت سے کلام کرنا منع ہے حالانکہ جمہور کا یہ مذہب نہیں' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ وُجُوْبَ الْاِنْصَاتِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْکَلَامِ اِنَّمَا هُوَ فِیْ حَالِ الْخُطْبَةِ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ یَجِبُ الْاِنْصَاتُ بِخُرُوْجِ الْاِمَامِ۔ (۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس پر دلیل ہے کہ وجوب سکوت اور ممانعت کلام سوائے اس کے نہیں کہ وہ فقط خطبہ ہی کی حالت میں ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام کے نکلتے ہی چپ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب استحباب التبکیر بالصبح ج-۵' ص-۱۳۵' شرح حدیث-۱۴۵۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها باب صلاۃ المسافرین و قصرها ج-۵' ص-۲۰۵' شرح حدیث-۱۵۶۸' ۱۵۹۸

(۳) شرح صحیح مسلم ج-۱' ص-۲۹۰ قدیمی کتب خانہ۔

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعۃ باب فی الانصات یوم الجمعۃ فی الخطبۃ ج-۶' ص-۳۷۷' شرح حدیث-۱۹۶۲

مسئلہ نمبر ۸۵ جمعہ کے دن امام کے منبر پر چڑھنے سے پہلے خطبہ کیلئے بیٹھنا مستحب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن امام کے منبر پر چڑھنے سے پہلے خطبہ کے لیے بیٹھنا مستحب نہیں جبکہ جمہور کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے :

وَفِيْهِ اسْتِحْبَابُ الْجُلُوْسِ لِلْخُطْبَةِ اَوَّلَ صُعُوْدِهٖ حَتّٰى يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَسْتَحِبُّ۔ (۱)

اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے منبر پر چڑھنے اور موذن کے اذان دینے سے پہلے خطبہ کے لیے بیٹھنا مستحب ہے۔ چنانچہ امام شافعی' مالک اور جمہور علماء کے نزدیک (خروج امام سے پہلے مسجد میں بیٹھنا) مستحب ہے لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ مستحب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۸۶ خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جمہور علماء کے خلاف گئے ہیں' جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَحَكَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ اِجْمَاعَ الْعُلَمَآءِ عَلٰى اَنَّ الْخُطْبَةَ لَا تَكُوْنُ اِلَّا قَآئِمًا لِمَنْ اَطَاقَهٗ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَصِحُّ قَاعِدًا۔ (۲)

ابن عبدالبر نے اس بات پر اجماع علماء نقل کیا ہے کہ خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر دینا ہی صحیح ہے۔ اس شخص کے لیے جو کھڑا ہونے کی طاقت رکھتا ہو۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۷ عیدین کی نماز واجب ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز واجب ہے لیکن یہ بھی جمہور کے خلاف ہے' جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَجَمْهُوْرِ اَصْحَابِهٖ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَاجِبَةٌ۔ (۳)

عیدین کی نماز امام شافعی' اس کے اصحاب اور جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واجب ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعۃ باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ ج۔۶' ص۔۳۸۳' شرح حدیث۔۱۹۸۱' ۱۹۸۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعۃ باب فی قولہ تعالٰی (واذا راوا تجارۃ) ج۔۶' ص۔۳۸۸' شرح حدیث۔۱۹۹۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ العیدین ج۔۶' ص۔۴۱۱

مسئلہ نمبر ۸۸ عیدالفطر کے دن تکبیرات نہ کہنی چاہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں تکبیرات کہنی چاہیں اور عیدالفطر کے دن نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے' چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَقَالَ اَبُوْ حَنِيفَةَ يُكَبِّرُ فِي الْخُرُوْجِ فِي الْاَضْحٰى دُوْنَ الْفِطْرِ وَخَالَفَهُ اَصْحَابُهُ فَقَالُوْا بِقَوْلِ الْجَمْهُوْرِ۔ (۱)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ عیدالاضحیٰ کو جاتے ہوئے تکبیر کہے لیکن عیدالفطر کے لیے نکلتے وقت نہیں اور اس مسئلہ میں خود امام کے اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے قول کی تائید کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۹ میت کو کافور لگانا مستحب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غسل میت کے آخر میں کافور وغیرہ خوشبو لگانی مستحب نہیں حلانکہ جمہور اس کو مستحب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

فِيْهِ اسْتِحْبَابُ شَيْءٍ مِنَ الْكَافُوْرِ فِي الْاَخِيْرَةِ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَنَا وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيفَةَ لَا يَسْتَحِبُّ۔ (۲)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غسل میت کے آخر میں کافور لگانا مستحب ہے اور یہ ہمارے نزدیک متفق علیہ مسئلہ ہے اور جمہور علماء' امام مالک اور احمد اسی کے قائل ہیں مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستحب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹۰ میت کو وضو کرانا مستحب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میت کو وضو کرانا مستحب نہیں' حلانکہ جمہور اس کو مستحب سمجھتے ہیں' چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :

فِيْهِ اسْتِحْبَابُ وُضُوْءِ الْمَيِّتِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجَمْهُوْرِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيفَةَ لَا يَسْتَحِبُّ۔ (۳)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کو وضو کرانا مستحب ہے اور یہی ہمارا' امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستحب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹۱ خاوند کا اپنی مُردہ بیوی کو غسل کرانا جائز نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاوند کو اپنی مردہ بیوی کا غسل کرانا جائز نہیں حلانکہ جمہور کا یہ مذہب نہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاۃ العیدین باب ذکر اباحۃ خروج النساء ج۔۶' ص۔۴۱۹' شرح حدیث۔۲۰۵۲

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج۔۷' ص۔۶' شرح حدیث۔۲۱۶۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج۔۷' ص۔۸' شرح حدیث۔۲۱۷۲' ۲۱۷۳

وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ اَنَّ لَهٗ غُسْلَ زَوْجَتِهٖ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَجُوْزُ غُسْلُهَا۔ (۱)

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ خاوند کو اپنی بیوی کا (بعد مرنے کے) غسل کرنا جائز ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۹۲　کفن میں کرتہ اور عمامہ مستحب ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میت کے کفن میں کرتہ اور عمامہ مستحب ہے حالانکہ جمہور یہ نہیں کہتے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

هٰكَذَا فَسَّرَهُ الشَّافِعِيُّ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَآءِ وَهُوَ الصَّوَابُ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ قَالُوْا وَيُسْتَحَبُّ اَنْ لَّا يَكُوْنَ فِي الْكَفَنِ قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُسْتَحَبُّ قَمِيْصٌ وَعِمَامَةٌ۔ (۲)

اسی طرح امام شافعی اور جمہور علماء نے اس حدیث کی تشریح کی ہے اور یہی درست مفہوم ہے جو ظاہر حدیث کے مطابق بھی ہے اور سب کا قول ہے کہ کفن میں قمیص اور عمامہ کا نہ ہونا مستحب ہے لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قمیص اور عمامہ پر مشتمل کفن بھی مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۳　جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے جبکہ جمہور سلف و خلف کا مسلک امام نووی نے لکھا ہے :

مَنْ يَّقُوْلُ الْمَشْيُ وَرَآءَ الْجَنَازَةِ اَفْضَلُ مِنْ اَمَامِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ جَمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ الْمَشْيُ قُدَّامَهَا اَفْضَلُ۔ (۳)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے اور جمہور صحابہ' تابعین' امام مالک' شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ جنازے کے آگے چلنا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۴　جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے جبکہ جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَقَدْ يَحْتَجُّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْ اَنَّ صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ لَا تُفْعَلُ فِي الْمَسْجِدِ وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ جَوَازُهَا فِيْهِ۔ (۴)

تحقیق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دلیل پکڑتے ہیں کہ جنازے کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے جبکہ ہمارا اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جنازے کی نماز مسجد میں پڑھنی جائز ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج-۷' ص-۹' شرح حدیث-۲۱۷۲' ۲۱۷۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج-۷' ص-۱۲' شرح حدیث-۲۱۷۶' ۲۱۷۷

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ واتباعھا ج-۷' ص-۱۷' شرح حدیث-۲۱۸۶

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب التکبیر علی الجنازۃ ج-۷' ص-۲۳' شرح حدیث-۲۲۰۱

مسئلہ نمبر ۹۵ نماز جنازہ میں دو سلام

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں دو سلام کہے لیکن جمہور ایک سلام کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :

قَالَ جَمْهُوْرُهُمْ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَةً وَاحِدَةً وَقَالَ الثَّوْرِيُّ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ تَسْلِيْمَتَيْنِ۔ (۱)

جمہور علماء نے کہا ہے کہ فقط ایک ہی سلام کہے اور ثوری اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی وغیرہ کہتے ہیں کہ دو سلام کہے۔

مسئلہ نمبر ۹۶ شہید کو غسل دیا جائے' نماز نہ پڑھی جائے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شہید کافروں کی لڑائی میں قتل کیا جائے اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے' سو یہ مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَاَمَّا الشَّهِيْدُ الْمَقْتُوْلُ فِيْ حَرْبِ الْكُفَّارِ فَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُوْرُ لَا يُغْسَلُ وَلَا يُصَلّٰى وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُغْسَلُ وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ۔ (۲)

جو شہید کفار کی لڑائی میں قتل کیا جائے' سو امام شافعی اور مالک اور جمہور کہتے ہیں کہ نہ تو اس کو غسل دیا جائے اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے لیکن اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ نمبر ۹۷ گھاس اور لکڑی کے علاوہ سب میں زکوٰۃ ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گھاس اور لکڑی وغیرہ کے علاوہ زمین سے جو میوہ جات' غلے اور خوشبو وغیرہ پیدا ہو سب میں زکوٰۃ ہے' سو یہ مسئلہ بھی جمہور سلف و خلف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَآءُ فِيْ اَنَّهُ هَلْ تَجِبُ الزَّكٰوةُ فِيْ كُلِّ مَا اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ مِنَ الثِّمَارِ وَالزُّرُوْعِ وَالرَّيَا حِيْنِ وَغَيْرِهَا اِلَّا الْحَشِيْشُ وَالْحَطَبُ وَنَحْوُهُمَا اَمْ يَخْتَصُّ فَعَمَّمَ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَخَصَّصَ الْجَمْهُوْرُ۔ (۳)

اختلاف کیا ہے لوگوں نے اس بات میں کہ سوائے گھاس اور لکڑی وغیرہ کے جو چیز زمین سے پیدا ہو سب میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب میں واجب ہے اور جمہور کے نزدیک خاص چیزوں میں واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۸ زکوٰۃ فطر واجب ہے فرض نہیں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ واجب ہے۔ جبکہ جمہور اسے فرض قرار دیتے ہیں' جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی التکبیر علی الجنازۃ ج۔۷' ص۔۲۷

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب ترک الصلاۃ علی القاتل نفسہ ج۔۷' ص۔۵۱' شرح حدیث۔۲۲۵۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاۃ باب ما فیہ العشر او نصف العشر ج۔۷' ص۔۵۸' شرح حدیث۔۲۲۶۹

فَقَالَ جُمْهُوْرُهُمْ مِّنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مَعْنَاهُ اَلْزَمَ وَاَوْجَبَ فَزَكٰوةُ الْفِطْرِ فَرْضٌ وَاجِبٌ عِنْدَهُمْ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ هِيَ وَاجِبَةٌ لَيْسَتْ فَرْضًا۔ (۱)

جمہور علماء سلف و خلف کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ واجب اور لازم ہے' سو زکوٰۃ فطران کے نزدیک فرض عین ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ واجب ہے فرض نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹۹ زکوٰۃ لینے والے پر صدقہ فطر واجب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا حلال ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں یعنی جس شخص کے پاس نصاب سے کم مال ہو مثلاً تیس روپے ہوں یا چالیس ہوں تو اس پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔ حالانکہ جمہور کا یہ مذہب نہیں' جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ لِلشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ فِيْ اَنَّهَا تَجِبُ عَلٰى مَنْ مَلَكَ فَاضِلاً عَنْ قُوْتِهٖ وَقُوْتِ عِيَالِهٖ يَوْمَ الْعِيْدِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لاَ تَجِبُ عَلٰى مَنْ يَحِلُّ لَهٗ اَخْذُ الزَّكٰوةِ۔ (۲)

اس حدیث میں امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے یعنی صدقہ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جو عید کے روز اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سامان خوردونوش سے زائد کا مالک ہو۔ اس کے برعکس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صدقہ فطر دینا اس شخص پر واجب نہیں جس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۰ عورت کا صدقہ فطر اس کے خاوند پر واجب نہیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کا صدقہ فطر اس کے خاوند پر واجب نہیں بلکہ خود عورت پر واجب ہے۔ عورت خود اپنے پاس سے ادا کرے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے مخالف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَقَوْلُهٗ ذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى حُجَّةٌ لِلْكُوْفِيِّيْنَ فِيْ اَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الزَّوْجَةِ فِيْ نَفْسِهَا وَعِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ يَلْزَمُ الزَّوْجَ فِطْرَةُ زَوْجَتِهٖ۔ (۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "ذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى" فقہائے کوفہ کے لیے حجت ہے۔ اس بارے میں کہ صدقہ فطر بیوی خود ادا کرے۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور کے نزدیک بیوی کا صدقہ فطر ادا کرنا خاوند کے ذمے ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاۃ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین ج۔۷' ص۔۶۱' شرح حدیث۔۲۲۷۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاۃ باب زکوۃ الفطر علی المسلمین ج۔۷' ص۔۶۳' شرح حدیث۔۲۲۷۵' ۲۲۸۶

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاۃ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین ج۔۷' ص۔۶۳' شرح حدیث۔۲۲۷۵

مسئلہ نمبر ۱۰۱ مسلمان باغیوں کے چوپایوں اور ہتھیاروں سے لڑائی میں انتفاع جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان باغیوں کے چوپایوں اور ہتھیاروں سے لڑائی میں انتفاع جائز ہے لیکن جمہور اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَلَا يَحِلُّ الْاِنْتِفَاعُ بِشَيْئٍ مِّنْ دَوَابِّهِمْ وَسِلَاحِهِمْ فِيْ حَالِ الْحَرْبِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَجَوَّزَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ [1]

حالت جنگ میں مسلمان باغیوں کے چوپایوں اور اسلحہ سے انتفاع ہمارے اور جمہور علماء کے مذہب میں جائز نہیں لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

وعلیٰ ہذالقیاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل جو جمہور علماء سلف و خلف کے مخالف ہیں وہ تو بہت زیادہ ہیں لیکن بطور نمونہ ہم نے ایک سو ایک مسائل لکھ دیئے ہیں تاکہ احناف اپنے مسلک پر نظر ثانی کر سکیں۔ یہ درخواست ہم بحکم الدین النصیحۃ (دین خیر خواہی کا نام ہے) کر رہے ہیں ورنہ حاشا وکلا کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔ ہم سب کی یہ خواہش اور کوشش ہونی چاہیے کہ جو بات اقرب الی الصواب نظر آئے اسے قبول کر لیں اور اس سلسلہ میں کسی گروہی اور مسلکی تعصب کو دخیل نہ ہونے دیں۔

تنبیہہ: بعض حضرات یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ جو جمہور کا لفظ بولتے ہیں اس سے ان کی مراد بعض جگہ جمہور علماء شافعیہ ہوتے ہیں۔

جواب: یہ محض خیال خام ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد وہی جمہور علماء ہیں جو ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے پہلے سلف صالحین، صحابہ و تابعین و تبع تابعین گزر چکے ہیں یا وہ علماء مراد ہیں جو مجتہدین کے ہم عصر اور ہم اقران ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں اکثر جگہ خود ہی جمہور کی تفسیر، سلف و خلف، صحابہ و تابعین و من بعدہم کے ساتھ کر دی ہے۔ چنانچہ ان سو مسائل مذکورہ سے چوبیس مسائل میں یہاں بھی ان کی تفسیر موجود ہے کہ لفظ جمہور سے جمہور سلف و خلف، صحابہ و تابعین و من بعدہم مراد رکھتے ہیں۔ لہٰذا امام نووی کے کلام میں جمہور سے جمہور شافعیہ مراد لینا صحیح نہیں۔

ایک اور بات بھی ہے اگر جمہور سے ان کی مراد جمہور شافعیہ ہوتی تو پھر ان کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا مناسب نہیں تھا بلکہ ان کے مقابلہ میں حنفیہ کا لفظ بولا جاتا۔ نیز جہاں ان کی مراد حقیقتاً جمہور شافعیہ ہوتے ہیں تو وہ خود ان کی تفسیر جمہور اصحابنا کے لفظ سے کر دیتے ہیں، مطلق جمہور کا لفظ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں جہاں بولتے ہیں، اس سے ان کی مراد جمہور شافعیہ ہرگز نہیں ہوتے بلکہ جمہور سلف و خلف، صحابہ و تابعین وغیرہ ہوتے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم

دوسرا مغالطہ

فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے مخالف نہیں

ایک اور مغالطہ جو مقلدین' حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیتے ہیں' یہ ہے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے مخالف نہیں۔ یہ دعویٰ فتح المبین میں کیا گیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ یہ دعویٰ سراسر غلط ہے۔ اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل تو اس قدر صحیح احادیث کے خلاف ہیں کہ اگر سب کو بیان کیا جائے تو ایک بڑا دفتر تیار ہو جائے۔ اس سے پیشتر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے ہی ایک سو مسائل ظفر المبین حصہ اول میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں مزید ایک سو مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اور اس تذکرہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بندگان الٰہی کتاب وسنت کے واضح احکام پر عمل کریں اور روش تقلید سے باز آجائیں۔

یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہمارے بیان کردہ مسائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف بھی ہوں تو ہمارے پیرو لازماً ان مسائل پر ہی عمل کریں بلکہ ان نیک نہاد بزرگوں نے تو صاف صاف کہہ دیا ہوا ہے کہ جہاں ہمارے فقہی اقوال احادیث صحیحہ سے متصادم ہوں وہاں ہمارے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الظفر المبین جلد اول جواب چوتھا مغالطہ) لہٰذا آج اگر کسی خاص فقہ کی تقلید پر اصرار کیا جاتا ہے تو اس میں ان مرحوم و مغفور بزرگوں کا کوئی قصور نہیں' وہ ہر لحاظ سے بری ہیں۔ قصور ان کے مقلدین کا ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادات کو بہرصورت واجب العمل ٹھہراتے ہیں۔ یہی حضرات ہماری گزارشات کے مخاطب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سو مسائل جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں

مسئلہ نمبر ۱ — بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ عبارت ہدایہ کی یہ ہے: وَسُؤْرُ الْهِرَّةِ طَاهِرٌ مَكْرُوْهٌ[1] "بلی کا جوٹھا پاک اور مکروہ ہے۔" اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو حسب ذیل تین احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث موطا' مسند امام احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ میں کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' آپ ابن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔

اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهٗ وَضُوْءً فَجَآءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَاَصْغٰى لَهَا الْاِنَآءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَاٰنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَابِنْتَ اَخِيْ فَقَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ

تحقیق ابو قتادہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور میں نے ان کے لیے وضو کا پانی رکھا۔ ایک بلی آئی اور (اس) برتن سے پانی پینے لگی۔ اس پر ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے برتن کو ٹیڑھا کر دیا۔ یہاں تک کہ بلی نے سیر ہو کر پانی پی لیا۔ کبشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی

---

(۱) ہدایہ کتاب الطہارۃ فصل فی الاسار ج۔۱' ص۔۴۵

فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ [1] اَخْرَجَهُ اَيْضًا الْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبُخَارِيُّ وَالْعُقَيْلِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَجَوَّدَهُ مَالِكٌ تَخْرِيْجٌ۔

طرف دیکھ رہی ہوں تو مجھے کہنے لگے "میرے بھائی کی بیٹی کیا تو میرے اس فعل سے متعجب ہے؟ کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا "ہاں" تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ (بلی) نجس اور ناپاک نہیں ہے۔ یہ تمہارے گھروں میں ادھر ادھر پھرنے والے جانوروں میں سے ہے۔

دوسری حدیث سنن ابی داؤد میں داؤد بن صالح رحمہ اللہ سے مروی ہے' وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں (جو کسی عورت کی لونڈی تھی)

اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَآئِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدْتُّهَا تُصَلِّيْ فَاَشَارَتْ اِلَيَّ اَنْ ضَعِيْهَا فَجَآءَ تْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَآئِشَةُ مِنْ صَلٰوتِهَا اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا۔ (مشکوٰۃ باب احکام المیاہ) [2]

تحقیق اس کی مالکہ نے اسے ہریسہ دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے پایا' سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ہاتھ سے یا سر سے) اشارہ کیا کہ اس طعام کو یہاں رکھ دے۔ چنانچہ ایک بلی آئی اور اس نے ہریسہ سے کچھ کھا لیا پس جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی نماز سے فارغ ہوئیں تو اسی جگہ سے کھانے لگیں جس جگہ سے بلی نے کھایا تھا۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بلی ناپاک نہیں ہے۔ تحقیق وہ تم پر طواف کرنے والوں میں سے ہے اور تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلی کے جوٹھے کے ساتھ وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تیسری حدیث شرح سنہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَتَوَضَّأُ بِمَا اَفْضَلَتِ الْحُمُرُ قَالَ نَعَمْ وَبِمَا اَفْضَلَتِ السِّبَاعُ كُلُّهَا۔ [3]

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے جوٹھے (پانی) سے وضو کر لیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اور نہ صرف ان کے جوٹھے سے بلکہ تمام درندوں کے جوٹھے سے بھی وضو کر لیا کرو۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاہ ج۔۱' ص۔۱۵۰' حدیث۔۴۸۲ (صحیح)

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب سؤر الہرۃ ج۔۱' ص۔۳۱' حدیث۔۷۶ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاہ ج۔۱' ص۔۱۵۰' حدیث۔۴۸۳

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاہ ج۔۱' ص۔۱۵۱' حدیث۔۴۸۴ (ضعیف)

فائدہ: ان احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے مکروہ نہیں۔ اگر مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کے جوٹھے سے وضو نہ کرتے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پاکیزہ اور مکروہات سے بچنے والا اور کوئی نہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ بلی کا منہ اور اس کا جوٹھا پاک ہے اور یہی امام شافعی اور ہادی کا مذہب ہے۔

حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو اس کا ان کے پاس کچھ جواب نہیں۔ لاچار ہو کر وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث کو حدیث اَلْھِرَّۃُ سَبُعٌ نے منسوخ کر دیا ہے' جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

پہلا جواب: یہ حدیث صحیح نہیں ہے' لہٰذا اس سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں' جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے : وَاَیْضًا حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ الَّذِیْ اسْتَدَلَّ بِہٖ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ فِیْہِ مَقَالٌ۔ "جس حدیث سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دلیل پکڑی ہے' اس میں کلام ہے۔"

دوسرا جواب: بفرض محال اگر اس کو صحیح بھی مانا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہیں بلکہ خود حدیث اَلْھِرَّۃُ سَبُعٌ ان احادیث کے بعد منسوخ ہو جاتی ہے۔ فَمَا ھُوَ جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔

تیسرا جواب: اس حدیث کو ناسخ تو جب ٹھہرایا جاتا جبکہ ان احادیث سے بلی کے گوشت کی حلت ہوتی۔ جبکہ ان میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں بلکہ ان سے تو فقط اس کے جوٹھے کی حلت و طہارت معلوم ہوتی ہے اور اس میں اس کے گوشت کا حکم ہے' سو جب شارع علیہ السلام نے اس کے جوٹھے کو پاک ٹھہرایا تو اب ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں اس کے جوٹھے کو اس کے گوشت پر قیاس کر لینا فاسد ہے۔

چوتھا جواب: جب طواف کی علت سے اس کے جوٹھے کی نجاست جاتی رہے تو اسی علت کی وجہ سے اس کی کراہت بطریق اولیٰ جاتی رہے گی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس علت سے ایسا بڑا حکم نجاست تو جاتا رہے مگر کراہت کا حکم اس علت سے باقی رہے' پھر نجاست کے دفع کرنے کی کیا حاجت تھی' جب کراہت باقی رہے۔

پانچواں جواب: نسخ کے باب میں تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر نسخ ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ (پہلی شرط) یہ کہ ناسخ اور منسوخ قوت اور صحت میں مساوی ہوں۔ (دوسری شرط) ناسخ کا منسوخ سے متاخر ہونا ثابت ہو جائے۔ (تیسری شرط) ناسخ اور منسوخ میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ چنانچہ نخبہ اور اس کی شرح میں لکھا ہے : وَاِنْ عُوْرِضَ بِمِثْلِہٖ فَاِنْ اَمْکَنَ الْجَمْعُ فَھُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰی بِمُخْتَلَفِ الْحَدِیْثِ وَاِنْ لَّمْ یُمْکِنِ الْجَمْعُ فَلَا یَخْلُوْا اِمَّا اَنْ یُّعْرَفَ التَّارِیْخُ اَوْلَا فَاِنْ عُرِفَ وَثَبَتَ الْمُتَاَخِّرُ فَھُوَ النَّاسِخُ وَالْاٰخِرُ الْمَنْسُوْخُ۔

اور امام الکلام میں لکھا ہے : وَاَمَّا ثَانِیًا فَلِاَنَّ دَعْوَی النَّسْخِ اِنَّمَا یُحْتَاجُ اِلَیْھَا اِذَا تَعَذَّرَ الْجَمْعُ بَیْنَھُمَا قَالَ الْحَازِمِیُّ فِیْ کِتَابِ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ اِدِّعَآءُ النَّسْخِ مَعَ اِمْکَانِ الْجَمْعِ بَیْنَ الْحَدِیْثَیْنِ عَلٰی خِلَافِ الْاَصْلِ اِذْ لَا عِبْرَۃَ بِمُجَرَّدِ التَّرَاخِیْ اِنْتَھٰی۔ (1)

حاصل کلام اس کا یہ ہے کہ محض متاخر ہونا بھی ثبوت نسخ پر دلیل نہیں ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ دونوں میں تطبیق ممکن ہو۔ اب یہاں ان تینوں شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی' نہ تو ناسخ قوت میں منسوخ کے مساوی ہے اور نہ ناسخ کا

---

(1) امام الکلام۔

منسوخ سے متاخر ہونا ثابت ہے اور نہ تطبیق غیر ممکن ہے بلکہ ان میں تطبیق اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ حدیث الھرة سبع سے گوشت کی نجاست مراد لی جائے اور دوسری احادیث سے اس کے جوٹھے کی طہارت یا تطبیق کی یہ صورت اختیار کر لی جائے جیسا کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَاُجِيْبُ بِاَنَّ حَدِيْثَ الْبَابِ مُصَرِّحٌ بِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ فَيُخَصَّصُ بِهِ عُمُوْمُ السِّبَاعِ بَعْدَ تَسْلِيْمِ وُرُوْدِ مَا يَقْضِىْ نَجَاسَةَ السِّبَاعِ وَاَمَّا مُجَرَّدُ الْحُكْمِ عَلَيْهَا بِالسَّبُعِيَّةِ فَلَا يَسْتَلْزِمُ اَنَّهَا نَجَسٌ اِذْ لَا مُلَازَمَةَ بَيْنَ النَّجَاسَةِ وَالسَّبُعِيَّةِ۔ [1]

اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس بات کی حدیث صراحت کرتی ہے کہ بلی نجس نہیں۔ لہٰذا درندوں کو نجس ثابت کرنے والی حدیث کو تسلیم کرنے کے بعد درندوں کے عموم میں بلی کی تخصیص کر دی جائے گی۔ بلی پر محض درندہ ہونے کا حکم لگانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ اسے نجس قرار دیا جائے کیونکہ درندگی اور نجاست لازم و ملزوم نہیں۔

پس ان وجوہ سے دعویٰ نسخ باطل ہو گیا' وباللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر ۲ درندے اور چوپایوں کا جوٹھا ناپاک ہے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور حدیث کے خلاف مسئلہ یہ ہے جو ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ درندے چوپایوں کا جوٹھا نجس اور ناپاک ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے : وَسُؤْرُ سِبَاعِ الْبَهَآئِمِ نَجَسٌ۔ [2] اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو حسب ذیل احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث جابر رضی اللہ عنہ جو مسئلہ اول میں گزر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام چوپائے اور درندوں کے جوٹھے سے وضو کرنا جائز ہے۔

دوسری حدیث موطا امام مالک اور رزین میں یحییٰ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِىْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرٌو يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فَاِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا [3] وَزَادَ رَزِيْنٌ قَالَ زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِىْ قَوْلِ عُمَرَ وَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ

تحقیق عمر رضی اللہ عنہ چند سواروں میں (کسی طرف کو) نکلے۔ ان میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہاں تک کہ ایک حوض پر وارد ہوئے پس عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے صاحب حوض کیا تیرے حوض پر درندے بھی پانی پیتے ہیں' سو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے صاحب حوض ہم کو خبر مت دے۔ پس تحقیق ہم درندوں پر وارد ہوتے ہیں اور وہ ہم پر وارد ہوتے ہیں (یعنی ان کا جوٹھا ہم پیتے ہیں اور ہمارا جوٹھا وہ پیتے ہیں) اور عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں بعض راویوں نے یہ بھی زیادہ کہا ہے کہ تحقیق

---

(۱) نیل الاوطار کتاب الطهارة باب سؤر الهر ج-۱' ص-۴۷

(۲) هدایه کتاب الطهارات فصل فی الاساء وغیرها ج-۱' ص-۳۵

(۳) مشکوٰة کتاب الطهارة باب المیاه ج-۱' ص-۱۵۱' حدیث-۴۸۲ (صحیح)

لَهَا مَا اَخَذَتْ فِیْ بُطُوْنِهَا وَمَا بَقِیَ فَهُوَ لَنَا طُهُوْرٌ وَشَرَابٌ۔ [1]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے جو درندوں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کا ہوا اور جو باقی بچ رہا وہ ہمارے لیے پاکیزہ اور پینے کے قابل ہے۔

تیسری حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے جو مسئلہ نمبر ۳ میں ابھی آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ گدھے کا جوٹھا ناپاک ہے

ایک اور مخالف حدیث مسئلہ یہ ہے جو ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ گدھے کا جوٹھا پلید اور ناپاک ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے :وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِنَّهٗ نَجَسٌ تَرْجِیْحًا لِلْحُرْمَةِ وَالنَّجَاسَةِ۔ [2] "گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نجس اور ناپاک ہے۔" امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مسئلہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

دوسری حدیث ابن ماجہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْحِیَاضِ الَّتِیْ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ تَرِدُهَا السِّبَاعُ وَالْكِلَابُ وَالْحُمُرُ عَنِ الطُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَتْ فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طَهُوْرٌ۔ [3]

تحقیق رسول اللہ ﷺ سے ان حوضوں کے متعلق پوچھا گیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہیں اور جن پر درندے اور کتے اور گدھے وارد ہوتے ہیں' سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو انہوں نے اپنے شکموں میں اٹھا لیا' سو ان کا ہوا اور جو باقی بچ گیا وہ ہمارے لیے پاک ہے۔☆

مسئلہ نمبر ۴ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب ناپاک ہے

ایک اور مسئلہ جو مخالف حدیث ہے وہ ہے جو کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جن چیزوں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ان کا پیشاب ناپاک ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے :وَاَصْلُهٗ اَنَّ بَوْلَ مَا یُؤْكَلُ لَحْمُهٗ طَاهِرٌ عِنْدَهٗ نَجَسٌ عِنْدَهُمَا۔ آگے چل کر ہدایہ میں لکھا ہے :وَلِاَنَّهٗ یَسْتَحِیْلُ اِلٰی نَتْنٍ وَفَسَادٍ فَصَارَ كَبَوْلِ مَا لَا یُؤْكَلُ لَحْمُهٗ۔ [4] "جن جانوروں کا گوشت کھایا

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطهارة باب المیاه ج۔۱' ص۔۱۵۱' حدیث۔۴۸۷

(۲) هدایه کتاب الطهارات فصل فی الاسار وغیرها ج۔۱' ص۔۴۶' ۴۷

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطهارة باب احکام المیاه ج۔۱' ص۔۱۵۲' حدیث۔۴۸۸ (ضعیف)

(۴) هدایه کتاب الطهارات فصل فی البیر ج۔۱' ص۔۴۲

☆ درندوں اور چوپایوں کے جوٹھے کے پاک ہونے کے بارے میں درج ذیل حدیث بھی ہے' جو ابوداؤد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا یَنُوْبُهٗ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ۔ "رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس سے چوپائے اور درندے پیتے ہوں تو آپ نے فرمایا جب پانی دو قلے ہوں تو ناپاک نہیں ہوتا۔ انظر صحیح ابو داؤد کتاب الطهارة باب ما ینجس الماء ج۔۱' ص۔۲۸' حدیث۔۶۳ (صحیح)

جاتا ہے' چونکہ ان کا پیشاب بھی بدبو اور غلاظت میں تبدیل ہو جاتا ہے' اس لیے وہ بھی ان جانوروں کے پیشاب کی طرح ہو گیا جن کا گوشت نہیں کھلایا جاتا۔" یہ مسئلہ مخالف ہے اس حدیث کے جو مسند امام احمد اور دار قطنی میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ جَابِرٍ قَالَ مَا أُكِلَ لَحْمُهٗ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهٖ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اس چیز کے پیشاب سے جس کا گوشت کھلایا جاتا ہے اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس چیز کا گوشت کھلایا جائے اس کے پیشاب کا کچھ ڈر نہیں ہے۔

اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن کئی طرق سے درجہ حسن لغیرہ کو پہنچ گئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب بھی پاک ہے اور امام نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ یہی مذہب امام مالک' احمد اور محمد کا ہے کذافی حاشیۃ المشکوٰۃ[2] اور حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ حدیث استنزھوا من البول سے یہ استدلال کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ پیشاب سے بچو۔

جواب: اس حدیث میں عام پیشاب مراد نہیں ہے بلکہ فقط آدمی کا پیشاب مراد ہے۔ چنانچہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں فتح الباری سے نقل کیا ہے : قَالَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يُذْكَرْ سِوٰى بَوْلِ النَّاسِ فَالتَّعْرِيْفُ فِي الْبَوْلِ لِلْعَهْدِ وَالْأَلِفِ وَاللَّامُ بَدْلٌ عَنِ الضَّمِيْرِ۔ [3] "امام بخاری نے فرمایا کہ یہاں انسانوں کے پیشاب کے علاوہ کسی چیز کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا لفظ البول میں جو الف لام ہے وہ عہد کا ہے اور ضمیر کا بدل۔" اور اگر بالفرض اس کا عموم بھی تسلیم کیا جائے تو یہ حدیث اس کے عموم کی مخصص ہو جائے گی اور یہ تخصیص کئی وجہ سے جائز ہے۔

- چاروں اماموں کے نزدیک کتاب اللہ کے عام کی تخصیص خبرواحد کے ساتھ مطلقاً جائز ہے خواہ اس سے پہلے قطعی کے ساتھ تخصیص ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ مولوی عبدالحی نے اپنے رسالہ امام الکلام کے حاشیہ میں لکھا ہے : وَاَمَّا بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَقَالَ بِجَوَازِهِ الْاَئِمَّةُ الْاَرْبَعَةُ [4] رہا خبرواحد کے ساتھ تخصیص کا معاملہ تو چاروں اماموں نے اسے جائز رکھا ہے۔
- اختلاف تخصیص اسی وقت ہوتا ہے جبکہ عموم متواترات کا ہو اور جب وہ عموم خبرواحد کا ہو تو اس کی تخصیص خبرواحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ تلویح میں لکھا ہے : لٰكِنَّ الْخِلَافَ اِنَّمَا هُوَ فِيْ عُمُوْمَاتِ الْكِتَابِ اِنْتَهٰى۔ [5] اب اس میں کلمہ اِنَّمَا اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ خبرواحد کے عموم کی تخصیص کرنا بالاتفاق جائز ہے اور یہاں بھی یہ عموم خبرواحد کا ہے پس اس کی تخصیص خبرواحد کے ساتھ اتفاقاً جائز ہے۔
- عموم کی قطعیت باعتبار الفاظ اور متن کے ہے نہ کہ معنی اور دلالت کے اعتبار سے' باعتبار معنی تو وہ ظنی ہے اور تخصیص خبرواحد کے ساتھ معنی میں واقع ہوئی ہے نہ متن میں پس قطعیت عام کی تخصیص خبرواحد ظنی کے منافی نہیں' هٰكَذَا حققه العلامة فی التلویح۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب احکام المیاہ ج۔۱' ص۔۱۵۹' حدیث۔۵۱۵

(۲) مشکوٰۃ باب تطھیر النجاسات۔

(۳) نیل الاوطار کتاب الطھارۃ باب الرخصۃ فی بول ما یؤکل لحمہ ج۔۱' ص۔۶۲

(۴) امام الکلام۔

(۵) تلویح۔

مسئلہ نمبر ۵ اذان میں ترجیع جائز نہیں

ہدایہ و مرقات وغیرہ میں لکھا ہے کہ وَلاَ تَرْجِيْعَ فِيْهِ۔ [1] "اذان میں ترجیع جائز نہیں ہے۔"

فائدہ: ترجیع اس کو کہتے ہیں کہ اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو چار مرتبہ کہے۔ اول دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہے اور پھر دو مرتبہ ان کو بلند آواز سے کہے جیسا کہ حدیث میں اس کا بیان بھی آتا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو حدیث کے خلاف ہے جیسے صحیح مسلم میں ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

قَالَ اَلْقٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ التَّاذِيْنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ تَعُوْدُ فَتَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے بذات خود مجھ کو اذان سکھلائی' سو آپ نے فرمایا کہو : اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے' میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے' میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے' میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ تحقیق محمد اللہ کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ تحقیق محمد اللہ کے رسول ہیں پھر دوبارہ کہے تو گواہی دیتا ہوں میں کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے' گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے' گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' آؤ نماز کی طرف' آؤ نماز کی طرف' آؤ نجات کی طرف' آؤ نجات کی طرف' اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے' نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ حُجَّةٌ بَيِّنَةٌ وَدَلاَلَةٌ وَاضِحَةٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَجَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ اَنَّ التَّرْجِيْعَ فِي الْاَذَانِ ثَابِتٌ مَشْرُوْعٌ وَهُوَ الْعَوْدُ اِلَى الشَّهَادَتَيْنِ مَرَّتَيْنِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بَعْدَ قَوْلِهِمَا بِخَفْضِ الصَّوْتِ وَقَالَ

اس حدیث میں امام مالک' شافعی اور جمہور علماء کے مذہب کے لیے بڑی واضح دلالت اور بلیغ حجت ہے یعنی یہ کہ اذان میں ترجیع ثابت اور جائز ہے اور ترجیع کا مطلب شہادتین کو پست آواز سے ادا کرنے کے بعد بلند آواز سے دو مرتبہ دہرانا ہے۔ لیکن مذہب جمہور کے برعکس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہائے کوفہ کا کہنا ہے کہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

---

(۱) ہدایة کتاب الصلاة باب الاذان ج۱' ص۸۷۔

(۲) مشکوٰة کتاب الصلاة باب الاذان ج۱' ص۲۰۲' حدیث۶۴۲۔

اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لَا يُشْرَعُ التَّرْجِيْعُ عَمَلًا بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ فَاِنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ تَرْجِيْعٌ وَحُجَّةُ الْجَمْهُوْرِ هٰذَا الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ وَالزِّيَادَةُ مُقَدَّمَةٌ مَعَ اَنَّ حَدِيْثَ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ هٰذَا مُتَاَخِّرٌ عَنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ حَدِيْثَ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ سَنَةُ ثَمَانٍ مِّنَ الْهِجْرَةِ بَعْدَ حُنَيْنٍ وَحَدِيْثَ ابْنِ زَيْدٍ فِيْ اَوَّلِ الْاَمْرِ وَانْضَمَّ اِلٰى هٰذَا كُلِّهٖ عَمَلُ اَهْلِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَسَآئِرِ الْاَمْصَارِ۔[1]

پر عمل کرنے کی وجہ سے ترجیع جائز قرار نہیں پاتی۔ کیونکہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجیع کا ذکر نہیں۔ ادھر جمہور کی حجت یہی صحیح حدیث ہے اور حدیث میں زیادتی مقدم ہے۔ لہٰذا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بعد کی ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے جبکہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق سنہ۔۸ھ جنگ حنین کے بعد کے زمانے سے ہے اور اسی روایت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ پر مکہ' مدینہ اور تمام دیار و امصار کے رہنے والوں کا عمل ہے۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم کے لیے چار مرتبہ سکھلایا تھا۔ اس کا جواب کئی طرح سے ہے۔

پہلا جواب: جب آپ کو تعلیم ہی دینا مقصود تھا تو پھر فقط شہادتین ہی پر آپ نے کیوں اکتفا فرمایا۔ دوسرے کلمات کو چار چار مرتبہ کیوں نہیں دوہرایا یا فقط ان کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔

دوسرا جواب: ابوداؤد کی روایت میں صاف آگیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا پہلے دو مرتبہ اپنی آواز کو پست کرا اور پھر دو مرتبہ شہادتین کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کر' تَخْفُضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ۔[2] پس اگر تعلیم کی غرض ہوتی تو اول دو مرتبہ آواز پست کرانی اور پھر دو مرتبہ آواز بلند کرانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ کیا تعلیم کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ ایک بار آہستہ آواز سے کہلوائے اور ایک بار بلند آواز سے کہلوایا جائے۔

تیسرا جواب: ابوداؤد' ترمذی اور دارمی وغیرہ کی روایت میں خود ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اذان کے انیس کلمے سکھلائے اور اقامت کے سترہ کلمے سکھلائے۔ پس اگر یہ تعلیم تھی تو انہوں نے انیس کلمے کہاں سے بنا لئے' سترہ کلمے کہنے لازم تھے۔ نیز یہ ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے پھر سترہ کلمے بھی تعلیم ہی سمجھے جائیں گے اور اس کے ساتھ اقامت کے کلمات دو دو چار چار مرتبہ کہنے پر استدلال صحیح نہیں ہوگا حالانکہ حنفیہ اسی سترہ کلمے والی حدیث سے اقامت کے کلمات دو دو چار چار مرتبہ کہنے پر دلیل لاتے ہیں۔ فَمَا هُوَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ پس معلوم ہوا کہ حنفیوں کی یہ تاویل قطعاً باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۶ اقامت کیلئے بھی اذان کی طرح پورے کلمات کہے جائیں

مرقات وغیرہ میں لکھا ہے کہ اقامت نماز میں تکبیر کے سوا اور سب کلمات کو ایک ایک بار یعنی گیارہ کلمے کہنا جائز نہیں

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب صفۃ الاذان ج۔۴' ص۔۳۰۳' شرح حدیث۔۸۴۰

(۲) ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب کیف الاذان ج۔۱' ص۔۹۹' حدیث۔۴۷۲ (صحیح)

بلکہ جتنی مرتبہ اذان میں سب کلمات کہے جاتے ہیں یعنی سترہ کلمے اقامت کے وقت بھی اتنے ہی کلمات کہے جائیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَأُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ۔ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا (یعنی اذان شروع ہونے سے پہلے صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس سے سب لوگ نماز کے وقت جمع ہو جایا کریں۔ کسی نے یہ کہا کہ نماز کے وقت آگ جلایا کرو اور بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ' اس کی آواز سن کر لوگ جمع ہو جایا کریں گے اور بعضوں نے کچھ اور کہا یہاں تک کہ اذان شروع ہو گئی) پس حکم کیا گیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ اذان کے کلمات کو دہرا کر کہا کرے اور اقامت کے وقت ایک ایک کلمہ کہا کرے۔

دوسری حدیث ابوداؤد' نسائی اور سنن دارمی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

كَانَ الْاَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان کے کلمے دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے اور اقامت کے کلمے ایک ایک مرتبہ مگر وہ قد قامت الصلوۃ کو دو مرتبہ کہتے تھے۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی' احمد اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمے ہیں' انتھی۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اذان کے مکرر کہنے اور اقامت کے ایک بار کہنے میں حکمت یہ ہے کہ اذان غائب لوگوں کو اطلاع دینے کے لیے ہے۔ پس اس کے کلمات کو دوبارہ کہا جاتا ہے تاکہ دور والے لوگوں کو اچھی طرح اطلاع ہو جائے اور اقامت حاضر لوگوں کے لیے ہے۔ پس اس کے کلمات کو دوبارہ کہنے کی کچھ حاجت نہیں ہے' انتھی۔ (۳) اور حاشیہ مشکوۃ میں لکھا ہے :

هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْاِقَامَةَ فُرَادٰى وَهُوَ مَذْهَبُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الزُّهْرِيُّ وَمَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَالْاَوْزَاعِيُّ وَاَحْمَدُ۔ (۴)

اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ اقامت کا ایک ایک کلمہ ہے اور یہی صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم کا مذہب ہے اور یہی مذہب زہری' امام مالک' امام شافعی' اوزاعی اور احمد کا ہے' انتھی۔

---

(۱) مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب الاذان ج۔۱' ص۔۲۰۲' حدیث۔۶۴۱

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فی الاقامۃ ج۔۱' ص۔۱۵۴' حدیث۔۵۱۰ (حسن)

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب الامر بشفع الاذان وایتار الاقامۃ ج۔۴' ص۔۳۰۱' شرح حدیث۔۸۳۶

(۴) صحیح مسلم۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ اس حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے سند لاتے ہیں جو اوپر گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اقامت کے سترہ کلمے تعلیم فرمائے۔

جواب: اس حدیث سے ایک مرتبہ اقامت کہنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ دونوں طرح سے جائز ہے کبھی اس طرح سے اور کبھی اس طرح فرما دیا۔ ایک سے دوسرے طریق کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ورنہ بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی سترہ کلمے کی ممانعت ثابت ہو جائے گی اور اس کا حنفی کچھ جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ انشاء اللّٰہ تعالٰی فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

علاوہ ازیں افراد اقامت کی حدیث بالکل صحیح ہے اس لیے کہ متفق علیہ ہے۔ لہٰذا اس کو ہر وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔ نیز اگر اس سے افراد اقامت کی ممانعت نکالی جائے تو ترجیع اذان میں واجب ہو جائے گی اور بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اذان جو سترہ کلمے ہیں بالکل ممنوع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں تثنیہ اذان کا بیان بھی افراد اقامت کے ساتھ ہی مذکور ہے۔ دونوں کا حکم ایک ہی سلسلہ میں مسطور ہے۔ پس اگر ممانعت ہو گی تو دونوں کی ہو گی نہ کہ ایک کی۔ پس دونوں شقوں میں سے حنفیہ جس کو اختیار کریں گے سخت مشکل درپیش آئے گی اور اہل حدیث کا مطلب ثابت ہو جائے گا' وباللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر ۷ پیشاب' پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں

ہدایہ' مرقات' درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا عمارتوں کے اندر بھی جائز نہیں۔ عمارتیں اور میدان حرمت میں برابر ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور یہ ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) —— صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقْضِيْ. حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔ (۱)

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے کسی کام کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا' سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلے کی طرف پیٹھ کر شام کی طرف منہ کر کے پاخانہ کرتے ہوئے دیکھا۔

(حدیث نمبر ۲) —— مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَلَغَهٗ اَنَّ اُنَاسًا يَكْرَهُوْنَ اسْتِقْبَالَ الْقِبْلَةِ بِفُرُوْجِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَوَقَدْ فَعَلُوْهَا حَوِّلُوْا بِمَقْعَدِيْ اَيْ اِلَى الْقِبْلَةِ۔ (۲)

تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ لوگ اپنے فرجوں کے ساتھ قبلے کی طرف منہ کرنے کو مکروہ جانتے ہیں' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا انہوں نے یہ کام کیا ہے' انہوں نے میری پیٹھ کو قبلے کی طرف پھیر دیا۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج-۱' ص-۱۰۹' حدیث-۳۳۵

(۲) ابن ماجہ کتاب الطھارۃ وسننھا باب الرخصۃ فی ذلک فی الکنیف ج-۱' ص-۱۱۷' حدیث-۳۲۴ (حسن)

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(حدیث نمبر ۳) ---- ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ نَهٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ فَرَأَيْتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ ہم قبلے کی طرف بول و براز کے وقت منہ کریں لیکن میں نے آپ کو انتقال سے ایک سال پہلے دیکھا کہ آپ قبلے کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔

(حدیث نمبر ۴) ---- ابوداؤد وغیرہ میں مروان اصفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُوْلُ اِلَيْهَا فَقُلْتُ يَااَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَلٰى اِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فِي الْفَضَآءِ فَاِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْئٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔ (۲)

میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے اپنی سواری کو قبلہ کے رخ بٹھایا پھر اس طرف پیشاب کرنے کو بیٹھ گئے۔ میں نے کہا (مروان کا قول ہے) اے ابا عبدالرحمٰن (ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کنیت ہے) کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ انہوں نے کہا ہاں اس سے فقط میدان ہی میں منع کیا گیا ہے اور جب تیرے' اور قبلے کے درمیان کوئی ایسی چیز ہو جو تجھ کو پردہ کرلے تو اس کی طرف رخ کرنے میں ڈر نہیں۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے :

فَهٰذِهٖ اَحَادِيْثُ صَحِيْحَةٌ مُصَرِّحَةٌ بِالْجَوَازِ فِي الْبُنْيَانِ وَحَدِيْثُ اَبِيْ اَيُّوْبَ وَسَلْمَانَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِمْ وَرَدَتْ بِالنَّهْيِ فَيُحْمَلُ عَلَى الصَّحْرَآءِ لِيُجْمَعَ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ وَلَا خَلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَآءِ بِاَنَّهٗ اِذَا اَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ لَا يُصَارُ اِلٰى تَرْكِ بَعْضِهَا بَلْ يَجِبُ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَالْعَمَلُ بِجَمِيْعِهَا وَقَدْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا فَوَجَبَ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ۔ (۳)

یہ احادیث صحیحہ (بول و براز کے لیے) عمارتوں میں استقبال قبلہ کے جواز کی تصریح کرتی ہیں اور ابوایوب' سلمان' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث جو مطلق نہی میں وارد ہوئی ہیں' ان کو میدان پر محمول کیا جائے گا تاکہ احادیث میں تطبیق ہو جائے اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ جب احادیث میں تطبیق ممکن ہو تو بعض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے بلکہ سب میں تطبیق دینا اور سب پر عمل کرنا واجب ہے اور یہاں تطبیق ممکن ہے' جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے' لہذا تطبیق دینا واجب ہے۔

یا جواز کی احادیث ممانعت کی احادیث کے عموم کی مخصص ہو جائیں گی۔ ان وجوہات کے تحت جو مسئلہ چہارم میں مذکور ہو چکی ہیں پس بہرصورت ممانعت عمارتوں کو شامل نہ ہو گی اور عمارتوں میں قبلے کی طرف سامنا کر کے پیشاب یا پاخانہ کے لیے بیٹھنا جائز رہے گا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہی مذہب امام مالک' شافعی' عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور شعبی

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الرخصۃ فی ذالک ج۔۱' ص۔۱۵' حدیث۔۱۳ (حسن)

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب کراھیۃ استقبال القبلۃ عنہ قضاء الحاجۃ ج۔۱' ص۔۱۵' حدیث۔۱۱ (حسن)

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب الاستطابۃ ج۔۳' ص۔۱۳۶' شرح حدیث۔۶۰۵' ۶۲۰

اور اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل وغیرہ کا ہے' انتھٰی ۔ اور فتح الباری میں لکھا ہے :

وَلَوْلَا اَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ دَلَّ عَلٰى تَخْصِيْصِ ذٰلِكَ بِالْاَبْنِيَةِ لَقُلْنَا بِالتَّعْمِيْمِ لٰكِنَّ الْعَمَلَ بِالدَّلِيْلَيْنِ اَوْلٰى مِنْ اِلْغَآءِ اَحَدِهِمَا۔ [1]

اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث عمارتوں میں (بول و براز کے لیے استقبال قبلہ کے جواز کی) تخصیص نہ کر دیتی تو ہم بھی عمومی (ممانعت) کے قائل ہوتے لیکن جب دونوں دلیلوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو ایک دلیل کو لغو قرار دینا اچھا نہیں۔

تنبیہ: بعض حنفیہ ان احادیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہیں۔ ایسا کسی عذر کی بنا پر تھا یا رسول اللہ ﷺ کا یہ خاصا ہے' دوسروں کے لیے جائز نہیں یا پاخانہ سے کھڑے ہو کر قبلے کی طرف منہ کیا ہو گا۔ راوی نے یہ خیال کیا کہ پاخانہ کر رہے ہیں وغیرہ۔

جواب: عرض ہے کہ دعویٰ نسخ مردود ہے' کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کا بیان مسئلہ اول میں گزر چکا ہے۔ نیز اس کا جواب امام نووی کی کلام میں ابھی آچکا ہے اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مذکور ہو چکی ہے وہ بھی اس نسخ کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے نویں سال تک یہی حکم جاری رہا پھر ممانعت ہوئی۔ علاوہ ازیں جب دعویٰ نسخ کیا تو اس میں جواز کا اقرار تو خود آگیا۔ اب دلیل نسخ مدعی نسخ کا ذمہ رہے۔ نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ اگر رسول اللہ ﷺ کو نہی سے پہلے دیکھتے تو پھر خود عمارتوں میں قبلے کی طرف منہ کرنے کو کیوں جائز رکھتے۔ دوسرے اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ محض احتمال ہیں' ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ خاص کر احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں یہ اعتراضات تو بالکل کالعدم ہیں۔

نیز حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث جو مذکور ہو چکی ہیں وہ بھی اس خاصہ اور عذر کے بطلان پر صریحاً دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے کہ جب آپ خود لوگوں کے قبلے کی طرف منہ نہ کرنے پر ناخوش ہوئے تو پھر یہ عذر بدتر از گناہ لانے سے کیا فائدہ۔ جب ناخوش ہوئے تو گویا لوگوں کو حکم استقبال دے دیا پس خاصہ اور عذر اسی سے باطل ہو گیا اور اگر خاصہ ہوتا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قبلے کی طرف منہ کر کے کیوں پیشاب کرتے چہ جائیکہ اصول میں بالاتفاق مقرر ہو چکا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خاص سبب اور حادثہ کا کما فی التلویح وغیرہ۔ پس اگر ایسے احتمال بے دلیل سے خاصہ کا حکم لگا دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا کوئی فعل لائق عمل نہیں رہے گا' سب خاص ہو جائیں گے اور یہ بالاجماع باطل ہے۔

فتح الباری میں لکھا ہے : وَدَعْوٰى خُصُوْصِيَّةِ ذٰلِكَ بِالنَّبِيِّ ﷺ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهَا اِذِ الْخَصَآئِصُ لَا تَثْبُتُ بِالْاِحْتِمَالِ۔ [2]

اور چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خود صحیح مسلم میں مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو اینٹوں پر پائخانہ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ حدیث یہ ہے : فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدًا عَلٰى لَبِنَتَيْنِ الْحَدِيْثِ۔ [3] پس جب خود اس حدیث میں دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے دیکھنا موجود ہے تو پھر اس احتمال کے باطل ہونے میں کیا شک باقی ہے۔

---

(۱) فتح الباری۔

(۲) فتح الباری۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الطهارة باب الاستطابة ج۔۳' ص۔۱۵۰' حدیث۔۶۱۰

مسئلہ نمبر ۸ نماز میں اللہ اکبر کی بجائے کوئی تعظیمی لفظ کہہ دیا تو جائز ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں تکبیر یعنی اللہ اکبر کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کہہ دیا جائے تو جائز ہے۔ عبارت یہ ہے : فَاِنْ قَالَ بَدَلَ التَّکْبِیْرِ اَللّٰہُ اَجَلُّ اَوْ اَعْظَمُ اَوِ الرَّحْمٰنُ اَکْبَرُ اَوْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ غَیْرُہٗ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَجْزَاہُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ [۱] "اگر تکبیر کے بدلے اللہ اجل یا اعظم یا الرحمٰن اکبر یا لا الہ الا اللہ یا اللہ تعالیٰ کا اور اسم کہہ دے تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز اور کافی ہے۔" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ کئی احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح بخاری اور ترمذی میں ابوحمید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں بلفظ ثُمَّ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مروی ہے۔ [۲]

(حدیث نمبر ۲) ---- طبرانی وغیرہ سنن میں رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : فِیْ قِصَّۃِ الْمُسِیْءِ صَلٰوتَہٗ بِلَفْظِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْحَدِیْث۔ یعنی پھر آپ نے کہا اللہ اکبر۔

(حدیث نمبر ۳) ---- طبرانی وغیرہ میں حکم بن عمیر ثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعَلِّمُنَا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَلَا یُخَالِفُ اٰذَانَکُمْ ثُمَّ قُوْلُوْا اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ الْحَدِیْث۔

(حدیث نمبر ۴) ---- صحیح مسلم اور بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْحَدِیْث۔

(حدیث نمبر ۵) ---- بیہقی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقُوْلُوا اللّٰہُ اَکْبَرُ اِنْتَھٰی۔

(حدیث نمبر ۶) ---- ابوداؤد' ترمذی اور دارمی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ وَتَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ۔ [۳] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز کی کلید طہارت (وضو) ہے اور اللہ اکبر کہنے کے بعد تمام مشاغل حرام ہو جاتے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد دوسرے امور کی طرف توجہ کرنا حلال ہوتا ہے۔

فائدہ: اسی قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ نماز میں اللہ اکبر کہتے تھے اور اللہ اعظم یا اللہ اجل وغیرہ الفاظ تعظیم کبھی آپ نے نماز میں نہیں کہے اور اصل اس میں توقیف ہے۔ اگر تکبیر کے بدلے اور کوئی لفظ کفایت کرتا تو کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ ضرور ہی کرتے یا فرماتے یا کوئی نہ کوئی صحابہ میں سے ہی کرتا پس معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کے بدلے اور کوئی لفظ کفایت نہیں کرتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا : صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ "نماز پڑھو جیسے کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔" اور امام نووی نے لکھا ہے کہ لفظ تکبیر اللہ اکبر ہے اور یہ بالاجماع جائز ہے لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہر لفظ کو جس میں تعظیم ہو جائز رکھا ہے اور امام صاحب کے اس موقف کی جمہور علماء سلف و خلف نے مخالفت کی ہے' ملخصًا۔

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج۔۱' ص۔۱۰۰

(۲) ہدایہ کے حاشیہ پر "الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ" میں بر صفحہ۔۱۰۰ یہ حدیث مذکور ہے۔

(۳) ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی فرض الوضوء ج۔۱' ص۔۱۵' حدیث۔۵۵ (حسن صحیح)

مسئلہ نمبر ۹ نماز میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھنے چاہئیں

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے' ناف سے اوپر نہ باندھے' عبارت یہ ہے: وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ[1] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ۔[2] انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھا۔

نیز امام صاحب کا مذہب اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو کہ بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ۔ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہر آدمی دایاں ہاتھ نماز میں اپنے بائیں ذراع پر رکھے۔

(ذراع کا لفظ کہنی سے لے کر ہاتھ کی درمیانی انگلی کے کنارے تک پر بولا جاتا ہے۔)

فائدہ: بخاری کی اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں ناف سے اوپر ہاتھ باندھے اس لیے کہ جب بائیں ہاتھ کے ذراع پر داہنا ہاتھ رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا تو قیام میں سیدھا کھڑا ہرگز نہیں ہو سکے گا حالانکہ تمام قیام قطعی فرض ہے۔

فائدہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے سے نیچے ناف کے اوپر رکھے اور یہی مذہب مشہور ہمارا ہے اور اسی کے جمہور علماء قائل ہیں' انتھٰی۔[3]

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث لاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت میں سے ہے۔

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے:

وَاَمَّا حَدِيْثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ فَضَعِيْفٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيْفِهِ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ مِنْ رِوَايَةِ جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔ تو اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ اسے دارقطنی اور بیہقی نے ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن واسطی سے روایت کیا ہے جو

---

(۱) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج-۱' ص-۱۰۲

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب وضع یدہ الیمنٰی علی الیسرٰی ج-۲' ص-۲۳۵' شرح حدیث-۸۹۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب وضع یدہ الیمنی علی الیسرٰی بعد تکبیرۃ الاحرام- ج-۲' ص-۲۳۵' شرح حدیث-۸۹۳

اَبِیْ شَیْبَۃَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ الْوَاسِطِیِّ بالاتفاق ضعیف ہے' انتھی۔
وَھُوَ ضَعِیْفٌ بِالْاِتِّفَاقِ اِنْتَھٰی۔ (۱)

پس اب اس حدیث سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے اور برتقدیر ثبوت اس سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ممانعت نہیں نکلتی۔ فقط جواز ہو گا' سو اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ کلام تو اس کی سنیت اور استحباب میں ہے۔ سو سنیت سینہ پر باندھنے ہی کی ثابت ہوتی ہے ورنہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے بھی اس کے غیر ممانعت کی ثابت ہو جائے گی جس سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا بالکل باطل ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۰ نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے : وَلَا یَجُوْزُ لِلرِّجَالِ اَنْ یَقْتَدُوْا بِامْرَأَۃٍ اَوْصَبِیٍّ۔ (۲) "مردوں کے لیے جائز نہیں کہ کسی عورت یا نابالغ لڑکے کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔" یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ کُنَّا بِمَآءٍ مَمَرِّ النَّاسِ یَمُرُّ بِنَا الرُّکْبَانُ فَسَأَلُھُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُوْنَ یَزْعُمُ اَنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَہٗ اَوْحٰی اِلَیْہِ اَوْحٰی اِلَیْہِ کَذَا فَکُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِکَ الْکَلَامَ فَکَاَنَّمَا یُغْرٰی فِیْ صَدْرِیْ وَکَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِھِمُ الْفَتْحَ فَیَقُوْلُوْنَ اُتْرُکُوْہُ وَقَوْمَہٗ فَاِنَّہٗ اِنْ ظَھَرَ عَلَیْھِمْ فَھُوَ نَبِیٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُکُمْ وَاللّٰہِ مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوۃَ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا وَصَلٰوۃَ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْیُؤَذِّنْ اَحَدُکُمْ فَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْثَرُکُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَکْثَرَ قُرْاٰنًا مِّنِّیْ لِمَا کُنْتُ اَتَلَقّٰی مِنَ الرُّکْبَانِ فَقَدَّمُوْنِیْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِیْنَ وَکَانَتْ عَلَیَّ بُرْدَۃٌ کُنْتُ اِذَا

ہم پانی کے مقام پر رہتے تھے اور یہ بھی پوچھتے تھے کہ وہ مرد یعنی محمد ﷺ کیسے ہیں؟ پس وہ کہتے تھے کہ وہ مرد یعنی رسول اللہ ﷺ کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی طرف یہ اور یہ وحی کیا گیا۔ سو میں اس کلام کو یاد رکھتا تھا پس گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں جم جاتا تھا اور عرب کے لوگ مسلمان ہونے میں فتح کی انتظار کر رہے تھے (یعنی جب اس کو فتح ہو جائے گی تو ہم بھی اسلام لے آئیں گے) اس کو اور اس کی قوم کو چھوڑ دو اور آخرکار دیکھو کیا ہوتا ہے اگر اپنی قوم پر غالب آگیا تو بے شک یہ نبی سچا ہے۔ سو جب مکے کی لڑائی میں فتح ہوئی تو ہر قوم نے قبول اسلام کے لیے جلدی کی اور مسلمان ہو گئے اور میری قوم میں سب سے پہلے میرا باپ اسلام لایا۔ سو جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آیا تو اس نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں تمہارے پاس نبی سے حق لایا ہوں۔ سو کہا کہ نماز پڑھو اس طرح ایسے ایسے وقت میں اور نماز ایسے فلاں فلاں وقت میں' پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور چاہیے کہ تمہاری امامت

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ باب وضع یدہ الیمنی علی الیسرٰی بعد تکبیرۃ الاحرام ج-۴' ص-۳۳۵' شرح حدیث-۸۹۳

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ ج-۱' ص-۱۲۳

سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّیْ فَقَالَتِ امْرَأَۃٌ مِّنَ الْحَیِّ اَلَا تَغُطُّوْنَ عَنَّا اِسْتَ قَارِئِکُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِیْ قَمِیْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَیْئٍ فَرْحِیْ بِذٰلِكَ الْقَمِیْصِ۔ [1]

وہ کرائے جو تم میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو۔ سو انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے کہ میں سواروں سے سیکھتا رہتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مجھ کو اپنے آگے کیا یعنی امام بنایا اور میں اس وقت چھ یا سات برس کا تھا اور مجھ پر ایک چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تھا تو اکٹھی ہو جاتی تھی اور میرے چوتڑ ننگے ہو جاتے تھے۔ سو قوم میں سے ایک عورت نے کہا کہ اپنے امام کے چوتڑ ہم سے ڈھانپ کیوں نہیں دیتے؟ چنانچہ انہوں نے میرے لیے کپڑا خرید کیا اور میرے لیے ایک کرتہ بنایا جسے پہن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی خوشی نہ ہوئی تھی' انتھٰی۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس پر اطلاع نہیں ہوئی۔

جواب: ظاہر یہی بات ہے کہ آپ کو اس پر اطلاع ہو گئی تھی۔ اس لیے کہ کبھی نہ کبھی تو کوئی ان میں سے ضرور ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا ہوگا اور اپنی قوم کا حال سناتا ہوگا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کبھی کوئی بھی ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آیا ہو۔ پس رسول اللہ ﷺ کو اس پر اطلاع ہونا ضرور ہے اور بالفرض نہ بھی ہوئی ہو تو رسول اللہ ﷺ کا قول یَؤُمُّکُمْ اَکْثَرُکُمْ قُرْاٰنًا کا عموم اس پر صریح دلیل ہے اور صحابہ نے بھی اس سے عموم سمجھا ہے حالانکہ وہ اہل زبان تھے۔ پس یہی عموم اس کے لیے کافی دلیل ہے اور کوئی دلیل اس کی مخصص موجود نہیں۔ پس یہ تاویل قطعاً باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نہ پڑھنے چاہئیں

ہدایہ و درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ عبارت یہ ہے :وَلَا یُصَلِّی الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ۔ [2] اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَأْتِیْ قَوْمَهٗ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ۔ [3]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے اور ان کو نماز پڑھاتے۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ ج۔۱' ص۔۳۵۲' حدیث۔۱۱۲۶ و صحیح مسلم۔

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ ج۔۱' ص۔۱۲۷

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب من صلی صلاۃ مرتین ج۔۱' ص۔۳۶۲' حدیث۔۱۱۵۰

(حدیث نمبر ۲)—— انہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى قَوْمِهٖ فَيُصَلِّيْ بِهِمُ الْعِشَآءَ وَهِيَ لَهٗ نَافِلَةٌ [۱] وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارَقُطْنِيِّ هِيَ لَهٗ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ مَكْتُوْبَةُ الْعِشَآءِ۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اپنی قوم کی طرف آتے اور انہیں نماز عشاء پڑھاتے۔ یہ بعد کی نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفل ہوتی۔ اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ یہ بعد کی نماز سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے نوافل ہوتے اور ان کی قوم کے لیے عشاء کے فرض۔

(حدیث نمبر ۳)—— صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے نماز خوف کے بیان میں مروی ہے۔

فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بِالطَّآئِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَصَلّٰى بِكُلِّ طَآئِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ۔ [۲]

رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو دو رکعتیں نماز پڑھائی اور پھر دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائی پس رسول اللہ ﷺ نے چار رکعت نماز پڑھی اور ہر جماعت کو دو دو رکعت پڑھائی۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یعنی معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے۔ اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ اپنی نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھ جاتے تھے۔ پس ان کے فرض ساقط ہو جاتے تھے پھر دوسری دفعہ اپنی قوم کو جا کر نماز پڑھاتے تھے اور وہ ان کے نفل ہوتے تھے اور ان لوگوں کے لیے فرض ہوتے تھے اور صحیح مسلم میں یہ بات ایک اور جگہ صریحاً آچکی ہے' انتھٰی۔ اور دوسری جگہ اسی میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی نماز نفل تھی اور دوسرے لوگوں کے لیے فرض اور حدیث خوف سے امام شافعی اور ان کے اصحاب نے استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے' انتھٰی۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے' وہ ان کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نفل پڑھتے تھے یا رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال معلوم نہیں ہوا یا یہ حکم منسوخ ہے۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: دوسری روایت میں صریحاً آچکا ہے کہ وہ معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفل ہوتے تھے اور لوگوں کے لیے فرض ہوتی تھی اور پھر صحیح مسلم کے طریقوں میں صریح موجود ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھ کر آتے تھے اور جہان میں کون ایسا ذی شعور ہے کہ عشاء سے سنت عشاء کے یا نفل عشاء کے سمجھے اور وہ کون ایسا عقلمند ہے کہ نبی علیہ السلام کی جماعت کے ساتھ اپنے فرض ادا نہ کرے اور نفل ادا کرے باوجودیکہ فرضوں کی محافظت کرنے کی نہایت ہی تاکید ہے' كَمَا مَرَّ۔ اور نفلوں کی کچھ بھی تاکید نہیں اور نیز یہ کس مذہب کا مسئلہ ہے کہ جس شخص نے ابھی اپنے فرض بھی نہ پڑھے ہوں وہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے ہوئے جماعت کے ساتھ نفل شروع کر بیٹھے اور فرضوں کو بعد کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑے اور پھر اس کے یہ نفل جائز ہو جائیں' بینوا توجروا۔

---

(۱) مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب من صلی صلاۃ مرتین ج ۱' ص ۳۶۲' حدیث ۱۱۵۱۔

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ الخوف ج ۶' ص ۳۶۸' حدیث ۱۹۴۷۔

دوسرا جواب: دوسری تاویل کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس پر اطلاع ہو گئی تھی[1] اور آپ کو معاذ رضی اللہ عنہ کا حال معلوم تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں موجود ہے کہ جب معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں جا کر نماز پڑھانے لگے تو سورۂ بقرہ شروع کر دی' تب ایک شخص نے اپنی نماز توڑ کر علیحدہ پڑھی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خبر دی :

اِنَّ مُعَاذًا صَلّٰی مَعَكَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰی فَافْتَتَحَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی مُعَاذٍ فَقَالَ يَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَلْحَدِيْثَ۔[2]

تحقیق معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ عشاء پڑھی پھر آیا اور سورہ بقرہ شروع کر دی' سو رسول اللہ ﷺ اس پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے معاذ! کیا تو فتنہ اٹھانے والا ہے' آخر حدیث تک۔

دوسرا لفظ یہ ہے صَلِّ بِهِمْ صَلٰوةَ اَخَفِّهِمْ۔[3] اب اس حدیث سے اس تاویل کے باطل ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہا اور اسی طرح نسخ کا دعویٰ بھی قطعاً باطل ہے جب تک کہ شرائط نسخ ثابت نہ ہوں جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱ میں بیان ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہاں اس کا کوئی معارض بھی موجود نہیں ہے پھر دعویٰ نسخ بنا فاسد علی الفاسد ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے اور ناسخ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ ہے جس کے مطابق ایک فرض کو ایک دن میں دوبار پڑھنا منع ہے۔

پہلا جواب: یہ اسی وقت منع ہو گا جب کوئی اپنی دوسری نماز کو فرض سمجھ کر پڑھے اور جب اس کو نفل سمجھ کر پڑھے گا تو اس کی ممانعت حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں فرضی نماز کی ممانعت ہے نفلی کی نہیں ہے اور خصم بھی نفلی کو جائز رکھتا ہے۔

دوسرا جواب: دعویٰ نسخ باطل ہے۔ ان وجوہات کی رو سے جو مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور ہوئی ہیں اور نیز ناسخ کا تاخر ثابت نہیں پھر نسخ کیسے ثابت ہو سکتا ہے بلکہ یہ دعویٰ بر عکس ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کی مداومت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہاں مضارع کان کے بعد واقع ہوا ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔ پس دعویٰ نسخ باطل ہوا۔

تیسرا جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خود ثابت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دوبارہ جماعت کے ساتھ فرض پڑھنے کی اجازت دی۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نہی سے استدلال کرنا باطل ہے بلکہ احتمال ہے کہ حدیث جواز کی متاخر ہو پس یہ ناسخ ہو گی اس حدیث کی جو نہی میں وارد ہے' فما هو جوابکم۔

چوتھا جواب: حنفیہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نہی کو خود محمول کرتے ہیں' اس شخص کے حق میں جو پہلے جماعت کے ساتھ فرض پڑھ چکا ہو اور اگر پہلی بار اکیلے پڑھے ہوں تو دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کو حنفیہ بھی جائز رکھتے ہیں۔ پس جب حنفیہ خود دوبارہ جماعت کے ساتھ فرض پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں تو پھر دعویٰ نسخ کیوں؟ اور پہلی نماز کے نفل ٹھہرنے کو ہم پہلے باطل کر چکے ہیں اور دونوں نمازوں کے جماعت کے ساتھ پڑھنے کو نفل کہنا بھی

---

(۱) نیل الاوطار کتاب الصلاۃ باب هل يقتدي المفترض بالمتنفل ام لا ج۔۳' ص۔۱۷۹

(۲) صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب القراءۃ فی العشاء ج۔۲' ص۔۲۰۳' حدیث۔۱۰۴۰

(۳) نیل الاوطار کتاب الصلاۃ باب هل يقتدي المفترض بالمتنفل ام لا ج۔۳' ص۔۱۷۹

مہمل بات ہے۔ اس لیے کہ جماعت کے ساتھ تو ایک نماز پڑھنے سے بھی ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے پھر دوسری جماعت کے ساتھ ثواب معلق کرنے کا کیا معنی اور دونوں کو نفل کہنے کا کیا مطلب۔ غرض کہ یہ تاویلات سب کی سب باطل ہیں اور ظاہر حدیث کے سراسر مخالف ہیں۔ اسی وجہ سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَكُلُّ هٰذِهِ التَّاوِيْلَاتِ دَعَاوِیْ لَا اَصْلَ لَهَا فَلَا يُتْرَكُ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ بِهَا۔ یہ تمام تاویلات محض دعویٰ ہیں ان کی کچھ اصل نہیں پس ظاہر حدیث کو ان کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا" انتہٰی۔

امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے : وَرُدَّ بِاَنَّ النَّهْیَ عَنْ فِعْلِ الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّهَا فَرِيْضَةٌ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ كَمَا جَزَمَ بِذٰلِكَ الْبَيْهَقِیُّ جَمْعًا بَيْنَ الْحَدِيْثَيْنِ قَالَ فِی الْفَتْحِ بَلْ لَوْ قَالَ قَائِلٌ اِنَّ هٰذَا النَّهْیَ مَنْسُوْخٌ بِحَدِيْثِ مُعَاذٍ لَمْ يَكُنْ بَعِيْدًا وَقَدْ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنَ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ اِذَا صَلَّيْتُمَا فِیْ رِحَالِكُمَا الْحَدِيْثَ وَكَانَ ذٰلِكَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِیْ اَوَاخِرِ حَيَاةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْتَهٰی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲ سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب نہیں

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب نہیں ہے۔ عبارت یہ ہے : وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا لِتَحَقُّقِ السُّجُوْدِ دُوْنَهُمَا۔ [2] "ہاتھوں اور گھٹنوں کو (دوران سجدہ) زمین پر رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ ثابت ہے۔" امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ۔ [3] مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر' دونوں ہاتھوں پر' دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے کناروں پر نیز یہ کہ کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کروں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ساتوں اعضاء پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اور حنفیہ پاؤں کو زمین پر رکھنا جو فرض کہتے ہیں تو اسی حدیث کی دلیل سے کہتے ہیں کہ اس میں امر کا لفظ آگیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھنا واجب نہیں کہتے حالانکہ یہاں بھی وہی حدیث ہے اور وہی امر ہے۔ اسی ایک ہی حدیث سے ایک عضو کے رکھنے کو فرض کہنا اور دوسرے کو فرض نہ کہنا کسی طرح سے ممکن نہیں ہے۔ اگر فرض ہوں گے تو سب ہی اعضاء ہوں گے اور نہیں ہوں گے تو سب ہی نہیں ہوں گے۔

---

(۱) نیل الاوطار کتاب الصلاۃ باب ھل یقتدی المفترض بالمتنفل ام لا ج۔۳' ص۔۱۷۹

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج۔۱' ص۔۱۰۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب اعضاء السجود و النھی عن کف الشعر و مشکوۃ باب السجود ج۔۲' ص۔۲۳۱' حدیث۔۱۰۹۸

مسئلہ نمبر ۱۳ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں بھول کر کلام کرلے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ عبارت یہ ہے : وَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْ صَلٰوتِهٖ عَامِدًا اَوْ سَاهِيًا بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ۔ [۱] یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِحْدٰى صَلٰوةِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَّعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَاَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِي الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُّقَالُ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَوَ كَمَا يَقُوْلُ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ الْحَدِيْثَ۔ [۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں زوال کے بعد کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام لیا تھا مگر میں بھول گیا ہوں۔ تو آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ پھر آپ مسجد میں رکھی ہوئی ایک لکڑ کے ساتھ جا کر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آپ غصے میں ہوں۔ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈال لیں اور اپنے دائیں رخسار کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ لیا اور جلد باز نمازی مسجد کے دروازوں سے نکل گئے۔ اس وقت وہ کہہ رہے تھے کیا نماز مختصر کر دی گئی ہے۔" اور قوم میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ انہوں نے خوف کے مارے رسول اللہ ﷺ سے کلام نہ کیا اور قوم میں ایک آدمی تھا جس کے ہاتھ لمبے تھے۔ اس کو لوگ ذوالیدین کہتے تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نماز مختصر کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز مختصر کی گئی ہے پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ ایسے ہی ہوا ہے جیسے کہ ذوالیدین کہتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ سو رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور آپ نے نماز پڑھی جو رہ گئی تھی پھر سلام پھیر دیا آخر حدیث تک یعنی جب کہ نماز دو رکعت ابھی باقی رہتی تھی تو سب لوگ نماز کے اندر تھے اور یہ سب کلام رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی نماز کے اندر واقع ہوئی بھول کر اس خیال سے کہ ہم نماز میں نہیں ہیں۔

---

(۱) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ج۔۱، ص۔۱۳۳

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب السھو فی الصلاۃ ج۔۵، ص۔۶۹، حدیث۔۱۲۸۸ ومشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب السھو ج۔۱، ص۔۳۲۰، حدیث۔۱۵۱۷

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ حدیث ذوالیدین سے ایک یہ فائدہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اسی کے جمہور علماء سلف اور خلف قائل ہیں' اور عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن زبیر' عروہ' عطا' حسن' شعبی' قتادہ' اوزاعی' مالک' شافعی' احمد اور تمام محدثین اسی کے قائل ہیں' اللہ ان سے راضی ہو۔[1]

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

جواب: یہ حدیث منسوخ نہیں ہے جیسے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کا منسوخ نہ ہونا بڑی بسط و تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ مَنْ شَآءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهِ۔ اور دوسری جگہ امام نووی نے لکھا ہے : اَمَّا النَّاسِیْ فَلَا تَبْطُلُهٗ صَلٰوتُهٗ بِالْكَلَامِ الْقَلِيْلِ عِنْدَنَا وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالْجَمْهُوْرُ وَدَلِيْلُنَا حَدِيْثُ ذُوالْيَدَيْنِ۔

مسئلہ نمبر ۱۴ نماز میں تین قدم چلنے سے نماز باطل ہو جائے گی

مرقات اور درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز میں تین قدم پے درپے چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ هٰذَا اِذَا لَمْ يُحْتَجَّ اِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيْرِ كَثَلٰثِ خُطُوَاتٍ مُتَوَالِيَاتٍ۔[2]

فائدہ: عمل کثیر اسے کہتے ہیں جس کو غیر آدمی دیکھ کر یہ خیال کرے کہ یہ شخص نماز میں نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ نَفَرًا جَآؤُوْا اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَدْ تَمَارَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِنْ اَيِّ عُوْدٍ هُوَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِنْ اَيِّ عُوْدٍ هُوَ وَمَنْ عَمِلَهٗ وَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ يَآبَا عَبَّاسٍ فَحَدِّثْنَا قَالَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى امْرَاَةٍ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ اِنَّهٗ لَيُسَمِّيْهَا يَوْمَئِذٍ اُنْظُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِيْ اَعْوَادًا اُكَلِّمُ النَّاسَ عَلَيْهَا فَعَمِلَ هٰذِهِ الثَّلَاثَ دَرَجَاتٍ ثُمَّ اَمَرَبِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَوُضِعَتْ هٰذَا الْمَوْضِعَ فَهِيَ مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

چند آدمی جھگڑا کرتے ہوئے (اس بات میں کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر کس لکڑی کا بنا ہوا تھا) سہل بن سعد کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ تحقیق میں البتہ پہچانتا ہوں جس لکڑی سے منبر بنا تھا اور جس شخص نے اس کو بنایا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اول اس دن جس میں آپ منبر پر بیٹھے تھے' سو میں نے کہا اے ابا عباس پس بیان کر ہم سے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی آدمی کو ایک عورت کی طرف بھیجا۔ ابوحازم نے کہا کہ سہل رضی اللہ عنہ اس دن اس کا نام لیتے تھے کہ اپنے غلام کو تو کہہ دے کہ میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنائے جس پر میں بیٹھ کر لوگوں سے کلام کروں' سو اس نے یہ تین درجے منبر کے بنائے پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا اور اسے کہا گیا وہ غابہ کی جاھو کی لکڑی سے بنایا گیا تھا اور تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب السھو فی الصلاۃ ج۔۵' ص۔۷۳' شرح حدیث۔۱۲۶۵' ۱۲۹۴

(۲) درمختار۔

قَامَ عَلَيْهِ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَرَآءَهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ رَفَعَ فَنَزَلَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْبِيْ وَلِتَعْلَمُوْا صَلٰوتِيْ۔ (۱)

پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی جبکہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے پھر آپ نے (سر کو رکوع سے) اٹھایا پس اترے اور پیچھے کی طرف چلے یہاں تک کہ آپ نے منبر کی جڑھ میں سجدہ کیا پھر اسی طرح لوٹایا یہاں تک کہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو میں نے یہ نماز اس لیے پڑھی ہے تاکہ تم میری نماز کا طریقہ جان لو اور میری تابعداری کرو۔

(حدیث نمبر ۲) ـــــ ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نفل پڑھتے تھے اور دروازہ آپ پر بند تھا سو میں آئی اور میں نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی' سو رسول اللہ ﷺ چلے اور دروازہ کو کھولا پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر آگئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا کہ دروازہ قبلے کی طرف تھا۔

(حدیث نمبر ۳) ـــــ یہ حدیث ذوالیدین کی ہے جو مسئلہ نمبر ۲ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عمل کثیر کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا کئی بار منبر سے اترنا اور چڑھنا فعل کثیر ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے چل کر دروازہ کھولنا اور پھر اپنی جگہ پر پلٹ کر چلے جانا عمل کثیر ہے اور اسی طرح ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا جذع لکڑی کی طرف چلے جانا اور لوگوں کا مسجد سے نکل جانا اور پھر آکر نماز کو اسی پر بنا کرنا بھی عمل کثیر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ میں گئے پھر نکلے۔ ان سب صورتوں میں سب کی نماز صحیح ہو گئی' کسی کی نماز بھی فاسد نہ ہوئی۔ اسی وجہ سے امام نووی نے لکھا ہے :

وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْعَمَلَ الْكَثِيْرَ وَالْخُطُوٰتِ اِذَا كَانَتْ فِي الصَّلٰوةِ سَهْوًا لَا تُبْطِلُهَا كَمَا لَا تُبْطِلُهَا الْكَلَامُ سَهْوًا وَفِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَجْهَانِ لِاَصْحَابِنَا اَصَحُّهُمَا لَا يُبْطِلُهَا لِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَاِنَّهُ ثَبَتَ فِيْ مُسْلِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَشٰى اِلَى الْجِذْعِ وَخَرَجَ السَّرْعَانُ وَفِيْ رِوَايَةٍ دَخَلَ الْحُجْرَةَ

اس حدیث ذوالیدین رضی اللہ عنہ میں دلیل ہے اس پر کہ عمل کثیر اور کئی قدم چلنا جب نماز میں بھول کر ہو جائے تو یہ نماز کو باطل نہیں کرتا جیسے کہ بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے دو موقف ہیں' زیادہ صحیح ان میں یہ ہے کہ اس حدیث کی رو سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نبی ﷺ لکڑی کی طرف چلے اور جلدباز لوگ مسجد سے باہر نکلے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ حجرہ میں داخل ہوئے پھر نکلے

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلاۃ ج۔۵' ص۔۳۶' حدیث۔۱۲۱۶

(۲) ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب العمل فی الصلاۃ ج۔۱' ص۔۱۷۳' حدث۔۸۱۵ (حسن)

ثُمَّ خَرَجَ وَرَجَعَ النَّاسُ وَبَنٰی عَلٰی صَلٰوتِهٖ وَالْوَجْهُ الثَّانِیْ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ فِی الْمَذْهَبِ اَنَّ الصَّلٰوةَ تَبْطُلُ بِذٰلِكَ وَهٰذَا مُشْكَلٌ وَتَاوِیْلُ الْحَدِیْثِ صَعْبٌ عَلٰی مَنْ اَبْطَلَهَا۔ [1]

اور سب لوگ پھر آئے اور اپنی نماز پر بنا کی اور دوسرا موقف مشہور مذہب میں یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہ مشکل ہے اور اس حدیث کی تاویل سے دشوار ہے' اس شخص پر جو اس صورت میں نماز کو باطل کرتا ہے' انتھٰی۔

دیکھو انصاف اسی کا نام ہے باوجودیکہ یہ مسئلہ امام نووی کے مذہب کا مخالف تھا پھر بھی صاف کہہ دیا کہ اس حدیث کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قدم پے درپے نہیں تھے۔

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جو دروازہ کھولنے کو رسول اللہ ﷺ چلے تھے تو وہاں آکر کھڑے نہیں ہو رہے تھے بلکہ فی الفور پلٹ کر چلے گئے تھے اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہ تاویل نہیں ہو سکتی ہے' اس لیے کہ منبر کے تین درجے تھے۔ وہ بھی آپ اترے اور پھر جب آپ نے منبر کی جڑھ میں سجدہ کیا تو دو قدم اور بھی منبر سے اتر کر چلے ہوں گے ورنہ منبر کی جڑھ میں سجدہ کیسے ہو سکے گا اور ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو یہ تاویل ممکن ہی نہیں ہے جیسے کہ امام نووی نے فرمایا ہے۔ وھو الحق البحت الذی لا یحول الوھم حولہ۔

مسئلہ نمبر ۱۵ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو سنت کو زیادہ جانتا ہو

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سب سے اول امامت کے لائق وہ شخص ہے جو سنت کو زیادہ جانتا ہو۔ عبارت یہ ہے : وَاَوْلَی النَّاسِ بِالْاِمَامَةِ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ۔ [2] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح مسلم میں ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِی الْقِرَاءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِی السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِی الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِیْ سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدُ فِیْ بَيْتِهٖ عَلٰی تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ [3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو قرآن کو زیادہ جانتا ہو۔ پس اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے سنت کا زیادہ عالم ہو پس اگر سنت میں برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت والا اور اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے زیادہ ہو اور نہ امامت کرائے کوئی مرد کسی مرد کی اس کے مقام میں اور اس کی نشست گاہ میں اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- صحیح مسلم میں ہی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب السھو فی الصلاۃ ج۔۵' ص۔۷۳' شرح حدیث۔۱۲۶۵' ۱۲۹۳

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ ج۔۱' ص۔۱۲۱

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب من احق بالامامۃ ج۔۵' ص۔۱۷۷' حدیث۔۱۵۳۰

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کَانُوْا ثَلٰثَۃً فَلْیَؤُمَّھُمْ اَحَدُھُمْ وَاَحَقُّھُمْ بِالْاِمَامَۃِ اَقْرَأُھُمْ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی ہوں تو ایک ان کی امامت کرائے اور زیادہ حقدار امامت کا وہ ہے جو قرآن سب سے زیادہ جانتا ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلے سب سے زیادہ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو قرآن کی قراءت اچھی طرح کرسکے اور اس کا فہم زیادہ رکھتا ہو۔ ایسے آدمی کے ہوتے ہوئے اعلم بالسنۃ کو امامت کا حق نہیں رہتا۔

مسئلہ نمبر ۱۶ غلام کی امامت مکروہ ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ ہے' عبارت یہ ہے: وَیُکْرَہُ تَقْدِیْمُ الْعَبْدِ۔ [2] جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُھَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْمَدِیْنَۃَ کَانَ یَؤُمُّھُمْ سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَفِیْھِمْ عُمَرُ وَاَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ۔ [3]

جب پہلے مہاجرین مدینہ میں آئے تو ان کی امامت سالم غلام ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کرتے تھے اور ان میں عمر رضی اللہ عنہ اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- مسند امام شافعی میں ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا یَأْتُوْنَ عَائِشَۃَ بِاَعْلَی الْوَادِیْ ھُوَ وَعُبَیْدُ بْنُ عُمَیْرٍ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَۃَ وَنَاسٌ کَثِیْرٌ فَیَؤُمُّھُمْ اَبُوْ عَمْرٍو وَمَوْلٰی عَائِشَۃَ وَاَبُوْ عَمْرٍو غُلَامُھَا حِیْنَئِذٍ لَمْ یُعْتَقْ۔ [4]

وہ' عبید ابن عمیر' مسور بن مخرمہ اور بہت سے لوگ بالائی وادی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے اور ان کی امامت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو عمرو کراتے تھے۔ اس وقت ابو عمرو کو آزاد نہیں کیا گیا تھا۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے' مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷ دوران نماز وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کر کے وہیں سے نماز شروع کرے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ اَحْدَثَ فِیْ رُکُوْعِہٖ اَوْ سُجُوْدِہٖ فَتَوَضَّأَ وَبَنٰی۔ [5] "اور جو شخص کہ بے وضو ہوا رکوع

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب من احق بالامامۃ ج۔۵' ص۔۱۷۶' حدیث۔۱۵۲۷ ومشکوۃ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ ج۔۱' ص۔۳۴۹

(۲) ھدایہ ج۔۱' ص۔۱۳۲

(۳) نیل الاوطار کتاب الصلاۃ باب امامۃ الاعمی والعبد والمولی ج۔۳' ص۔۱۷۲

(۴) نیل الاوطار کتاب الصلاۃ باب امامۃ الاعمی والعبد والمولی ج۔۳' ص۔۱۷۲

(۵) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب الحدث فی الصلاۃ ج۔۱' ص۔۱۳۲

میں یا سجود میں تو وضو کرے اور (وہیں سے نماز) بنا کرے۔" یعنی ایک شخص نے مثلاً ظہر کے چار فرضوں میں سے دو پڑھے تھے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب وہ شخص وضو کر کے جہاں سے نماز چھوڑی تھی اسی جگہ سے آکر شروع کرے اور جو دو رکعت اس کی باقی رہ گئی تھیں فقط وہی ادا کرے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد اور ترمذی میں طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلٰوةَ رواه اصحاب السنن وصححه ابن حبان حرج۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا (دوران نماز) وضو ٹوٹ جائے تو اسے چاہیے کہ واپس آکر دوبارہ وضو کرے اور نماز کا اعادہ کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں جس کا وضو ٹوٹ جائے وہ اپنی نماز کو نئے سرے سے پھر پڑھے اور ابتدا سے اس کا اعادہ کرے جو نماز پہلے پڑھ چکا تھا اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸ نماز میں اشارہ سے بھی سلام کا جواب نہ دے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے بھی سلام کا جواب نہ دے۔ عبارت ہدایہ کی یہ ہے :وَلاَ يَرُدُّ السَّلاَمَ بِلِسَانِهٖ وَلاَ بِيَدِهٖ۔[2] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) —— ترمذی اور نسائی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مروی ہے :

قَالَ قُلْتُ لِبِلاَلٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ۔[3] (صححه الترمذی)

اس نے کہا کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو نماز میں ہوتے ہوئے لوگ باہر سے آکر سلام کہتے تھے تو آپ ان کو سلام کا جواب کس طرح دیتے تھے؟ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے یعنی ہاتھ سے سلام کا جواب لوگوں کو دے دیتے تھے۔

(حدیث نمبر ۲) —— موطا امام مالک میں نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے :

قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ الرَّجُلُ كَلاَمًا فَرَجَعَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ اِذَا سُلِّمَ عَلٰى اَحَدِكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلاَ

تحقیق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرد پر سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کہا۔ اس نے زبان سے سلام کا جواب دیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے کہا کہ جب تم میں سے کسی کو سلام کہا جائے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو

---

(۱) مشکوۃ باب مالا یجوز فی الصلوۃ وما یباح منه ج-۱، ص-۳۱۷، حدیث-۱۰۰۶ وابوداؤد کتاب الطهارة باب من یحدث فی الصلاة ج-۱، ص-۱۳۱، حدیث-۲۰۵

(۲) هدایه کتاب الصلاة باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ج-۱، ص-۱۴۰

(۳) مشکوۃ کتاب الصلاة باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ج-۱، ص-۳۱۳، حدیث-۹۹۱ (حسن صحیح)

يَتَكَلَّمْ وَلْيُشِرْ بِيَدِهٖ۔[1] وہ کلام نہ کرے بلکہ چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے۔

فائدہ: ان دو احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے آدمی کو کوئی شخص باہر سے آکر سلام کہہ دے تو اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دے دے اور زبان سے نہ بولے۔

تنبیہہ: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا۔ بعد ازاں جب کلام کرنا نماز میں منسوخ ہوا تو یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

جواب: دعویٰ نسخ بالکل مردود ہے۔ اس لیے کہ شرائط نسخ جو اول مسئلہ کے بیان میں مذکور ہو چکے ہیں یہاں نہیں پائے جاتے ہیں۔ نیز نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا ہے نہ اشارہ کرنا ہاتھ سے۔ اشارہ کی ممانعت کسی حدیث میں صریحاً موجود نہیں ہے اور نسخ کلام اشارہ کو مستلزم نہیں ہے۔ مزید برآں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا ہے' ہاتھ سے اشارہ کے ساتھ کا جواب دینا منسوخ نہیں ہوا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کلام کے بعد اشارہ سے سلام کا جواب دینا صحابہ میں جاری تھا۔

مسئلہ نمبر ۱۹ رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يُصَلِّي الْوِتْرَ بِجَمَاعَةٍ فِيْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ۔[2] "ماہ رمضان کے علاوہ اور تمام برس میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے مخالف ہے جو کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ اَوْ بَعْضُهٗ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ فَقَرَاَ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الْقِرْبَةِ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ وَتَوَضَّاْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات گزاری اور نبی ﷺ ان کے پاس تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ ایک ساعت بات کرتے رہے پھر آپ سو گئے۔ پس جبکہ آخر رات کا تیسرا حصہ رہا یا اس کا کچھ حصہ تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف نظر کی پھر آپ نے یہ آیات (ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنہار تا اختتام سورۃ) تلاوت کیں پھر آپ اٹھ کر ایک مشک کی طرف گئے اور اس کا سر بند کھولا پھر پانی کو ایک لگن میں ڈالا اور بہت اچھی طرح وضو کیا درمیانہ وضو پانی بھی بہت زیادہ استعمال نہ کیا البتہ تمام اعضاء پر پانی بہا لیا بعد ازاں آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی پس میں بھی کھڑا ہوا اور وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرے کان کو پکڑا اور مجھ

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوۃ باب مالا یجوز من العمل ...... ج-۱' ص-۳۱۹' حدیث-۱۰۱۳ (صحیح)

(۲) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب النوافل ج-۱' ص-۱۵۱

ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ فَآذَنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ الحديث۔ [1]

کو پھیر کر اپنے داہنے طرف کیا۔ یوں آپ کی تیرہ رکعت نماز تمام ہوئی پھر آپ لیٹ کر سو گئے' یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ اس کے بعد آپ کو بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی تو آپ نے نماز پڑھی یعنی صبح کی اور وضو نہ کیا آخر حدیث تک۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے سوا اور مہینے میں بھی وتر جماعت کے ساتھ پڑھنے جائز ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ وتروں کی جماعت غیر رمضان میں کرائی۔ علاوہ ازیں فضیلت جماعت کے باب میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ ان کا عموم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ وتروں کی جماعت غیر رمضان میں بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰ اگر امام خطبہ جمعہ بیٹھ کر یا بغیر وضو پڑھے تو بھی جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًا اَوْ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ اَجْزَاَهُ۔ [2] "اگر امام جمعہ کے دن منبر پر خطبہ بیٹھ کر پڑھے یا بے وضو پڑھے تو جائز ہے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)---- صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ۔ [3]

انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے پھر خطبہ پڑھتے کھڑے ہو کر پس جو خبر دے تجھ کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے تو تحقیق اس نے جھوٹ کہا پس تحقیق قسم ہے اللہ کی میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ بار نماز پڑھی ہے۔

(حدیث نمبر ۲)---- صحیح مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔ [4]

تحقیق وہ مسجد میں داخل ہوا اور عبدالرحمٰن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اس خبیث کی طرف دیکھو بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے اور حالانکہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) فرمایا ہے' "جب دیکھتے ہیں کسی تجارت کو یا کھیل کو تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔"

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ اللیل ج۔۱' ص۔۳۷۳' حدیث۔۱۱۹۵

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ ج۔۱' ص۔۱۶۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ ج۔٦' ص۔۳۸۸' حدیث۔۱۹۹۳ و مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب الخطبۃ والصلوٰۃ ج۔۱' ص۔۴۴۳' حدیث۔۱۴۱۵

(۴) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل یخطب الخطبتین قائما و مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبۃ والصلوٰۃ ج۔۱ ص۔۴۴۳' حدیث۔۱۴۱۶

فائدہ: ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا کافی نہیں ہے ورنہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اس خطیب کو خبیث نہ کہتے یا رسول اللہ ﷺ ہی کبھی بیٹھ کر پڑھتے خاص کر اخیر عمر میں جبکہ نفلوں کو اکثر اوقات بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ پس خطبہ بیٹھ کر پڑھنا رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے عمل کے خلاف ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں شافعی اور اکثرین کے مذہب کی دلیل ہے کہ خطبہ جمعہ بیٹھ کر صحیح نہیں۔ اس کے لیے جو طاقت قیام رکھتا ہو دو خطبوں کے بغیر بھی صحیح نہیں۔ قاضی نے کہا کہ عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ بغیر دو خطبہ کے صحیح نہیں ہوتا ہے اور ابن عبدالبر نے اس پر اجماع علما نقل کیا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کو بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر ۲۱ — خطبہ جمعہ میں اللہ اکبر ہی کہہ دینا کافی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَاِنِ اقْتَصَرَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ جَازَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ (۲) "جمعہ کے دن منبر پر کھڑا ہو کر اگر فقط ذکر اللہ (یعنی سبحان اللہ یا اللہ اکبر خطبہ کی جگہ) کہہ دے تو بس کافی اور جائز ہے۔" دو خطبے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ خُطْبَتَانِ یَجْلِسُ بَیْنَهُمَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیُذَکِّرُ النَّاسَ فَکَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔ (۳)

نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ آپ خطبوں میں قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ فرماتے تھے پس آپ کی نماز بھی درمیانہ تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ تھا۔

(حدیث نمبر ۲) ---- ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ كَانَ یَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی یَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ ثُمَّ یَجْلِسُ وَلَا یَتَکَلَّمُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ۔ (۴)

نبی ﷺ دو خطبے پڑھتے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ موذن اذان سے فارغ ہو جاتا پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن دو خطبے پڑھے جائیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ دو خطبے پڑھتے تھے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جمعہ دو دو خطبوں کے سوا جائز نہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ سبحان اللہ یا الحمدللہ کہنے کو کوئی خطبہ نہیں کہتا ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعۃ باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ ج۔۶' ص۔۳۸۸' شرح حدیث۔۱۹۹۳

(۲) ھدایہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ ج۔۱' ص۔۱۶۹

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب الخطبۃ والصلاۃ ج۔۱' ص۔۴۳۱' حدیث۔۱۴۰۵

(۴) ابوداؤدکتاب الصلاۃ باب الجلوساذا صعد الممبرج۔۱' ص۔۲۰۳' حدیث۔۹۶۷ (صحیح) ومشکوٰۃ باب الخطبۃ والصلوٰۃ ج۔۱' ص۔۴۳۳' حدیث۔۱۴۱۳

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے یہ آیت سند میں لائے ہیں : فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ۔ کہتے ہیں اس میں مطلق ذکراللہ ہے تھوڑا ہو یا بہت ہو۔

جواب: یہ آیت مجمل ہے اور فعل رسول اللہ ﷺ اس کا مفسر ہے۔ پس مراد اس سے وہی خطبہ طویل ہے جو ذکر اللہ اور تشہد اور درود اور وعظ وغیرہ کو شامل ہو۔ اور نیز جس پر یہ آیت اتری اس نے اس سے یہ بات نہیں سمجھی اور کبھی ایسا خطبہ نہیں پڑھا جس کو امام صاحب نے جائز رکھا ہے بلکہ ہمیشہ خطبہ طویل پڑھتے رہے۔ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو نہیں سمجھا' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سمجھا۔ (نعوذ باللہ) نیز اس ذکراللہ میں جمعہ کی نماز بھی داخل ہے بلکہ اصل مراد وہی نماز ہے پس اس سے لازم آئے گا کہ نماز بھی فقط الحمد للہ یا سبحان اللہ کہنے سے ادا ہو جائے گی اور فقط اتنا ہی ذکراللہ نماز کی جگہ کافی ہوگا یعنی وضو کیا اور مسجد میں آکر سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہا اور نماز ادا ہوگئی پھر گھر کو روانہ ہوئے حالانکہ یہ بات کتاب و سنت اور اجماع امت کی رو سے باطل ہے۔ پس ذکراللہ سے فقط سبحان اللہ وغیرہ مراد رکھنا قطعاً غلط ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲ دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں

لمعات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس وقت تحیۃ مسجد پڑھنا جائز نہیں' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ جَآءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهٗ يَاسُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا ثُمَّ قَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا۔ [1]

سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن آیا اور رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے وہ بیٹھ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلیک کھڑا ہو اور دو رکعت ہلکی پڑھ لے پھر فرمایا جب آئے کوئی تم میں سے جمعہ کے دن اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو اسے چاہیے کہ ہلکی سی دو رکعتیں پڑھ لے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ تمام احادیث صریح دلیل ہیں۔ امام شافعی' احمد' اسحاق اور فقہاء محدثین کے مذہب کی یعنی یہ کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس کے لیے دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے اور ان کے پڑھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے' انتھی۔ [2]

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے ہیں' وہ اس حدیث کی یہ تاویلات کرتے ہیں کہ یہ قصہ کلام منع ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے یا یہ قصہ اسی شخص کے ساتھ خاص تھا یا ابھی آپ نے خطبہ شروع نہیں کیا تھا یا یہ خطبہ جمعہ کا نہیں تھا۔

جواب: عرض ہے کہ پہلی دونوں تاویلوں کے باطل ہونے پر تو خود یہی حدیث صریحاً دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں صاف صاف عمومی طور پر ارشاد فرمادیا ہے کہ جب کوئی جمعہ پڑھنے آئے اور امام خطبہ دیتا

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعة باب التحیة والامام یخطب ج-٦ ص-٤٠٢' شرح حدیث-٢٠٢١

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعة باب التحیة والامام یخطب ج-٦ ص-٤٠٢' شرح حدیث-٢٠٢١

ہو تو دو رکعت پڑھ لے اور تیسری تاویل بھی باطل ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں صریحاً موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے اگر خطبہ نہ پڑھتے ہوتے تو سلیک رضی اللہ عنہ آکر بیٹھ کیوں جاتے بلکہ جمعہ کی سنت پڑھتے جو بالاتفاق پڑھی جاتی ہیں۔ ان کا آکر بیٹھ جانا صریح دلیل ہے اس پر کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ نیز یہ تاویل ظاہر حدیث کے برخلاف ہے اور چوتھی تاویل بھی باطل ہے۔ اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں صریحاً موجود ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور خطبہ بھی جمعہ کا تھا۔ نیز جب عمومی طور پر ارشاد ہو چکا کہ جب کوئی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو دو رکعت پڑھ لے تو پھر اس تاویل فاسد کا کیا موقع ہے اور رسول اللہ ﷺ کے قول وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ میں یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد ارادہ خطبہ کا ہے نہ پڑھنا خطبہ کا' یہ تاویل بھی قطعاً غلط ہے۔ اس لیے کہ ظاہر حدیث کے سراسر خلاف ہے۔

اور جن احادیث میں خطبہ کے وقت عموماً چپ کرنے کا حکم آیا ہے ان احادیث کی یہ حدیث مخصص ہے اور حکم تحیۃ المسجد خطبہ کے وقت مستحب ہونے کا عموم امر انصات سے مخصوص ہے وجوہات کی بنا پر یہ مسئلہ نمبر ۴ میں مذکور ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں خطبہ کے وقت فوت شدہ نمازوں کا پڑھنا حنفیوں کے نزدیک جائز ہے۔ اندریں صورت ممانعت کی احادیث کا عموم ظنی ہو گیا۔ پس تحقیق ان کی بالاتفاق جائز ہو گی پھر اس تخصیص کے باوجود یہ تاویل کیسے جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو مجرد خروج امام سے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے: وَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلٰوۃَ وَلَا کَلَامَ مِنْ غَیْرِ فَصْلٍ۔ [1] حالانکہ خطبہ کا ارادہ تو بعد خروج ہوتا ہے جب مؤذن اذان دے چکے پھر اس حدیث میں ارادہ کی تاویل کرنے سے کیا فائدہ اور کیا حاصل ہے؟ اگر ارادہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہوتا تو یہ تاویل کچھ مفید ہوتی وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔

مسئلہ نمبر ۲۳ نماز عیدین کی تکبیریں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَیُصَلِّی الْاِمَامُ بِالنَّاسِ رَکْعَتَیْنِ یُکَبِّرُ فِی الْاُوْلٰی لِلْاِفْتِتَاحِ وَثَلٰثًا بَعْدَهَا ثُمَّ یَبْتَدِأُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ بِالْقِرَآءَةِ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثَلٰثًا بَعْدَهَا۔ [2] "امام لوگوں کو دو رکعت نماز عید پڑھائے پہلی رکعت میں آغاز نماز کی تکبیر کہنے کے بعد تین تکبیریں اور کہے پھر دوسری رکعت میں قراءت کرنے کے بعد تین تکبیریں کہے۔" پس یہ دو مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ تین تکبیر کا' دوسرا مسئلہ دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تکبیر کہنے کا۔ سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے یہ دونوں مسئلے ان دو احادیث کے خلاف ہیں۔

(حدیث نمبر ۱)—— جو ابوداؤد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یُکَبِّرُ فِی الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی فِی الْاُوْلٰی سَبْعَ تَکْبِیْرَاتٍ وَفِی الثَّانِیَةِ خَمْسًا۔ [3]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہتے اور دوسری میں پانچ۔

(حدیث نمبر ۲)—— مسند امام شافعی میں جعفر بن محمد سے مرسل روایت ہے:

---

(۱) هداية كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ج-۱' ص-۱۷۱

(۲) هداية كتاب الصلاة باب العيدين ج-۱' ص-۱۷۳

(۳) صحيح ابوداؤد كتاب الصلاة باب التكبير فى العيدين ج-۱' ص-۱۱۳۹ (صحيح)

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَبَّرُوْا فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَآءِ سَبْعًا وَخَمْسًا وَصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَجَهَرُوْا بِالْقِرَاءَ ةِ۔ (۱)

تحقیق نبی ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں عیدوں اور استسقاء کی نماز میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور قراءت بالجہر کی۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہے اور دوسری میں پانچ اور یہ بھی ثابت ہے کہ دونوں رکعتوں میں تکبیریں قراءت سے پہلے۔ پس ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے یہ دونوں مسئلے ان احادیث کے خلاف ہیں۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے' وہ اس حدیث سے سند لاتے ہیں جو ابوداؤد میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابوموسیٰ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں میں کس طرح تکبیر کہتے تھے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چار تکبیریں کہتے جنازہ کی تکبیروں کی طرح۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے : وتقدم مافی حدیث ابی موسیٰ وصرح الخطابی بأنه ضعیف وضعفه البیهقی فی المعرفة بعبد الرحمٰن بن ثابت بن ثوبان وقد ضعف ثابتًا یحییٰ بن معین وضعفه غیر واحد بأن روایة عن ابی موسیٰ هو ابو عائشة ولا یعرف ولا نعرف اسمه ورواه البیهقی من روایة مکحول عن رسول ابی موسیٰ وحذیفة عنهما قال البیهقی هذا الرسول مجهول انتهٰی کذا فی النیل۔ اور بغرض صحت اس حدیث سے سات تکبیریں کہنے کے ممانعت نہیں نکلتی ہے ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور جعفر بن محمد کی حدیث سے بھی تین کی ممانعت ثابت ہو جائے گی اور تین تکبیریں کہنا ناجائز ٹھہرے گا۔ اس سے البتہ اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ کبھی تین بھی کہی ہوں گی۔ سو اس کا ہم انکار نہیں کرتے' کبھی سات بھی کہہ لے اور کبھی تین بھی کہہ لے' دونوں امر جائز ہیں۔ مگر سنت سات ہیں پس ایک کو جائز کہنا اور دوسری کو ناجائز یا مکروہ ٹھہرانا بیشک ان احادیث کے خلاف ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور جعفر کے حوالے سے گزر چکی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۴ میت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِحْيَتُهٗ (۲) "میت کے بالوں کو نہ کنگھا کیا جائے اور نہ اس کی داڑھی کو۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور خلاف ہے اس حدیث کے جو کہ صحیح مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قَالَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ مَشَطْنَاهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ۔ (۳)

نبی ﷺ نے نہلانے والی عورتوں کو فرمایا (جب آپ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا) کہ اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کو کنگھا کیا اور تین مینڈیاں گوندھیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین ج۔۱' ص۔۴۵۳' حدیث۔۱۴۴۲ (ضعیف)

(۲) هدایة کتاب الصلاة باب الجنائز ج۔۱' ص۔۱۷۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج۔۷' ص۔۷' حدیث۔۲۱۶۸

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ میت کے بالوں کو کنگھی کی جائے اور گوندا جائے اور اسی کے امام شافعی' اسحاق' امام احمد اور اوزاعی قائل ہیں اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اذن سے کیا گیا ہے جیسے کہ سب غسل کے طریق میں رسول اللہ ﷺ سے اذن لیا گیا' انتھٰی۔ (۱)

مسئلہ نمبر ۲۵　　میت کو کفن میں کرتہ بھی دیا جائے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ میت کو کفن میں کرتہ بھی دیا جائے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے : اَلسُّنَّةُ اَنْ يُّكَفَّنَ الرَّجُلُ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ اِزَارٍ وَقَمِيْصٍ وَلِفَافَةٍ (۲) "سنت یہ ہے کہ کفن دیا جائے مرد تین کپڑوں میں تہبند اور کرتہ اور لفافہ میں۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قَالَتْ كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ۔ (۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا جو خالص روئی سے تیار کئے گئے تھے' ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اسی طرح اس حدیث کی شافعی اور جمہور علماء نے تفسیر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں مستحب یہ ہے کہ کفن میں کرتہ اور دستار نہ ہو اور یہی ٹھیک بات ہے جس کو ظاہر حدیث بھی چاہتا ہے' انتھٰی۔ (۴)

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عمامہ اور قمیص ان تین کپڑوں میں سے نہیں تھے بلکہ ان کے علاوہ تھے۔

جواب: اس کا امام نووی نے یہ لکھا ہے :

وَهٰذَا ضَعِيْفٌ فَلَمْ يَثْبُتْ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كُفِّنَ فِيْ قَمِيْصٍ وَعِمَامَةٍ۔ (۵)

یہ تاویل ضعیف ہے' اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا قمیص اور عمامہ میں کفن دیا جانا ثابت نہیں ہوا' انتھٰی۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج۔۷' ص۔۷' حدیث۔۲۱۶۸

(۲) ھدایۃ کتاب الصلاۃ باب الجنائز ج۔۱' ص۔۱۷۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج۔۷' ص۔۱۱' حدیث۔۲۱۷۶

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج۔۷' ص۔۱۲' شرح حدیث۔۲۱۷۶

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج۔۷' ص۔۱۲' شرح حدیث۔۲۱۷۶

مسئلہ نمبر ۴۶ صبح کی نماز اس وقت پڑھے جبکہ آسمان روشن ہو جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَسْتَحِبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ۔[1] "مستحب ہے روشن کرنا فجر کی نماز کو" یعنی صبح کی نماز اس وقت پڑھے جبکہ آسمان روشن ہو جائے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان چودہ احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)--- صحیح بخاری اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ۔[2]

تحقیق رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں۔

(حدیث نمبر ۲)--- صحیح بخاری اور مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ۔[3]

محمد بن عمرو بن حسن کہتے ہیں کہ ہم نے جابر بن عبداللہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سخت گرمی میں اول وقت پڑھتے تھے اور نماز عصر اس وقت ادا کرتے جب آفتاب خوب روشن ہوتا اور مغرب جب آفتاب ڈوب جاتا اور عشاء کو جب آدمی بہت ہو جاتے تو جلد پڑھ لیتے اور جب آدمی کم ہوتے تو دیر کرتے اور نماز صبح اندھیرے میں ادا کرتے۔

(حدیث نمبر ۳)--- صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى فَقُلْنَا لِاَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً۔[4]

تحقیق نبی ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی پس جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دونوں کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے میں کتنی دیر لگی؟ انہوں نے کہا کہ جتنی دیر میں آدمی پچاس آیات پڑھ لے۔

(حدیث نمبر ۴)--- صحیح بخاری میں ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّهٗ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِيْ اَهْلِيْ ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِيْ اَنْ اُدْرِكَ صَلٰوةَ

انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے گھر والوں میں سحری کھاتا پھر مجھے بہت جلدی ہوتی کہ (مسجد میں پہنچوں اور) صبح

---

(۱) ہدایۃ کتاب الصلاۃ باب المواقیت ج-۱' ص-۸۲

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب التکبیر بالصبح ج-۵' ص-۱۴۶' حدیث-۱۴۵۷

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب تعجیل الصلوات ج-۱' ص-۱۸۸' حدیث-۵۸۸

(۴) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب التعجیل الصلوٰۃ ج-۱' ص-۵۹۵' حدیث-۵۹۹

الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔ [1]

کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کروں۔

(حدیث نمبر ۵)—— ابوداؤد میں ہے :

كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَمَا يَعْرِفُ اَحَدُنَا جَلِيْسَهٗ الَّذِيْ كَانَ يَعْرِفُهٗ فَكَانَ يَقْرَأُ فِيْهَا بِسِتِّيْنَ اِلٰى مِائَةٍ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے اور نہیں پہچانتا تھا ہم سے اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو جس کو وہ پہچانتا تھا۔ آپ نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک تلاوت فرماتے۔

(حدیث نمبر ۶)—— ابن ماجہ میں ہے :

حَدَّثَنَا مُغِيْثُ بْنُ سُمِيٍّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَلَمَّا سَلَّمَ اَقْبَلْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَالَ هٰذِهٖ صَلٰوتُنَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا طُعِنَ عُمَرُ اَسْفَرَ بِهَا عُثْمَانُ۔

حدیث بیان کی ہم سے ابن سمی نے اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔ جب اس نے سلام پھیری تو میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ نماز کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ نماز ہماری وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے' سو جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے روشن کرکے صبح کی نماز پڑھی۔

(حدیث نمبر ۷)—— سنن ابی داوٗد میں ہے :

اَنَّهٗ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ مَرَّةً اُخْرٰى فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ لَمْ يَعُدْ اِلٰى اَنْ يُّسْفِرَ۔ [3]

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی اور پھر ایک مرتبہ دن چڑھے پڑھی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا اسفار میں پھر کبھی نہ پڑھی۔

(حدیث نمبر ۸)—— موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں اور ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجا :

اَنْ صَلُّوا الصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُّشْتَبِكَةٌ۔ [4]

صبح کی نماز پڑھو اس حال میں کہ ستارے ظاہر ہوں اور آپس میں ملے ہوئے ہوں۔

(حدیث نمبر ۹)—— موطا امام مالک میں ہے جو کہ حضرت عروہ سے ثابت ہے :

اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلَّى الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيْهِمَا بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا۔ [5]

تحقیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں سورہ بقرہ پڑھی۔

---

(۱) صحیح بخاری ج-۱

(۲) ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فی وقت صلاۃ النبی ج-۱' ص-۸۱' حدیث-۳۸۵ (صحیح)

(۳) ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی المواقیت ج-۱' ص-۸۰' حدیث-۳۷۸ (حسن)

(۴) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب المواقیت ج-۱' ص-۱۸۶' حدیث-۵۸۵ (منقطع)

(۵) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ ج-۱' ص-۲۷۳' حدیث-۸۶۳ (رجالہ ثقات)

(حدیث نمبر ۱۰) --- موطاء ہی میں ابن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ قَرَاَ فِيْهِمَا بِسُوْرَةِ يُوْسُفَ وَالْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِيْئَةً قِيْلَ لَهٗ اِذًا لَقَدْ كَانَ يَقُوْمُ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ قَالَ اَجَلْ۔ (۱)

تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں سورۂ یوسف اور حج پڑھی اور قرأت بڑے آرام سے کی۔ کہا گیا کہ پھر تو وہ نماز کے لیے طلوع فجر کے ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے ہوں گے۔ راوی نے کہا "ہاں۔"

(حدیث نمبر ۱۱) --- محلّٰی شرح موطا میں وردی ابن ابی شیبہ سے ہے :

كَانَ النَّاسُ يُغَلِّسُوْنَ الْفَجْرَ مِنْ زَمَنِ عُثْمَانَ مَا يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے۔ ایک دوسرے کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

(حدیث نمبر ۱۲) --- محلّٰی میں ہے :

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُغَلِّسُوْنَ۔ (۲)

ابوموسیٰ اور ابن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ وہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

(حدیث نمبر ۱۳) --- صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے :

قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ كُلَّ صَلٰوةٍ وَحْدَهَا بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَالْعِشَآءَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَقُوْلُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَقُوْلُ لَمْ يَطْلَعِ الْفَجْرُ۔

میں عبداللہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا سو ہم مزدلفہ میں آئے۔ پس اس نے دونوں نمازیں پڑھیں ہر نماز الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ اور عشا دونوں کے درمیان پھر جب طلوع ہوئی تو صبح کی نماز پڑھی اس وقت کوئی کہتا تھا کہ فجر طلوع ہو گئی ہے اور کوئی یہ کہتا تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی۔

(حدیث نمبر ۱۴) --- موطا امام مالک میں فرافصہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ مَا اَخَذْتُ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اِلَّا مِنْ قِرَاءَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اِيَّاهَا فِي الصُّبْحِ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ يُرَدِّدُهَا۔ (۳)

انہوں نے کہا کہ میں نے سورہ یوسف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قراءت سن کر یاد کر لی کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے نماز صبح میں بکثرت تلاوت کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث سے صریحًا ثابت ہوتا ہے کہ غلس میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات صبح کی نماز غلس میں پڑھا کرتے تھے بلکہ ابوداؤد کی حدیث جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام عمر میں فقط ایک ہی مرتبہ اسفار کر کے صبح کی نماز ادا کی ہے اور اس کے بعد باقی عمر ہمیشہ آخری دم تک غلس میں ہی پڑھتے رہے۔ اسی کے ابن عمرؓ انس بن مالک، جابر، ابو ہریرہ، سہل بن سعد، علی اور عائشہ، ام سلمہ اور قبلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہم قائل ہیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ ج۔۱، ص۔۲۷۳، حدیث۔۸۶۵ (صحیح)

(۲) صحیح بخاری ج۔۱، ص۔۲۲۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ ج۔۱، ص۔۲۷۳ (صحیح)

اور ترمذی میں لکھا ہے :

وَهُوَ الَّذِی اخْتَارَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ يَسْتَحِبُّوْنَ التَّغْلِيْسَ بِصَلٰوةِ الْفَجْرِ اِنْتَهٰی۔

اسی تغلیس کو نبی ﷺ کے اصحاب میں بہت سے اہل علم نے اختیار کیا ہے۔ ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین بھی ہیں اور اسی کے شافعی اور اسحاق قائل ہیں اور احمد اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں۔

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِیْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اسْتِحْبَابُ التَّغْلِيْسِ بِالصُّبْحِ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدَ وَالْجَمْهُوْرِ اِنْتَهٰی۔ [1]

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہی مذہب امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کا ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ تغلیس کی احادیث منسوخ ہیں اور وہ اپنی سند میں یہ احادیث لاتے ہیں۔

(حدیث نمبر ۱)— عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی صَلٰوةً اِلاَّ بِمِيْقَاتِهَا اِلاَّ صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّی الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا۔ [2]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ ہر وقت نمازیں پڑھتے دیکھا' سوائے مغرب اور عشاء کی نماز کے جو آپ نے مزدلفہ میں ادا کیں۔ اس دن آپ نے فجر کی نماز وقت سے پہلے ادا کی۔

جواب: یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ شرائط نسخ یہاں پائے نہیں جاتے۔ منسوخ سے ناسخ کا تاخر ثابت نہیں ہے اور تطبیق بھی بوجہ احسن ممکن ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ معنی ہیں کہ اس دن شروع وقت کے بعد مطلق تاخیر نہ کی بلکہ بوقت طلوع صبح صادق بلا تاخیر نماز پڑھی۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن کی حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن ایسے وقت میں آپ نے صبح کی نماز ادا کی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ابھی صبح صادق طلوع نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلس میں جو آپ کا وقت معتاد تھا کہ ابھی اس دن آپ نے اس وقت معتاد سے بھی پہلے صبح کی نماز ادا کی اور وقت معتاد آپ کا غلس بتاخیر یسیر تھا یعنی طلوع صبح صادق کے بعد آپ ہمیشہ ذرا تاخیر کیا کرتے تھے۔ اس دن مطلق کچھ تاخیر نہ کی اس حدیث سے یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کا وقت معتاد اسفار تھا بلکہ مسلم کی ایک روایت میں قبل وقتها بغلس صاف آگیا ہے یعنی غلس میں جو آپ کا وقت معتاد تھا اس وقت سے پہلے ادا کی۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاۃ شرح باب استحباب التکبیر بالصبح ج۔۵' ص۔۱۴۵' شرح حدیث۔۱۴۵۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الدفع من عرفۃ والمزدلفۃ ج۔۲' ص۔۸۰۲' حدیث۔۲۶۰۸ (متفق علیہ' صحیح)

امام نودی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ اسْتِحْبَابُ الصَّلٰوةِ فَفِيْ اَوَّلِ الْوَقْتِ فِيْ كُلِّ الْاَيَّامِ وَلٰكِنْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ اَشَدُّ اسْتِحْبَابًا وَسُنَّ زِيَادَةُ التَّبْكِيْرِ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَاَجَابَ اَصْحَابُنَا عَنْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ بِاَنَّ مَعْنَاهُ اَنَّهُ ﷺ كَانَ فِيْ غَيْرِهِ هٰذَا الْيَوْمِ يَتَاَخَّرُ عَنْ اَوَّلِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ لَحْظَةً اِلٰى اَنْ يَّأْتِيَهُ بِلَالٌ وَفِيْ هٰذَا الْيَوْمِ لَمْ يَتَاَخَّرْهُ لِكَثْرَةِ الْمَنَاسِكِ فِيْهِ فَيَحْتَاجُ اِلَى الْمُبَالَغَةِ فِي التَّبْكِيْرِ لِيَتَّسِعَ الْوَقْتُ لِفِعْلِ الْمَنَاسِكِ اِنْتَهٰى۔ (۱)

ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ تمام دنوں میں نماز اول وقت ادا کرنا مستحب ہے لیکن اس دن تو اول وقت میں ادائے صلوٰۃ بہت زیادہ مستحب ہے اور سنت ہے کہ اس دن بہت جلد نماز ادا کی جائے اور ہمارے اصحاب نے ان روایات کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی ﷺ اس دن کے علاوہ طلوع فجر (دوسرے دنوں میں) طلوع فجر سے ذرا تاخیر کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس بلال رضی اللہ عنہ آجاتا (اور نماز کے لیے آپ کو کہتا) لیکن اس دن (جب آپ مزدلفہ میں ہوتے) آپ تاخیر نہ کرتے کیونکہ بہت سے مناسک حج ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اس بناء پر علی الصبح نماز پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ مناسک حج کی ادائیگی کے لیے کھلا وقت مل جائے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ غلس کا وقت دراز اور طویل ہوتا ہے بہت دیر تک رہتا ہے۔ اس کے اول آخر یا اوسط جس جزء میں صبح کی نماز ادا ہو گی سب کو غلس ہی کہا جائے گا۔ پس حدیث عبداللہ بن مسعود سے تطبیق ہو گئی۔ علاوہ ازیں اور احادیث سے تغلیس کی معاونت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ساتویں حدیث سے صاف ثابت ہو چکا ہے پھر نسخ کا دعویٰ کہاں گیا۔

(حدیث نمبر ۲) —— حنفیہ اپنی سند میں لاتے ہیں :

اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ صبح کو روشن کر کے پڑھو' اس سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

جواب: یہ حدیث بھی غلس کی ناسخ نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی نسائی والی اسناد میں دو راوی ضعیف ہیں۔ اول ابراہیم بن یعقوب ناصبی مذہب ہے۔ دوسرا راوی ابن مریم ضعیف اور مختلط ہے۔ چنانچہ تقریب میں لکھا ہے : ابوبکر بن عبداللہ بن اَبی مریم الغسانی الشامی وقد ینسب اِلی جدہ قیل اسمہ بکیر وقیل عبدالسلام ضعیف وکان قد سرق بیتہ فاختلط انتہٰی۔ یعنی ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم غسانی شامی ہے اور کبھی اپنے دادے کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام بکیر ہے اور بعضے کہتے ہیں عبدالسلام ہے' ضعیف ہے اور اس کے گھر میں چوری ہو گئی تھی پس اس کی حدیث مخلوط ہو گئی تھی' انتہٰی۔ اور نیز اس کا متاخر ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت احادیث سے تغلیس کی مداومت ثابت ہوتی ہے جو اس ناسخ کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ اگر منسوخ ہوتی تو پھر آخر دم تک تغلیس میں نماز پڑھنے کے کیا معنی ہوئے اور نیز اس حدیث کی حدیث تغلیس کے ساتھ تطبیق بھی کئی طرح ممکن ہے۔

اول: بایں طور کہ اسفار سے مراد ظہور صبح ہے۔ اس طرح پر کہ صبح میں کسی کو شک باقی نہ رہے اور یقین کامل ہو جائے اور اس اسفار میں جو بمعنی تیقن طلوع صبح صادق ہے فی الجملہ امتداد بھی موجود ہے۔ جس میں افراد

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب استحباب زیادۃ التغلیس ج۔۹' ص۔۳۱' شرح حدیث۔۳۱۰۴' ۳۱۰۵

متعددہ فرض ہو سکیں۔ اس لیے کہ ایک تیقن وقت وہ ہے کہ خاص ان لوگوں کو جن کو معرفت تامہ وقت طلوع صبح ہے تیقن طلوع صبح ہو اور دن کو نہ ہو پھر اس کے بعد ایک وقت وہ ہے کہ جو لوگ ان سے کم ملکہ معرفت وقت رکھتے ہیں ان کو بھی تیقن ہو جائے۔ علیٰ ہذالقیاس ایک وقت زمانہ کا وہ ہے کہ ہر شخص کو دخول وقت صبح صادق کا تیقن ہو جائے اور یہ تمام اوقات غلس ہی میں موجود ہوتے ہیں۔ اب یہ حدیث اسفار[1] جو بمعنی تیقن طلوع صبح صادق ہے۔ درحقیقت غلس کے ساتھ جمع ہے۔ اس میں کسی طرح کی منافات نہیں اور جس غلس کا استحباب حدیث سے ثابت ہے وہ ایسا غلس ہے کہ نماز میں بقدر سو آیتوں کے رسول اللہ ﷺ قراءت کرتے تھے اور دیگر ارکان نماز بھی بطمانینت تعدیل ادا فرماتے تھے اور بعد اتمام نماز جو عورتیں گھروں کو پلٹ جاتی تھیں وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اس قدر غلس کا اندھیرا باقی ہوتا تھا یہ غلس اسفار حنفیہ میں کہاں متصور ہے۔

دوم: یوں بھی اس کی تطبیق ہو سکتی ہے کہ شروع نماز غلس میں ہو اور تطویل قراءت اس قدر ہو کہ اختتام نماز تک وقت اسفار آ جائے۔ کماھو مذھب الطحاوی۔

سوم: تطبیق کی ایک صورت وہ ہے جو امام خطابی نے لکھی ہے کہ اسفار کا حکم چاندنی راتوں میں ہے۔ اس لیے کہ ان میں صبح کی روشنی اور چاند کی روشنی میں اشتباہ رہتا ہے۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اسفار کا حکم ابر کی راتوں میں ہو۔ اس لیے کہ ان میں بھی صبح کی روشنی دیر کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ پس باوجود ضعیف ہونے ناسخ کے اور عدم علم تاخر ناسخ اور امکان تطبیق کے دعویٰ نسخ قطعاً باطل ہے۔ علاوہ ازیں غلس کی احادیث کو بخاری اور مسلم اور دیگر اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے اور اسفار کی احادیث کو بخاری و مسلم نے روایت نہیں کیا ہے۔ پس صحیحین کی احادیث کو بالاتفاق ترجیح ہو گی۔

تیسری دلیل حنفیہ یہ لاتے ہیں جو ابراہیم نخعی کا قول ہے: مَا اجْتَمَعَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلٰی شَيْئٍ مِثْلَ مَآ اَجْمَعُوْا عَلَی التَّنْوِيْرِ۔ "رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کسی شے پر جمع نہیں ہوئے جیسے کہ صبح کے روشن کرنے پر جمع ہوئے ہیں۔"

جواب: اگر مراد ان کی یہ ہے کہ وہ کل صحابہ یا اکثر صحابہ کا مذہب نقل کرتے ہیں تو یہ بات صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ان کو جمہور صحابہ سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ فقط ایک دو صحابی سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔ چنانچہ تقریب میں ان کو طبقہ خامسہ میں لکھا ہے اور یہ اس طبقے والے لوگ ہیں جن کی فقط ایک دو صحابی سے ملاقات ہوئی ہے اور ان میں سے بعض کا سماع بھی کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا ارسال حجت نہیں ہے۔ نیز ابو بکر صدیق اور عمر فاروق وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تغلیس صبح کی ثابت ہو چکی ہے کہ اوپر مذکور ہوا، پھر ان کا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

شیخ سلام اللہ حنفی نے شرح موطا میں لکھا ہے:

وَمِمَّا يَقْطَعُ بِعَدَمِ النَّسْخِ كِتَابَةُ عُمَرَ اِلٰی عُمَّالِهٖ وَاَبِيْ مُوْسَی الْاَشْعَرِيِّ صَلُّوا الصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ كَمَا سَيَجِيْئُ فِي	تغلیس کے منسوخ نہ ہونے کا جو یقین دلاتی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے عمال اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ لکھنا ہے کہ صبح کی نماز اسی وقت ادا کرو جب ستارے ظاہر ہوں اور ایک دوسرے کے قریب

[1] (الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایۃ بہ حواشی ھدایۃ جلد اول، ص۔۸۲)

الْكِتَابِ فَلَوْ كَانَ التَّغْلِيْسُ مَنْسُوْخًا لَمَا خَفِيَ عَلٰى عُمَرَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَلَاَنْكَرَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ ذٰلِكَ وَاَيْضًا سَيَجِيْئُ فِي الْكِتَابِ اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ كَانَ يَقْرَأُ بِالْبَقَرَةِ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَهُوَ يَقْتَضِيْ تَغْلِيْسَهٗ بِالصُّبْحِ۔ (۱)

قریب ہوں۔ جیسا کہ ابھی کتاب میں آئے گا۔ اگر تغلیس منسوخ ہو گئی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر مخفی نہ رہتی اور صحابہ بھی اس کا انکار کر دیتے۔ کتاب میں اس بات کا بھی ذکر ہو گا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے۔ اس کا بھی تقاضا یہ ہے کہ نماز منہ اندھیرے شروع کی جائے۔

پھر اس کے بعد شیخ سلام اللہ نے تغلیس صبح کے اثبات میں بہت سے آثار صحابہ سے نقل کئے ہیں۔ آخر میں جا کر لکھتے ہیں :

فَاِذَا ثَبَتَ التَّغْلِيْسُ مِنْ هٰؤُلَآءِ الصَّحَابَةِ الْكِبَارِ فَمَا رُوِيَ عَنِ النَّخْعِيِّ مَا اجْتَمَعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى شَيْئٍ مَا اجْتَمَعُوْا عَلَى التَّنْوِيْرِ لَوْ صَحَّ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَنْ اَدْرَكَهُ النَّخْعِيُّ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ اِنْتَهٰى۔ (۲)

جبکہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنی ان صحابہ کبار سے ثابت ہو چکی تو اب جو ابراہیم نخعی سے مروی ہے اگر صحیح ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا کہ جن صحابہ کے ساتھ ابراہیم نخعی نے ملاقات کی ہے اہل عراق سے ہیں' انتھٰی۔

یعنی ابراہیم نخعی کے قول میں کل صحابہ مراد نہیں ہو سکتے کہ ان کبار صحابہ سے تغلیس ثابت ہو چکی۔ پس لامحالہ بعض صحابہ مراد ہوں گے نیز اس کی صحت میں کلام ہے علاوہ ازیں تنویر سے مراد تیقن صبح بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ اسفار میں مذکور ہو چکا ہے۔ پس باوجود ان وجوہ قویہ اور دلائل صریحہ کے جو نسخ کے باطل ہونے پر دلالت کرتے ہیں' دعوئ نسخ کرنا انصاف کی بات نہیں۔

(حدیث نمبر ۴) —— جو حنفیہ سند میں لاتے ہیں :

نَوِّرْ يَابِلَالُ بِالْفَجْرِ قَدْرَ مَا يَبْصُرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ۔

روشن کر اے بلال صبح کو اتنا کہ لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکیں۔

جواب: اس کی تصحیح کسی محدث نے نہیں کی ہے بلکہ محلّٰی میں اس کی سند کو ضعیف لکھا ہے۔ پس یہ حدیث روایات صحیحہ تغلیس کے معارض نہیں ہو سکتی۔ نیز صحیحین کی احادیث کو ترجیح دی جائے گی۔ پھر تیر دیکھنے کے وقت تو بہت سخت زردی ہو جاتی ہے اور وہ وقت بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس لیے کہ آفتاب زرد کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت آچکی ہے۔ جیسے کہ مذکور ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث میں عام طور پر اول وقت نماز ادا کرنے کی تاکید آچکی ہے۔

---

(۱) معیار الحق۔　(۲) معیار الحق ص۔۳۰۳

مسئلہ نمبر ۲۷ مسجد کو سیمنٹ ساگوان اور سونے کے پانی سے نقش کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ بَأْسَ بِاَنْ یُّنَقَّشَ الْمَسْجِدُ بِالْجَصِّ وَالسَّاجِ وَمَآءِ الذَّهَبِ۔ [۱] "اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ مسجد کو سیمنٹ ساگوان اور سونے کے پانی سے نقش کیا جائے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَآ اُمِرْتُ بِتَشْیِیْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی۔ [۲]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے مساجد کو پلستر کر کے خوب مزین اور دلکش بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا البتہ تم ان کو ضرور مزین کرو گے جیسا کہ یہود اور نصاری نے اپنی عبادت گاہوں کو کیا' انتھی۔

ایک حدیث یہ ہے جو کہ کفایہ حاشیہ میں لکھی ہے :

لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا قِیْلَ لَهٗ اَلاَ نَهْدِمُ مَسْجِدَكَ ثُمَّ نَبْنِیْهِ قَالَ لاَ عَرْشٌ كَعَرْشِ مُوْسٰی وَكَانَ سَقْفُ مَسْجِدِهٖ مِنَ الْجَرِیْدِ وَكَانَ یَكِفُ اِذَا مُطِرَ۔

رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ کیا ہم آپ کی مسجد کو گرا کر نئی بنائیں؟ فرمایا نہیں' چھت موسیٰ کی چھت جیسی ہی ٹھیک ہے اور آپ کی مسجد کی چھت کھجوروں کی شاخوں سے ڈالی گئی تھی۔ اور جب بارش ہوتی تو وہ ٹپک پڑتی تھی۔

اور ایک حدیث اسی میں یہ ہے :

لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ عَدَّ ذٰلِكَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ قَالَ یُزَخْرَفُ الْمَسَاجِدُ وَیُطَوَّلُ الْمَنَارَاةُ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بیان کی کہ مسجدوں کو مزین کیا جائے گا اور بڑے بڑے منارے بنائے جائیں گے۔

مزید ایک اور حدیث اسی میں یہ بھی ہے :

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ حِیْنَ مَرَّ بِمَسْجِدٍ مُزَخْرَفٍ لِمَنْ هٰذِهِ الْبِیْعَةُ اِنْتَهٰی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ایک زینت والی مسجد پر سے گزرے تو فرمایا یہ کس کا گرجا ہے؟

مگر صاحب کفایہ نے ان احادیث کی سند بیان نہیں کی ہے (مسئلہ کی حد تک نہ سہی عملی طور پر دیکھا جائے تو خود اہل حدیث بھی اس معاملہ میں سنت کے پیرو نہیں رہے۔ ارشاد رسول ﷺ کے اس آئینے میں ہم سب کو اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے۔)

---

(۱) ھدایۃ کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ج-۱' ص-۱۴۴

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فی بناء المساجد ج-۱' ص-۱۳۳' حدیث-۴۴۸ (صحیح)

مسئلہ نمبر ۲۸ امام منبر پر چڑھنے کے لیے نکلے تو نہ نماز پڑھے' نہ کلام کرے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلٰوۃَ وَلَا کَلَامَ۔ [1] "جب امام منبر پر چڑھنے کے لیے نکلے تو نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ کلام کرے۔" یعنی جس وقت امام نکلے اسی وقت سے کلام کرنا منع ہے' خواہ ابھی خطبہ بھی شروع نہ کیا ہو اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ انْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے بھائی کو جمعہ کے دن کہے چپ رہ جس وقت کہ امام خطبہ دیتا ہو پس تحقیق تو نے لغو کام کیا۔

فائدہ: اس حدیث کے ذیل میں امام نووی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول والامام یخطب دلیل ہے اس پر کہ واجب ہونا سکوت کا اور منع ہونا کلام کا فقط اسی حالت میں ہے جبکہ امام خطبہ دیتا ہو (یعنی امام کے نکلنے کے بعد قبل شروع خطبہ کے کلام کرنا جائز ہے) اور یہی ہمارا' امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب ہے' انتہٰی۔ [3]

مسئلہ نمبر ۲۹ مرد اور عورت کے جنازے کیلئے امام کہاں کھڑا ہو؟

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَقُوْمُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَى الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ بِحَذَاءِ الصَّدْرِ۔ [4] "اور کھڑا ہو جو نماز جنازہ پڑھے مرد اور عورت کی سینے کے برابر یعنی امام جنازہ کی نماز میں میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو خواہ جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلٰى جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِيَالَ رَاْسِهٖ ثُمَّ جَآؤُا بِجَنَازَةِ امْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوْا يَااَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَيْهَا فَقَامَ حِيَالَ وَسْطِ السَّرِيْرِ فَقَالَ لَهٗ

انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھی۔ سو انس رضی اللہ عنہ اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے پھر قریش کے لوگ ایک عورت کا جنازہ لائے اور انہوں نے کہا اے ابا حمزہ اس پر بھی جنازہ کی نماز پڑھو پس حضرت انس رضی اللہ عنہ چارپائی کے برابر کھڑے ہوئے یعنی

---

(۱) هداية كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ج-١' ص-١٧١

(۲) صحيح مسلم كتاب الجمعة باب فى الانصات يوم الجمعة ج-٦' ص-٣٧٦' حديث-١٩٦٣

(۳) صحيح مسلم كتاب الجمعة باب فى الانصات يوم الجمعة ج-٦' ص-٣٧٧' شرح حديث-١٩٦٣

(۴) هداية كتاب الصلاة باب الجنائز ج-١' ص-١٨١

اَلْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ هٰكَذَا رَأَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَقَامَ عِنْدَ عَجِيْزَةِ الْمَرْأَةِ۔ [1]

اس کے درمیان پس اس پر علاء بن زیاد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا اسی طرح آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟ رسول مقبول ﷺ بھی مرد اور عورت کے جنازہ پر اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے جس جگہ آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عورت کی کمر کے برابر کھڑے ہوئے۔

مسئلہ نمبر ۳۰ شہید وہ ہے جس کو مشرکین قتل کر ڈالیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے اور غسل نہ دیا جائے : اَلشَّهِيْدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُوْنَ اَوْ وُجِدَ فِي الْمَعْرِكَةِ وَبِهٖ اَثَرٌ اَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُوْنَ ظُلْمًا فَيُكَفَّنُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يُغَسَّلُ۔ [2] ”شہید وہ ہے جس کو مشرکین قتل کر ڈالیں یا معرکہ میں پایا جائے اور اس کے ساتھ کوئی نشانی ہو یا مسلمان اس کو ظلم کے ساتھ قتل کریں' پس اسے کفن دیا جائے اور اس کا جنازہ پڑھایا جائے لیکن اس کو غسل نہ دیا جائے۔“ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلُوْا۔ [3]

تحقیق رسول اللہ ﷺ جمع کرتے دو مردوں کو اُحد کے شہیدوں سے ایک کپڑے میں پھر فرماتے کہ اِن میں زیادہ قرآن پڑھا ہوا کون ہے؟ پس جب آپ کو دونوں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے بتایا جاتا تو آپ اُس کو پہلے قبر میں داخل کرتے پھر فرماتے کہ میں اِن پر گواہ ہوں قیامت کے دن اور آپ نے حکم فرمایا اِن کے دفن کرنے کا اپنے خونوں کے ساتھ اور نہ نماز پڑھی آپ نے اِن پر اور نہ اِن کو غسل دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ اس کو غسل دیا جائے۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند میں یہ حدیث لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

جواب: یہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی بلکہ تمام طریقوں سے ضعیف ہے' کمابسطه فی التخریج - پس اس حدیث بے سند سے دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے اور بفرض محال صحیح بھی ہو تو جب بھی بخاری کی حدیث کو ترجیح ہو گی۔ اس لیے کہ قرآن کے بعد وہ سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہے' کما هو معلوم۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ ج۔۱' ص۔۵۲۸' حدیث۔۱۶۷۹ (صحیح)

(۲) هدایة کتاب الصلاة باب الشهید ج۔۱' ص۔۱۹۳

(۳) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ ج۔۱' ص۔۵۲۵' حدیث۔۱۶۶۵ و بخاری (صحیح)

مسئلہ نمبر ۳۱　اونٹ کی زکوٰۃ

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : ثُمَّ اِذَا زَادَتْ عَلٰی مِائَةٍ وَعِشْرِیْنَ تُسْتَانَفُ الْفَرِیْضَةُ فَیَکُوْنُ فِی الْخَمْسِ شَاةٌ مَعَ الْحِقَّتَیْنِ وَفِی الْعَشْرِ شَاتَانِ۔ [۱] "جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو زکوٰۃ نئے سرے سے شروع کی جائے۔ پس ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دی جائے اور دس میں دو بکریاں۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّةٌ۔ [۲]

اور جب اونٹ ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو ہر چالیس کے بدلے بنت لبون دے۔ (جو تیسرے برس میں داخل ہو چکی ہو) اور ہر پچاس اونٹوں کے بدلے حقہ دے (یعنی جو چوتھے برس میں داخل ہوا ہو)۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک سو بیس سے پانچ اونٹ زیادہ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینی واجب ہے اور اگر دس زیادہ ہو جائیں تو دو بکریاں واجب ہوتی ہیں' علیٰ ہذا القیاس۔ پس ان کے نزدیک ایک سو بیس کے بعد چالیس سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ جب چالیس پورے ہوں تو بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ دیا جائے اور جو اس سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں چالیس سے کم میں زکوٰۃ دینے کی نفی نہیں ہوتی۔

جواب: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کا مکمل نصاب بیان فرمادیا ہے۔ اگر ایک سو بیس اونٹوں کے بعد نئے سرے سے ہر پانچ اونٹوں کے بدلے میں زکوٰۃ دینا واجب ہوتا تو آپ ایسا حکم فرمادیتے یا یہی حکم دے دیتے کہ پچیس کے بدلے میں ایک بنت مخاض ادا کی جائے پھر ان دو اسفل اعداد کو ترک کر کے تیسرے عدد اعلیٰ کا ذکر کیوں کیا' بالترتیب اول سے شروع کیوں نہیں کیا۔ نیز السکوت فی معرض البیان بیان اصول کا قاعدہ مقرر ہو چکا ہے یعنی بیان کرنے کی جگہ چپ کر جانا یہ بھی بیان ہوتا ہے پس یہ سکوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲　گھوڑوں کی زکوٰۃ

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا کَانَتِ الْخَیْلُ سَآئِمَةً ذُکُوْرًا وَاِنَاثًا فَصَاحِبُهَا بِالْخِیَارِ اِنْ شَآءَ اَعْطٰی مِنْ کُلِّ فَرَسٍ دِیْنَارًا وَاِنْ شَآءَ قَوَّمَهَا وَاَعْطٰی عَنْ کُلِّ مِائَتَیْنِ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ۔ [۳] "جب گھوڑے چرنے والے نر اور مادہ ہوں تو ان کا مالک مختار ہے خواہ ہر گھوڑے کی زکوٰۃ ایک دینار دے دے خواہ ان کی قیمت ڈال کر ہر دو سو درہم سے پانچ درہم زکوٰۃ دے' انتھٰی۔"

---

(۱) ھدایة کتاب الزکوٰة باب صدقة السوائم ج-۱' ص-۱۷۸

(۲) مشکوٰة کتاب الزکوٰة باب ما یجب فیه الزکوٰة ج-۱' ص-۵۶۳' حدیث-۱۷۹۶ وبخاری (صحیح)

(۳) ھدایة کتاب الزکوٰة باب صدقة السوائم ج-۱' ص-۱۹۱

مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) --- ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَّةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا وَلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْئٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے لیکن چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ چالیس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے۔ اگر ایک سو نوے درہم ہوں تو ان پر کوئی چیز واجب نہیں۔ مگر یہ تعداد جب دو سو کو پہنچے تو پھر پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہیں۔

(حدیث نمبر ۲) --- بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے مسلمان پر زکوٰۃ اس کے غلام میں اور نہ اس کے گھوڑے میں۔

(حدیث نمبر ۳) --- دارقطنی میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِيْ اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْعَبِيْدُ۔ (۳)

تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں اور عطا کی ہوئی کھجوروں میں بھی صدقہ نہیں' پانچ وسق سے کم میں عوامل میں اور جبہ میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ صقر راوی نے کہا کہ جبہ سے مراد گھوڑا اور خچر اور غلام ہیں۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس باب میں اصل ہے کہ گھوڑے اور غلام جب تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اسی کے تمام علماء سلف اور خلف قائل ہیں لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ جب نر مادہ ملے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے اور ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ البتہ یہ حدیث ان کے رد میں صریح ہے' انتھٰی ملخصًا۔ (۴)

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے' وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد غازی کا گھوڑا ہے۔

جواب: یہ تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ اس میں کسی قسم کے گھوڑے کی قید نہیں۔ لہٰذا اس کی تخصیص بغیر کسی دلیل کے جائز نہیں۔

---

(۱) ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ ج ۱' ص ۲۹۶' حدیث ۱۳۹۲ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ ج ۱' ص ۵۶۵' حدیث ۱۷۹۹

(۲) مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب مایجب فیه الزکوٰۃ ج ۱' ص ۵۶۳' حدیث ۱۷۹۵ و بخاری (صحیح)

(۳) مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب ما یجب فیه الزکوٰۃ ج ۱' ص ۵۶۸' حدیث ۱۸۱۳

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاۃ باب لا زکاۃ علی المسلم فی عبده وفرسه ج ۷' ص ۵۸' شرح حدیث ۲۲۷۰

مسئلہ نمبر ۳۳　جو غلام تجارت کی غرض سے ہو' اس کا صدقہ فطر نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ يُخْرِجُ عَنْ مَمَالِيْكِهِ لِلتِّجَارَةِ [1] "اور جو غلام تجارت کی غرض سے رکھتے ہوں مالک ان کا صدقہ فطر نہ نکالے" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ فِيْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلاَّ صَدَقَةُ الْفِطْرِ۔ [2]　رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے غلام کی طرف سے کوئی صدقہ نہ نکالا جائے گا سوائے صدقۃ الفطر کے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صریح ہے' مالک پر صدقہ فطر کے واجب ہونے میں اپنے غلام کی طرف سے' خواہ وہ خدمت کے لیے ہو یا تجارت کے لیے ہو اور یہی امام مالک' شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے' انتھٰی۔ [3]

مسئلہ نمبر ۳۴　صدقہ کی مقدار آدھا صاع ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : صَدَقَةُ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ دَقِيْقٍ اَوْ سَوِيْقٍ۔ "صدقہ کی مقدار آدھا صاع ہے گیہوں سے ہو یا آٹے سے یا ستو وغیرہ سے۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ۔ [4]　ہم زکوۃ فطر ایک صاع طعام' ایک صاع جو' ایک صاع کھجور' ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقیٰ ادا کیا کرتے تھے۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ صدقہ فطر ایک صاع ہر نفس پر واجب ہے۔ اگر گیہوں دے تو بھی ایک صاع دے۔ یہی امام مالک' شافعی اور جمہور کا ہے اور دلیل جمہور ابوسعید کی یہی حدیث ہے اور اس کی دلالت اس پر دو وجہ سے ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اہل حجاز کی لغت میں طعام خاص گیہوں ہی کا نام ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اور باقی چیزوں کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

---

(۱) ھدایۃ کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر ج۔۱' ص۔۲۰۹

(۲) شرح صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب لا زکاۃ علی المسلم فی عبدہ وفرسہ ج۔۷' ص۔۵۹' شرح حدیث۔۲۲۷۳ ومشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ ج۔۱' ص۔۵۶۳' حدیث۔۱۷۹۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب لا زکاۃ علی المسلم فی عبدہ وفرسہ ج۔۷' ص۔۵۸' شرح حدیث۔۲۲۷۳

(۴) شرح صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر من الطعام والاقط والزبیب ج۔۷' ص۔۶۳' شرح حدیث۔۲۲۷۹

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی قیمت مختلف ہے اور ان کی ہر قسم میں سے ایک صاع واجب فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ معتبر ایک صاع ہے ہر قسم سے اس کی قیمت کی طرف خیال نہیں ہے پھر فرمایا :

وَلَيْسَ لِلْقَائِلِيْنَ بِنِصْفِ صَاعٍ اِلَّا حَدِيْثَ مَعَاوِيَةَ وَسَنُجِيْبُ عَنْهُ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاعْتَمَدُوْا اَحَادِيْثَ ضَعِيْفَةً ضَعَّفَهَا اَهْلُ الْحَدِيْثِ وَضُعْفُهَا بَيِّنٌ۔ [1] "اور نصف صاع کہنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور ہم عنقریب اس کا جواب دیں گے' انشاء اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے ضعیف احادیث پر اعتماد کیا ہے جن کو اہل حدیث نے ضعیف کیا ہے اور ان کا ضعف ظاہر ہے' انتھی۔"

راقم الحروف عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ ایک یہ وجہ بھی ہے کہ اس حدیث میں طعام اور چیزوں کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور ان کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے جس کو طعام کہا جائے۔ اس لیے کہ اور سب چیزیں اس کے علاوہ معدود ہو چکی ہیں' لامحالہ اس سے گیہوں ہی مراد ہوں گے لہٰذا گیہوں میں بھی پورا ایک صاع واجب ہو گا۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو ان کی سند بھی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان زندہ تھے اس وقت ہم زکوٰۃ فطر ہر چھوٹے اور بڑے آزاد اور غلام کی طرف سے ایک ایک صاع طعام وغیرہ سے نکالا کرتے تھے اور ہمیشہ اسی کو نکالتے رہے یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آیا (یعنی حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ کو جاتا تھا) سو اس نے منبر پر لوگوں کو خطبہ سنایا اور وعظ کیا اور اس میں ایک یہ بات بھی انہوں نے لوگوں سے کہی کہ میری رائے میں شام کی گیہوں کا آدھا صاع کھجور وغیرہ کے ایک صاع کے برابر ہوتا ہے (یعنی کھجور وغیرہ کے ایک صاع کے بدلے اگر گیہوں آدھا صاع دے دے تو کافی ہے) پس لوگوں نے اسی کو لے لیا۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لیکن میں تو ہمیشہ ایک صاع پورا گیہوں کا دیتا رہوں گا۔ جب تک کہ زندہ رہوں گا جیسے پہلے دیا کرتا تھا۔

جواب: امام نووی نے لکھا ہے :

وَالْجُمْهُوْرُ يُجِيْبُوْنَ عَنْهُ بِاَنَّهُ قَوْلُ صَحَابِيٍّ وَقَدْ خَالَفَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَغَيْرُهُ مِمَّنْ هُوَ اَطْوَلُ صُحْبَةً وَاَعْلَمُ بِاَحْوَالِ النَّبِيِّ ﷺ وَاِذَا اخْتَلَفَتِ الصَّحَابَةُ لَمْ يَكُنْ قَوْلُ بَعْضِهِمْ بِاَوْلٰى مِنْ بَعْضِهِمْ فَيُرْجَعُ اِلٰى دَلِيْلٍ اٰخَرَ وَجَدْنَا ظَاهِرَ الْحَدِيْثِ وَالْقِيَاسَ مُتَّفِقَةً عَلٰى اشْتِرَاطِ الصَّاعِ مِنَ الْحِنْطَةِ كَغَيْرِهَا فَوَجَبَ اعْتِمَادُهُ وَقَدْ صَرَّحَ مُعَاوِيَةُ بِاَنَّهُ رَأْيٌ رَاٰهُ لَا اَنَّهُ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَوْ كَانَ عِنْدَ اَحَدٍ

جمہور علماء حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے اور اس کی ابو سعید رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے مخالفت کی ہے جن کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت دراز صحبت ہے اور جو زیادہ جاننے والے ہیں نبی ﷺ کے حالات کو اور جب صحابہ آپس میں اختلاف کریں تو بعضوں کا قول بعض سے اولیٰ نہیں۔ لہٰذا دوسری دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ہم نے ظاہر حدیث اور قیاس کو اس شرط پر متفق پایا کہ گندم کا ایک صاع دوسری اجناس کے ایک صاع کی مانند ہے پس اس پر اعتماد کرنا واجب ہو گیا اور تحقیق معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی خود تصریح کر دی ہے کہ یہ فقط میری رائے ہے انہوں نے اس کو

---

[1] صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر ج۔۷' ص۔۶۲' شرح حدیث۔۲۲۷۵

مِنْ حَاضِرِيْ مَجْلِسِهِ مَعَ كَثْرَتِهِمْ مِنْ تِلْكَ اللَّحْظَةِ عِلْمٌ فِيْ مُوَافَقَةِ مَعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَذَكَرَهُ كَمَا جَرٰى لَهُمْ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا ہے اور اگر ان کے حاضرین مجلس سے جو کثیر تعداد میں تھے' کسی کے پاس گیہوں کے بارے میں ایسا کوئی علم ہوتا (یعنی صدقہ فطر گیہوں کا نصف صاع بھی کافی ہے) جو نبی ﷺ سے ثابت ہوتا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق بھی ہوتا تو حاضرین میں سے کوئی صحابی اس کا ذکر کر دیتا جیسے کہ اور بہت معاملوں میں ان سے ایسا واقع ہوا ہے' انتھٰی۔

اور قطع نظر اس سے اگر کوئی حدیث بھی صحابی کے قول کے مخالف نہ ہو تو جب بھی صحابی کا قول حجت نہیں لیکن یہاں تو حدیث صحیح متفق علیہ موجود ہے۔ پس یہاں تو سنت کے مقابلہ میں قول صحابی کا بالاتفاق حجت نہیں ہو گا۔

ابن ہمام حنفی نے لکھا ہے : قَوْلُ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَنَا مَا لَمْ تَنْفِهِ شَيْئٌ مِنَ السُّنَّةِ اِنْتَهٰى۔ "صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے جب تک کہ سنت اس کی نفی نہ کرے۔" اور حنفیہ جن احادیث کی سند لاتے ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں جیسا کہ امام نووی کے کلام سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ ☆

مسئلہ نمبر ۳۵ عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہ دے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ تَدْفَعُ الْمَرْاَةُ اِلٰى زَوْجِهَا۔ [2] "اور عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہ دے۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر من الطعام والاقط والزبیب ج۔۷' ص۔۶۳' شرح حدیث۔۲۲۸۱' ۲۲۸۲

(۲) ھدایۃ کتاب الزکاۃ باب من یجوز دفع الصدقات ج۔۱' ص۔۲۰۶

☆ مقلدین کی خدمت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد رشید امام ابویوسف رحمہ اللہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں' شاید کہ وہ تدبر کر کے تقلید سے توبہ کر لیں :

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صاع کا وزن ۸ رطل ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صاع کا وزن ۵ ۱/۳ رطل ہے جو کہ قریباً اڑھائی کلو بنتا ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ جب مدینہ میں تشریف لائے تو امام مالک رحمہ اللہ سے مسائل اخذ کئے۔ جب فطرانہ کے صاع کا مسئلہ آیا تو انہوں نے کہا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وزن ۸ رطل ہے جبکہ آپ ۵ ۱/۳ رطل بتا رہے ہیں تو امام مالک رحمہ اللہ نے مسجد نبوی میں منادی کرا دی کہ جن کے پاس رسول اللہ ﷺ کے دور کے صاع (ٹوپے) موجود ہیں وہ مسجد میں لے آئیں۔ اگلے دن پچاس صاع (ٹوپے) جمع ہو گئے۔ ہر ایک کا وزن ۵ ۱/۳ رطل ہی نکلا۔ تو امام ابویوسف رحمہ اللہ نے اپنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسئلہ چھوڑ کر امام مالک رحمہ اللہ کے مسئلے کو قبول کر لیا۔ جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب "کتاب الخراج" میں کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید نے تو اپنے امام کا مسئلہ جس پر درست دلیل نہ تھی' ترک کر دیا۔ کیا اُن کے موجودہ مقلدین میں بھی اخلاقی جرات اور حوصلہ ہے کہ وہ صحیح احادیث کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کو ترک کر دیں جبکہ امام صاحب خود کہہ گئے ہیں کہ "اگر صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کرو' وہی میرا مذہب ہے۔"

فقہ حنفی کے چوٹی کے امام (امام ابویوسف رحمہ اللہ) کا فہم تقلید کے متعلق وہ نہ تھا جو کہ آج کے مقلدین کا ہے۔ کیا وہ اپنے امام اور استاد کے فرامین کو درست سمجھتے تھے یا آج کے بے دلیل مقلد؟

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَصَدَّقْنَ يٰمَعْشَرَ النِّسَآءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهٖ فَاسْئَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلاَّ صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلْ اِئْتِيْهِ اَنْتِ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ قَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهٗ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ هُمَا قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔ (۱)

زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عورتوں کے گروہ صدقہ دو اگرچہ اپنے زیوروں سے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں عبداللہ (یعنی اپنے خاوند) کی طرف پلٹ گئی۔ پس میں نے اسے کہا کہ تحقیق آپ غریب آدمی ہیں اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ پس آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور انہیں پوچھ لیں اگر آپ کو صدقہ دینا جائز اور کافی ہو تو میں آپ کو زکوٰۃ دے دوں ورنہ آپ کے سوا کسی اور کو دے دوں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ نے کہا بلکہ تو ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا۔ انہوں نے کہا پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی تو ناگہاں انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی اور جو میری حاجت تھی وہی اس کی حاجت تھی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں کو بہت ہیبت آتی تھی' خوف کے مارے کوئی آپ کے سامنے نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آخر بلال رضی اللہ عنہ نکلے۔ سو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور انہیں اس بات کی خبر دیں کہ آپ کے دروازے میں دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ کیا اپنے خاوندوں پر اور جو یتیم ان کی گودوں میں ہیں ان پر صدقہ کر دینا کفایت کرتا ہے لیکن دیکھنا رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ وہ کون ہیں؟ سو بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں عورتیں کون ہیں؟ ☆ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تو انصار کی عورت ہے اور ایک زینب ہے۔ آپ نے فرمایا کون سی زینب ہے؟ اس نے کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ ایک ثواب قرابت والوں پر خرچ کرنے کا اور ایک ثواب صدقہ کا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنے خاوند کو زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ دے دینا جائز ہے بلکہ اور لوگوں کو دینے سے اس میں دوگنا ثواب ہے۔ بشرطیکہ خاوند غریب ہو اور زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ صدقہ سے یہاں مراد نفلی صدقہ ہے زکوٰۃ مراد نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقۃ والنفقۃ علی الاقربین ج۔۷' ص۔۸۷' حدیث۔۲۳۱۵ ومشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب افضل الصدقۃ ج۔۱' ص۔۶۰۳' حدیث۔۱۹۳۴

☆ بقول احناف رسول اللہ ﷺ تو عالم الغیب تھے تو پھر نبی اکرم ﷺ نے کیوں پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جواب: بات کون ذی شعور کہہ سکتا ہے اور یہ کس دین کی بات ہے کہ ایک شخص کو نفلی صدقہ دینا جائز ہو اور اس کو فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ دینا جائز نہ ہو جسے نفلی صدقہ دینا جائز ہے اسے زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں صریحاً موجود ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ (سورة التوبة۔٦٠) "ہر قسم کے صدقات (فرضی ہوں یا نفلی) فقرا اور مساکین کے لیے ہیں۔" آخر آیت تک۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ فقیروں کو ہر قسم کے صدقات دینے جائز ہیں۔ فرضی ہوں یا نفلی بلکہ جہاں نفلی صدقہ دینا جائز ہے وہاں زکوٰۃ دینا بالاتفاق بطریق اولیٰ جائز ہے۔ نیز زینب رضی اللہ عنہا نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یتیموں کے ساتھ ملا کر پوچھا ہے اور یتیموں کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔ پس جو ان کے ساتھ مذکور ہے' اس کے لیے بھی جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر ٣٦ صاحب زکوٰۃ پر صدقہ فطر واجب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ اِذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلاً عَنْ مَسْكَنِهٖ وَثِيَابِهٖ وَاَثَاثِهٖ وَفَرَسِهٖ وَسِلَاحِهٖ وَعَبِيْدِهٖ۔[١] "صدقہ فطر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو نصاب زکوٰۃ کے برابر مال کا مالک ہو اور یہ مال اس کے گھر' کپڑوں' ضروری اثاثے' گھوڑے ہتھیار اور غلاموں کے علاوہ ہونا چاہیے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ اَوْ رَجُلٍ اَوِامْرَاَةٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ۔[٢]	تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرض کیا ہے رمضان میں صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر فرد پر آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو۔

فائدہ: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ہر فرد پر صدقہ واجب کیا ہے کسی قسم کی اس میں قید نہیں۔ مالک نصاب ہو یا نہ ہو سب پر صدقہ واجب ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ اس پر جو اپنی خوراک اور اپنے گھر والوں کی خوراک سے زیادہ کا مالک ہو اور یہی امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے' انتہی۔ اور صاع انگریزی حساب کے مطابق پونے تین سیر کا ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ٣٧ مسلمان اپنے غلام کافر کا صدقہ فطر ادا کرے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُؤَدِّى الْمُسْلِمُ الْفِطْرَةَ عَنْ عَبْدِهِ الْكَافِرِ۔[٣] "اور مسلمان اپنے غلام کافر کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جو مسئلہ نمبر ٣٦ میں ابھی گزر چکی

---

(١) هداية كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ج۔١' ص۔٢٠٨

(٢) صحیح مسلم كتاب الزكوٰة باب زكوٰة الفطر ج۔٧' ص۔٦٣' حديث۔٢٢٧٩

(٣) هداية كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ج۔١' ص۔٢٠٩

ہے۔ اس لیے کہ اس میں صریحاً موجود ہے کہ مسلمان ہی پر صدقہ واجب ہے کافر پر واجب نہیں ہے من بیانیہ اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول من المسلمین صریح ہے اس بات میں کہ صدقہ فطر صرف مسلمان کا ادا کیا جائے اور کسی مسلمان پر اپنے غلام' بیوی اور بچوں کا صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں۔ اگر وہ کافر ہوں۔ اگرچہ بحالت کفران کو نان و نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ یہی مذہب امام مالک' شافعی اور جمہور علماء کا ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۳۸ شک کے دن نفلی روزہ رکھنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَا يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ الشَّكِّ اِلَّا تَطَوُّعًا۔ [1] "اور نہ روزہ رکھیں لوگ شک کے دن مگر نفلی روزہ۔" یعنی جس دن شک ہو کہ رمضان کا چاند ہوا ہے یا نہیں' اس دن نفلی روزہ رکھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ مقدم کرے کوئی رمضان سے روزہ ایک دن کا یا دو دن کا مگر وہ شخص جس کی عادت روزہ رکھنے کی ہو صرف وہی رمضان سے ایک دن پہلے روزہ رکھ سکتا ہے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- ابوداود' ترمذی' نسائی اور دارمی وغیرہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ۔ [3]

انہوں نے کہا کہ جس شخص نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

(حدیث نمبر ۳) ---- بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاند دیکھ کر (رمضان کے) روزے رکھنے شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنا بند کرو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شک کے دن کوئی روزہ رکھنا جائز نہیں۔ نہ فرضی اور نہ نفلی۔ ہاں نفلی روزہ وہ شخص رکھ لے جس کی ہمیشہ عادت ہو۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ان احادیث میں امام شافعی' امام مالک اور جمہور کے مذہب کی دلیل ہے یعنی یہ کہ نہیں جائز روزہ رکھنا شک کے دن اور

---

(۱) هداية كتاب الصوم ج-۱' ص-۲۱۳

(۲) مشكوٰة كتاب الصوم باب روية الهلال ج-۱' ص-۶۱۶' حديث-۱۹۷۳

(۳) ابوداؤد كتاب الصوم باب كراهية صوم يوم الشک ج-۲' ص-۲۲۴' حديث-۲۰۳۶ (صحيح) ومشكوٰة كتاب الصوم باب روية الهلال ج-۱' ص-۶۱۶' حديث-۱۹۷۷

(۴) مشكوٰة كتاب الصوم باب روية الهلال ج-۱' ص-۶۱۵' حديث-۱۹۷۰

نہیں جائز رمضان کا روزہ رکھنا شعبان کی تیس تاریخ کو جبکہ تیسویں کو دن ابر آلود ہو' انتھٰی۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ یہ حدیث سند میں لاتے ہیں لَا يُصَامُ الْيَوْمُ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ اِلَّا تَطَوُّعًا "نہ روزہ رکھے شک کے دن مگر نفل روزہ۔"

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے' اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں اور اگر بفرض محال صحیح بھی ہو تو یہ ان احادیث کے معارض ہے جو صحیح متفق علیہ ہیں۔ پس صحیحین کی احادیث کو ترجیح دی جائے گی اور حدیث لا یتقدم من رمضان کی حنفیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد رمضان کا روزہ ہے۔ اس لیے کہ تقدم اسی صورت میں ثابت ہو گا نفلی میں تقدم ثابت نہیں ہو گا کیونکہ شعبان کے سارے مہینے میں نفلی روزہ جائز ہے۔ اس میں تقدم رمضان صادق نہیں آئے گا۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

پہلا جواب: اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ خود رمضان کا روزہ اپنے وقت سے مقدم کر لے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے مقدم نہ کرے پس اندریں صورت کوئی بھی استحالہ لازم نہیں آتا اور تقدم رمضان کا شبہ بھی وارد نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب: اگر اس سے رمضان کا روزہ مراد لیا جائے تو استثناء صحیح نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے کہ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہو جائے گا کہ رمضان کے روزے کو اپنے وقت سے کوئی شخص مقدم نہ کرے۔ مگر وہ شخص رمضان کو مقدم کر لے جو ہمیشہ روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اس صورت میں خواہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس قریب سے سمجھا جائے یا جنس بعید سے' کسی صورت میں بھی اس کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا ہے حالانکہ مستثنیٰ مفرغ میں مستثنیٰ منہ کا جنس قریب ہونا لازم ہے۔ پس لامحالہ یہاں سے مراد نفلی روزہ ہو گا یا عام روزہ۔

تیسرا جواب: شیخ عبدالحق حنفی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے : وَالْمَشْهُوْرُ فِيْ تَعْلِيْلِهٖ كَمَا صَرَّحَ بِهِ التِّرْمِذِيُّ التَّقَوِّيْ بِالْفِطْرِ لِرَمَضَانَ لِيَدْخُلَ فِيْهَا بِنَشَاطٍ وَقِيْلَ الْحِكْمَةُ فِيْهِ خَشْيَةُ اخْتِلَاطِ النَّفْلِ بِالْفَرْضِ اِنْتَهٰى۔ "اس کی مشہور وجہ جیسے کہ ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے کہ روزہ نہ رکھ کر رمضان کے لیے تقویت حاصل کرنا ہے تاکہ وہ اس میں خوشی کے ساتھ داخل ہو اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ نفل فرض کے ساتھ مل نہ جائے' انتھٰی۔" اس علت کے بیان کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد نفلی روزہ ہے فرضی روزہ نہیں۔ لہٰذا ان وجوہ سے یہ تاویل باطل قرار پاتی ہے۔

چوتھا جواب: رمضان کے روزے رمضان کے چاند دیکھنے سے پہلے تو کسی طرح ادا ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لیے کہ وجوب کا سبب چاند دیکھنا ہے جب چاند دیکھا جائے گا تو اس وقت روزے واجب ہوں گے۔ چاند سے قبل تو روزے واجب ہی نہیں پھر ان کی ادائیگی کا کیا معنی۔ ایسا ہو تو گرمی کے روزے قبل وجوب جاڑے کے موسم میں جائز ہو جائیں حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے۔ اب جب قبل وجوب ادا جائز ہی نہیں تو پھر یہ نہی کس چیز سے واقع ہوئی اور اس ممانعت کا کیا معنی ہوا۔ شعبان کے دنوں میں رمضان کا روزہ ادا کرنا تو سرے سے جائز ہی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِذَا قَالَ لِلّٰہِ عَلَیَّ صَوْمُ یَوْمِ النَّحْرِ اَفْطَرَ وَقَضٰی وَاِنْ صَامَ فِیْہِ یَخْرُجُ عَنِ الْعُھْدَۃِ۔ [1] "اور اس لیے جس نے کہا کہ اللہ کے لیے میرے ذمہ قربانی کے دن کا روزہ ہے پھر روزہ نہ رکھا تو وہ قضا کرے اور اگر وہ اس دن روزہ رکھ لے تو ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا" مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام مثلاً ہو جائے گا تو میں اللہ کے لیے بقرعید کے دن روزہ رکھوں گا تو اس کی یہ نذر صحیح ہے۔ اس کے لیے اس دن روزہ رکھنا جائز ہے۔ اگر اس دن نہ رکھے گا تو اس کی قضا واجب ہو گی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)---- بخاری اور مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے عید فطر کے دن اور بقرعید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(حدیث نمبر ۲)---- صحیح مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ اِنَّ ھٰذَیْنِ یَوْمَانِ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صِیَامِھِمَا یَوْمَ فِطْرِکُمْ مِنْ صِیَامِکُمْ وَالْاٰخَرَ یَوْمَ تَاْکُلُوْنَ فِیْہِ مِنْ نُسُکِکُمْ۔ [3]

یہ وہ دو دن ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک دن روزے سے تمہارے افطار کا ہے' دوسرا دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

(حدیث نمبر ۳)---- صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْ صِیَامِ یَوْمَیْنِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَیَوْمِ الْاَضْحٰی۔ [4]

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک بقرعید کا دن اور دوسرا عیدالفطر کا دن۔

(حدیث نمبر ۴)---- صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمَیْنِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَیَوْمِ الْاَضْحٰی۔ [5]

رسول اللہ ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے عید فطر کے دن اور عیدالاضحیٰ کے دن۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ خواہ کوئی روزہ نذر کا ہو' نفلی ہو' کفارہ کا ہو یا نذر معین کا۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

---

(۱) ھدایۃ کتاب الصوم ج۔۱' ص۔۲۲۷

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصوم باب صیام التطوع ج۔۱' ص۔۶۳۵' حدیث۔۲۰۴۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھیی عن صوم یوم الفطر ویوم الاضحٰی ج۔۸' ص۔۲۵۷' حدیث۔۲۶۶۶

(۴) صحیح مسلم کتاب الصیام النھیی عن صوم یوم الفطر ویوم الاضحٰی ج۔۸' ص۔۲۵۷' حدیث۔۲۶۶۷

(۵) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھیی عن صوم یوم الفطر ویوم الاضحٰی ج۔۸' ص۔۲۵۷' حدیث۔۲۶۷۱

وَلَوْ نَذَرَ صَوْمَهُمَا مُتَعَمِّدًا لِعَيْنِهِمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُوْرُ لَا يَنْعَقِدُ نَذْرُهُ وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَآءُ هُمَا وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَنْعَقِدُ وَيَلْزَمُهُ قَضَآؤُهُمَا قَالَ فَاِنْ صَامَهُمَا اَجْزَاَهُ وَخَالَفَ النَّاسَ كُلَّهُمْ فِيْ ذٰلِكَ۔ [1]

اگر خاص کر انہیں دو دن کے روزے کی نذر مانی تو امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک یہ نذر منعقد نہیں ہوتی نہ اس کی قضا لازم آتی ہے مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی نذر صحیح ہے اور اس پر قضا لازم ہے اور اگر خاص عیدین کے دن روزہ رکھ لے تو اسے کفایت کرتا ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تمام جہان کی مخالفت کی۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے' وہ ان کے مقابلہ میں قیاس کو پیش کرتے ہیں بایں طور کہ اس نے جائز روزے کی نذر مانی ہے اور نہی غیر چیز کی وجہ سے ہے۔ پس نذر صحیح ہو جائے گی' الخ' لیکن نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا بالاجماع حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ مثل مردار کی ہے۔ جب ضرورت ہو اور نص موجود نہ ہو تو اس وقت قیاس کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے جیسے کہ ہدایہ میں لکھا ہے : والقیاس فی مقابلۃ النص المنقول غیر مقبول انتھٰی اور قیاس نص منقول میں ہوتے ہوئے قطعی طور پر نامقبول ہے۔ نیز یہ دلیل روزہ کفارہ' روزہ نذر غیر معین اور نفلی روزے میں بھی جاری ہے پھر اس سے لازم آتا ہے کہ وہ بھی اس دن رکھنا جائز ہو جائے حالانکہ ان کا رکھنا اس دن تمہارے نزدیک بھی جائز ہے۔ علاوہ ازیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ روزہ اس کے حق میں مشروع ہے۔ اس لیے کہ نذر معین گو فی نفسہ جائز اور مشروع ہے لیکن چونکہ اس نے اس کو ایسے وقت کے ساتھ مقید کیا ہے' جس میں روزہ رکھنا مطلق حرام ہے۔ اس وجہ اور اس سبب سے وہ بھی ممنوع ہو گیا' مشروع نہ رہا۔ جیسے کہ جمہور علماء کا مذہب ہے' کما مر۔

مسئلہ نمبر ۴۰ — نفلی نماز اور روزہ کی قضا واجب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنْ دَخَلَ فِيْ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ اَوْ فِيْ صَوْمِ التَّطَوُّعِ ثُمَّ اَفْسَدَ قَضَاهُ [2] "اور جو شخص داخل ہوا نفلی نماز میں یا نفلی روزہ میں پھر اس کو توڑ دیا تو اس کو قضا کرے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نفلی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے اس کی قضا اس پر واجب ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْئٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّيْ اِذًا صَآئِمٌ ثُمَّ اَتَانَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ اَرِيْنِيْهِ فَلَقَدْ اَصْبَحْتُ صَآئِمًا

انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے یعنی کسی قسم کا کھانا ہے۔ ہم نے کہا نہیں' فرمایا تو اب میں روزے دار ہوں پھر دوسرے روز ہمارے پاس آپ تشریف لائے' سو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول کھجور کا حلوا

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب النھی عن صوم الفطر ویوم الاضحٰی ج۔۸' ص۔۲۵۷' شرح حدیث۔۲۶۶۶

(۲) ھدایۃ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارۃ ج۔۱'ص۔۲۲۳

فَاَکَلَ [1] وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ طَلْحَةُ فَحَدَّثْتُ مُجَاهِدًا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ یُخْرِجُ الصَّدَقَةَ مِنْ مَالِهٖ فَاِنْ شَآءَ اَمْضَاهَا وَاِنْ شَآءَ اَمْسَکَهَا۔ [2]

ہمارے پاس ہدیہ بھیجا گیا ہے' سو آپ نے فرمایا وہ مجھ کو دکھاؤ پس تحقیق میں آج صبح کو روزے دار تھا' سو آپ نے کھالیا۔ طلحہ (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث مجاہد کے پاس بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ نفل روزہ بمنزلہ صدقہ کے ہے جس کو آدمی اپنے مال سے نکالتا ہے اگر جی چاہا تو دے دیا اور جی چاہا تو اپنے پاس روک رکھا یعنی نفلی روزے کا بھی یہی حال ہے۔ آدمی کو اس میں اختیار ہے خواہ رکھ کر تمام کرے خواہ توڑ ڈالے کسی قسم کا اس میں مواخذہ نہیں ہے۔

(حدیث نمبر ۲) --- ابوداؤد' ترمذی اور دارمی اور مسند امام احمد میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَکَّةَ جَآءَتْ فَاطِمَةُ جَلَسَتْ عَلٰی یَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاُمُّ هَانِیٍ عَنْ یَمِیْنِهٖ فَجَآءَتِ الْوَلِیْدَةُ بِاِنَآءٍ فِیْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ اُمَّ هَانِیٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَفْطَرْتُ وَکُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا اَکُنْتِ تَقْضِیْنَ شَیْئًا قَالَتْ لَا قَالَ فَلَا یَضُرُّكِ اِنْ کَانَ تَطَوُّعًا وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِیِّ نَحْوَهٗ وَفِیْهِ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا اِنِّیْ کُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّآئِمُ الْمُتَطَوِّعُ اَمِیْرُ نَفْسِهٖ اِنْ شَآءَ صَامَ وَاِنْ شَآءَ اَفْطَرَ۔ [3]

انہوں نے کہا کہ جس دن مکہ فتح ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ کی داہنی طرف تھی۔ پس لڑکی پانی کا برتن لائی' سو میں نے آپ کو پکڑا دیا۔ آپ نے اس میں سے پیا پس اس نے کہا یارسول اللہ البتہ میں نے روزہ توڑ ڈالا ہے اور میں روزہ دار تھی۔ سو آپ نے اس کو فرمایا کیا تو کوئی روزہ قضا کر رہی تھی (یعنی تیرے ذمے کوئی فرض یا واجب روزہ تھا جس کے بدلہ آج روزہ رکھا تھا) اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو اسے توڑ دینے کا تجھے کوئی نقصان نہیں اور ترمذی اور احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ خبردار ہو تحقیق میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفلی روزہ رکھنے والا اپنی جان کا امیر اور مختار ہے اگر جی چاہا تو روزہ تمام کرلیا اور جی چاہا تو توڑ دیا۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص نے نفلی روزہ رکھا ہو اس کو اختیار ہے خواہ تمام کرے خواہ توڑ ڈالے۔ اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں صاف موجود ہے کہ یہ تجھ کو نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتا۔ پس اگر قضا واجب ہوتی تو پھر یہ صریح ضرر ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنی جان کا امیر ہے۔ پس اگر اس کا تمام کرنا واجب ہوگیا اور اس کی قضا اس پر لازم ہوگئی تو پھر اپنے نفس کا امیر کیسے ہوا۔ امیر ہونے کی حالت میں قضا کا واجب ہونا ممکن نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار ج-۸' ص-۲۷۶' حدیث-۲۷۰۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار ج-۸' ص-۲۷۶' حدیث-۲۷۰۷

(۳) ابوداؤد کتاب الصوم باب الرخصة فی ذالک ج-۲' ص-۳۶۵' حدیث-۲۱۳۵ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب فی الافطار من التطوع ج-۱' ص-۶۳۲' حدیث-۲۰۷۹

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں صریح دلیل ہے شافعی اور اس کے موافق لوگوں کے مذہب کے لیے یعنی نفلی روزہ کا توڑنا اور دن کے درمیان کھا لینا جائز ہے اور روزہ باطل ہو جاتا ہے اس کی قضا واجب نہیں ہوتی۔ اس میں آدمی مختار ہے۔ ابتدا میں بھی اور روزہ رکھنے کے بعد بھی اور ایک جماعت صحابہ' امام احمد' اسحاق اور دوسرے لوگ اسی مذہب کے قائل ہیں۔ امام نووی کی شرح صحیح مسلم کے اصل الفاظ یہ ہیں: وَفِی الرِّوَايَةِ الثَّانِيَةِ التَّصْرِيْحُ بِالدِّلَالَةِ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَمُوَافِقِيْهِ فِيْ اَنَّ صَوْمَ النَّافِلَةِ يَجُوْزُ قَطْعُهٗ وَالْاَكْلُ فِيْ اَثْنَاءِ النَّهَارِ وَيَبْطُلُ الصَّوْمُ لِاَنَّهٗ نَفْلٌ فَهُوَ اِلٰى خِيَرَةِ الْاِنْسَانِ فِي الْاِبْتِدَاءِ وَكَذَا فِي الدَّوَامِ وَمِمَّنْ قَالَ بِهٰذَا جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ وَاٰخَرُوْنَ انْتَهٰى۔ (۱)

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ سند کے طور پر کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی سند کے طور پر ان دو آیتوں کو پیش کرتے ہیں لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ "اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔" دوسری آیت فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا "انہوں نے نہ خیال رکھا جتنا کہ خیال رکھنے کا حق تھا۔" کہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے اس پر کہ یہود و نصاریٰ نے ایسی عبادتوں کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں کی تھیں پھر ان کا انہوں نے خیال نہ رکھا جتنا خیال رکھنے کا حق تھا۔ اس کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا جواب: اس کو نفلوں پر قیاس کر لینا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ نفل تو اصل میں مشروع امر ہے بلکہ موجب ثواب عظیم ہے اور جس رہبانیت کو انہوں نے اختیار کیا تھا وہ مشروع نہیں تھی بلکہ دراصل وہ عبادت بدعت اور ناجائز تھی۔ جیسے کہ پہلی آیت سے صاف ثابت ہے: رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔ "رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا' ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا تھا۔" اور جب رہبانیت اصلاً ان کی ایجاد کردہ شے ٹھہری اور التزام مالا یلزم کا مصداق تو پھر اس کا تمام کرنا یا اس کی قضا کا واجب ہونا کیسے جائز ہوگا۔

دوسرا جواب: یہ آیت ان کی رعایت نہ کرنے کی مذمت کے باب میں نہیں ہے بلکہ ظاہراً یہ آیت ان کی اس رہبانیت اور عبادات ثالثہ کے ایجاد کرنے اور اس نئی بدعت کے نکالنے کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ رہبانیت تو التزام مالا یلزم کا مصداق تھی پھر اس کی رعایت کا کیسے حکم ہوتا۔ اس کی رعایت نہ رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ جب انہوں نے اکثار عبادت اور اعمال شاقہ اختیار کئے تو وہ اس میں تھک گئے اور تھک کر اصل عبادت سے بھی رہ گئے اور تھوڑی عبادت جو مشروع تھی اس کے ادا کرنے سے بھی عاجز آئے نہ یہ کہ رہبانیت مبتدعہ کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ان کی مذمت ہوئی۔ چنانچہ امام نووی کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذمت ان لوگوں کے اکثار عبادت کی بناء پر ہوئی ہے۔ اس لیے کہ پہلے امام نووی نے یہ لکھا ہے: وَحَاصِلُ الْحَدِيْثِ نَهْيُهُمْ وَالتَّعَمُّقُ وَالْاِكْثَارُ مِنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِيْ يُخَافُ عَلَيْهِمُ الْمَلَلُ بِسَبَبِهَا اَوْ تَرْكُهَا اَوْ تَرْكُ بَعْضِهَا۔ "حدیث کا حاصل انہیں عبادات میں غلو اور مبالغہ کرنے سے روکنا ہے۔ ایسے مبالغہ سے کہ جن کی بناء پر خدشہ تھا کہ عبادت کرتے کرتے وہ تھک جائیں گے اور اکتا جائیں گے اور پھر یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھیں گے یا اس کے کسی حصے کو ترک کر دیں گے۔" پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے: وَقَدْ ذَمَّ اللّٰهُ تَعَالٰى قَوْمًا اَكْثَرُوا الْعِبَادَةَ ثُمَّ فَرَّطُوْا فِيْهَا۔ "تحقیق مذمت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی جنہوں نے بہت عبادت اختیار کی پھر اس میں کوتاہی کی یعنی تھک کر عبادت

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام شرح باب جواز صوم النافلۃ ج-۸' ص-۲۷۶' شرح حدیث-۲۷۰۷'۲۷۰۸

کرنے سے عاجز آگئے۔" پس امام نووی کا اس آیت کو اس حدیث کے تحت لانا صریحاً دلالت کرتا ہے اس پر کہ ان کی یہ مذمت اکثار عبادت اور اعمال شاقہ اختیار کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

تیسرا جواب: اس میں اعمال متروکہ کا حکم نہیں کیا ہے۔ پس اس سے قضا ثابت نہیں ہو سکے گی۔

چوتھا جواب: یہ دونوں آیات مخصوص البعض ہیں۔ اس لیے کہ عیدین کے دن نفلی روزہ رکھ کر توڑنا حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے اور اس پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق قضاء بھی نہیں آتی ہے۔ پس یہ روزہ ان کے عموم سے مخصوص ہے۔ لہٰذا یہ دونوں آیات اس تخصیص کی وجہ سے ظنی ہو گئیں۔ ان کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ اندریں صورت ان کی تخصیص مذکورہ احادیث کے ساتھ جن سے نفلی روزہ میں اختیار ثابت ہوتا ہے بالاتفاق جائز ہو گی۔ وقد مر بیانہ۔ پس نفلی روزے کے توڑنے کا اختیار ان کی عمومی ممانعت سے خارج رہے گا۔ یہ ممانعت اس کو شامل نہیں ہو سکے گی، پس ان آیتوں سے استدلال کرنا باطل ہو گیا۔

دوسری سند کے طور پر حنفیہ یہ حدیث لاتے ہیں جو ترمذی میں زہری سے روایت ہے وہ عروہ سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے :

قَالَتْ كُنْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا اٰخَرَ مَكَانَهٗ۔ [1]	انہوں نے کہا کہ میں اور حفصہ رضی اللہ عنہما روزہ دار تھیں ہمیں کھانا پیش کیا گیا جس میں سے خواہش اور بھوک کی بناء پر ہم نے کھالیا۔ بعد ازاں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا اے اللہ کے رسول! ہم نے روزہ رکھا ہوا تھا، ہمارے سامنے پسندیدہ کھانا رکھا گیا، جسے ہم نے کھالیا۔ (اب کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا اس دن کے روزہ کی جگہ کسی اور دن روزہ رکھ لینا۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ مرسل ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةً مِّنَ الْحُفَّاظِ رَوَوْهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ مُرْسَلاً وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ وَهٰذَا اَصَحُّ۔ "اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور انہوں نے حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا بھی ذکر کیا ہے، جنہوں نے اسے زہری سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرسل روایت کرتا ہے۔ انہوں نے اس میں عروہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور اس کا مرسل ہونا زیادہ صحیح ہے، انتہٰی۔" اور حدیث مرسل لائق حجت نہیں ہوتی۔

چنانچہ شرح نخبہ کے حاشیہ میں لکھا ہے : اِعْلَمْ اَنَّ كَوْنَ الْمُرْسَلِ حَدِيْثًا ضَعِيْفًا مَرْدُوْدًا لَا يُحْتَجُّ بِهٖ مَذْهَبُ جَمَاهِيْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَكَذَا الشَّافِعِيِّ وَكَثِيْرٍ مِّنَ الْفُقَهَآءِ وَاَصْحَابِ الْاُصُوْلِ۔ "جان رکھ تو کہ تحقیق مرسل حدیث جمہور محدثین اور اکثر فقہاء اور اصول والوں کے نزدیک ضعیف اور مردود ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔"

اور امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : ثُمَّ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْمُحَدِّثِيْنَ اَوْ جَمْهُوْرِهِمْ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الْفُقَهَآءِ اَنَّهٗ لَا يُحْتَجُّ بِالْمُرْسَلِ۔ "امام شافعی اور جمہور یا تمام محدثین اور جماعت فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ حدیث مرسل حجت پکڑنے کے قابل نہیں، انتہٰی۔"

---

(۱) جامع ترمذی ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب فی الافطار من التطوع ج۔۱، ص۔۶۳۲، حدیث۔۲۰۸۰

پس اب اس حدیث سے حجت پکڑنا جائز نہ ہو گا' خاص کر صحیح مسلم وغیرہ کی احادیث کے مقابلہ میں تو بطریق اولیٰ لائق حجت نہیں رہے گی اور برتقدیر صحت اس امر کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی پھر قضا کر کے رکھنا مستحب ہے اور اس حمل کی موجب وہ احادیث صحیحہ مذکور ہیں جو نفلی روزہ توڑ دینے کے اختیار پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اس سے سب احادیث میں بوجہ احسن تطبیق ہو جاتی ہے۔ فَاِنَّ الْاَعْمَالَ بِالدَّلِیْلَیْنِ وَاجِبٌ مَا اَمْکَنَ کَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِی التَّلْوِیْحِ۔

پس باوجود امکان تطبیق ایک حدیث کو رد کر دینا کسی مسلمان کے لیے کب جائز ہے اور اس سے شیخ ابن ہمام کا قول بھی مردود ہو گیا جو انہوں نے کہا ہے کہ اس امر کو استحباب پر حمل کرنے کا کوئی موجب نہیں ہے۔ قول ابن ہمام کے مردود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حمل کی موجب وہ احادیث صحیحہ صریحہ مذکور ہیں جو نفلی روزہ توڑنے کے اختیار پر دلالت کرتی ہیں۔ اس سے بڑا موجب اور کیا ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ روزہ نذر کا ہو یا قضا کا ہو اس وجہ سے ان کو قضا کا حکم فرمایا ہو جیسے کہ علماء شافعیہ کا مذہب ہے۔

تیسری سند حنفیہ یہ لاتے ہیں کہ نفلی حج اور عمرہ توڑنے سے اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ پس یہاں بھی نفلی روزہ توڑنے سے قضا واجب ہو گی۔

جواب: ایک نفلی امر توڑنے سے قضا کا واجب ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ہر قسم کے نوافل توڑنے میں اس کی قضا واجب ہو جائے۔ ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں ہو اور وہاں نہ ہو۔ خاص کر یہاں مانحن فیہ میں تو نصوص صحیحہ صریحہ موجود ہیں جو نفلی روزہ توڑنے سے قضا واجب نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک عذر حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی عذر کی بناء پر افطار کر دیا ہو گا۔

جواب: یہ عذر بھی محض لغو اور باطل ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں عموم صریحاً موجود ہے کہ نفلی روزہ والا اپنے نفس کا امیر ہے وہ عذر اس عموم حدیث میں کیسے چل سکے گا۔

ایک اور عذر حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں قضا یا عدم قضا کا ذکر کچھ نہیں ہے۔ پس احتمال ہے کہ قضا کر لیا ہو گا۔

جواب: رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس پر امیر ہے' اس عذر کے باطل ہونے پر صریحاً دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ شروع سے ہی نفلی روزے تمہارے نزدیک واجب اور لازم ہو جاتے ہیں۔ ان کا توڑنا ممنوع ہو جاتا ہے پھر اندریں صورت اس روزے دار کا اپنے نفس پر امیر ہونا کیسے ممکن ہے۔ بعض حنفی اس حدیث سے سند لاتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا لایا گیا تو آپ نے فرمایا کھانے کو لے جاؤ میں روزے دار ہوں۔

جواب: اس کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کبھی ایسا بھی کیا ہو گا کبھی توڑ دیا اور کبھی نہیں توڑا۔ اس میں منافات ہی کیا ہے' استحباب کی شان یہی ہے کبھی کر لیا اور کبھی نہ کیا۔ دونوں طرف کا اختیار ہوتا ہے۔ پس اس میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے یہ کام کیوں نہیں کیا یا کیوں کیا۔ علاوہ ازیں اس کے مستحب ہونے کے ہم بھی قائل ہیں مستحب یہی ہے کہ اس کو تمام کرے اور یہی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور نیز اگر آپ کے نہ توڑنے سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے تو پھر اسی طرح آپ کے توڑ دینے سے اس کی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ فَمَا هُوَ جَوَابُکُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

مسئلہ نمبر ۱۴۱ عورت گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اَلْمَرْأَةُ تَعْتَكِفُ فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا وهُوَ الْمَوْضِعُ لِصَلٰوتِهَا۔ [۱] "عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف بیٹھے اور گھر کی مسجد وہ ہے جو گھر میں ایک جگہ نماز کے لیے مقرر کی ہوتی ہے۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهٗ وَاَنَّهٗ اَمَرَ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ اَرَادَ الْاِعْتِكَافَ فِيْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَاَمَرَتْ زَيْنَبُ بِخِبَآئِهَا فَضُرِبَ وَاَمَرَ غَيْرُهَا مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ بِخِبَآئِهَا فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْفَجْرَ نَظَرَ فَاِذَا الْاَخْبِيَةُ فَقَالَ اٰلْبِرَّ تُرِدْنَ فَاَمَرَ بِخِبَآئِهٖ فَقُوِّضَ وَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ [۲]

انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھتے پھر اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے اور جب آپ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا تو ایک پردہ کھڑا کرنے کا حکم فرمایا پس وہ کھڑا کیا گیا اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لیے پردہ کھڑا کرنے کا حکم کیا۔ پس وہ بھی گاڑا گیا اور نبی ﷺ کی اور بیویوں نے بھی اپنا اپنا پردہ کھڑا کرنے کا حکم کیا۔ چنانچہ ہر ایک کا پردہ لگا دیا گیا۔ سو رسول اللہ ﷺ نے جب صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے کئی پردے لگے ہوئے دیکھے۔ آپ نے فرمایا کیا سب نیکی کا ارادہ کرتی ہیں؟ اس پر آپ نے اپنے پردے کو اکھاڑنے کا حکم دیا جسے اکھاڑ دیا گیا اور اس رمضان میں آپ نے اعتکاف ہی ترک کر دیا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَفِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّ الْاِعْتِكَافَ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ لِاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَزْوَاجَهٗ وَاَصْحَابَهٗ اِنَّمَا اعْتَكَفُوْا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الْمَشَقَّةِ فِيْ مَلَازَمَتِهٖ فَلَوْ جَازَ فِي الْبَيْتِ لَفَعَلُوْهُ وَلَوْ مَرَّةً لَا سِيَمَا النِّسَآءُ لِاَنَّ حَاجَتَهُنَّ اِلَيْهِ فِي الْبُيُوْتِ اَكْثَرُ وَهٰذَ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ اِخْتِصَاصِهٖ بِالْمَسْجِدِ وَاَنَّهٗ لَا يَصِحُّ فِيْ غَيْرِهٖ هُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُوْرِ سَوَآءٌ الرَّجُلُ اَوِ الْمَرْأَةُ۔ [۳] "ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ کرنا درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ آپ کی ازواج اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین تکلیف اور مشقت کے باوجود مسجد ہی میں اعتکاف کرتے تھے۔ اگر گھر میں اعتکاف کر لینا جائز ہوتا تو اصحاب رسول ضرور یہ کام کرتے۔ چاہے ایک بار ہی کیوں نہ ہوتا۔ خاص طور پر عورتیں تو گھروں میں ضرور اعتکاف کرتیں کیونکہ ان کی ضرورتیں گھروں میں عموماً ہوتیں ہیں اور یہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے یہ مسجدوں کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسری جگہ درست نہیں۔ یہی امام مالک' شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔ خواہ (اعتکاف کرنے والا) مرد ہو یا عورت۔"

---

(۱) ھدایۃ کتاب الصوم باب الاعتکاف ج-۱' ص-۲۳۰

(۲) صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب حتّٰی یدخل من اراد الاعتکاف فی معتکفہ ج-۸' ص-۳۰۹' حدیث-۲۷۷۷

(۳) شرح صحیح مسلم للنوی شرح کتاب الاعتکاف ج-۸' ص-۳۰۸' شرح حدیث-۲۷۷۲' ۲۷۷۸

مسئلہ نمبر ۴۲ عورت کا بغیر محرم سفر کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : بِخِلَافِ مَآ اِذَا کَانَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ مَکَّةَ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ لِاَنَّهٗ یُبَاحُ لَهَا الْخُرُوْجُ اِلٰی مَا دُوْنَ السَّفَرِ بِغَیْرِ مَحْرَمٍ۔ [۱] "بخلاف اس کے کہ مکے اور عورت کے درمیان تین دن سے کم کا سفر ہو' اس لیے اس کے لیے ایسے سفر کے لیے بغیر محرم کے نکلنا مباح ہے۔" حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ دو دن رات یا ایک دن رات کا سفر عورت کو محرم کے بغیر کرنا جائز ہے' حج ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور سفر۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ـــ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

لَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ۔ [۲] عورت محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے۔

(حدیث نمبر ۲) ـــ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ مَسِیْرَةَ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔ [۳] کوئی عورت ایک دن اور رات کا سفر اس وقت نہ کرے جب تک اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔

(حدیث نمبر ۳) ـــ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

لَا تَحُجُّ امْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ۔ [۴] کوئی عورت حج نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

(حدیث نمبر ۴) ـــ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ یَوْمَیْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا۔ [۵] کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو' حلال نہیں کہ وہ دو دن کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عورت کے لیے محرم کے بغیر دو دن بلکہ ایک دن کا سفر کرنا بھی جائز نہیں۔

شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے :

لَیْسَ الْمُرَادُ التَّحْدِیْدَ بَلْ کُلَّمَا یُسَمّٰی سَفَرًا نَهَی الْمَرْأَةَ اَنْ تُسَافِرَ فِیْهِ بِغَیْرِ مَحْرَمٍ وَلَمْ یَثْبُتْ عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ مِنَ الشَّارِعِ لِلسَّفَرِ وَاَحْکَامِهٖ حَدٌّ مُعَیَّنٌ بَلْ یَشْمِلُ کُلَّ مَسَافَةٍ قَصِیْرَةٍ وَطَوِیْلَةٍ وَالْوَارِدُ فِی الْاَحَادِیْثِ السَّفَرُ مُطْلَقًا اِنْتَهٰی مُلَخَّصًا۔ مراد حد مقرر کرنا نہیں بلکہ جس قدر مسافت کا نام سفر رکھا جائے اس میں عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں اور محدثین کے نزدیک شارع علیہ السلام کی طرف سے سفر اور اس کے احکام کے لیے کوئی حد معین ثابت نہیں ہوئی بلکہ یہ لفظ ہر قدر سفر کو تھوڑا ہو یا بہت شامل ہے اور احادیث سے فقط سفر مطلق ثابت ہوتا ہے' انتھی۔

---

(۱) هدایة کتاب الحج ج۔۱' ص۔۲۳۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب سفر المرأۃ ج۔۹' ص۔۱۱۳' حدیث۔۳۲۹۵ و مشکوۃ کتاب المناسک فصل اول ج۔۲' ص۔۷۷۳' حدیث۔۲۵۱۳

(۳) مشکوۃ کتاب المناسک فصل اول' ج۔۲' ص۔۷۷۳' حدیث۔۲۵۱۵

(۴) عینی شرح هدایه۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الحج باب سفر المرأۃ ج۔۹' ص۔۱۱۲' حدیث۔۳۲۵۷

پس شیخ صاحب کی کلام سے ثابت ہوا کہ دو دن رات اور ایک دن رات کے چلنے کو بھی سفر کا عموم شامل ہے اور سفر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ تھوڑا ہو یا بہت' سب کو سفر کہا جاتا ہے بلکہ اگر ایک دن رات سے بھی کم ہو تو اس میں بھی عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر مکہ ایک دن یا دو دن کی راہ پر ہو تو کسی عورت کو بغیر محرم کے حج کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳ جو شخص بحالت احرام مرجائے' اس کا منہ اور سر کفن سے ڈھانپ دیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَذْهَبُنَا عَلٰی خِلَافِ حُکْمِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ مَحْرَمٍ يَمُوْتُ فِيْ اِحْرَامِهٖ حَيْثُ يُصْنَعُ مَا يُصْنَعُ بِالْحَلَالِ مِنْ تَغْطِيَةِ رَأْسِهٖ وَوَجْهِهٖ بِالْكَفَنِ عِنْدَنَا۔ [1] "ہمارا مذہب اس محرم کے بارے میں جو بحالت احرام مرجاتا ہے اس حدیث کے برخلاف ہے' اس لیے کہ اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا سر اور منہ کفن سے ڈھانپ دیا جائے گا۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے احرام کی حالت میں مرجائے تو اس کا سر اور منہ کفن کے ساتھ ڈھانک دیا جائے جیسے اور سب لوگوں کو کفن دیا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

اِنَّ رَجُلاً وَقَصَتْهُ رَاحِلَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا وَجْهَهٗ وَلَا رَأْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا۔ [2]

ایک مرد کو اس کی سواری نے روند ڈالا' اس حال میں کہ وہ احرام میں تھا پس وہ مرگیا' سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اس کو غسل دو اور اسی کے دونوں کپڑوں میں اس کو کفن دو اور اس کے منہ اور سر کو مت ڈھانکو اس لیے کہ وہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : فِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ دِلَالَةٌ بَيِّنَةٌ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ وَمُوَافِقِيْهِمْ فِيْ اَنَّ الْمُحْرِمَ اِذَا مَاتَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يُّلْبَسَ الْمَخِيْطَ وَلَا يُخَمَّرُ رَأْسُهٗ وَلَا يُمَسُّ طِيْبًا۔ [3] "ان احادیث میں امام شافعی' احمد' اسحاق اور ان کے موافق لوگوں کے مذہب کے لیے واضح دلالت ہے' اس بات میں کہ محرم جب مرجائے تو اسے سلا ہوا کپڑا پہنانا جائز نہیں اور اس کا سر نہ ڈھانکا جائے اور اسے خوشبو نہ لگائی جائے' انتہی۔"

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ ایسا اس شخص کے ساتھ خاص تھا اسے احرام کے ساتھ دفن کرنے کی خصوصیت رسول اللہ ﷺ کو وحی سے معلوم ہوئی تھی۔

جواب: یہ محض دعویٰ ہے' اس کی کوئی دلیل نہیں اور دعویٰ بلا دلیل مردود ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو احرام کے ساتھ دفن کرنے کی یہ علت بیان کی کہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا اور یہ

---

(۱) کفایہ حاشیہ ہدایہ (عینی شرح ہدایہ)

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ج۔۸' ص۔۳۶۸' حدیث۔۲۸۸۸

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ج۔۸' ص۔۳۶۶' شرح حدیث۔ ۲۸۸۳' ۲۸۹۳

علت صریحاً عموماً پر دلالت کرتی ہے' ایک اور حدیث بھی اس باب میں حنفیہ بطور سند لاتے ہیں لیکن وہ حدیث نہایت ہی ضعیف اور بے سند ہے پس اس حدیث صحیح کے مقابلہ میں اس سے احتجاج جائز نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۴۴ حج اور عمرہ کی نیت کو جمع کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : اِذَا دَخَلَ مَكَّةَ اِبْتَدأَ وَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلٰثِ الْاُوْلٰى مِنْهَا وَيَسْعٰى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهٰذَا اَفْعَالُ الْعُمْرَةِ ثُمَّ يَبْدَأُ بِاَفْعَالِ الْحَجِّ فَيَطُوْفُ طَوَافَ الْقُدُوْمِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ وَيَسْعٰى لِعُمْرَةٍ [1] "مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص قارن ہو یعنی حج اور عمرہ کو جمع کر کے دونوں کی ایک ساتھ نیت کی ہو وہ شخص دو طواف کرے اور دو ہی سعی کرے ایک طواف اور ایک سعی حج کے لیے اور ایک طواف اور سعی عمرہ کے لیے کرے۔" یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' جو ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)—— صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَانُوْا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا۔ [2]

لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا یعنی قران کیا تھا پس سوا اس کے نہیں کہ انہوں نے فقط ایک ہی طواف کیا۔

(حدیث نمبر ۲)—— صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

يَقُوْلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلاَ اَصْحَابُهٗ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اِلاَّ طَوَافًا وَاحِدًا۔ [3]

اس نے کہا کہ نہیں طواف کیا نبی ﷺ نے اور نہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے صفا اور مروہ کے درمیان مگر ایک طواف۔

(حدیث نمبر ۳)—— صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّهٗ خَرَجَ فِي الْفِتْنَةِ مُعْتَمِرًا وَقَالَ اِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى اِذَا ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَآءِ الْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَمْرُهُمَا اِلاَّ وَاحِدًا اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا جَآءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهٖ سَبْعًا وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَاٰى اَنَّهٗ مُجْزِئٌ

ابن عمر رضی اللہ عنہ حجاج کے فتنہ کے دنوں میں عمرہ کی نیت سے نکلے اور کہا کہ اگر میں بیت اللہ سے روکا گیا تو کریں گے ہم جیسا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا' سو آپ نکلے اور احرام باندھا عمرہ کا اور چلے یہاں تک کہ جب بیداء پر پہنچے تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا نہیں ہے حال ان دونوں کا مگر ایک جیسا۔ لہٰذا میں تم کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کو بھی عمرہ کے ساتھ واجب کر لیا ہے پس چلے یہاں تک کہ جب بیت اللہ پہنچے تو اس کے گرد سات طواف کئے اور صفا مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی اور اس پر کچھ زیادہ نہ کیا

---

(۱) ھدایہ ج-۱' ص-۲۴۰' ۲۴۱

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب قصة حجة الوداع ج-۲' ص-۷۸۷' حدیث-۲۵۵۶

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السعی لا یکرر ج-۹' ص-۲۸' حدیث-۳۰۷۳

عَنْهُ وَاَهْدَىٰ [1] وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ [2] وَفِيْ رِوَايَةٍ فَطَافَ بَالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْئٍ حُرِّمَ مِنْهُ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ۔ [3]

اور انہوں نے اس کو ہی کافی سمجھا اور قربانی کی اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں کے لیے فقط ایک طواف اور ایک سعی کی اور ایک روایت میں ہے اور نہ زیادہ کیا اس پر اور نہ قربانی کی اور نہ حلق کیا اور نہ حلال ہوئے کسی چیز سے جو ان پر حرام ہوئی تھی' یہاں تک کہ قربانی کا دن آیا' سو انہوں نے قربانی کی اور حلق کیا اور یہ سمجھا کہ حج اور عمرہ کا طواف پہلے طواف کے ساتھ ہی پورا کر چکا ہوں یعنی دونوں کے لیے فقط پہلا طواف ہی کافی ہو گیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے :هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْقَارِنَ يَكْفِيْهِ طَوَافٌ وَاحِدٌ عَنْ طَوَافِ الرُّكْنِ وَاَنَّهُ يَقْتَصِرُ عَلٰى اَفْعَالِ الْحَجِّ وَتُنْدَرِجُ اَفْعَالُ الْعُمْرَةِ كُلُّهَا فِيْ اَفْعَالِ الْحَجِّ وَبِهٰذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ يُحْكٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَعَآئِشَةَ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ وَدَاوُدَ وَفِيْهِ اَيْضًا فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ لِمَا قَدَّمْنَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ قَارِنًا وَاَنَّ الْقَارِنَ يَكْفِيْهِ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعْيٌ وَاحِدٌ۔ [4] "یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قارن کو طواف رکن کے بدلے فقط ایک طواف کفایت کرتا ہے اور اس پر کہ وہ افعال حج پر بس کرے۔ عمرہ کے سب افعال حج کے کاموں کے ساتھ ہی ادا ہو جاتے ہیں۔ اسی کے امام شافعی قائل ہیں اور یہی مذہب ابن عمر' جابر' عائشہ' مالک' احمد' اسحاق اور داؤد رضی اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیا گیا ہے اور اسی میں دوسری جگہ ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے اس کے لیے جو ہم نے پہلے لکھا ہے کہ تحقیق نبی ﷺ قارن تھے (یعنی آپ نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کیا تھا) اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ قارن کو فقط ایک طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے' انتہٰی۔" اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض حضرات جو دوبار طواف نقل کرتے ہیں تو وہ ثابت نہیں۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ لَا يَثْبُتُ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنْتَهٰى۔ [5]

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے' وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے علیحدہ ایک ایک طواف کیا ہے یا مراد یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد فقط ایک ہی طواف کیا۔

جواب: یہ ظاہر حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث میں کلمہ انما کا موجود ہے جو حصر پر صریحاً دلالت کرتا ہے۔ پاس سے دو طواف مراد لینا حصر کے بالکل خلاف ہے۔ نیز دوسری حدیث میں یہ بھی صریحاً موجود ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان فقط ایک ہی طواف کیا۔ اس حدیث میں وہ تاویل کہاں چل سکے گی اور

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التحلل بالاحصار وجواز القراٰن ج۔۸' ص۔۴۳۸' حدیث۔۲۹۷۹

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التحلل بالاحصار وجواز القراٰن ج۔۸' ص۔۴۳۹' حدیث۔۲۹۸۰

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التحلل بالاحصار وجواز القراٰن ج۔۸' ص۔۴۴۰' حدیث۔۲۹۸۲

(۴) صحیح مسلم۔

(۵) صحیح مسلم۔

صفا اور مروہ کا ذکر اس تاویل کو باطل کیوں نہیں کرے گا۔ پھر الا استثنائیہ اس تاویل کو کس طرح صحیح ہونے دے گا اور دوسری حدیث جو اس باب میں حنفیہ بطور سند لاتے ہیں وہ ضعیف ہے' قابل حجت نہیں خاص کر صحیحین کی احادیث کے مقابلہ میں تو بطریق اولیٰ حجت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جس حدیث میں دوسرے طواف کا ذکر ہے۔ اس میں دوسرے طواف کو استحباب پر محمول کیا جائے گا تاکہ سب احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ پس اگر کوئی دوسرا طواف کر لے تو مستحب ہے' اس کا اسے ثواب ملے گا۔

مسئلہ نمبر ۴۵ — کافر اور ذمی کا مسجد حرام میں داخل ہونا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَّدْخُلَ اَهْلُ الذِّمَّةِ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ [۱] "کچھ حرج نہیں ہے اس میں کہ کافر اہل ذمہ مسجد حرام میں داخل ہو جائیں۔" مطلب یہ ہے کہ اگر کافر ذمی مسجد حرام میں داخل ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس آیت کے خلاف ہے :

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ (التوبة۔۲۸)

بیشک مشرک نجس اور ناپاک ہیں' لہٰذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔

اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ اَمَرَهُ اَنْ يُّؤَذِّنَ فِي النَّاسِ اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ الْحَدِيْثَ۔ [۲]

انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں قربانی کے دن مجھے ایک جماعت کے ساتھ بھیجا جس میں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے۔

امام نووی نے لکھا ہے : اَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ فَهُوَ خَاصٌّ بِالْحَرَمِ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَا يَجُوْزُ اِدْخَالُهُ الْحَرَمَ۔ [۳] "لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ بیشک مشرک ناپاک ہیں لہٰذا وہ مسجد حرام میں داخل نہ ہوں۔ پس یہ آیت حرم کے ساتھ خاص ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مشرک کا حرم میں داخل کرنا جائز نہیں ہے' انتہٰی۔"

مسئلہ نمبر ۴۶ — رمی جمار کا وقت

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِنْ قَدَّمَ الرَّمْيَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ قَبْلَ الزَّوَالِ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ جَازَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ [۴] "اور اگر وہ نحر کے چوتھے روز طلوع آفتاب کے بعد لیکن زوال سے پہلے رمی کو مقدم کر لے تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔"

---

(۱) هدایه کتاب الکراهیة ج۔۴' ص۔۴۷۳

(۲) مشکوٰة کتاب المناسک باب دخول مکة ج۔۲' ص۔۷۹۲' حدیث۔۲۵۷۳

(۳) صحیح مسلم۔

(۴) هدایه ج۔۱' کتاب الحج باب الاحرام ص۔۲۵۲

فائدہ: حج کے دنوں میں گیارہویں' بارہویں اور تیرہویں کے دن زوال کے بعد جمروں کو کنکریاں مارتے ہیں۔ سو اگر تیرہویں کے دن زوال سے پہلے کنکر مار لے تو حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)— صحیح بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ رَمَی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَاَمَّا بَعْدَهٗ ذٰلِكَ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔ [۱]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن چاشت کے وقت جمروں کو کنکر مارے لیکن یوم نحر کے بعد آپ زوال آفتاب کے بعد کنکر مارتے تھے۔

(حدیث نمبر ۲)— ابوداؤد میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قَالَتْ اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مِنًى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَيَقِفُ عِنْدَ الْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةِ۔ [۲]

جب رسول اللہ ﷺ نے (نحر کے) آخری دن ظہر کی نماز پڑھی تو طواف زیارت کیا پھر آپ منیٰ کی طرف پھر گئے' پھر تشریق کے دنوں میں وہیں ٹھہرے رہے۔ جب آفتاب ڈھل جاتا ہر جمرے کو سات کنکر مارتے اور ہر کنکر کے ساتھ تسبیح کہتے اور پہلے اور دوسرے جمرے کے نزدیک کھڑے ہوتے۔

(حدیث نمبر ۳)— صحیح بخاری میں وبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِهٖ فَاَعَدْتُّ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ فَقَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا۔ [۳]

میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں کس وقت کنکر ماروں؟ انہوں نے کہا کہ جب تیرا امام کنکر مارے اس وقت تو بھی کنکر مار۔ پس میں نے سوال کا اعادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم انتظار کرتے رہتے تھے جب آفتاب ڈھل جاتا تو ہم کنکر مارتے تھے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَاَمَّا اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ فَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ الرَّمْیُ فِي الْاَيَّامِ الثَّلٰثَةِ اِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ۔ [۴] لیکن جہاں تک ایام تشریق کا تعلق ہے تو ہمارا' امام مالک' امام احمد اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ ان تین دنوں میں اسی صحیح حدیث کی رو سے زوال کے بعد ہی کنکر مارنا جائز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبل زوال کنکر مارنے جائز نہیں ہیں۔ اگر جائز ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کبھی کرتے یا صحابہ سے کوئی کرتا۔ صحابہ کو انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی' کبھی جواز کے لیے کوئی نہ کوئی تو ضرور کرتا۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب رمی الجمار ج-۲' ص-۸۰۵' حدیث-۲۶۲۰

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب المناسک باب فی رمی الجمار ج-۱' ص-۵۵۲' حدیث-۱۹۷۳ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب خطبۃ یوم النحر ج-۲' ص-۸۲۰' حدیث-۲۶۷۶

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب خطبۃ یوم النحر ج-۲' ص-۸۱۷' حدیث-۲۶۶۰

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب بیان وقت استحباب الرمی ج-۹' ص-۵۲' شرح حدیث-۳۱۲۸' ۳۱۲۹

مسئلہ نمبر ۴۷ بکری کو قلادہ ڈالنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ يُقَلَّدُ الشَّاةُ عَادَةً وَلاَ يُسَنُّ تَقْلِيْدُهَا عِنْدَنَا۔[1] "اور نہ بکری کو عادتاً قلادہ ڈالا جاتا ہے اور نہ اسے قلادہ ڈالنا ہمارے نزدیک سنت ہے۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

حدیث نمبر ۱---- صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ اَهْدٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرَّةً اِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا۔[2] رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مکے کی طرف بکریوں کو بطور ہدی بھیجا پس ان کی گردنوں میں قلادے ڈالے۔

(حدیث نمبر ۲)---- صحیح مسلم میں انہی سے روایت ہے :

قَالَتْ كُنَّا نُقَلِّدُ الشَّآءَ فَنُرْسِلُ بِهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَلاَلٌ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئٌ۔[3] انہوں نے کہا کہ ہم بکریوں کو قلادہ ڈالتے تھے اور انہیں مکے کی طرف بھیجتے تھے اور رسول اللہ ﷺ حلال رہتے تھے یعنی محرم نہیں ہوتے تھے اور آپ پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تھی۔

فائدہ: قلادہ اس کو کہتے ہیں جو اونٹ یا گائے یا بکری کے گلے میں جوتی کا ٹکڑا یا بالوں کی رسی وغیرہ ڈالتے ہیں تاکہ اس بات کی نشانی ہو کہ یہ ہدی ہے۔ اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : فِيْهِ دَلاَلَةٌ لِمَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ الْاَكْثَرِيْنَ اَنَّهُ يُسْتَحَبُّ تَقْلِيْدُ الْغَنَمِ۔[4] "اس حدیث میں ہمارے اور اکثر علماء کے مذہب کی دلیل ہے کہ بکریوں کو قلادہ ڈالنا مستحب ہے' انتھٰی۔"

مسئلہ نمبر ۴۸ محرم اگر تیل لگالے تو اس کے ذمہ بکری کا ذبیحہ واجب ہو گا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَاِنِ ادَّهَنَ بِزَيْتٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔[5] (محرم) اگر تیل لگالے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دم (دنبہ یا بکری کا ذبح کرنا) واجب ہو گا۔" سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو

---

(۱) هداية كتاب الحج باب الهدیی ج-۱' ص-۳۰۳

(۲) صحيح مسلم كتاب الحج باب استحباب بعث الهدى الى الحرم لمن لا يريد ج-۹' ص-۷۷' حديث-۳۱۹۰ ومشكوٰة كتاب المناسک باب الهدى ج-۲' ص-۷۰۸' حدیث-۲۶۲۸

(۳) صحيح مسلم كتاب الحج باب استحباب بعث الهدى الى الحرم لمن لا يريد ج-۹' ص-۷۷' حديث-۳۱۹۱

(۴) شرح صحيح مسلم للنووی كتاب الحج تحت باب استحباب بعث الهدى الى المحرم لمن لا يريد ج-۹' ص-۷۷' شرح حديث-۳۱۹۰

(۵) هداية كتاب الحج باب الجنايات ج-۱' ص-۲۶۶

ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَدَّھِنُ بِالزَّیْتِ غَیْرِ الْمُقَتَّتِ یَعْنِیْ غَیْرَ الْمُطَیَّبِ۔[1] تحقیق نبی ﷺ احرام کی حالت میں تیل خالص لگا لیتے تھے۔ جس میں خوشبو نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر محرم خالص تیل لگا لے تو گناہ کی بات نہیں ہے اور نہ اس صورت میں جانور ذبح کرنا پڑے گا خواہ وہ تیل لگانا ضرورت کے ساتھ ہو یا بے ضرورت ہو۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ شائد دوا کے لیے استعمال کیا ہو گا۔

جواب: یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ اس احتمال کی کوئی دلیل نہیں ہے اور احتمال بلا دلیل ظاہر معنی حدیث کے مقابلے میں قطعاً باطل ہے' خاص کر یہاں کان موجود ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے' سو رسول اللہ ﷺ کو ایسا کون سا مرض تھا جس کے لیے ہر وقت تیل لگانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ نیز راوی نے وہ مرض کیوں نہیں بیان کیا۔ حنفیہ کے نزدیک تو ضرورت کے وقت بھی دم یا صدقہ دینا واجب ہے پھر اس احتمال باطل سے کیا فائدہ ہے جبکہ یہ حدیث دم یا کفارہ پر مطلق دلالت نہیں کرتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹ طلوع فجر کے بعد طواف زیارت کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَعِنْدَنَا وَعِنْدَ اَحْمَدَ فِی الْاَشْھَرِ یَجُوْزُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَلَا یَجُوْزُ قَبْلَ ذٰلِکَ۔[2] "ہمارے نزدیک اور امام احمد کی مشہور روایت کے مطابق طلوع فجر کے بعد طواف زیارت کرنا جائز ہے اور اس سے پہلے کرنا جائز نہیں۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ طواف زیارت دسویں دن کی رات کو فجر سے پہلے پہلے جائز نہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ اَرْسَلَ النَّبِیُّ ﷺ بِاُمِّ سَلَمَةَ لَیْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ فَاَفَاضَتْ وَکَانَ ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْیَوْمَ الَّذِیْ یَکُوْنُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَھَا۔[3] انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دسویں کی رات کو بھیج دیا۔ انہوں نے فجر سے پہلے جمروں کو کنکر مارے پھر طواف زیارت کیا اور یہ دن وہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر سے پیشتر بھی کنکر مارنے جائز ہیں۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے' وہ اس حدیث کو بطور سند لاتے ہیں جو ابوداؤد وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : لَا تَرْمُوْا الْجَمْرَةَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ "نہ کنکر مارو یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے۔"

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبه المحرم ج-۲' ص-۸۲۳' حدیث-۲۶۹۱

(۲) لمعات (حاشیہ مشکوٰۃ باب الدفع من عرفة)

(۳) ابوداؤد کتاب المناسک باب التعجیل من جمع ج-۲' ص-۳۸۱' حدیث-۱۹۴۲ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب الدفع من عرفة والمذدلفة ج-۲' ص-۸۰۳' حدیث-۲۶۱۳

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے' نہی تحریمی نہیں ہے یا یہ کہ عذر والے لوگ اس کے عموم سے مخصوص ہیں۔ والتخصیص جائز بالاتفاق کما مر' تاکہ دونوں احادیث میں تطبیق ہو جائے : فَاِنَّ الْاَعْمَالَ بِالدَّلِيْلَيْنِ اَوْلٰى مِنَ الْاِحْتِمَالِ۔

مسئلہ نمبر ۵۰ گیارہویں اور بارہویں دن میں طواف زیارت کیا جاسکتا ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ بِمَكَّةَ اَوْ مِنَ الْغَدِ اَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ۔[1] "پھر آئے اسی دن یعنی قربانی کے دن مکہ میں یا اس کے بعد دوسرے روز یا تیسرے روز پس طواف زیارت کرے۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد یعنی گیارہویں اور بارہویں دن بھی طواف زیارت کرنا جائز ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے جو کہ ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے : ☆

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ اِلَى اللَّيْلِ۔[2] — تحقیق رسول اللہ ﷺ نے جائز رکھا ہے تاخیر کرنا طواف زیارت کو دسویں کے دن رات تک۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت دسویں تاریخ میں فقط رات تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ رات اس کی غایت ہے۔ بعد ازاں گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو طواف زیارت جائز نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۵۱ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو تب موذن اذان کہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَفِيْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ اِذَا صَعِدَ الْاِمَامُ الْمِنْبَرَ فَجَلَسَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ۔[3] "ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے تو موذن اذان کہے۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ جب عرفات کے دن امام خطبہ پڑھنے لگے تو خطبہ سے پہلے اذان کہی جائے اور اذان کے بعد خطبہ پڑھا جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو جابر رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے بیان میں روایت کی ہے۔ اس حدیث طویل میں یہ بھی ہے :

فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ دِمَآءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ الخ۔ — پھر آپ نے لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا بیشک تمہارے خون اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ الْحَدِيْثِ۔[4] — بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر ظہر کی نماز پڑھی' آخر حدیث تک۔

---

(۱) ہدایۃ کتاب الحج باب الاحرام ج-۱ ص-۲۵۰ (۲) ابو داود کتاب المناسک باب لافاضۃ فی الحج ج-۲' ص-۵۰۹' حدیث ۲۰۰۰

(۳) ہدایۃ کتاب الحج باب الاحرام ج-۱ ص-۲۴۴ (۴) مشکوۃ کتاب المناسک باب قصہ حجۃ الوداع ج-۲ ص-۷۸۵'۷۸۶' حدیث ۲۵۵۵

☆ مذکورہ مسئلہ میں غالباً مصنف کو قول جمہور اور اجماع علماء کا علم نہیں ہو سکا۔ جس حدیث سے مصنف نے اسدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے۔ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں باب الا فاضۃ من منی للطواف میں امام نووی رحمہ اللہ سے اجماع نقل کیا ہے کہ طواف افاضہ گیارہویں' بارہویں تاریخ میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ مسئلہ میں حنفیہ کی رائے ہی جمہور کی رائے ہے۔ ہم نے امانت علمی کے طور پر مسئلہ کی تحقیق اور تعلیق ذکر کر دی ہے۔ کیا بقیہ تمام وہ مسائل جن میں حنفیہ کا مسئلہ کتاب و سنت کے خلاف ہے اسے تسلیم کر کے صحیح مسلک کو قبول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (انظر نیل الاوطار کتاب الحج باب لافاضۃ ج-۵ ص-۷۱)

مسئلہ نمبر ۵۲

فائدہ: فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمِيْقَاتِ فَوَقْتُهُ الْحِلُّ مَعْنَاهُ الْحِلُّ الَّذِیْ بَیْنَ الْمِیْقَاتِ وَالْحَرَمِ يَجُوْزُ فِیْهِ عِنْدَنَا تَأْخِیْرُهُ اِلَی الْحَرَمِ۔ [1] حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ جو شخص میقات یعنی احرام باندھنے کی جگہ کے اندر رہتا ہو' اسے اپنے گھر سے احرام باندھنا واجب نہیں بلکہ حرم کے سوا جس جگہ سے چاہے احرام باندھ لے اور مکہ کے درمیان اور اپنے گھر کے درمیان میں سب جگہ سے احرام باندھنا جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- جو کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذَاالْحُلَیْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰی عَلَیْهِنَّ مِنْ غَیْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمَهِلُّهٗ مِنْ اَهْلِهٖ كَذَاكَ وَكَذَاكَ حَتّٰی اَهْلُ مَكَّةَ یُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ' شام والوں کے لیے جحفہ' نجد والوں کے لیے قرن اور اہل یمن کے لیے یلملم مقرر کی۔ پس یہ جگہیں ان دیار و امصار کے باشندوں کے لیے (احرام باندھنے کے مقامات) ہیں اور دوسرے ممالک کے جو لوگ حج اور عمرہ کے ارادے سے ان مقامات سے گزریں' ان کے لیے بھی اور جو آدمی اس جگہ کے اندر ہو وہ اپنے گھر سے احرام باندھے وعلیٰ ہذا القیاس جو جس جگہ رہتا ہو وہیں سے احرام باندھے یہاں تک کہ مکہ والے مکے سے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو وہ اپنے گھر سے احرام باندھے' اپنے گھر سے حرم کی طرف آگے بڑھ کر احرام باندھنا اس کے لیے جائز نہیں ہے ورنہ جو شخص ان چاروں میقات سے خارج رہتا ہو' اس کو بھی ان میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھنا جائز ہوگا' والکلام باطل بالاجماع فکذا الملزوم۔

(حدیث نمبر ۲) ---- حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے :

فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَتِمُّو الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ قَالَ اِتْمَامُهُمَا اَنْ یُّحْرَمَ بِهِمَا مِنْ دُوَیْرَةِ اَهْلِهٖ فَذَكَرَهٗ مَوْقُوْفًا وَاَخْرَجَهُ الْبَیْهَقِیُّ وَقَالَ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَرْفُوْعًا اِنْتَهٰی تَخْرِیْجٌ۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کا اتمام یہ ہے کہ آدمی ان کے لیے اپنے گھر سے احرام باندھے۔ انہوں نے اسے موقوفاً ذکر کیا اور امام بیہقی نے اس روایت کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً تخریج کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۳ محرم کو احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محرم کو احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے :وَیَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ اَنْ یَّتَزَوَّجَا فِیْ حَالَةِ الْاِحْرَامِ۔ [3] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

---

(۱) هداية كتاب الحج ج۔۱' ص۔۲۳۵

(۲) صحيح مسلم كتاب الحج باب مواقيت الحج والعمرة ج۔۸' ص۔۳۲۱'حديث۔۲۷۹۵ ومشكوٰة كتاب المناسك فصل اول ج۔۲' ص۔۷۷۳' حديث۔۲۵۱۶

(۳) هداية ج۔۲' ص۔۳۱۰

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ یَنْکِحُ الْمُحْرِمُ وَلاَ یُنْکِحُ وَلاَ یَخْطُبُ۔ [۱] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' محرم نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : فَقَالَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَجَمْھُوْرُ الْعُلَمَآءِ مِنَ الصَّحَابَۃِ فَمَنْ بَعْدَھُمْ لاَ یَصِحُّ نِکَاحُ الْمُحْرِمِ اِنْتَھٰی۔ [۲] "امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء صحابہ اور جو ان کے پیچھے ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ محرم کا نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے' انتھی۔"

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے۔ وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں جو بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔ [۳] "تحقیق نبی ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔" اس کا جواب دو طرح سے ہے

پہلا جواب: دوسری روایت مسلم میں صاف آچکا ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے یعنی احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ الْاَصَمِّ ابْنِ اُخْتِ مَیْمُوْنَۃَ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تَزَوَّجَھَا وَھُوَ حَلاَلٌ [۴] وَزَادَ فِیْہِ اَبُوْ یَعْلٰی بَعْدَ اَنْ رَّجَعْنَا مِنْ مَکَّۃَ تخریج۔

دوسرا جواب: تخریج ہدایہ میں لکھا ہے : وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ مِنْ طَرِیْقِ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیِّبِ قَالَ وَھِمَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ قَوْلِہٖ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔ [۵] "ابوداؤد نے طریق سعید بن مسیب سے روایت کی (اس میں سعید بن مسیب نے) کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ پر مبہم ہو گئی جب انہوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔"

اسی کی موید یہ حدیث ہے جو مسند امام احمد اور ترمذی میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ حَلاَلٌ وَبَنٰی بِھَا وَھُوَ حَلاَلٌ وَکُنْتُ اَنَا الرَّسُوْلُ بَیْنَھُمَا وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔ [۶] انہوں نے کہا کہ نکاح کیا رسول اللہ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس حالت میں کہ آپ حلال تھے اور انہیں گھر لائے اس حالت میں کہ آپ حلال تھے یعنی احرام میں نہیں تھے اور میں ان دونوں کے درمیان وکیل تھا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم وکراھیۃ خطبتہ ج۔۹' ص۔۱۹۶'حدیث۔۳۴۳۲ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج۔۲' ص۔۸۲۲' حدیث۔۲۶۸۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم ج۔۹' ص۔۱۹۷' شرح حدیث۔۳۴۳۲

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم ج۔۹' ص۔۱۹۹' شرح حدیث۔۳۴۳۷

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم ج۔۹' ص۔۲۰۰' شرح حدیث۔۳۴۳۹ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج۔۲' ص۔۸۲۲' حدیث۔۲۶۸۳

(۵) الدرایۃ مع الھدایۃ کتاب الحج ج۔۳' ص۔۳۱۰ (تخریج)

(۶) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج۔۲' ص۔۸۲۳' حدیث۔۲۶۹۵ (حسن)

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ احرام کی حالت میں نکاح نہیں کیا ہے بلکہ نکاح کی حالت میں آپ حلال تھے۔ اس لیے کہ خود میمونہ رضی اللہ عنہا جس کا یہ واقعہ ہے یہ کہتی ہیں کہ نکاح کے وقت آپ حلال تھے اور ابو رافع جو ان کے وکیل تھے اور اس واقعہ سے بہت واقف تھے' وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپ حلال تھے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کلام کو جو اس قصہ کے وقت حاضر تھے ظاہر معنی پر کیونکر محمول کیا جائے گا۔ پس اس کی تاویل کرنا لازم ہے تاکہ سب میں تطبیق ہو جائے۔

امام نووی نے لکھا ہے :

وَاَجَابَ الْجَمْهُوْرُ عَنْ حَدِیْثِ مَیْمُوْنَةَ بِاَجْوِبَةٍ اَصَحُّهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا تَزَوَّجَهَا حَلَالًا هٰكَذَا رَوَاهُ اَكْثَرُ الصَّحَابَةِ قَالَ الْقَاضِیْ وَغَیْرُهُ وَلَمْ یَرْوِ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا مُحْرِمًا اِلَّا ابْنُ عَبَّاسٍ وَحْدَهُ وَرَوَتْ مَیْمُوْنَةُ وَاَبُوْ رَافِعٍ وَغَیْرُهُمَا اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَهُمْ اَعْرَفُ بِالْقَضِیَّةِ لِتَعَلُّقِهِمْ بِهٖ بِخِلَافِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلِاَنَّهُمْ اَضْبَطُ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَكْثَرُ ..... وَالْجَوَابُ الثَّانِیْ تَأْوِیْلُ حَدِیْثِ ابْنِ عَلِیٍّ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا فِی الْحَرَمِ وَهُوَ حَلَالٌ وَیُقَالُ لِمَنْ هُوَ فِی الْحَرَمِ مُحْرِمٌ وَاِنْ كَانَ حَلَالًا وَهِیَ لُغَةٌ شَائِعَةٌ مَعْرُوْفَةٌ وَمِنْهُ الْبَیْتُ الْمَشْهُوْرُ قَتَلُوْا ابْنَ عَفَّانَ الْخَلِیْفَةَ مُحْرِمًا اَیْ فِیْ حَرَمِ الْمَدِیْنَةِ ..... وَالثَّالِثُ اَنَّهُ تَعَارَضَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ وَالصَّحِیْحُ حِیْنَئِذٍ عِنْدَ الْاُصُوْلِیِّیْنَ تَرْجِیْحُ الْقَوْلِ لِاَنَّهُ یَتَعَدّٰی اِلَی الْغَیْرِ وَالْفِعْلُ قَدْ یَكُوْنُ مَقْصُوْرًا عَلَیْهِ ..... وَالرَّابِعُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ اَنْ یَتَزَوَّجَ فِیْ حَالِ الْاِحْرَامِ وَهُوَ مِمَّا خُصَّ بِهٖ دُوْنَ الْاُمَّةِ اِنْتَهٰی۔ (۱)

جمہور علماء نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ حلال تھے۔ اسی طرح روایت کیا ہے اکثر صحابہ نے اور قاضی وغیرہ نے کہا کہ احرام میں نکاح کرنے کی حدیث فقط ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی نے روایت کی ہے اور کسی نے نہیں کی اور خود میمونہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت آپ حلال تھے اور وہ اس قصہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت زیادہ واقف ہیں کیونکہ ان کا اس قصہ سے تعلق تھا۔ نیز وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں..... دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے نکاح ان سے حرم میں کیا اور آپ حلال تھے اور جو شخص کہ حرم میں ہو اس کو محرم کہا جاتا ہے اگرچہ وہ حلال ہی ہو اور یہ لغت عرب میں بہت مشہور اور معروف ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے کہا کہ خوارج نے ابن عفان خلیفہ کو احرام کی حالت میں یعنی مدینہ کے حرم میں قتل کیا (اس شعر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محرم کہا گیا ہے حرم میں ہونے کی وجہ سے۔ اسی طرح احتمال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حرم مکے میں ہونے کی وجہ سے محرم کہا گیا ہو۔)..... تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں قول اور فعل میں تعارض واقع ہوا ہے اور اہل اصول کے نزدیک اس صورت میں صحیح بات قول کو فعل پر ترجیح دینا ہے۔ اس لیے کہ قول غیر کی طرف متعدی ہو جاتا ہے اور فعل کبھی خاص ہوتا ہے..... چوتھا جواب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ امت کو اب نکاح کرنا جائز نہیں ہے' انتھٰی۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم وخطبته ج-۹' ص-۱۹۷' شرح حدیث-۳۴۳۲' ۳۴۳۹

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح ہے' اس لیے کہ وہ حفظ اور ضبط میں زیادہ ہیں۔

جواب: اس حدیث کو فقط ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور اس کے خلاف دوسری حدیث کو میمونہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما وغیرہ متعدد لوگوں نے روایت کیا ہے۔ پس کثرت عدد کی وجہ سے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح ہو گی۔ نیز یہ معاملہ خود ان کے ساتھ ہوا ہے۔ لہٰذا اس واقعہ سے جتنے وہ باخبر ہیں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی اسی حدیث کو ترجیح ہو گی اور فقاہت کو اس باب میں کچھ دخل نہیں' كَمَا حَقَّقَهُ الْعَلاَمَةُ فِي التَّلْوِيْحِ وَبَحْرُ الْعُلُوْمِ فِيْ شَرْحِ الْمُسْلِمِ وَغَيْرُهُ۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں احرام کی حالت میں نکاح کرنے سے جو نہی واقع ہوئی ہے۔ یہ نہی تحریمی نہیں' نہی تنزیہی ہے۔ یعنی محرم کی شان کے شایاں یہ کام نہیں۔

جواب: آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں نکاح کیا ہے۔ اب تمہارے اس معنی کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی یہ کہا جائے گا کہ احرام میں نکاح کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے شایاں نہیں تھا۔ یہ بات کوئی ایماندار نہیں کہہ سکتا۔

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ جو جو تاویلات آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول وَهُوَ مُحْرِمٌ میں کی' ہیں ویسی تاویلیں یزید بن اصم کی حدیث وَهُوَ حَلاَلٌ کی بھی ہو سکتی ہیں۔ پہلی تاویل اس طرح ہو سکتی ہے کہ هُوَ حَلاَلٌ کا یہ معنی ہے کہ نکاح تو آپ نے احرام میں کیا تھا مگر لوگوں میں مشہور اور ظاہر اس وقت ہوا جب آپ حلال تھے۔

جواب: ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث اس تاویل کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں هُوَ حَلاَلٌ کو دو جملوں کے ساتھ مقید کیا ہے۔ پس هُوَ حَلاَلٌ کا جو معنی پہلے جملے میں ہو گا وہی دوسرے جملے میں ہو گا۔ اس لیے کہ راوی نے دونوں جملوں کو ایک سلسلہ میں بیان کیا ہے اور دونوں کے ساتھ یہی قید لگائی ہے۔ پس اندریں صورت دوسرے جملے کا بھی یہی معنی کرنا پڑے گا۔ جب آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بنا کی' آپ اس وقت محرم تھے لیکن جس وقت یہ امر لوگوں میں مشہور ہوا' اس حالت میں آپ حلال تھے اور یہ معنی صریحاً غلط اور باطل ہے۔ اس وجہ سے کہ احرام کی حالت میں بنا کرنا لازم آئے گا اور بوسہ اور لمس اور جماع وغیرہ بنا کے لوازمات میں سے ہیں پھر یہ کیونکر کہنا صحیح ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں بنا کی اور ایسے کام احرام میں کئے جو حج کو بالکل باطل کر دیتے ہیں۔

دوسری تاویل حنفیہ یہ کرتے ہیں کہ هُوَ حَلاَلٌ کا یہ معنی ہو گا کہ جب آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ محرم تھے لیکن حل میں تھے۔

جواب: اول تو جو شخص حل میں ہو اس کو کسی لغت میں حلال نہیں بولا جاتا ہے اور نہ محاورۂ عرب میں یہ اطلاق کسی جگہ آیا ہے۔ پس مدعی پر لازم ہے کہ اس کی دلیل دے۔ دوم جب نکاح حل میں کیا تو لابداً بنا بھی حل میں ہی کی ہو گی۔ پس اندریں صورت یہ لفظ محض لغو ہو جائے گا۔ اس لیے کہ آپ نے بنا تو باتفاق مقام سرف میں کی ہے جو باتفاق حل میں ہے۔ اس میں کسی کو توہم اور اختلاف بھی نہیں تھا اور نہ کسی کو اس میں بحث اور کلام تھی پھر راوی نے اس لفظ کو کس غرض سے بیان کیا۔ سوم اس صورت میں مدعی پر اس بات کا ثابت کرنا لازم ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح مدینہ سے مکے کو آتے ہوئے راستہ میں کیا ہے یا یہ کہ احرام کی حالت میں آپ نکاح کے لیے مکے سے باہر نکل گئے تھے اور حرم سے باہر جا کر نکاح کیا تھا۔ اس کو مدعی ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا سب تاویلات باطل ہو گئیں۔

مسئلہ نمبر ۵۴ عورت کو احرام میں عصفر کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلٰكِنْ لَا تَلْبَسُ الْمَصْبُوْغَ بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَلَا عَصْفَرٍ۔ [1] "کوئی عورت احرام میں ورس' زعفران اور عصفر کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ عورت کو احرام میں عصفر کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَى النِّسَآءَ فِيْ اِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَازَيْنِ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسَ وَالزَّعْفَرَانَ مِنَ الثِّيَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرٍ اَوْ خَزٍّ اَوْ حُلِيٍّ اَوْ سَرَاوِيْلَ اَوْ قَمِيْصٍ اَوْ خُفٍّ۔ [2]

تحقیق انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ عورتوں کو احرام میں دستانہ اور برقعہ پہننے سے منع فرماتے تھے اور اس کپڑے سے بھی جس کو زعفران اور ورس لگا ہو اور حکم دیتے تھے کہ عورتیں اس کے سوا جو چاہیں پہنیں رنگ دار کپڑوں میں سے کسنب کا رنگا ہوا ہو یا ریشم ہو یا زیور یا پائجامہ یا کرتہ یا موزہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو احرام میں ورس اور زعفران کے سوا اور سب قسم کے رنگ دار کپڑے معصفر وغیرہ پہننے جائز ہیں جس کپڑے کی خواہش ہو بیشک پہنے۔ پس معلوم ہوا کہ حنفیہ کا معصفر کپڑے سے عورت کو منع کرنا محض غلط ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۵ ضبع کا گوشت کھانا حرام ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : قَوْلُهٗ وَيَاْكُلُ الضَّبُعَ اَحَدٌ دَلَّ عَلٰى حُرْمَةِ اَكْلِهٖ كَمَا قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ [3] اس کا مطلب یہ ہے کہ ضبع کا گوشت کھانا حرام ہے اور ضبع بھیڑیئے جیسا ایک جانور ہے اور اس کو فارسی میں کفتار کہتے ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے :

---

(۱) کفایۃ حاشیہ ھدایۃ۔

(۲) ابوداؤد کتاب المناسک باب ما یلبس المحرم ج۔۱' ص۔۳۴۴' حدیث۔۱۸۱۲ (حسن صحیح) ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج۔۲' ص۔۸۲۳' حدیث۔۲۶۸۹

(۳) مرقات شرح مشکوٰۃ (مشکوٰۃ باب المحرم یجتنب الصید) وھدایۃ۔

(حدیث نمبر ۱)---- ترمذی' نسائی اور مسند امام شافعی میں عبدالرحمان بن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الضَّبُعِ اَصَيْدٌ هِيَ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ اَيُؤْكَلُ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ (۱)

انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ضبع کے متعلق سوال کیا' کیا وہ بھی شکار ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پھر میں نے کہا کہ کیا یہ کھایا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اسے سنا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(حدیث نمبر ۲)---- ابوداؤد' دارمی اور ابن ماجہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ قَالَ هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلَ فِيْهِ كَبْشًا اِذَا اَصَابَهُ الْمُحْرِمُ۔ (۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے ضبع کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ شکار ہے اور اگر محرم اسے شکار کرے تو اس کے بدلے ایک مینڈھا ذبح کرے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ ضبع کا گوشت کھانا حرام نہیں ہے بلکہ اور شکاری جانوروں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔ اسی کے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ قائل ہیں۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند کے طور پر یہ حدیث لاتے ہیں جو ترمذی میں خزیمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَكْلِ الضَّبُعِ قَالَ اَوَ يَاْكُلُ الضَّبُعَ اَحَدٌ۔ (۳)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے ضبع کے گوشت کھانے کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا کوئی آدمی ضبع کو کھاتا ہے؟

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے جیسے کہ ترمذی نے اپنی جامع میں اس حدیث کے روایت کرنے کے بعد کہا ہے :لیس اسنادہ بالقوی' یعنی اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ پس یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ مجتہد کا اجتہاد اس کی طرف سابق میں مستند ہو چکا ہے۔ اس کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہو لیکن حدیث صحیح نہ ملنے کی وجہ سے اسی سے استدلال کیا ہو۔ ایسی صورت میں صحت کہاں لازم آئے گی۔ نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد کو قیاس کرنے کے وقت یہ حدیث نہ ملی ہو۔ محض قیاس سے اس کی حرمت نکالی ہو۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مجتہد کو یہ حدیث قیاس کرنے کے وقت ملی اور اس نے اس سے استدلال کیا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد مقلدین نے یہ حدیث اس کے ساتھ لگائی ہو پس صحت کو اس کی بنیاد بنانا فاسد علی الفاسد ہے۔

---

(۱) مشکوۃ کتاب المناسک باب المحرم یجتنب الصید ج-۲' ص-۸۲۶' حدیث-۲۷۰۳ (حسن صحیح)

(۲) مشکوۃ کتاب المناسک باب المحرم یجتنب الصید ج-۲' ص-۸۲۷' حدیث-۲۷۰۴

(۳) مشکوۃ کتاب المناسک باب المحرم یجتنب الصید ج-۲' ص-۸۲۷' حدیث-۲۷۰۵ (اس کی سند کمزور ہے)

علاوہ ازیں اگر مجتہد کا ایک حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے تو پھر اسی طرح تمام مجتہدین کے دلائل صحیح ہو جائیں گے مثلاً جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی صحت پر دلالت کرے گا۔ اور جس حدیث سے امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی صحت پر دلالت کرے گا۔ پس حدیث حلت ضبع سے جو امام شافعی اور امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی صحت پر دلالت کرے گا۔ اندریں صورت حلت کی حدیث بہت قوی اور صحیح ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اس میں دو قسم کی صحت جمع ہو گئی ہے۔ ایک صحت محدثین کی اور دوسری صحت مجتہد مستدل کی پس حدیث حلت کو قطعاً ترجیح ہو گی اور اگر بالفرض صحت پر دلالت کرے تو بھی اس صحت کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اسی صحت اور ضعف کا ہے جس کو محدثین نے مقرر کیا ہے یعنی جو حدیث بموجب قواعد اہل حدیث صحیح ہو گی' وہی صحیح سمجھی جائے گی اور جو ان کے قواعد کے لحاظ سے ضعیف ہو گی وہ ضعیف سمجھی جائے گی۔ صحیح وہی حدیث گنی جائے گی جس پر صحیح کی یہ تعریف صادق آئے گی۔ فَالصَّحِيْحُ مَا ثَبَتَ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ غَيْرُ مُعَلَّلٍ وَلاَ شَاذٍ۔ "صحیح حدیث وہی ہے جو عادل اور قوی الحفظ راوی کے نقل کرنے سے ثابت ہو' نہ اس میں کوئی علت ہو اور نہ وہ شاذ ہو۔"[1] اور جس پر صحیح کی یہ تعریف صادق نہ آئے گی وہ حدیث بیشک ضعیف سمجھی جائے گی' خواہ کسی مجتہد نے اس سے استدلال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ کیونکہ مدار صحت اور ضعف حدیث کی اسناد پر ہے۔ اب اگر استناد مجتہد حدیث کی صحت کی دلیل ٹھہرائی جائے تو علم اصول محض لغو قرار پائے گا۔

بعض حنفیہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ فَاَكْلُهٗ حَرَامٌ۔

جواب: یہ حدیث عام ہے اور حدیث علت ضبع خاص ہے اور تخصیص عام خبر واحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ کئی وجہ سے' ذکرنا سابقًا۔ پس حدیث حلت ضبع اس کی تخصیص ہو جائے گی۔ فَاِنَّ الْاِعْمَالَ بِالدَّلِيْلَيْنِ وَاجِبٌ مَا اَمْكَنَ۔ اس لیے کہ جہاں تک ممکن ہو دونوں احادیث پر عمل کرنا واجب ہے۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ یہاں حرمت اور حلت متعارض ہیں اور حلت اور حرمت میں تعارض کے وقت حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

جواب: یہ ترجیح اس وقت ہوتی ہے جب کہ طرفین قوت اور صحت میں مساوی ہوں اور جس میں دلیل حرمت ضعیف ہو' اس وقت اس کو کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ فَيُعْمَلُ بِالْاَقْوٰى وَيُتْرَكُ الْاَضْعَفُ لِكَوْنِهٖ فِيْ حُكْمِ الْعَدَمِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاَقْوٰى كَذَا فِي التَّلْوِيْحِ۔ "ایسی صورت میں زیادہ قوی دلیل پر عمل کیا جاتا ہے اور کمزور دلیل کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ قوی کی نسبت سے کالعدم قرار پاتی ہے' کذا فی التلویح۔" اور جب سرے سے وہ کالعدم ٹھہری تو پھر ترجیح دینا بناء فاسد علی الفاسد ہے' پھر ترجیح کہاں۔ پس ثابت ہو گیا کہ ضبع کا کھانا مباح ہے حرام نہیں اور دلیل حرمت نہایت ہی ضعیف ہے۔

---

(1) کذا قالہ الشیخ عبدالحق فی مقدمۃ شرح المشکوٰۃ۔

مسئلہ نمبر ۵۶ جو بھی شخص مکہ میں داخل ہو اس پر احرام باندھنا واجب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : ثُمَّ الْاٰفَاقِیُّ اِذَا انْتَهٰی اِلَیْهَا عَلٰی قَصْدِ دُخُوْلِ مَکَّةَ عَلَیْهِ اَنْ یُّحْرِمَ قَصَدَ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَةَ اَوْ لَمْ یَقْصُدْ عِنْدَنَا۔ [۱] "پھر افاقی (جو حرم مکہ سے باہر رہتا ہے) جب میقات کے پاس آئے مکے میں داخل ہونے کی نیت سے تو اس پر احرام باندھنا واجب ہے۔ خواہ حج کا قصد ہو خواہ عمرہ کا' خواہ کسی کا قصد نہ ہو۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ جس شخص کی نیت حج اور عمرہ دونوں کی نہ ہو اور ایسے ہی کسی کام سے مکے میں داخل ہونا چاہے تو اس پر احرام باندھنا واجب ہے۔ احرام کے بغیر اس کے لیے مکے میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ بِغَیْرِ اِحْرَامٍ۔ [۲]

تحقیق رسول اللہ ﷺ فتح کے دن مکے میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ آپ احرام کے بغیر تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص کی نیت حج اور عمرہ کرنے کی نہ ہو' اس کے لیے مکے میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بھی فتح مکہ کے دن احرام نہیں باندھا حالانکہ اس دن دس بارہ ہزار صحابی آپ کے ساتھ تھے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذَاالْحَلَیْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰی عَلَیْهِنَّ مِنْ غَیْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ۔ [۳]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ' شام والوں کے لیے جحفہ' نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم مقرر کی۔ پس یہ مقامات مذکورہ دیار کے باشندوں کے لیے (احرام باندھنے کی جگہیں) ہیں اور دوسرے دور دراز کے ممالک کے باشندوں کے لیے بھی جو ان اطراف سے حج اور عمرہ کے لیے حرم مکہ میں داخل ہوں۔ اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے' ان لوگوں میں سے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں (وہ مذکورہ مقامات پر احرام باندھ کر آگے بڑھیں)۔

اور صحیح بخاری میں لکھا ہے : وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا۔ "ابن عمر رضی اللہ عنہ حرم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔"

---

(۱) ھدایة کتاب الحج ج-۱' ص-۲۳۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکة بغیر احرام ج-۹' ص-۱۳۶' حدیث-۳۲۹۶ ومشکوٰة کتاب المناسک باب حرم مکه ج-۲' ص-۸۳۱' حدیث-۲۷۱۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب مواقیت الحج ج-۸' ص-۳۲۱' شرح حدیث-۲۷۹۵ ومشکوٰة کتاب المناسک فصل اول ج-۲' ص-۷۷۳' حدیث-۲۵۱۶

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ میقات پر آنے سے احرام خاص اسی شخص پر لازم ہوتا ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو۔ لمن اراد الحج کی قید اس پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ کسی اور کام مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے مکہ میں جائے اس پر میقات سے احرام باندھنا لازم نہیں ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے : فِيْهِ دِلاَلَةٌ لِلْمَذْهَبِ الصَّحِيْحِ فِيْمَنْ مَرَّ بِالْمِيْقَاتِ وَلاَ يُرِيْدُ حَجًّا وَلاَ عُمْرَةَ اِنَّهُ لاَ يَلْزَمُهُ الْاِحْرَامُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ۔ [1] "یہ حدیث مذہب صحیح کی طرف رہنمائی کرتی ہے اس شخص کی جو حج اور عمرہ کا ارادہ کئے بغیر میقات پر سے گزرے کہ اس کے لیے دخول مکہ کے لیے احرام باندھنا لازمی نہیں۔" اور دوسری جگہ لکھتے ہیں : هٰذَا دَلِيْلٌ لِّمَنْ يَّقُوْلُ يَجُوْزُ دُخُوْلُ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ لِمَنْ لَمْ يَرْمُوْا نُسُكًا سَوَآءً كَانَ دُخُوْلُهُ لِحَاجَةٍ تَكَرَّرَ كَالْحُطَّابِ وَالْحَشَّاشِ وَالسُّقَآءِ وَالصَّيَّادِ وَغَيْرِهِمْ اَوْ لَمْ يَتَكَرَّرْ كَالتَّاجِرِ وَالزَّائِرِ وَغَيْرِهِمَا وَسَوَآءً كَانَ اٰمِنًا اَوْ خَائِفًا۔ [2] اور ایسے ہی شیخ عبدالحق نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں لاَ يُجَاوِزُ اَحَدٌ الْمِيْقَاتَ اِلاَّ مُحْرِمًا۔ [3] "کوئی میقات سے احرام باندھے بغیر نہ گزرے۔"

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے' اس سے حجت پکڑنا درست نہیں اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو جب بھی اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ صحیحین کی احادیث کو اس پر ترجیح دی جائے گی۔ لانھما اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ العزیز۔ علاوہ ازیں اس کے عموم کی صحیحین کی احادیث سے تخصیص کی جائے گی۔ اس لیے کہ عموم کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ کئی وجہ سے جائز ہے' کما ذکرنا سابقًا۔ پس اس سے وہی لوگ مراد ہوں گے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جب لِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ کے عموم کی تخصیص کے شیخ عبدالحق وغیرہ حنفیہ قائل ہیں تو پھر اس حدیث کے عموم کی تخصیص کو نہیں مانتے' حالانکہ وہ حدیث بھی صحیح متفق علیہ ہے۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مکہ میں لڑائی کرنا فقط دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا۔ جب آپ عین مکہ میں داخل ہوئے تھے اور جب آپ میقات مدینہ پر آئے تھے' وہ اس سے پہلے کئی دن کا ذکر ہے پھر وہاں سے احرام باندھنا رسول اللہ ﷺ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔ والا فھذابناء الفاسد علی الفاسد۔ علاوہ ازیں ایک دوسری حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق نے بھی صاف لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اس پر مکہ میں داخل ہونے کے لیے احرام باندھنا لازم نہیں' انتھی۔ پس اس حدیث میں یہ تاویل کیسے چل سکے گی۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اس مبارک اور مقدس مقام کی تعظیم و تکریم کے لیے احرام باندھنا واجب ہے اور بیت اللہ کی تعظیم و تکریم خود شرع نے بیان کی ہے۔

جواب: یہ محض قیاس بے اساس ہے۔ نصوص صریحہ کے مقابلہ میں قیاس کرنا بالاجماع حرام ہے۔ اور صاحب ہدایہ کے کلام سے بھی نصوص کے مقابلہ میں قیاس کا نامقبول ہونا مذکور ہو چکا ہے' فتذکر۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب مواقیت الحج ج۔۸' ص۔۳۲۳' شرح حدیث۔۲۷۹۵' ۲۸۰۲

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج۔۹' ص۔۱۳۵' شرح حدیث۔۳۲۹۵' ۳۲۹۹

(۳) مشکٰوۃ کتاب المناسک۔

پس یہ قیاس نصوص کے مقابلہ میں قطعاً باطل ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس کی اس طور سے تعظیم کرنی واجب تھی تو پھر رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب نے فتح مکہ کے دن احرام کو کیوں ترک کیا اور تعظیم مکہ کو کیوں چھوڑ دیا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو یہ تعظیم معلوم نہ ہوئی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ تعظیم خاص اسی شخص کے حق میں ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور یہ تعظیم اس کی احادیث صحیحہ کی وجہ سے مخصوص ہے۔ نیز حرم مکہ میں بہت موذی جانوروں کو ہر حال میں قتل کرنا جائز ہے پھر مکہ کی یہ تعظیم کہاں گئی اور جب ان کا قتل کرنا تعظیم مکہ کے منافی نہیں۔ پھر مکہ میں داخل ہونے والے کے لیے احرام نہ باندھنا اس کے منافی کیسے ہو سکتا ہے۔ اور نیز مکہ جو حلال ہوا تھا تو اسی ساعت میں حلال ہوا تھا جب آپ مکہ داخل ہوئے تھے اور جب آپ مدینہ کے میقات پر آئے تھے وہ تو کئی دن پہلے کا ذکر ہے۔ اس لیے کہ میقات سے مدینہ والے چل کر کئی دنوں بعد مکے پہنچتے ہیں پھر اس وقت میقات پر سے احرام نہ باندھنے کا کیا معنی ہوا۔ علاوہ ازیں اس ساعت کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کئی دن مکہ میں رہے' جس حالت میں پھر مکہ حرام ہو گیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حالت میں مکہ میں بغیر احرام کے آپ کیوں رہے اور تعظیم مکہ کو کیوں ترک کر دیا۔ حالانکہ آپ کے نزدیک تو احرام ترک کرنے میں کوئی عذر بھی مقبول نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۷ عمرہ یا حج کرنے والے کو اگر مکہ پہنچنے سے پہلے روک دیا جائے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِنَّمَا یُبْعَثُ اِلَی الْحَرَمِ لِاَنَّ دَمَ الْاِحْصَارِ قُرْبَۃٌ وَالْاِرَاقَۃُ لَمْ تُعْرَفْ قُرْبَۃٌ اِلَّا فِیْ زَمَانٍ اَوْ مَکَانٍ فَلَا یَقَعُ قُرْبَۃٌ دُوْنَہٗ فَلَا یَقَعُ بِہِ التَّحَلُّلُ۔ [1] مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کو چلا اور راہ میں کسی دشمن کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے رک گیا تو اس کے لیے ہدی کے جانور کو اسی مقام احصار پر ذبح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس جانور کو حرم مکہ میں بھیج دے' وہاں جا کر اسے ذبح کیا جائے۔ اگر مقام احصار پر ہی اس کو ذبح کرے گا تو حلال نہیں ہو گا اور نہ کوئی کام جو احرام کے خلاف ہو' اسے کرنا جائز ہو گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) --- صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَحَلَقَ رَأْسَہٗ وَجَامَعَ نِسَآءَ ہٗ وَنَحَرَ ھَدْیَہٗ حَتّٰی اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلاً۔ [2]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو روکا گیا' پس آپ نے اپنے سر کو حلق کیا اور اپنی بیویوں کے ساتھ جماع کیا اور اپنی ہدی کو ذبح کیا یہاں تک کہ آئندہ سال آپ نے عمرہ کیا۔

(حدیث نمبر ۲) --- صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَحَالَ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (عمرہ کی نیت سے) نکلے' سو کفار قریش

---

(۱) ھدایۃ کتاب الحج باب الاحصار ج۔۱' ص۔۲۹۳

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الاحصار وفوات الحج ج۔۲' ص۔۸۲۸' حدیث۔۲۷۰۷

كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدَايَاهُ وَحَلَّقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهٗ۔[1]

بیت اللہ کے درمیان آگئے (یعنی انہوں نے ہم کو بیت اللہ سے روک دیا) چنانچہ نبی ﷺ نے اپنے ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا اور سر منڈایا اور صحابہؓ نے بال کترائے۔

(حدیث نمبر ۳) ---- بخاری اور مسلم میں مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے :

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ اَنْ يَّحْلِقَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذَالِكَ۔[2]

انہوں نے کہا کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے سے پہلے قربانی کی اور صحابہ کو بھی اسی کا حکم فرمایا۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ اگر رک جانے والا اپنی ہدی کو مقام احصار پر ہی ذبح کر ڈالے تو حلال ہو جاتا ہے۔ سب کام اس پر حلال ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے رک جانے کے بعد اسی جگہ حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈایا اور حلال ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۵۸ حج اور عمرہ سے روکے جانے والے کیلئے سر منڈانا مباح ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حج اور عمرہ سے روکے جانے والے کے لیے سر منڈانا مباح ہے یعنی نہ واجب ہے اور نہ سنت ہے اور پھر اس مباح کی بھی کچھ حاجت نہیں ہے۔ چنانچہ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے : فَذٰلِكَ دَلِيْلُ الْاِبَاحَةِ لَا دَلِيْلُ الْوُجُوْبِ مَعَ اَنَّ الْحَلْقَ وَجَبَ لِلْاِحْلَالِ وَالدَّمُ اُقِيْمَ مَقَامَهٗ فَيُسْتَغْنٰى بِذٰلِكَ عَنِ الْحَلْقِ۔ اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے جو کہ مسئلہ نمبر ۵۷ میں اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی سر منڈایا اور صحابہ کو بھی حلق کا حکم فرمایا اور امر مطلق وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اگر وجوب پر دلالت نہ کرے تو سنت سے کم نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۵۹ اس شخص پر حد قائم کرنا جائز نہیں ہے جو حدود حرم سے باہر خون کر کے حرم کے اندر چلا آئے

مرقات شرح مشکوٰۃ[3] وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حرم مکہ میں اس شخص پر اجرائے حد جائز نہیں ہے جو حدود حرم سے باہر خون کر کے حرم کے اندر چلا آئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الاحصار وفوات الحج ج-۲' ص-۸۲۸' حدیث-۲۸۰۸

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الاحصار ج-۲'ص-۸۲۸' حدیث-۲۷۰۹

(۳) مشکوٰۃ حاشیہ باب حرم مکہ۔

(حدیث نمبر ۱)---- صحیح بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَآءَ رَجُلٌ وَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ۔ (۱)

تحقیق نبی ﷺ فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ نے اسے اتارا تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ تحقیق ابن خطل کعبہ کے غلاف کے ساتھ لٹکا ہوا ہے' آپ نے فرمایا اسے قتل کر ڈال۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ حُجَّةٌ لِمَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَمُوَافِقِيْهِمَا فِيْ جَوَازِ اِقَامَةِ الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ فِيْ حَرَمِ مَكَّةَ۔ (۲) "اس حدیث میں امام مالک' امام شافعی اور جو ان کے موافق ہیں ان کے مذہب کی دلیل ہے یعنی حرم مکہ میں قصاص اور حدوں کا قائم کرنا جائز ہے۔"

(حدیث نمبر ۲)---- صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحُدَيَّا۔ (۳)

تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں فاسق ہیں جو حل اور حرم میں قتل کی جائیں۔ سانپ اور کوا جس میں سیاہی اور سفیدی ہے اور چوہا اور کتا پھاڑنے والا اور چیل۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ دَلَالَةٌ لِلشَّافِعِيِّ وَمُوَافِقِيْهِ فِيْ اَنَّهٗ يَجُوْزُ اَنْ يُّقْتَلَ فِي الْحَرَمِ كُلُّ مَنْ يَّجِبُ عَلَيْهِ قَتْلٌ بِقِصَاصٍ اَوْ رَجْمٍ بِالزِّنَا اَوْ قَتْلٍ فِي الْمُحَارَبَةِ وَاَنَّهٗ يَجُوْزُ اِقَامَةُ كُلِّ الْحُدُوْدِ فِيْهِ سَوَآءٌ كَانَ مُوْجِبُ الْقَتْلِ وَالْحَدِّ جَرٰى فِي الْحَرَمِ اَوْ خَارِجِهٖ ثُمَّ لَجَاَ صَاحِبُهٗ اِلَى الْحَرَمِ لِمُشَارَكَةِ فَاعِلِ الْجِنَايَةِ لِهٰذِهِ الدَّوَابِّ فِيْ اسْمِ الْفِسْقِ بَلْ فِسْقُهٗ اَفْحَشُ لِكَوْنِهٖ مُكَلَّفًا۔ (۴)

یہ احادیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی جائز ہے کہ ہر اس شخص کو حرم میں قتل کر دیا جائے' جس کا قتل واجب ہو۔ قصاص کے طور پر یا زنا کے بدلے میں رجم کر کے یا لڑائی کے نتیجے میں اور حرم میں تمام حدود کا اجراء بھی جائز ہے' خواہ حد اور قتل کا موجب حرم میں پیش آیا ہو خواہ اس سے باہر اور بعد ازاں مجرم نے حرم میں پناہ پکڑی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرم کا مرتکب بھی' فاسق ہونے میں ان جانوروں اور درندوں کا شریک ہے بلکہ اس کا فسق جانوروں کے فسق سے بہت بڑا ہے۔ کیونکہ انسان مکلف ہے اور یہ جانور مکلف نہیں۔"

اس بیان یا برہان سے صاف ثابت ہو گیا کہ حرم مکہ میں حد قائم کرنا جائز ہے۔ اس کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکة بغیر احرام ج-۹' ص-۱۳۵' حدیث-۳۲۹۵ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم مکة ج-۲' ص-۱۳۸' حدیث-۲۷۱۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکة بغیر احرام ج-۹' ص-۱۳۶' شرح حدیث-۳۲۹۵' ۳۲۹۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب یندب للمحرم وغیرہ قتلہ ج-۸' ص-۳۵۱' حدیث-۲۸۵۴

(۴) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ ج-۸' ص-۳۵۴' ۳۵۵' شرح حدیث-۲۸۵۳' ۲۸۶۸

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ ابن خطل حد میں نہیں مارا گیا تھا بلکہ مرتد ہونے کے سبب سے مارا گیا تھا۔

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ فقط مرتد ہونے کی وجہ سے نہیں مارا گیا تھا بلکہ اس نے ایک مسلمان کو بھی قتل کیا تھا اور اس نے ایسی لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں جو گا کر رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتی تھیں۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :قَالَ الْعُلَمَآءُ اِنَّمَا قَتَلَهٗ لِاَنَّهٗ كَانَ قَدِ ارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَقَتَلَ مُسْلِمًا كَانَ يَخْدِمُهٗ وَكَانَ يَهْجُوْ النَّبِيَّ ﷺ وَيَسُبُّهٗ وَكَانَتْ لَهٗ قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِهِجَآءِ النَّبِيِّ ﷺ ۔[1] مطلب اس کا وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو اسی ساعت میں قتل کیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے لڑائی حلال ہوئی تھی۔

جواب: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَجُوْزُ وَتَأَوَّلُوْا هٰذَا الْحَدِيْثَ عَلٰى اَنَّهٗ قَتَلَهٗ فِي السَّاعَةِ الَّتِيْ اُبِيْحَتْ وَاَجَابَ اَصْحَابُنَا بِاَنَّهَا اِنَّمَا اُبِيْحَتْ لَهٗ سَاعَةَ الدُّخُوْلِ حَتَّى اسْتَوْلٰى عَلَيْهَا وَاَذْعَنَ لَهٗ اَهْلُهَا وَاِنَّمَا قَتَلَ ابْنَ خَطَلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ ۔[2] ''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں حد کا قائم کرنا جائز نہیں اور انہوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو اسی ساعت میں قتل کیا تھا جو ساعت آپ کے لیے مباح ہوئی تھی اور ہمارے اصحاب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مکہ میں لڑائی کرنا آپ کے لیے اسی ساعت حلال ہوا جس ساعت آپ مکہ میں داخل ہوئے اور اس پر غالب آگئے اور وہاں کے لوگ باامن ہو گئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ نے ابن خطل کو اس کے بعد قتل کیا تھا' انتہٰی۔''

دوسری احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو اس ساعت اباحت میں قتل نہیں کیا ہے بلکہ اس کو اسی وقت قتل کیا تھا جس ساعت میں کہ اس کی حرمت پھر پلٹ آئی تھی۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خود اپنے سر سے اتار کر عمامہ سیاہ اپنے سر پر رکھ لیا' اس کے بعد آپ کو ابن خطل کی خبر دی گئی تھی جیسے کہ حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور آپ نے عمامہ سر پر اس حالت میں رکھا تھا جس وقت آپ کعبہ کے دروازے میں خطبہ دے رہے تھے۔ چنانچہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے : خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ [3] ''اور جس ساعت میں آپ خطبہ پڑھ رہے تھے' اس ساعت مکہ کی حرمت ابدی پھر پلٹ آئی تھی۔''

چنانچہ مسلم کی دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال خزاعہ نے بنی لیث کا ایک مرد قتل کر ڈالا' سو رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی۔ پس آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ اَلَا وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ

اللہ تعالیٰ نے مکے سے ہاتھی والوں کو روکا اور اس پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غالب کیا۔ خبردار رہو تحقیق وہ نہیں حلال ہوا کسی کے لیے مجھ سے پہلے اور نہیں حلال کسی کے لیے میرے بعد۔ خبردار رہو تحقیق

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج۔۹' ص۔۱۳۵' شرح حدیث۔۳۲۹۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج۔۹' ص۔۱۳۶' شرح حدیث۔۳۲۹۵

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام ج۔۹' ص۔۱۳۷' حدیث۔۳۲۹۸

لِيْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ وَاِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ الحدیث۔ [1] وہ مجھ پر بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا ہے اور اب اس گھڑی اس کی حرمت پھرپلٹ آئی ہے انتھٰی' آخر حدیث تک۔"

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جس گھڑی آپ نے خطبہ پڑھا تھا اس وقت مکہ کی حرمت پھرپلٹ آئی تھی اور حضرت محمد ﷺ کو ابن خطل کی خبر اسی ساعت میں دی گئی تھی بلکہ اس کے بھی بعد' سو آپ نے فرمایا اس کو قتل کر ڈالو۔ پس اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ ابن خطل کو مکہ حلال ہونے کی ساعت میں قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ حرمت پلٹ آنے کے بعد اسے قتل کیا گیا۔

بعض حنفی یہ آیت بطور سند لاتے ہیں : وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ "جو مکہ میں داخل ہو وہ امن میں آیا۔" اس کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا جواب: حنفیہ کے نزدیک جو شخص حرم سے باہر کسی کو قتل کر کے حرم میں آکر پناہ پکڑے اس کو تو نہایت تنگ کیا جائے' اس کے ساتھ کلام نہ کی جائے' اس کے ساتھ مجلس نہ کی جائے' اس کے ساتھ بیع و شرا نہ کی جائے اور اس کے لیے ہر کام میں سخت مشکل اور تنگی ڈالی جائے۔ یہاں تک کہ سخت لاچار اور بے قرار مضطر ہو کر حرم سے باہر نکل جائے پھر اس پر خارج میں حد قائم کی جائے۔ کیا اس کے ساتھ یہ معاملہ کرنا اس آیت کے صریحاً خلاف نہیں۔ اگر وہ شخص حرم مکہ میں داخل ہونے سے امن میں آجاتا ہے تو پھر ایسی مشکل اور تنگی اس کے ساتھ کیوں روا رکھی گئی۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : وَلِاَنَّ التَّضْيِيْقَ الَّذِيْ ذَكَرُوْهُ لَا يَبْقٰى بِهٖ لِصَاحِبِهٖ اَمَانٌ فَقَدْ خَالَفُوْا ظَاهِرَ مَا فَسَّرُوْا بِهِ الْاٰيَةَ۔ [2] اس لیے کہ جس تنگی کا انہوں نے ذکر کیا ہے' اس کے بعد مجرم کے لیے کوئی امان باقی نہیں رہتی۔ گویا احناف نے اس آیت کی جو تفسیر کی خود ہی اس کے خلاف کیا۔

دوسرا جواب: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : قَالَ الْقَاضِيْ وَمَعْنَى الْاٰيَةِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ اَكْثَرِ الْمُفَسِّرِيْنَ اَنَّهٗ اِخْبَارٌ عَمَّا كَانَ قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَعَطْفُهٗ عَلٰى مَا قَبْلَهٗ مِنَ الْاٰيَاتِ۔ [3] "قاضی نے کہا ہے کہ اس آیت کے معنی ہمارے نزدیک اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ یہ اس چیز کی خبر دینا ہے جو اسلام سے پہلے کا حال تھا اور اس کا عطف پہلی آیتوں پر ہے۔"

تیسرا جواب: امام نووی نے یہ لکھا ہے : وَقِيْلَ آمِنَ مِنَ النَّارِ۔ [4] "بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہوا' آگ سے بے خوف ہوا' انتھٰی۔" پس ان وجوہ سے یہ استدلال باطل ہو گیا۔ علاوہ ازیں جب مکہ امن کی جگہ ہے تو پھر مرتد کو حرم میں قتل کرنا آپ کیوں جائز سمجھتے ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ ابن خطل کا کعبہ میں قتل کرنا قصاص کی وجہ سے نہیں تھا۔ اس لیے کہ قصاص میں دعویٰ اور شہادت کی حاجت ہوتی ہے اور یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔

---

(1) صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ وصیدھا وخلاھا ج۔۹' ص۔۱۳۲' حدیث۔۳۲۹۳

(2) صحیح مسلم کتاب الحج باب مایندب للمحرم وغیرہ قتلہ ج۔۸' ص۔۳۵۵' ۳۵۶' شرح حدیث۔۲۸۵۳' ۲۸۶۸

(3) صحیح مسلم کتاب الحج باب مایندب للمحرم وغیرہ قتلہ ج۔۸' ص۔۳۵۵' ۳۵۶' شرح حدیث۔۲۸۵۳' ۲۸۶۸

(4) صحیح مسلم کتاب الحج باب مایندب للمحرم وغیرہ قتلہ ج۔۸' ص۔۳۵۵' ۳۵۶' شرح حدیث۔۲۸۵۳' ۲۸۶۸

جواب: جب بغیر مطالبہ اور گواہی کے کعبہ میں قتل کرنا جائز ہوا تو مطالبہ اور گواہی کے ساتھ بطریق اولیٰ قتل کرنا جائز ہو گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ شخص مطالبہ اور شہادت سے مخصوص ہو جیسے کہ اور امور میں یہ اور ابن ابی سرح مخصوص ہوئے۔ تیسرا یہ کہ راوی کے مطالبہ اور گواہی نہ بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعتاً بھی مطالبہ نہ ہوا ہو۔ پہلے اس کا مطالبہ ضرور ہوا ہو گا اور شہادت بھی قطعاً ہو چکی ہو گی۔ اسی وجہ سے وہ تمام لوگوں میں مشہور تھا اور خود رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کا حال مفصل طور پر معلوم تھا۔ اسی وجہ سے اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو آکر خبر دی اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے بھی بلا تحقیق و استفسار اس کے قتل کر دینے کا حکم فرما دیا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا مطالبہ نہ ہوا ہوتا اور شہادت نہ ہو چکی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال کیسے معلوم ہوتا اور بلا تامل بے تحقیق اس کے قتل کرنے کا حکم نہ فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ دعویٰ مطالبہ و شہادت وغیرہ سب کچھ پہلے ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے ہر ایک شخص کو اس کا حال معلوم تھا۔

بھلا ایک آدمی جو اسلام سے مرتد ہو گیا ہو اور ایک مسلمان کو قتل کر ڈالا ہو اور رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ گالی نکالتا ہو اگر وہ شخص قابو میں آجائے تو پھر ایسی حالت میں کیا ممکن ہے کہ مقتول کے وارث قصاص کا مطالبہ نہ کریں۔ نیز مرتد کو کئی دن قید میں رکھ کر اسے توبہ کرانے کا حکم ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم اور اس کی شرح میں اس کا بیان مفصل موجود ہے پھر اگر محض مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جاتا تو اس کو چند روز قید رکھ کر اس سے توبہ ضرور طلب کی جاتی۔ نیز حدیث صحیح مسلم میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا : فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا۔ "پس حلال نہیں کسی شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو کہ مکہ میں خون بہائے۔" اس حدیث میں خون بہانے کی مطلق ممانعت آچکی ہے خواہ قصاص وغیرہ کی وجہ سے ہو یا مرتد ہونے کی وجہ سے پھر باوجود اس عموم ممانعت کے مرتد کا خون مکہ میں کیوں بہایا گیا۔ فهو جوابكم فهو جوابنا۔

مسئلہ نمبر ۶۰ نکاح لفظ نکاح' تزویج' ہبہ اور تملیک سے منعقد ہو جاتا ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَنْعَقِدُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيْجِ وَالْهِبَةِ وَالتَّمْلِيْكِ۔ [1] "نکاح لفظ نکاح' تزویج' ہبہ اور تملیک سے منعقد ہو جاتا ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد کو کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا یا تیری ملک کر دیا تو اس صورت میں کوئی عورت ہو تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس آیت کے خلاف ہے :

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کیا ہو اگر نبی اسے نکاح میں لینا چاہے۔ یہ رعایت خالصتاً تمہارے لیے ہے' دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔

---

(۱) ھدایۃ کتاب النکاح ج۔۲' ص۔۳۰۵

مسئلہ نمبر ۶۱ نکاح کے وقت گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ تُشْتَرَطُ الْعَدَالَةُ حَتّٰی یَنْعَقِدَ بِحَضْرَةِ الْفَاسِقِیْنِ عِنْدَنَا۔ [1] "نکاح کے گواہوں میں عدالت شرط نہیں بلکہ ہمارے نزدیک دو فاسقوں کے روبرو بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔" یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے' جسے ابن حبان نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے :

لاَ نِکَاحَ اِلاَّ بِوَلِیٍّ وَشَاهِدَیْ عَدْلٍ۔ ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : وَکُلُّ هٰؤُلاَءِ یَشْتَرِطُوْنَ شَهَادَةَ عَدْلَیْنِ اِلاَّ اَبَا حَنِیْفَةَ۔ "یہ تمام لوگ شرط لگاتے ہیں کہ دو عادلوں کی گواہی ضروری ہے مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فاسقوں کی شہادت بھی کافی ہے۔"

مسئلہ نمبر ۶۲ دس ذوالحجہ کو خطبہ درست نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَنَا اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْهَا التَّعْلِیْمُ وَیَوْمُ التَّرْوِیَةِ وَیَوْمُ النَّحْرِ یَوْمَا اِشْتِغَالٍ۔ [2] "اور ہم سمجھتے ہیں کہ خطبہ سے مقصود تعلیم ہے کیونکہ ترویہ اور قربانی کے دن ارکان حج کی ادائیگی کے لیے مصروفیت کے دن ہیں۔" حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ دسویں کے دن حج میں امام خطبہ نہ پڑھے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے' جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے :

قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنٰی عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ ثُمَّ قَالَ فَاَیُّ یَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَیْسَ یَوْمُ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰی هٰذَا قَالَ فَاِنَّ دِمَآئَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوم النحر کو خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا تحقیق زمانہ مرور ایام سے وہی ہیئت اختیار کر گیا ہے جیسی کہ تخلیق سماوات وارض کے دن تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ اس میں چار حرمت والے مہینے ہیں' تین متواتر یعنی ذی قعدہ' ذی الحج اور محرم اور چوتھا مضر کا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا تو آج کون سا دن ہے؟ (صحابہ کہتے ہیں) ہم نے عرض کی' اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے اور ہم نے گمان کیا کہ آپ اسے کسی اور نام سے موسوم کریں گے۔ آخر آپ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن (یوم النحر) نہیں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا (سن

---

(۱) هدایة کتاب النکاح ج-۲' ص-۳۰۶

(۲) هدایة ج-۱' ص-۲۴۴

هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْئَالُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضُلَّالًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ الحدیث۔ [1]

رکھو) بیشک تمہارے خون' تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرمت والی ہیں جس طرح یہ دن حرمت والا ہے' اس شہر میں اور اس مہینے میں اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ لہٰذا میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو اور ہاں توجہ سے سنو کیا میں نے اللہ کے احکام تم تک پہنچا دیئے؟ صحابہ نے عرض کی ہاں یارسول اللہ۔(ﷺ) اس کے بعد آپ نے کہا اے اللہ گواہ رہیو!

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن آپ نے خطبہ پڑھا ہے پس اس دن خطبہ دینا سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۳　لونڈی اگر بعد از نکاح آزاد ہو جائے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :وَاِنْ تَزَوَّجَتْ بِاِذْنِ مَوْلَاهَا ثُمَّ اُعْتِقَتْ فَلَهَا الْخِیَارُ حُرًّا کَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا۔ [2] ''اگر کسی لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا' بعد ازاں اسے آزاد کر دیا گیا تو اسے نکاح کو توڑ دینے یا بحال رکھنے کا اختیار ہے۔ خواہ اس کا خاوند آزاد ہو خواہ غلام۔'' یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهَا فِیْ بَرِیْرَةَ خُذِیْهَا فَاَعْتِقِیْهَا وَکَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَیَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ کَانَ حُرًّا لَمْ یُخَیِّرْهَا۔ [3]

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں فرمایا کہ اسے خرید لے اور آزاد کر دے اور اس کا خاوند غلام تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح کا اختیار دے دیا (یعنی خواہ نکاح رکھے خواہ توڑ ڈالے) سو اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی اپنا نکاح توڑ ڈالا اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بریرہ رضی اللہ عنہا کو نکاح توڑنے کا اختیار نہ دیتے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے :

عَنْ عَائِشَةَ فِیْ قِصَّةِ بَرِیْرَةَ قَالَتْ کَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَیَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ کَانَ حُرًّا لَمْ یُخَیِّرْهَا۔ [4]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کے قصہ میں فرمایا' اس کا خاوند غلام تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا' تو اس نے فسخ نکاح کو اختیار کیا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو بریرہ کو اس کا اختیار نہ ملتا۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب خطبة یوم النحر ج۔۲' ص۔۸۱۶' حدیث۔۲۶۵۹
(۲) ھدایة کتاب النکاح ج۔۲' ص۔۳۳۲
(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح ج۔۲' ص۔۹۵۵' حدیث۔۳۱۹۸
(۴) صحیح سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المملوکة تعتق وھی تحت حر او عبد ج۔۲' ص۔۱۹' حدیث۔۲۲۳۳ (صحیح)

فائدہ: یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ اگر مرد عورت سے پہلے آزاد ہو گیا تو عورت کو نکاح توڑنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا خاوند آزاد ہو تو اس لونڈی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: فَإِنْ كَانَ حُرًّا فَلَا خِيَارَ لَهَا عِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجُمْهُوْرِ۔ [1] "پس اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو امام مالک' امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک اسے نکاح توڑنے اور بحال رکھنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔"

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے۔ وہ اس حدیث کو بطور سند لاتے ہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا۔

جواب: امام نووی نے لکھا ہے:

وَاحْتَجَّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ [2] بِرِوَايَةِ مَنْ رَوٰى اَنَّهٗ كَانَ زَوْجُهَا حُرًّا وَقَدْ ذَكَرَهَا مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ لٰكِنْ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ عَنْ زَوْجِهَا فَقَالَ لَا اَدْرِيْ وَاحْتَجَّ الْجُمْهُوْرُ بِاَنَّهَا قَضِيَّةٌ وَاحِدَةٌ وَالرِّوَايَاتُ الْمَشْهُوْرَةُ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهٖ اَنَّ زَوْجَهَا كَانَ عَبْدًا قَالَ الْحُفَّاظُ وَرِوَايَةُ مَنْ رَوٰى اَنَّهٗ كَانَ حُرًّا غَلَطٌ وَشَاذَّةٌ مَرْدُوْدَةٌ لِمُخَالَفَتِهَا الْمَعْرُوْفَ فِيْ رِوَايَاتِ الثِّقَاتِ وَيُؤَيِّدُهٗ اَيْضًا قَوْلُ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَبْدًا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ هٰذَا الْكَلَامِ دَلِيْلَانِ اَحَدُهُمَا اِخْبَارُهَا اَنَّهٗ كَانَ عَبْدًا وَهِيَ صَاحِبَةُ الْقَضِيَّةِ وَالثَّانِيْ قَوْلُهَا لَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا وَمِثْلُ هٰذَا لَا يَكَادُ وَاحِدٌ يَقُوْلُهٗ اِلَّا تَوْقِيْفًا وَلِاَنَّ الْاَصْلَ فِي النِّكَاحِ اللُّزُوْمُ وَلَا طَرِيْقَ اِلٰى فَسْخِهٖ اِلَّا بِالشَّرْعِ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دلیل پکڑی ہے اس شخص کی روایت سے جس نے روایت کی ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا اور تحقیق ذکر کیا ہے اس کو مسلم نے شعبہ کی روایت سے' وہ عبدالرحمٰن سے روایت کرتا ہے لیکن شعبہ نے کہا کہ پھر میں نے عبدالرحمٰن سے اس کے خاوند کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں (وہ آزاد تھا یا غلام) اور جمہور نے دلیل پکڑی ہے اس بات سے کہ وہ قضیہ ایک ہے اور صحیح مسلم وغیرہ کی مشہور روایتوں میں یہ ہے کہ اس کا خاوند غلام تھا اور حفاظ حدیث کہتے ہیں کہ جس نے یہ روایت کی ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا' اس کی روایت غلط شاذ اور مردود ہے کیونکہ وہ ثقات کی روایات کے خلاف ہے۔ نیز اسی کی تائید کرتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ انہوں نے کہا کہ اس کا خاوند غلام تھا۔ اگر آزاد ہوتا تو اس لونڈی کو اختیار نہ دیا جاتا اور ایسی کلام کوئی نہیں کہہ سکتا ہے' الا یہ کہ وہ توقیفی ہو۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اصلاً نکاح لزوم سے عبارت ہے۔ اس کے توڑنے کی کوئی سبیل حکم شرع کے علاوہ نہیں اور غلام کے حق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ پس آزاد اپنے حال پر رہے گا۔ اور تیسری

---

(۱) صحیح مسلم کتاب العتق شرح باب بیان ان الولاء لمن اعتق ج۔۱۰' ص۔۳۸۱' شرح حدیث۔۳۷۵۵' ۳۷۶۶

(۲) والحاصل انه قد ثبت من طريق ابن عباس وابن عمر وصفية بنت ابى عبيد انه كان عبدا ولم يرد عنهما يخالف ذلك وثبت عن عائشة من طريق القاسم وعروة انه كان عبدا ومن طريق الاسود انه كان حسن ----- ورواية اثنين ارجح منه رواية واحد على فرض صحة الجمع فكيف اذا كانت رواية الواحد معلولة بالانقطاع كما قال البخارى وروى عن البخارى ايضا انه قال هى من قول الحكم انتهى نيل الاوطار۔

وَاِنَّمَا ثَبَتَ فِي الْعَبْدِ فَبَقِيَ الْحُرَّ عَلَى الْاَصْلِ وَلِاَنَّهُ لَا ضَرَرَ وَلَا عَارَ عَلَيْهَا وَهِيَ حُرَّةٌ فِي الْمُقَامِ تَحْتَ حُرٍّ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ اِذَا قَامَتْ تَحْتَ عَبْدٍ فَاَثْبَتَ الشَّرْعُ الْخِيَارَ فِي الْعَبْدِ لِاِزَالَةِ الضَّرَرِ بِخِلَافِ الْحُرِّ وَلِاَنَّ رِوَايَةَ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَدُوْرُ عَلٰى عَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ فَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَاتَّفَقَتِ الرِّوَايَاتُ عَنْهُ اَنَّ زَوْجَهَا كَانَ عَبْدًا وَاَمَّا عَآئِشَةُ فَمُعَظَمُ الرِّوَايَاتِ عَنْهَا اَنَّهُ كَانَ عَبْدًا فَوَجَبَ تَرْجِيْحُهَا اِنْتَهٰى۔ [1]

دلیل یہ ہے کہ اس پر کوئی ضرر نہیں اور نہ کسی قسم کی عار ہے اس لیے کہ وہ بھی آزاد ہے اور اس کا خاوند بھی آزاد ہے۔ عار تو جب ہوتی ہے جب اس کا خاوند غلام ہوتا' سو شرع نے ضرر کے دفع کرنے کے لیے غلام میں اس کا اختیار ثابت کر دیا اور آزاد میں نہیں کیا۔ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا کے راوی فقط عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' سو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات تو سب اسی پر متفق ہیں کہ اس کا خاوند غلام تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی اکثر روایتوں میں بھی یہی ہے کہ وہ غلام تھا پس اسی کو ترجیح دینا ضروری ٹھہرا' انتھٰی۔

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ لَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نہیں ہے بلکہ یہ عروہ کا قول ہے۔

جواب: یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے' عروہ کا نہیں ہے۔ جیسا کہ امام نووی کی کلام میں مذکور ہو چکا ہے۔ نیز جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا خاوند غلام تھا تو پھر اگر یہ قول ان کا ہو تو اس میں کیا منافات ہے۔ دونوں کا مطلب تو ایک ہی ہے کہ اس کا خاوند غلام تھا پھر اس کو عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بنانے میں کیا استحالہ لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں عروہ ایسی توقیفی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶۴ امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز فقط ایک اذان اور ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُصَلِّي الْاِمَامُ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔ [2] "اور نماز پڑھائے امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی فقط ایک اذان اور ایک ہی اقامت کے ساتھ۔" حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ حج کے دنوں میں جب مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے عشاء کے وقت پڑھا جاتا ہے تو ان دونوں نمازوں کے لیے فقط ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت کہی جائے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)--- صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صفت حج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں مروی ہے :

وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَدَفَعَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِاَذَانٍ وَاِقَامَتَيْنِ

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھلایا اور چلے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے' وہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں

---

(۱) صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان ان الولاء لمن اعتق ج-۱۰' ص-۳۸۱' شرح حدیث-۳۷۵۵' ۳۷۶۶

(۲) ھدایۃ کتاب الحج باب الاحرام ج-۱' ص-۲۴۷

وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا۔ [1]

ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کیں اور دونوں کے درمیان نوافل وغیرہ نہ پڑھے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- صحیح مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ قَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَآءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الْعِشَآءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ [2]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے چلے یہاں تک کہ جب پہاڑ کی راہ میں آئے تو اترے اور پیشاب کیا پھر وضو کیا اور وضو کو کامل نہ کیا۔ پس میں نے کہا کہ نماز۔ آپ نے فرمایا نماز تیرے آگے ہے۔ پس آپ سوار ہوئے۔ جب مزدلفہ میں آئے تو اترے اور وضو کیا۔ پس وضو کو کامل کیا پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر بٹھلایا ہر آدمی نے اپنے اونٹ کو اپنی جگہ میں پھر نماز عشاء کی اقامت کہی گئی اور آپ نے عشاء کو پڑھا اور ان کے درمیان نوافل نہ پڑھے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں ہر نماز کے لیے علیحدہ علیحدہ اقامت کہی، خواہ کسی چیز کے ساتھ دونوں میں فصل واقع ہوا ہو یا نہ ہو۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بطور سند لاتے ہیں جو کہ صحیح مسلم میں ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھائی۔

جواب: امام نووی نے لکھا ہے : وَهٰذِهِ الرِّوَايَةُ مُقَدَّمَةٌ عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لِاَنَّ مَعَ جَابِرٍ زِيَادَةُ عِلْمٍ وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ وَلِاَنَّ جَابِرًا اعْتَنَى الْحَدِيْثَ وَنَقَلَ حَجَّةَ النَّبِيِّ ﷺ مُسْتَقْصَاةً فَهُوَ اَوْلٰى بِالْاِعْتِمَادِ هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ مِنْ مَذْهَبِنَا اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ الْاَذَانَ لِلْاُوْلٰى مِنْهُمَا وَيُقِيْمُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ اِقَامَةً فَيُصَلِّيْهِمَا بِاَذَانٍ وَاِقَامَتَيْنِ وَيَتَاَوَّلُ حَدِيْثُ اِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ اَنَّ كُلَّ صَلٰوةٍ لَهَا اِقَامَةٌ وَلَا بُدَّ مِنْ هٰذَا لِيَجْمَعَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الرِّوَايَةِ الْاُوْلٰى۔ [3] "روایت جابر رضی اللہ عنہ مقدم ہے پہلی دو روایتوں پر، اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ کے پاس زیادہ علم ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ نیز اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا بہت اہتمام کیا ہے اور نبی ﷺ کا حج آخر تک پورا نقل کیا ہے۔ پس اس کا اعتبار زیادہ ہے۔ یہی صحیح ہے ہمارے مذہب میں کہ مستحب ہے اذان صرف پہلی نماز کے لیے اور اقامت کہے ہر نماز کے لیے۔ پس دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھے اور ایک اقامت کی حدیث کی یہ تاویل ہے کہ ہر نماز کے لیے ایک اقامت کہے۔ یہ تاویل کرنا واجب ہے تاکہ دونوں احادیث میں تطبیق ہو جائے۔"

---

(۱) صحيح مسلم كتاب الحج باب حجة النبي ج۔۸، ص۔۴۱۵، حديث۔۲۹۴۱

(۲) صحيح مسلم كتاب الحج باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة ج۔۹، ص۔۳۳، حديث۔۳۰۸۷

(۳) صحيح مسلم كتاب الحج باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة ج۔۹، ص۔۳۳، شرح حديث۔۳۰۸۷، ۳۱۰۳

نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دوسری اقامت نہ ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری اقامت نہ کہی جائے کیونکہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کے بعض طریقوں میں اذان اور اقامت دونوں کا ذکر نہیں ہے پھر کیا اذان اور اقامت دونوں کو ترک کر دینا بھی جائز ہو گا حالانکہ کسی کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں۔ علاوہ ازیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وغیرہ کی احادیث میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے۔ اس لیے کہ یہ سب معاملہ ایک ہی واقعہ حجتہ الوداع میں پیش آیا ہے' متعدد مواقع پر نہیں کیونکہ ایسا ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے اور جبکہ یہ فقط ایک ہی واقعہ ٹھہرا تو اب ہم کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں نمازوں میں اونٹ بٹھانے کے ساتھ فصل واقع ہے یعنی پہلے مغرب کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی پھر لوگوں نے اپنے اونٹ اپنی جگہ میں بٹھائے۔ بعد ازاں عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے پھر جب دونوں نمازوں میں فصل واقع ہو تو حنفیہ کے نزدیک اقامت کو دوبارہ کہنا چاہیے تھا۔ جیسے کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نمازوں میں کسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جائے تو اقامت کا اعادہ کرے۔ پس جب اس واقعہ میں دونوں نمازوں کے درمیان فصل ہو چکا ہے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اقامت دوبارہ کہی جاتی' فقط ایک ہی اقامت کیوں کہی گئی۔ پس جب واقعہ ایک ہی ہے اور دونوں نمازوں کے درمیان فصل بھی ہوا ہے تو حنفیہ کے لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرنا کیسے ہو سکتا ہے۔

نیز صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خود یہ حدیث آچکی ہے :

قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا۔ [1]

انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔ ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ اقامت کہی اور دونوں کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

اب اس حدیث سے کل جھگڑا طے ہو گیا اور قطعاً ثابت ہو گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اقامت کی حدیث سے یہی مراد ہے کہ ہر ایک نماز کے لیے ایک اقامت کہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵ اگر بقیہ روزے بھی حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تو جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِنْ صَامَهَا بِمَكَّةَ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْحَجِّ جَازَ۔ [2] "اور اگر بقیہ روزے بھی حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تو جائز ہے۔" حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ حج کرنے والا اگر قربانی کے دن قربانی نہ پائے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں ٹھہر کر دس روزے رکھ لے' تین حج کے اندر اور سات حج کے بعد۔ اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے :

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الدفع من عرفۃ والمزدلفۃ ج-۲' ص-۸۰۱' حدیث-۲۶۰۷

(۲) ھدایۃ کتاب الحج باب القران ج-۱' ص-۲۵۹

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ — پس جو شخص قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج میں رکھے اور سات روزے اس وقت رکھو جب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ یہ پورے دس روزے ہو گئے۔

فائدہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ باقی سات روزے اسی وقت رکھنے جائز ہیں جب اپنے گھر میں پھر کر آجائے۔ چنانچہ اذا شرطیہ کی قید اس پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے روزے رکھنے جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۶۶ — نابینا کا حج

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَالْاَعْمٰى اِذَا وَجَدَ مَنْ يَّكْفِيْهِ مُئُوْنَةَ سَفَرِهٖ وَوَجَدَ زَادًا وَرَاحِلَةً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَجُّ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ [1] "اور اندھا اگر ایسے آدمی کو پالے جو اسے تکلیف سفر سے کفایت کرتا ہو اور سواری اور زاد راہ بھی اسے میسر ہو تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے اندھے پر حج واجب نہیں ہوتا۔" اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا○ — اور اللہ کے لیے لوگوں پر حج واجب ہے بالخصوص اس شخص پر جو مصارف سفر برداشت کر سکتا ہو۔

اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو سنن دارمی میں ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَآءَ يَهُوْدِيًّا وَاِنْ شَآءَ نَصْرَانِيًّا۔ [2] — رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کہ منع نہ کرے اس کو حج کرنے سے کوئی حاجت ظاہرہ (یعنی زاد راہ) یا حاکم ظالم یا بیماری روک رکھنے والی پس وہ مرگیا اور حج نہ کیا تو اللہ اور رسول کو ایسے شخص کی کچھ پرواہ نہیں' خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ عیسائی ہو کر۔

اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ۔ [3] — انہوں نے کہا کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا مصارف سفر اور سواری۔

فائدہ: اس آیت اور احادیث سے ثابت ہو گیا جو اندھا خرچ راہ اور سواری وغیرہ کی طاقت رکھتا ہو' اس پر حج واجب ہے۔

---

(۱) ھدایۃ کتاب الحج ج۔۱' ص۔۲۳۲

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل ثالث ج۔۲' ص۔۷۷۷' حدیث۔۲۵۲۳ (ضعیف)

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل ثانی ج۔۲' ص۔۷۷۶' حدیث۔۲۵۲۶

مسئلہ نمبر ۶۷ عمرہ مستحب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ [۱] "عمرہ سنت ہے۔" اگر کرلے تو ثواب ہے اگر نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے :

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ اور حج اور عمرہ اللہ کے اہتمام و کمال سے ادا کرو۔

اور دوسرے اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابوداوٗد' ترمذی اور نسائی میں ابی رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لاَ يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلاَ الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ [۲]

تحقیق وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ تحقیق میرا باپ بہت بوڑھا ہوگیا ہے۔ حج اور عمرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ سواری پر چڑھ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو پھر تو حج کر اپنے باپ کی طرف سے اور عمرہ کر اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تیسرے اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى النِّسَآءِ جِهَادٌ قَالَ نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لاَ قِتَالَ فِيْهِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔ [۳]

میں نے کہا یارسول اللہ عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں یعنی حج اور عمرہ۔

فائدہ: مذکورہ آیت اور احادیث سے ثابت ہوا کہ عمرہ واجب ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر جہاد فرض ہے اور پھر جہاد کی تفسیر حج اور عمرہ سے کی اور سائل کو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔ نیز دونوں کا ذکر ایک ہی سلسلہ میں کیا۔ پس ان احادیث سے عمرہ کا استحباب نکالنا کسی طرح سے ممکن نہیں یا تو ان سے عمرہ کا وجوب ثابت ہوگا یا پھر حج کا وجوب بھی باطل ہوگا۔ و کذلک الایۃ القرآنیۃ تدل علی وجوبھا۔

مسئلہ نمبر ۶۸ میت کی طرف سے حج کا حکم

لمعات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مردے کے سر پر اگر فرضی حج باقی رہتا ہو تو اس کے وارث پر اس حج کا میت کی طرف سے قضا کرنا مستحب ہے یعنی اگر کرے تو ثواب ہے ورنہ کچھ گناہ نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو صحیحین کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

قَالَ اَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اُخْتِيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ

انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا' اس نے آکر کہا کہ تحقیق میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ مر گئی (یعنی حج

---

(۱) ھدایۃ کتاب الحج باب الفوات ج۔۱' ص۔۲۹۶

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک ج۔۲' ص۔۷۷۶' حدیث۔۲۵۲۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک ج۔۲' ص۔۷۷۷' حدیث۔۲۵۳۴ (صحیح)

ﷺ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ دَيْنَ اللّٰهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَآءِ۔ (۱)

کرنے سے پہلے) سو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیری بہن پر قرض ہوتا تو اس کو تو ادا کرتا یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں البتہ ادا کرتا' تو نبی ﷺ نے فرمایا پس ادا کر اللہ کا قرض اس لیے کہ وہ ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے حج کا ادا کرنا اس کے وارث پر واجب ہے بلکہ فرض عبادت سے اس کے ادا کرنے کی زیادہ تاکید آچکی ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ میت کی طرف سے حج کا ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹ چار سے زائد بیویوں والا شخص مسلمان ہو جائے تو بقیہ کو طلاق دیدے

لمعات و مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ الْاَرْبَعُ الْاُوَلُ جَائِزٌ وَنِكَاحُ مَنْ بَقِىَ مِنْهُنَّ بَاطِلٌ۔ (۲) "رہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو وہ کہتے ہیں کہ پہلی چاروں بیویاں جائز ہیں اور جو باقی ہیں ان سے اس کا نکاح باطل ہو جاتا ہے۔" یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ جو شخص اسلام لائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں مثلاً چھ یا سات یا آٹھ یا دس اور وہ بھی اس کے ساتھ ہی مسلمان ہو جائیں تو اس شخص کے لیے پہلی چار بیویاں رکھنا جائز ہے۔ جن کے ساتھ پہلے نکاح کیا ہو اور جن کے ساتھ بعد میں نکاح کیا ہو وہ عورتیں اس شخص پر حرام ہیں اور ان کا نکاح باطل قرار پایا ہے۔ انہیں اپنے پاس رکھنا جائز نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- مسند امام احمد' ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ اَسْلَمَ وَلَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَسْلَمْنَ مَعَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَمْسِكْ اَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ۔ (۳)

تحقیق غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ اسلام لایا اور اس کی جاہلیت میں دس بیویاں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ بھی سب مسلمان ہو گئیں' سو نبی ﷺ نے اسے فرمایا کہ چار کو رکھ لے اور باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- شرح سنہ میں نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِىْ خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَاَمْسِكْ اَرْبَعًا فَعَمَدْتُ اِلٰى اَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِىْ عَاقِرٌ مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا۔ (۴)

اس نے کہا کہ میں اسلام لایا اور میرے عقد میں پانچ عورتیں تھیں' سو میں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک کو جدا کر دے اور چار کو رکھ لے۔ اس پر میں نے اس بیوی کو علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا جو میری زوجیت میں سب سے پہلی آئی تھی۔ ساٹھ سال سے میرے ساتھ تھی' چنانچہ میں نے اسے طلاق دے دی۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل اول ج۔۲' ص۔۷۷۳' حدیث۔۲۵۱۲ (صحیح)

(۲) مشکوٰۃ کتاب النکاح شرح باب المحرمات ج۔۱' ص۔۲۷۳ (سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج۔۲' ص۔۹۳۸' حدیث۔۳۱۷۶ (صحیح)

(۴) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج۔۲' ص۔۹۳۸' حدیث۔۳۱۷۷

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں ہوں تو اسے اختیار ہے جن چار کو چاہے رکھے اور جس کو چاہے جدا کر دے۔ پہلی پچھلی کی اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے بلکہ نوفل کی حدیث میں صریح موجود ہے کہ اس نے سب سے پہلی بیوی کو جدا کر دیا اور جن سے بعد میں نکاح کیا تھا' انہیں رکھ لیا۔ اسی وجہ سے امام محمد نے موطا (مشکوٰۃ حاشیہ باب المحرمات) میں لکھا ہے: بِهٰذَا نَأْخُذُ يَخْتَارُ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا اَيَّتَهُنَّ شَآءَ وَيُفَارِقُ مَا بَقِيَ۔ "اسی سے ہم استدلال کرتے ہیں کہ ان عورتوں میں سے جن چار کو چاہے اختیار کر لے اور باقیوں کو جدا کر دے۔" اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے: وَالْاَوْجَهُ قَوْلُ مُحَمَّدٍ۔ "زیادہ قوی قول محمد کا ہے' انتھٰی۔"

مسئلہ نمبر ۷۰ دو سگی بہنوں کا خاوند اگر مسلمان ہو جائے تو طلاق کس کو دے؟

لمعات شرح مشکوٰۃ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِنْ تَزَوَّجَهُمَا مُتَعَاقِبَتَيْنِ لَا يَخْتَارُ اِلَّا الْاَوَّلَ لِعَدْمِ صِحَّةِ الْاُخْرٰى اِذْ ذَاكَ "اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر کسی (غیر مسلم) نے دو بہنوں سے پے درپے نکاح کیا ہو تو پہلی بیوی کو اپنے لیے منتخب کرلے کیونکہ مسلمان ہو جانے کی صورت میں دوسری کا نکاح ہی صحیح نہیں رہا۔" مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس کے ساتھ پہلے نکاح کیا ہو اس کو رکھنا جائز ہے اور جس کے ساتھ بعد میں نکاح کیا ہو' اسے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا نکاح اس حالت میں صحیح نہیں ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ مخالف ہے اس حدیث کے جو ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں ضحاک بن فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے:

قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِيْ اُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ اَيَّتَهُمَا شِئْتَ۔[1] اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ تحقیق میں مسلمان ہوا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ نے فرمایا دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے۔

فائدہ: شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: اِخْتَرْ اَيَّتَهُمَا سَوَآءٌ كَانَتِ الْمُخْتَارَةُ مَنْ تَزَوَّجَهَا اَوَّلًا اَوْ اٰخِرًا وَعَلَيْهِ الْاَئِمَّةُ الثَّلٰثَةُ اِنْتَهٰى۔ "اختیار کر لے دونوں میں سے جس کو چاہے خواہ اس اختیار کی ہوئی عورت کا نکاح پہلے ہوا ہو یا بعد میں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا' انتھٰی۔" پس ظاہراً اور مطلقاً اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دونوں بہنوں میں سے جس کو چاہے اپنے پاس رکھ لے اور جس کو چاہے جدا کر دے۔ پہلی دوسری کی اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الطلاق باب من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع ج۔۲' ص۔۲۰' حدیث۔۲۲۴۳ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج۔۲' ص۔۹۴۸' حدیث۔۳۱۷۸ (حسن)

مسئلہ نمبر ۷۱ — غیر مسلم کو شادی کا گواہ بنانے کا حکم

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِنْ تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ ذِمِّيَّةً بِشَهَادَةِ ذِمِّيَّيْنِ جَازَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ [1] "اگر کوئی مسلمان کسی کافرہ ذمیہ کے ساتھ دو ذمی کافر مرد گواہ رکھ کر نکاح کر لے تو وہ صحیح ہو جاتا ہے۔" یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' سو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ قرآن کی ان آیات کے خلاف ہے :

(۱)۔۔ وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً۔ (النسآء۔۱۴۱) — اور اللہ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔

فائدہ: ہدایہ میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ کافر کی ولایت اور شہادت مسلمان پر جائز نہیں ہے پس آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ کافر کی شہادت سے مسلمان کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ جب کافر مسلمان پر گواہی نہیں دے سکتا ہے تو اس کے لیے بھی گواہ نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔۔ وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ۔ (البقرہ۔۲۲۱) — اور نہ نکاح کرو شرک کرنے والی عورتوں سے' یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں' آخر تک۔

پس کافرہ اور مشرکہ عورت ذمیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳)۔۔ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ — اور حرام کیا گیا ہے ایمانداروں پر کافر عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا۔

پس ذمیہ عورت کے ساتھ مسلمان کا نکاح کس طرح جائز ہو سکے گا؟

مسئلہ نمبر ۷۲ — آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ نکاح

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَالْكِفَآءَ ةُ فِي الْحُرِّيَّةِ نَظِيْرُهَا فِي الْاِسْلاَمِ فِيْ جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا لِاَنَّ الرِّقَّ اَثَرُ الْكُفْرِ وَفِيْهِ مَعْنَى الذِّلِّ فَيُعْتَبَرُ فِيْ حُكْمِ الْكِفَاءَ ةِ۔ [2] "اور حریت میں ہم کفو ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ قبول اسلام میں ہم کفو ہونا ان تمام امور میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس لیے کہ غلامی کفر کا نشان ہے اور اس میں ایک طرح کی ذلت پائی جاتی ہے۔ پس اس کا بھی حکم کفو میں اعتبار کیا جائے گا۔" یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ آزاد عورت کا نکاح غلام کے ساتھ نہ کیا جائے کیونکہ نکاح میں کفو کا اعتبار ہے اور غلام اور آزاد ایک دوسرے کے ہم کفو نہیں اور یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جسے صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے :

اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَآئِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا وَكِيْلُهُ بِشَعِيْرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَالَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْئٍ فَجَآءَ تْ — تحقیق ابو عمرو بن حفص نے اس کو طلاق مغلظ دے دی اور وہ غائب تھا (یعنی کہیں سفر میں گیا ہوا تھا) اور اس کے وکیل نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو بھیجے (یعنی ایام عدت میں گزارہ کے لیے) تو وہ غصے ہو گئی۔

---

(۱) ہدایۃ کتاب النکاح ج۔۲' ص۔۳۰۷

(۲) ہدایۃ کتاب النکاح باب فی الاولیاء والاکفاء ج۔۲' ص۔۳۲۰

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَيسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِيْ اِعْتَدِّيْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهٗ اَنَّ مَعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَاَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِيْ فَقَالَ اَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مَعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ اِنْكِحِيْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهٗ ثُمَّ قَالَ اِنْكِحِيْ اُسَامَةَ فَنَكَحْتُهٗ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ۔ [1]

اس پر اس نے کہا قسم ہے اللہ کی نہیں ہے تیرے لیے ہم پر کچھ (یعنی ہم پر تجھے خرچ دینا لازم نہیں ہے) سو فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور یہ قصہ آپ کے پاس اس نے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لیے خرچ نہیں ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا پھر آپ نے فرمایا کہ وہ ایک عورت ہے کہ جس کے پاس میرے صحابہ بہت آتے جاتے ہیں تو ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزار۔ اس لیے کہ وہ اندھا آدمی ہے' تو اپنے کپڑے اتار کر رکھے گی پس جب تو حلال ہو جائے (تیری عدت گزر جائے) تو مجھے بتانا۔ پس جب میری عدت گزر گئی تو میں نے آپ کے پاس بیان کیا کہ تحقیق معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے مجھ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو جہم تو اپنے عصا کو اپنے کندھے سے نہیں اتارتا (یعنی عورتوں کو بہت مار پیٹ کرتا ہے یا ہمیشہ سفر میں رہتا ہے) اور معاویہ فقیر ہے' اس کے پاس کوئی مال ہی نہیں' تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر لے لیکن میں نے اسے پسند نہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ تو اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر لے۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں میرے لیے بہتری کی اور رشک کی گئی میں (یعنی ہمارا میاں بیوی کا آپس میں ایسا اتفاق اور اتحاد ہو گیا کہ دوسرے لوگ بھی اس کی تمنا کرتے تھے۔)

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ کفو نسبی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ کفو دینی و اسلامی کا اعتبار ہے۔ خواہ کوئی شخص کیسے ہی خسیس اور ذلیل نسب کا ہو۔ جب اسلام لے آئے اور احکام اسلام کا فرمانبردار ہو اور اللہ اور رسول کا مطیع ہو جائے' اس وقت اس کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ خواہ عورت کیسی ہی شریف خاندان کی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سیاہ رنگ کے غلام تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا قریش میں سے تھی اور بہت خوبصورت تھی۔ ☆ کذا ذکرہ فی اللمعات۔ پس اپنے ذاتی حسب نسب اور شرافت خاندان کا اعتبار کرنا اور شرافت دینی اور کفو اسلامی کا اعتبار نہ کر کے ذلیل نسب کے ساتھ نکاح ناجائز یا مکروہ سمجھنا اس حدیث کی صریح مخالف ہے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَالثَّالِثَةُ عَشَرَ جَوَازُ نِكَاحِ غَيْرِ الْكُفْوِ اِذَا رَضِيَتْ بِهِ الزَّوْجَةُ وَالْوَلِيُّ لِاَنَّ

---

(1) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ج۔۱۰' ص۔۳۳۴' حدیث۔۳۶۸۱

☆ حتیٰ کہ سید زادی کا نکاح غیر سید شخص سے بھی ہو سکتا ہے۔ آج کل جہالت کی بنا پر سید زادی کو اُدھیر عمر تک گھر میں بٹھانا گوارا کر لیا جاتا ہے' کسی غیر سید شخص سے اس کا نکاح نہیں کرتے۔ یہ جہالت کی بنا پر ہے' شریعت میں ایسی کوئی قید نہیں۔

فَاطِمَةَ قُرَشِيَّةٌ وَأُسَامَةُ مَوْلٰى اِنْتَهٰى۔ [1] "اور تیرھواں فائدہ اس حدیث کا یہ ہے کہ نکاح غیر کفو میں جائز ہے' جب عورت اور اس کا ولی راضی ہو جائے۔ اس لیے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قرشیہ تھیں اور اسامہ رضی اللہ عنہ غلام تھے' انتہٰی۔"

نیز یہ مسئلہ ان آیات کے بھی خلاف ہے :

(۱) اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ — اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ — تمام ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۳) وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔ — البتہ ایماندار غلام بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے۔

مسئلہ نمبر ۷۳ جس شخص سے زبردستی طلاق دلائی جائے' اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَطَلَاقُ الْمُكْرَهِ وَاقِعٌ۔ [2] "مجبور کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔" حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ جس شخص سے زبردستی کے طلاق دلائی جائے اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' جو اس حدیث سے متصادم ہے جسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے :

قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَا طَلَاقَ وَلَا عَتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ قِيْلَ مَعْنَى الْاِغْلَاقِ الْاِكْرَاهُ۔ [3] — اور صحیح کہا ہے اس کو حاکم نے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے نہ وہ طلاق ہوتی ہے اور نہ وہ غلام کا آزاد کرنا ہی صحیح ہے جو اغلاق میں ہو۔ کہا گیا کہ اغلاق کا معنی ہے اکراہ' یعنی مجبور کر کے یہ کام کرانا۔

فائدہ: شیخ عبدالحق حنفی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے : اَلْاَئِمَّةُ الثَّلٰثَةُ اَخَذُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالُوْا لَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَالْعِتَاقُ مِنَ الْمُكْرَهِ۔ "امام شافعی' امام مالک اور امام احمد اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس شخص سے زبردستی طلاق لی جائے اس کی طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتی۔"

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ اس حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو بطور سند لاتے ہیں کہ ہزل اور ٹھٹھے کی حالت میں جو طلاق پڑ جاتی ہے تو یہاں بھی اسی طرح طلاق واقع ہو جائے گی لیکن قیاس نص کے مقابلہ میں مردود اور غیر مقبول ہے۔ کما ذکرنا من صاحب الھدایہ۔ پس یہ قیاس قطعاً مردود ہو گا۔ نیز اس سے تو پھر

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثًا لا نفقة لها ج۔۱۰' ص۔۳۴۶' شرح حدیث۔۳۶۸۱' ۳۷۰۴

(۲) هدایة کتاب الطلاق باب طلاق السنة ج۔۲' ص۔۳۵۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الخلع والطلاق ج۔۲' ص۔۹۷۹' حدیث۔۳۲۸۵ (حسن)

یہ بھی لازم آئے گا کہ مجنون اور معتوہ وغیرہ کی بھی طلاق واقع ہو۔ کیا احناف اسے تسلیم کریں گے؟

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اغلاق کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی دفع تین طلاق نہ دے بلکہ مسنون طریقہ کے مطابق طلاق دے۔

جواب: معنی اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس کا معنی وہ ہے جو تینوں اماموں نے سمجھا ہے۔ نیز اگر اس کا یہی معنی مراد لیا جائے تو پھر عتاق فی الاغلاق کا کوئی معنی نہیں بن سکے گا۔ اس لیے کہ عتاق میں کوئی قسم غیر مسنون نہیں بلکہ عتاق تین ہی قسم کا ہوتا ہے۔ کتابت' تدبیر اور تحریر اور یہ تینوں اقسام بالاجماع مسنون ہیں۔ پس یہ معنی یہاں مراد لینا ممکن نہیں ہے اور اگر دونوں معنی مراد لیے جائیں تو حقیقت اور مجاز کے درمیان اجتماع لازم آئے گا اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ اس کا معنی وہی ہے جس کی طرف تینوں امام گئے ہیں اور اگر کوئی شخص اس کا دوسرا معنی کرے گا تو اسے لا عتاق فی الاغلاق میں کوئی تاویل بعید از عقل کرنی پڑے گی۔

مسئلہ نمبر ۷۴ طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا بالعموم جائز ہے

لمعات شرح مشکوٰۃ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَقَدْ جَوَّزَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالزُّهْرِيُّ تَعْلِيْقَهُ بِالنِّكَاحِ عَمُوْمًا بِاَنْ يَّقُوْلَ كُلُّ امْرَاَةٍ نَكَحْتُهَا فَهِيَ طَالِقٌ اَوْ خُصُوْصًا بِاَنْ يَّقُوْلَ لِامْرَاَةٍ مُعَيَّنَةٍ اِذَا نَكَحْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَيَقَعُ الطَّلَاقُ عِنْدَ النِّكَاحِ۔ [1]
"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور زہری نے طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا بالعموم جائز رکھا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اگر یوں کہے کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں' اسے طلاق ہے۔ یا تخصیص کرتے ہوئے کسی معین عورت سے کہے کہ جب میں تجھ سے نکاح کر لوں تو تجھے طلاق ہے' تو اس صورت میں نکاح ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی' انتھی۔" مطلب یہ ہوا کہ جو شخص کسی عورت کو نکاح کرنے سے پہلے طلاق دے دے یعنی ابھی نکاح تو ہوا ہی نہیں ہے مگر پہلے ہی اس کو کہے کہ جب میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں جب نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)---- شرح سنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا عِتَاقَ اِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ وَلَا وِصَالَ فِيْ صِيَامٍ وَلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَلَا صَمْتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرنے سے پہلے طلاق نہیں ہے' غلام آزاد کرنا مگر ملک (ملکیت) کے بعد اور نہیں ہے وصال روزے میں اور نہیں ہے یتیمی بلغ ہو جانے کے بعد اور نہیں ہے رضاع بعد دودھ چھوڑانے کے اور نہیں ہے چپ رہنا ایک دن کا رات تک۔

(حدیث نمبر ۲)---- مسئلہ نمبر ۷۵ میں آگے آئے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنے سے پہلے اگر طلاق دے دی جائے تو وہ طلاق نکاح کرنے کے بعد واقع نہیں ہو گی' خواہ معلق ہو خواہ غیر معلق ہو۔ اس میں مطلق جنس طلاق کی نفی کر دی گئی ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب النکاح شرح باب الخلع والطلاق ج۔۱' ص۔۲۸۴ (سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

(۲) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الخلع والطلاق ج۔۲' ص۔۹۷۸' حدیث۔۳۲۸۱

کفایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے : رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ خَطَبَ امْرَأَۃً فَاَبٰی اَوْلِیَآءُ ھَا اَنْ یَّتَزَوَّجَھَا مِنْہُ فَقَالَ اِنْ نَکَحْتُھَا فَھِیَ طَالِقٌ ثَلٰثًا فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّکَاحِ۔ "عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کے سرپرستوں نے انکار کیا۔ پس اس نے کہا کہ اگر میں اس کے ساتھ نکاح کروں تو اسے طلاق ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔" پس اس حدیث کا سیاق سب تاویلات کو باطل کر دیتا ہے۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے نفی اختیار مراد ہے یعنی نکاح سے پہلے طلاق کا اختیار نہیں ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ جب اس کو طلاق کا اختیار ہی نہ ہو تو اب پھر اگر طلاق دے گا تو طلاق واقع ہی نہیں ہو گی' وھو مراد۔ پس اس تاویل سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مسئلہ نمبر ۷۵ انسان جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر ماننا

لمعات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : لَوْ قَالَ لِلّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اُعْتِقَ ھٰذَا الْعَبْدَ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ مِلْکِہٖ وَقْتَ النَّذْرِ حَتّٰی لَوْ مَلَکَ بَعْدَ ذٰلِکَ یُعْتَقُ۔ یعنی یہ عبارت حنفیہ کی دلیل ہے اس پر کہ "اگر کوئی شخص اس طرح نذر مانے کہ اللہ کے لیے اس غلام کو میں آزاد کر دوں گا اور وہ غلام اس وقت اس کی ملک میں نہ ہو تو اس کے بعد جب کبھی وہ شخص اس غلام کا مالک ہو گا' اسی وقت وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔" اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)—— ابو داؤد اور ترمذی میں عمرو بن شعیب سے روایت ہے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے' وہ اس کے دادا سے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا نَذْرَ لِابْنِ اٰدَمَ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ وَلَا عِتْقَ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ وَلَا طَلَاقَ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے لیے اس چیز کی نذر ماننا جائز نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو اور جس چیز کا وہ مالک نہ ہو اسے آزاد کرنا درست نہیں اور نہ اس کو طلاق دینا ہی درست ہے جو اس کی ملک میں نہ ہو۔

(حدیث نمبر ۲)—— وہ ہے جو پہلے مسئلہ میں مذکور ہوئی ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ جو چیز اپنی ملک میں نہ ہو اس چیز میں نذر صحیح اور منعقد نہیں ہوتی ہے اور جبکہ نذر ماننے کے وقت ہی اس کی یہ نذر صحیح اور منعقد نہ ہوئی اور اسی وقت ہی باطل ٹھہری تو پھر جب کبھی وہ مالک ہو گا' اس وقت اس کی یہ نذر کیسے جاری ہو سکے گی۔ وہ نذر تو اسی وقت ہی باطل ہو چکی۔ اب ایک مدت کے بعد وہ معدوم چیز پھر کیسے موجود ہو گئی۔ نیز اس نذر کا مدت کے بعد جاری ہونا فرع ہے' اس کی کہ نذر ماننے کے وقت وہ نذر صحیح اور منعقد ہو چکی ہے اور جب یہ نذر اسی وقت منعقد ہو چکی ہے تو اب بعینہ اسی غلام کا آزاد کرنا اسی وقت اس پر واجب ہو گیا۔ پس اب اس پر لازم ہو گیا کہ اس غلام کو خرید کر اسی وقت آزاد کرے' خواہ اس کے خریدنے کی استطاعت ہو یا نہ ہو۔ اندریں صورت یہ حدیث محض مہمل ہو جائے گی۔ اس کا مصداق کوئی چیز باقی نہیں رہے گی اور نہ اس کا کوئی معنی بن سکے گا۔

---

[1] ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی الطلاق قبل النکاح ج-۲' ص-۶۴۰' حدیث-۲۱۹۰ (حسن) مطبوعہ دار الحدیث حمص سوریا۔

مسئلہ نمبر ۷۶ حلالہ کرنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوْهٌ فَاِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ وَطْئِهَا حَلَّتْ لِلْاَوَّلِ لِوُجُوْدِ الدُّخُوْلِ فِيْ نِكَاحٍ صَحِيْحٍ اِذِ النِّكَاحُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ۔ [1] "مگر کوئی شخص کسی عورت سے تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن مکروہ ہے۔ اگر وہ اس کے ساتھ مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے تو پہلے آدمی کے لیے (جو اس عورت کو طلاق دے چکا ہے) وہ حلال ہو جاتی ہے کیونکہ دوران نکاح وہ اس عورت سے صحبت کر چکا ہے اور شرط نکاح کو باطل نہیں کرتی۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہو وہ حلالہ نکالنے کے لیے کسی دوسرے آدمی کو کہے کہ تو اس عورت کے ساتھ نکاح کر لے' اس شرط پر کہ تو اس کو میرے لیے حلال کر دے یا وہ شخص خود اس عورت کو کہے کہ میں تیرے ساتھ اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تیرے ساتھ ایک مرتبہ جماع کر کے تجھ کو طلاق دے دوں گا تاکہ تو اپنے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔ تو اس صورت میں وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں اگر جماع کر کے اسے طلاق دے دے تو پہلے خاوند پر وہ عورت حلال ہو جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو خلاف حدیث ہے۔ سنن دارمی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔ ورواه ابن ماجه من علي وابن عباس وعقبة بن عامر۔ [2]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے حلال کرنے والے پر اور اس پر کہ جس کے لیے عورت حلال کی گئی۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی علی ابن عباس اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ایسی عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی ہے' نہ حلالہ نکالنے والے کا نکاح ہی صحیح ہوتا ہے۔ اول اس وجہ سے کہ یہ نکاح بمنزلہ نکاح مؤقت ہے اور نکاح مؤقت باطل ہوتا ہے۔ پس یہ بھی باطل ہو جائے گا جیسے ابویوسف بھی کہتے ہیں۔ دوم اس وجہ سے کہ اگر یہ نکاح صحیح ہوتا تو پھر اس پر لعنت کرنے کے کوئی معنی نہ تھے اور نیز حلال کرنے والے پر لعنت وارد کیوں ہوتی۔ اس لیے کہ لعنت تو اس کام کے حرام اور ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے :

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔

رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے میت پر بین کرنے والی عورت پر اور سننے والے پر۔

اور تیسری حدیث میں ہے :

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبٰو وَمُوْكِلَهٗ الحديث۔

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے۔

اور چوتھی حدیث ہے :

---

(1) هداية كتاب الطلاق باب الرجعة ج۔۲' ص۔۴۰۰

(2) نيل الاوطار كتاب النكاح باب نكاح المحلل ج۔۶' ص۔۱۳۸

لَعَنَ اللّٰہُ الْخَمْرَ وَعَاصِرَھَا وَمُعْتَصِرَھَا الحدیث۔ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر، اس کے نچوڑنے والے پر اور جس کے لیے اسے نچوڑا جائے۔

وعلیٰ ھذا القیاس، اسی قسم کی اور بہت احادیث ہیں پس اگر لعنت پڑنے سے وہ فعل حلال رہتا ہے تو پھر یہ فعل بھی سب حلال رہیں گے حالانکہ یہ سب کام حرام اور ناجائز ہیں اور جب سرے سے یہ نکاح ہی جائز نہ ہوا تو پھر پہلے خاوند پر اس کو حلال کر دینا بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے لیکن پہلے خاوند پر وہ عورت حلال نہیں ہوتی ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے: وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّہٗ یَصِحُّ النِّکَاحُ لِمَا بَیَّنَّا وَلاَ یَحِلُّھَا عَلَی الْاَوَّلِ لِاَنَّہٗ اسْتَعْجَلَ مَا اَخَّرَہُ الشَّرْعُ فَیُجَازٰی بِمَنْعِ مَقْصُوْدِہٖ کَمَا فِیْ قَتْلِ الْمُوَرِّثِ اِنْتَھٰی۔[1] یعنی اس لیے کہ اس نے جلدی طلب کی وہ چیز کہ جس کو شرع نے موخر کر دیا تھا۔ پس اس کی سزا یہی ہے کہ اپنے مقصود سے اسے روک دیا جائے (یعنی اس پر حلال نہ کی جائے) جیسے کہ مورث کے قتل کرنے میں اس کا وارث محروم ہو جاتا ہے۔

اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ لعنت سے مراد حقیقی لعنت نہیں بلکہ اس سے مراد خساست ہے یعنی یہ کام خسیس ہے۔

جواب: لعنت سے خساست مراد لینا ظاہر حدیث کے سراسر خلاف ہے اور کسی لغت اور عرف میں لعنت کا حقیقی معنی کے سوا کوئی معنی نہیں آیا ہے اور نیز جن احادیث میں لعنت کا لفظ آیا ہے یا قرآن مجید میں جہاں وارد ہوا ہے کیا اس جگہ یہی مراد لی جائے گی۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

بعض کہتے ہیں کہ زبان سے کہے تو گناہ ہے اور اگر زبان سے نہ کہے فقط دل میں نیت کر لے تو اسے کچھ گناہ نہیں ہے بلکہ اس کو ثواب ہوتا ہے۔

جواب: یہ بات بھی محض غلط اور فاسد الخیال ہے۔ اس لیے کہ اگر حلال کرنے والا اس نیت سے نکاح کرے گا کہ میں اس کو پہلے خاوند کے لیے حلال کر دوں تو پھر یہ تو بعینہٖ وہی بات ہے جس پر لعنت وارد ہوئی۔ یہ تو ایک ہی بات ہے، خواہ زبان سے کہے یا دل سے نیت کرلے، وہ بیشک ملعون ہے اور اگر دونوں میں سے کسی کی بھی یہ نیت نہیں ہے اور نہ کسی نے زبان سے کہا ہے تو پھر یہ بالاتفاق حلال ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ اس کو اس حدیث سے کچھ علاقہ ہے پھر اس حدیث کا مصداق کیا ہوا؟

بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو محلل فرمایا ہے۔ اگر لعنت تھی تو پھر اس کو حلال کرنے والا کیوں فرمایا؟

جواب: اس کو محلل بطور حقیقت کے نہیں کہا گیا ہے بلکہ بطور تشبیہہ اور مماثلت کے اس کو محلل کہا گیا ہے۔ اگر حقیقی طور پر وہ یہاں محلل ہوتا تو پھر اس پر لعنت کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔

مسئلہ نمبر ۷۷ عورت کو عدت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلاَ یَجُوْزُ لِلْمُطَلَّقَۃِ الرَّجْعِیَّۃِ وَالْمَبْتُوْتَۃِ الْخُرُوْجُ مِنْ بَیْتِھَا لَیْلاً وَّلاَ نَھَارًا۔[2] "جس عورت

---

(۱) ھدایۃ کتاب الطلاق باب الرجعۃ ج۔۲، ص۔۴۰۰

(۲) ھدایۃ کتاب الطلاق باب العدۃ ج۔۲، ص۔۴۲۸

کو طلاق رجعی یا بائن ملی ہو' اس کے لیے عدت میں اپنے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے' نہ رات کو اور نہ دن کو۔" اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِيْ ثَلٰثًا فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَعَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا۔[1]

انہوں نے کہا کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دے دی گئیں۔ اس نے ارادہ کیا کہ جا کر اپنی کھجوروں کو کاٹے تو اسے ایک آدمی نے باہر نکلنے سے سختی سے منع کیا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں (اور آپ کو ساری بات بتائی) آپ نے فرمایا تو کیوں نہیں جا سکتی؟ جا اور اپنی کھجوروں کو کاٹ' ہو سکتا ہے کہ تو صدقہ کرے یا اور کوئی اچھا کام۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ لِخُرُوْجِ الْمُعْتَدَةِ الْبَآئِنِ لِلْحَاجَةِ وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالثَّوْرِيِّ وَاللَّيْثِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاٰخَرِيْنَ جَوَازُ خُرُوْجِهَا فِي النَّهَارِ لِلْحَاجَةِ اِنْتَهٰى۔[2] "اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق بائن والی عورت عدت کے دوران اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر جا سکتی ہے اور یہی مذہب امام مالک' ثوری' لیث' شافعی اور امام احمد کا ہے۔ البتہ بعض دوسرے ائمہ حاجت کے تحت صرف دن کو باہر نکلنا جائز قرار دیتے ہیں۔"

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو سند کے طور پر یہ آیت لاتے ہیں : وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ۔ (الطلاق۔۱) "اور نہ نکالو ان کو اپنے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں۔"

جواب: یہ آیت عام ہے حاجت اور غیر حاجت کو شامل ہے۔ پس یہ حدیث اس کی مخصص ہو جائے گی اور عام کی مخصص خبر واحد کے ساتھ ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک جائز ہے' کمامر سابقًا۔ پس اس آیت کا معنی یہ ہو گا کہ حاجت کے بغیر نہ نکلیں۔ نیز اس حدیث کی تخصیص قطعی دلیل کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اس کا مخصص حرف استثنا اس کے متصل ہے۔ خود قرآن مجید میں موجود ہے : اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ لہٰذا اب اس کی تخصیص بالاتفاق جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸ عورت دوران عدت رنگین کپڑا نہ پہنے

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے : وَلَا تَلْبَسُ الْعَصَبَ عِنْدَنَا۔[3] "ہمارے نزدیک عورت دوران عدت عصب کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔" مطلب یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے تو اس کے لیے عدت میں عصب کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ یہ عصب ایک قسم کا درخت ہوتا ہے۔ اس سے کپڑے رنگا کرتے ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب جواز خروج المعتدة البائن والمتوفی ج۔۹' ص۔۳۴۷' حدیث۔۳۷۰۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب جواز خروج المعتدة البائن والمتوفی ج۔۹' ص۔۳۴۷' شرح حدیث۔۳۷۰۵

(۳) ھدایۃ' فتح القدیر حاشیہ' مشکوٰۃ حاشیہ باب العدة۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَحِدُّ امْرَأَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔ [1]

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ سوگ کرے کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ' سوائے اپنے خاوند کے۔ اس پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے اور عصب میں رنگے ہوئے کپڑے کے سوا کوئی رنگ دار کپڑا نہ پہنے اور نہ آنکھ میں سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے مگر جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا خوشبو قسط یا اظفار سے استعمال کرے' انتہی۔

قسط اور اظفار ایک قسم کی خوشبو ہے جو بہت چیزوں سے مرکب ہوتی ہے۔ عورتیں اس کو اکثر حیض کے بعد غسل کرنے میں استعمال کرتی ہیں تاکہ خون حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کے لیے اپنے خاوند کی عدت میں عصب سے رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹　اگر کسی غلام میں دو مالک شریک ہوں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيْكَيْنِ فَاَعْتَقَ اَحَدُهُمَا نَصِيْبَهُ عُتِقَ فَاِنْ كَانَ مُوْسِرًا فَشَرِيْكُهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَآءَ اَعْتَقَ وَاِنْ شَآءَ ضَمِنَ شَرِيْكَهُ قِيْمَةَ نَصِيْبِهِ وَاِنْ شَآءَ اِسْتَسْعَى الْعَبْدَ [2] "جب کوئی غلام دو شریکوں کا ہو اور دونوں میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ پس اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس کا شریک مختار ہے خواہ آزاد کر دے اپنا حصہ اور خواہ اس کا شریک اس کے حصے کی قیمت کا ضامن ہو اور خواہ غلام سے محنت کروا کے اپنے حصے کی قیمت وصول کر لے۔" یہ عبارت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر آزاد کرنے والا دولت مند ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے' خواہ اپنا حصہ آزاد کر دے خواہ اس کی قیمت وصول کر لے۔ خواہ غلام سے محنت کروا کے اپنے حصہ کی قیمت وصول کر لے۔ تینوں کاموں کا اسے اختیار ہے' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) —— صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ وَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاُعْطِيَ شُرَكَآءُهُ حِصَصَهُمْ وَعُتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عُتِقَ مِنْهُ مَا عُتِقَ۔ [3]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے حصہ کو (جو کسی غلام میں) آزاد کر دے اور اس کے پاس اس قدر مال ہو جو غلام کی تمام قیمت کو پہنچے تو اس غلام کی انصاف سے اس پر قیمت ڈالی جائے پھر اس کے شریکوں کو ان کے حصوں کی قیمت دے دی جائے اور تمام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو تو فقط اسی کا جو حصہ ہو گا وہی آزاد ہو گا۔

(حدیث نمبر ۲) —— صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

---

(۱) مشکوۃ کتاب النکاح باب العدۃ ج۔۲' ص۔۹۹۵' حدیث۔۳۳۳۱

(۲) ھدایۃ کتاب العتاق باب العبد یعتق بعضہ ج۔۲' ص۔۴۵۷

(۳) مشکوۃ کتاب العتق باب العتاق العبد ج۔۲' ص۔۱۰۱۳' حدیث۔۳۳۸۸

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا فِيْ عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهٗ اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مَالٌ اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ۔ [1]

نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مشترک غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو تمام غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے مزدوری کروائی جائے درآں حالیکہ اس پر سخت مشقت کا کام عائد نہ کیا جائے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ معتق کے غنی اور مالدار ہونے کی حالت میں دوسرے شریکوں کا کچھ اختیار باقی نہیں رہتا ہے۔ فقط اسی ایک امر کا ان کو اختیار باقی رہتا ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی قیمت وصول کرلیں۔ اس حالت میں شریک کو اپنا حصہ آزاد کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اپنا حصہ اس وقت آزاد کرنا محض لغو اور بے فائدہ ہے۔ اس لیے کہ غنی ہونے کی حالت میں تو پہلے ہی غلام کل آزاد ہو چکا ہے پھر شریک کا اپنا حصہ آزاد کرنا محض لغو ہے۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے : اَمَّا نَصِيْبُ الشَّرِيْكِ فَاخْتَلَفُوْا فِيْ حُكْمِهٖ اِذَا كَانَ الْمُعْتِقُ مُوْسِرًا عَلٰى سِتَّةِ مَذَاهِبَ اَحَدُهَا وَهُوَ الصَّحِيْحُ فِيْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَبِهٖ قَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَالْاَوْزَاعِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَاَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاِسْحَاقُ وَبَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّهٗ عُتِقَ بِنَفْسِ الْاِعْتَاقِ وَيُقَوَّمُ عَلَيْهِ نَصِيْبُ شَرِيْكِهٖ بِقِيْمَتِهٖ يَوْمَ الْاِعْتَاقِ وَيَكُوْنُ وَلَاءُ جَمِيْعِهٖ لِلْمُعْتِقِ وَحُكْمُهٗ مِنْ حِيْنِ الْاِعْتَاقِ حُكْمُ الْاَحْرَارِ فِي الْمِيْرَاثِ وَغَيْرِهٖ وَلَيْسَ لِلشَّرِيْكِ اِلَّا الْمُطَالَبَةُ بِقِيْمَةِ نَصِيْبِهٖ كَمَا لَوْ قَتَلَهٗ ثُمَّ قَالَ وَلَوْ اَعْتَقَ الشَّرِيْكُ نَصِيْبَهٗ بَعْدَ اِعْتَاقِ الْاَوَّلِ نَصِيْبَهٗ كَانَ اِعْتَاقُهٗ لَغْوًا لِاَنَّهٗ قَدْ صَارَ كُلُّهٗ حُرًّا اِنْتَهٰى۔ [2] "شریک کے حصے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اگر آزاد کرنے والا غنی ہو' اس ضمن میں چھ مذاہب ہیں۔ ایک مذہب جو شافعی کا صحیح مذہب ہے اور جس کے قائل ہیں ابن شبرمہ' اوزاعی' ابن ابی لیلیٰ' ابو یوسف' محمد ابن الحسن' احمد بن حنبل' اسحاق اور بعض مالکیہ کا یہ ہے کہ وہ غلام نفس عتق کے ساتھ ہی سارے کا سارا آزاد ہو جاتا ہے اور اس پر شریک کے حصہ کی قیمت ادا کرنا لازم ہے جو آزاد کرنے کے دن اس کی قیمت ہو اور آزاد کرنے کے وقت سے اس کی حیثیت ورثہ وغیرہ میں آزاد مردوں جیسی ہوگی اور شریک کے لیے کسی قسم کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ سوائے اپنے حصے کی قیمت طلب کرنے کے جیسے کہ اگر قتل کرڈالے اس کو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ بعد ازاں امام نووی نے لکھا ہے کہ اگر شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا پہلے آدمی کے آزاد کرنے کے بعد اس کا آزاد کرنا بالکل لغو اور بیکار ہوگا اس لیے کہ وہ غلام تو پہلے ہی تمام آزاد ہو چکا ہے' انتہٰی۔"

پھر سب مذاہب بیان کرنے کے بعد امام نووی نے لکھا ہے : وَالْاَقْوَالُ الثَّلٰثَةُ قَبْلَهٗ فَاسِدَةٌ مُخَالِفَةٌ لِصَرِيْحِ الْاَحَادِيْثِ فَهِيَ مَرْدُوْدَةٌ عَلٰى قَائِلِيْهَا۔ [3] "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے اقوال سب فاسد اور باطل ہیں' مخالف ہیں صریح احادیث کے۔ لہٰذا وہ ان کے قائلین کی طرف ہی لوٹا دیئے جائیں گے' انتہٰی۔"

- اسی طرح غنا کی حالت میں غلام سے مزدوری کروانا بھی حدیث کے مخالف ہے۔ اس لیے کہ اس حالت میں رسول اللہ

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب العتق باب اعتاق العبد ج۔۲' ص۔۱۰۱۳' حدیث۔۳۳۹۸

(۲) صحیح مسلم کتاب العتق باب ذکر سعایة العبد ج۔۱۰' ص۔۳۷۷' شرح حدیث۔۳۷۵۲

(۳) صحیح مسلم کتاب العتق باب ذکر سعایة العبد ج۔۱۰' ص۔۳۷۷' شرح حدیث۔۳۷۵۲

ﷺ نے غلام پر اس کے حصہ کی قیمت ادا کرنا لازم نہیں ٹھہرایا بلکہ اس کے حصہ کی قیمت آزاد کرنے والے پر ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے اور اسی طرح پر اس معتق کی قیمت ادا کردہ شدہ کا غلام پر واجب کرنا بھی اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث اس سے ساکت ہے۔ وَالسَّكُوْتُ فِيْ مَعْرِضِ الْبَيَانِ بَيَانٌ۔

مسئلہ نمبر ۸۰ زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَجُوْزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيْوَانِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ۔[۱] "ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف کے نزدیک زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز ہے۔" یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو شرح سنہ میں سعید بن مسیب سے مرسلاً روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيْوَانِ قَالَ سَعِيْدٌ كَانَ مِنْ مَيْسَرِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ۔[۲]

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ یہ ارباب جاہلیت کا جوا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ گوشت کے ساتھ زندہ جانور کا بیچنا مطلقاً منع ہے۔ خواہ دست بدست ہو خواہ ادھار ہو۔ اس حدیث مطلق کو ادھار کے ساتھ مقید کرنا محض خیال فاسد اور قول باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱ ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز نہیں

مرقات اور لمعات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز نہیں۔[۳] اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے مگر یہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ جَآءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرْ اَنَّهٗ عَبْدٌ فَجَآءَ سَيِّدُهٗ يُرِيْدُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِعْنِيْهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ اَسْوَدَيْنِ وَلَمْ يُبَايِعْ اَحَدًا بَعْدَهٗ حَتّٰى يَسْاَلَهٗ اَعَبْدٌ هُوَ۔[۴]

انہوں نے کہا کہ ایک غلام آیا اور اس نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت کی بیعت کی اور رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ ہوا کہ یہ غلام ہے۔ بعد ازاں اس کا مالک آیا تو نبی ﷺ نے اسے کہا کہ اس کو میرے پاس بیچ ڈال۔ پس آپ نے اس کے بدلے دو سیاہ غلام دے کر اس کو خرید لیا اور آپ اس کے بعد کسی سے بیعت نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ پوچھ لیتے کہ وہ غلام تو نہیں؟ ☆

---

(۱) ھدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو ج۔۳، ص۔۸۲

(۲) مشکٰوۃ کتاب البیوع باب الربا ج۔۲، ص۔۸۵۸، حدیث۔۲۸۲۱

(۳) مرقاۃ شرح مشکٰوۃ باب الربا۔

(۴) صحیح مسلم کتاب البیوع باب جواز اقتراض الحیوان واستحباب ج۔۱۱، ص۔۳۰، حدیث۔۴۰۸۹ ومشکٰوۃ کتاب البیوع باب الرباء ج۔۲، ص۔۸۵۷، حدیث۔۲۸۱۵

☆ رسول اللہ ﷺ کے عالم غیب ہونے کے دعویٰ کی نفی ہو گئی۔

(حدیث نمبر ۲) --- ابوداؤد میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَهُ اَنْ یُجَهِّزَ جَیْشًا فَنَفِدَتِ الْاِبِلُ فَاَمَرَهُ اَنْ یَّاْخُذَ عَلٰی قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ فَکَانَ یَاْخُذُ الْبَعِیْرَ بِالْبَعِیْرَیْنِ اِلٰی اِبِلِ الصَّدَقَةِ۔ [1]

تحقیق نبی ﷺ نے اس کو لشکر تیار کرنے کا حکم دیا لیکن اونٹ کم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ صدقے کے جوان اونٹ حاصل کر لو۔ پس وہ صدقہ کے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ لیتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک جاندار کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز ہے۔ خواہ دست بدست ہو یا ادھار اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہی مذہب امام شافعی اور جمہور علماء کا ہے' انتھٰی۔

حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلے ادھار بیچنا منع فرمایا ہے۔

جواب: یہ حدیث مرسل ہے اور وہ حجت نہیں' کمامر۔ اور بغرض صحت اس حدیث میں نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے' تحریمی نہیں ہے تاکہ سب احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ فَاِنَّ الْاَعْمَالَ بِالدَّلِیْلَیْنِ وَاجِبٌ مَا اَمْکَنَ کَمَا مَرَّ۔ یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں طرف سے ادھار ہو تو منع ہے اور اگر ایک طرف سے ہو جیسے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوا ہے تو یہ جائز ہے۔

بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ دو حیوانوں کو ایک حیوان کے بدلے بیچنا ابتداء اسلام میں جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

جواب: دعویٰ نسخ باطل ہے' ان وجوہات کی بنا پر جو مسئلہ اولیٰ میں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی ابتدائے اسلام میں ممانعت کا حکم تھا' بعد ازاں منسوخ ہو گیا اور ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز ہو گیا فَمَا هُوَ جَوَابُکُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

مسئلہ نمبر ۸۲ حیوان کو بطور قرض لینا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَا یَجُوْزُ السَّلَمُ فِی الْحَیَوَانِ۔ [2] "حیوان کو بطور قرض لینا جائز نہیں۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَکْرًا فَجَآءَتْهُ اِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَکْرَهُ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ

ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض لیا پھر جب آپ کے پاس صدقے کے اونٹ آئے تو ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اس آدمی کا اونٹ ادا کر دوں۔ پس میں نے عرض کی کہ میں

---

(۱) ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الرخصة ج۔۳' ص۔۶۵۲' حدیث۔۳۳۵۷ ومشکوٰة کتاب البیوع باب الربا ج۔۲' ص۔۸۵۸' حدیث۔۲۸۲۳ (ضعیف) نوٹ-- ابوداؤد میں ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام کے بدلے دو غلام خریدے۔ (انظر صحیح ابوداؤد کتاب البیوع ج۔۲' ص۔۳۴۱' حدیث۔۳۳۵۸)

(۲) ھدایة کتاب البیوع باب السلم ج۔۳' ص۔۹۳

إِلاَّ جَمَلاً خِيَارًا رُبَاعِيًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَعْطِهِ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَآءً۔ (۱)

نہیں پاتا ہوں مگر عمدہ اونٹ جس کے اگلے چار دانت اُگ چکے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی اونٹ اس کو دے دے کیونکہ سب سے اچھا آدمی ہے جو کہ قرض اچھی طرح ادا کرتا ہے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَفِيْهِ جَوَازُ اقْتِرَاضِ الْحَيَوَانِ وَفِيْهِ ثَلاَثَةُ مَذَاهِب وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ اَنَّهُ يَجُوْزُ قَرْضُ جَمِيْعِ الْحَيَوَانِ وَمَذْهَبُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لاَ يَجُوْزُ قَرْضُ الشَّيْئِ ءِ مِنَ الْحَيَوَانِ وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ وَلاَ تُقْبَلُ دَعْوٰهُمُ النَّسْخَ بِغَيْرِ دَلِيْلٍ۔ (۲) "اس حدیث سے حیوان کو بطور قرض لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ امام شافعی' امام مالک اور جمہور علماء سلف و خلف رحمہم اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ تمام حیوانات کو قرض لینا جائز ہے۔ لیکن ان کے برعکس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ کسی حیوان کو بھی قرض کے طور پر لینا جائز نہیں۔ مگر یہ احادیث مسلک احناف کی تردید کرتی ہیں۔ اور اگر احناف ان احادیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کریں تو بغیر دلیل ان کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا' انتہیٰ۔" پس ثابت ہوگیا کہ حیوان کا قرض لینا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳ مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالذِّمِّيِّ۔ (۳) "مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے۔" اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری میں ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَئَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْئٌ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلاَّ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اِلاَّ فَهْمًا يُّعْطٰى رَجُلٌ فِيْ كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ مَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لاَّ يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔ (۴)

انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ کوئی چیز ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جاندار کو پیدا کیا۔ ہمارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی چیز نہیں سوائے فہم و تدبر کے جو کتاب الٰہی کے سلسلہ میں ہمیں حاصل ہے۔ یا پھر وہ چیز ہے جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے کہا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیت کا بیان' اسیر کی رہائی اور یہ بات کہ مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب البیوع باب من استسلف شیئًا فقطٰی خیرًا منه ج-۱۱' ص-۳۷' حدیث-۴۰۸۳ ومشکٰوة کتاب البیوع باب الافلاس والانظار ج-۲' ص-۸۷۸' حدیث-۲۹۰۵

(۲) صحیح مسلم کتاب البیوع باب من استسلف شیئًا فقطٰی خیرًا منه ج-۱۱' ص-۳۸' شرح حدیث-۴۰۸۳' ۴۰۸۸

(۳) هدایة ج-۴' ص-۵۷۳

(۴) مشکٰوة کتاب القصاص ج-۲' ص-۱۰۳۰' حدیث-۳۴۷۱

(حدیث نمبر ۲) --- ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَآءَ هُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ۔ (۱)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کا ادنیٰ بھی کسی کو امان دے تو اسے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کا بعید ترین سپاہی بھی (مال غنیمت وغیرہ بڑے لشکر کو) لوٹا دیتا ہے۔ وہ دشمن کے مقابلے میں بالکل متحد ہوتے ہیں۔ خبردار سنو کسی کافر کے بدلے میں کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور نہ کسی ذمی کو قتل کیا جائے' اس کے عہد ذمہ میں۔

(حدیث نمبر ۳) --- ابوداؤد میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا وَذَكَرَ فِيْهِ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ الْحَدِيْثَ۔ (۲)

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا پھر بڑی طویل حدیث بیان کی اور اسی میں ذکر کیا کہ نہ قتل کیا جائے مومن کسی کافر کے بدلے اور کافر کی دیت آدھی ہے مسلمان کی دیت سے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمان کافر کا خون کر ڈالے تو مسلمان کو اس کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے۔ خواہ کافر ذمی ہو یا حربی ہو۔ چنانچہ مرقات اور لمعات میں لکھا ہے : وَاَنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِكَافِرٍ سَوَآءٌ كَانَ ذِمِّيًّا اَوْ حَرْبِيًّا وَهُوَ مَذْهَبُ كَثِيْرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَهُوَ مَذْهَبُ الْاَئِمَّةِ الثَّلٰثَةِ۔ (۳) "نہ قتل کیا جائے مسلمان کافر کے بدلے' خواہ ذمی ہو یا حربی ہو اور یہی مذہب ہے بہت سے صحابہ اور تابعین اور بعد کے علماء کا اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا۔"

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ بطور سند یہ حدیث لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کو ذمی کے قصاص میں قتل کیا ہے۔

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے : وَاُجِيْبَ عَنْهُ بِاَنَّهٗ مُرْسَلٌ وَلَا تَثْبُتُ بِمِثْلِهٖ حُجَّةٌ وَبِاَنَّ ابْنَ الْبَيْلَمَانِيِّ الْمَذْكُوْرَ ضَعِيْفٌ لَا تَقُوْمُ بِهٖ حُجَّةٌ اِذَا وَصَلَ الْحَدِيْثَ فَكَيْفَ اِذْ اَرْسَلَهٗ كَمَا قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدِ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ بِمُسْنَدٍ وَلَا يُجْعَلُ مِثْلُهٗ اِمَامًا تُسْفَكُ بِهٖ دِمَآءُ الْمُسْلِمِيْنَ اِنْتَهٰى۔ (۴) "اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ایسی حدیث حجت نہیں بن سکتی اور بیلمانی (جس کا حدیث کی سند میں ذکر ہے) ضعیف ہے۔ اس کی وجہ سے یہ حدیث متصل بھی ہو تو قابل

---

(۱) ابوداؤد کتاب الدیات باب ایقاد المسلم بالکافر ج-۴' ص-۶۶۶' حدیث-۴۵۳۰ ومشکوٰۃ کتاب القصاص فصل ثانی ج-۲' ص-۱۰۳۳' حدیث-۳۴۷۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب الدیات ج-۲' ص-۱۰۳۸' حدیث-۳۴۹۶ (حسن)

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حاشیہ کتاب القصاص۔

(۴) نیل الاوطار کتاب الدماء باب ماجاء لا یقتل مسلم بکافر ج-۷' ص-۱۲

حجت نہیں لیکن اگر مرسل ہو پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام دار قطنی نے کہا ہے۔ ابو عبید القاسم بن سلام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں۔ اور نہ ایسی حدیث کی پیروی کی جا سکتی ہے کہ اس کے مطابق مسلمانوں کے خون بہانے شروع کر دیئے جائیں' انتھی۔"

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذمی کافر کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اب جب ذمی کا قتل کرنا جائز نہ ہوا تو اس کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

جواب: رسول اللہ ﷺ نے بیشک ذمی کافر کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اگر مسلمان اس کو بالفرض کسی وجہ سے قتل کر ڈالے تو مسلمان کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے۔ اس کے قتل کی ممانعت اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتی کہ مسلمان کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے۔ غایت درجہ یہ ہے کہ اس کے قتل کرنے میں گناہ ہوگا' سو وہ موجب قصاص نہیں ہو سکتا۔ خاص کر احادیث مذکورہ کا عموم صریح قرینہ ہے' اس پر کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے خواہ کافر حربی ہو یا ذمی ہو۔ پس ان احادیث سے مراد ہر کافر ہے خواہ ذمی ہو یا حربی ہو۔ علاوہ ازیں بعض حنفیہ اور بھی تاویلیں کرتے ہیں مگر سب کمزور اور بے بنیاد ہیں۔ كَمَا بَسَطَهُ الشَّوْكَانِيُّ فِي نَيْلِ الْأَوْطَارِ۔

مسئلہ نمبر ۸۴　　گوہ حرام ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُكْرَهُ أَكْلُ الضَّبِّ۔ (۱) "گوہ کا کھانا مکروہ ہے۔" اور مرقات میں لکھا ہے کہ گوہ حرام ہے۔ (۲) اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلضَّبُّ لَسْتُ اٰكُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں گوہ کو نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کرتا ہوں۔

(حدیث نمبر ۲) ---- بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهٗ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهٗ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور وہ خالہ تھیں خالد رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی۔ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے گوہ بھنی ہوئی ہے' سو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے گوہ کو رسول اللہ ﷺ کے آگے بڑھایا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ گوہ سے اٹھا لیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ کیا گوہ حرام ہے؟

---

(۱) هداية كتاب الذبائح ج-۴' ص-۴۴۱

(۲) مرقاة شرح مشكوٰة حاشيه باب ما يحل اكله وما يحرم۔

(۳) صحيح مسلم كتاب الصيد والذبائح باب اباحة الضب ج-۱۳' ص-۹۸ ومشكوٰة كتاب الصيد والذبائح باب ما يحل اكله وما يحرم ج-۲' ص-۱۱۹۹' حديث-۴۱۱۰

اَحَرَامٌ الضَّبُّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا وَلٰکِنْ لَّمْ یَکُنْ بِاَرْضِ قَوْمِیْ فَاَجِدُنِیْ اَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَکَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْظُرُ اِلَیَّ وَلَمْ یَنْهَنِیْ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں نہیں ہوتی۔ اس لیے مجھے کراہت محسوس ہوتی ہے (یعنی میری طبیعت کو اس سے کراہت آتی ہے نہ کہ شرعاً مکروہ ہے) خالد رضی اللہ عنہ نے کہا تو میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کھالیا اور رسول اللہ ﷺ میری طرف دیکھ رہے تھے اور انہوں نے مجھے منع نہیں کیا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے :

کُلُوْا فَاِنَّهٗ حَلَالٌ وَلٰکِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ طَعَامِیْ۔ [2]

اسے کھالو یہ حلال ہے لیکن یہ میرا کھانا نہیں۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے :

وَاَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الضَّبَّ حَلَالٌ لَیْسَ بِمَکْرُوْهٍ وَمَآ اَظُنُّهٗ یَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ وَاِنْ صَحَّ عَنْ اَحَدٍ فَمَحْجُوْجٌ بِالنُّصُوْصِ وَاِجْمَاعِ مَنْ قَبْلَهٗ۔ [3]

تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ گوہ حلال ہے مکروہ نہیں ہے اور میں نہیں خیال کرتا کہ کسی ایک سے اس کا خلاف ثابت ہو اور اگر کسی سے اس کا خلاف ثابت ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ گوہ کی حلت نصوص اور سلف کے اجماع سے ثابت ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ بطور سند یہ حدیث لاتے ہیں جو ابو داؤد میں عبدالرحمان بن شبل سے روایت ہے :اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنْ اَکْلِ الضَّبِّ۔ "تحقیق نبی ﷺ نے گوہ کے کھانے سے منع کیا ہے۔"

جواب: اول تو اس کی صحت میں کلام ہے۔ اس کو امام خطابی ' ابن حزم ' بیہقی اور ابن جوزی نے ضعیف کہا ہے۔ قَالَ الْخَطَّابِیُّ لَیْسَ اِسْنَادُهٗ بِذٰلِکَ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِیْهِ ضُعَفَآءُ وَمَجْهُوْلُوْنَ وَقَالَ الْبَیْهَقِیُّ تَفَرَّدَ بِهٖ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَلَیْسَ بِحُجَّةٍ وَقَالَ ابْنُ جَوْزِیّ لَا یَصِحُّ اِنْتَهٰی کَذَا فِیْ نَیْلِ الْاَوْطَارِ۔ [4] لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں۔ دوم احتمال یہ ہے کہ اس حدیث میں نہی سے مراد نہی تنزیہی ہو نہ کہ تحریمی تاکہ سب احادیث میں موافقت پیدا ہو جائے۔ سوم یہ کہ فتح الباری میں لکھا ہے :حُمِلَ النَّهْیُ فِیْهِ عَلٰی اَوَّلِ الْحَالِ وَحُمِلَ الْاِذْنُ فِیْهِ عَلٰی ثَانِی الْحَالِ لِمَا عُلِمَ اَنَّ الْمَمْسُوْخَ لَا نَسْلَ لَهٗ۔ "نہی اول امر پر محمول ہو گی اور اذن آخر وقت پر محمول ہو گا۔ اس لیے کہ ممسوخ کی نسل باقی نہیں رہی ہے۔"

---

(1) صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳' ص-۱۰۰ ومشکوٰۃ کتاب الصید والذبائح باب ما یحل أکله وما یحرم ج-۲' ص-۱۲۰۰' حدیث-۴۱۱۱

(2) صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳' ص-۹۹' حدیث-۵۰۰۶

(3) صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳' ص-۹۸' شرح حدیث-۵۰۰۱' ۵۰۱۸

(4) نیل الاوطار کتاب الاطعمۃ والصید باب ماجاء فی الضب ج-۸' ص-۱۴۴

مسئلہ نمبر ۸۵　ناخن اور دانت سے ذبح کرنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَجُوْزُ الذَّبْحُ بِالظُّفْرِ وَالسِّنِّ إِذَا كَانَ مَنْزُوْعًا[۱] "ناخن اور دانت سے ذبح کرنا جائز ہے' اگر (وہ جسم سے) جدا کئے گئے ہوں۔" اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَاقُوا الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْهُ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشِ الْحَدِيْثَ۔[۲]

میں نے کہا یارسول اللہ تحقیق ہم کل دشمن کو ملنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ کیا ہم سرکنڈے کے ساتھ ذبح کرلیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز خون کو بہا دے اور اللہ کا نام ذکر کیا جائے پس کھا لے' سوا دانت اور ناخن کے اور میں تجھ کو اس کے متعلق حدیث بتلاؤں گا جہاں تک دانت کا تعلق ہے یہ تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دانت اور ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا مطلق جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ دانت جدا ہوا ہو یا نہ ہو بلکہ دانت کی تو ایسی علت رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہے جو کسی حال میں اس سے جدا نہیں ہو سکتی خواہ جدا ہو خواہ نہ ہو۔ اسی طرح مطلق ناخن کو رسول اللہ ﷺ نے حبشیوں کی چھری فرمایا ہے خواہ جدا ہو یا نہ ہو اور ناخن کے ساتھ بھی ذبح کرنا جائز نہیں خواہ ناخن جدا ہو یا نہ ہو' اس میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے : أَمَّا الظُّفُرُ فَيَدْخُلُ فِيْهِ ظُفُرُ الْآدَمِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ كُلِّ الْحَيَوَانَاتِ وَسَوَاءٌ الْمُتَّصِلُ أَوِ الْمُنْفَصِلُ الطَّاهِرُ وَالنَّجِسُ فَكُلُّهُ لَا تَجُوْزُ الذَّكٰوةُ بِهِ لِلْحَدِيْثِ وَأَمَّا السِّنُّ فَيَدْخُلُ فِيْهِ سِنُّ الْآدَمِيِّ وَغَيْرِهِ الطَّاهِرُ وَالنَّجِسُ وَالْمُتَّصِلُ وَالْمُنْفَصِلُ وَيَلْحَقُ بِهِ سَائِرُ الْعِظَامِ مِنْ كُلِّ الْحَيَوَانِ الْمُتَّصِلِ مِنْهَا وَالْمُنْفَصِلِ الطَّاهِرُ وَالنَّجِسُ فَكُلُّهُ لَا تَجُوْزُ الذَّكٰوةُ بِشَيْءٍ مِنْهُ وَبِهٰذَا قَالَ النَّخَعِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَاللَّيْثُ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَأَبُوْ ثَوْرٍ وَدَاوُدُ وَفُقَهَاءُ الْحَدِيْثِ وَجُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ۔[۳] "ناخن میں انسان اور تمام حیوانات کے ناخن شامل ہیں خواہ وہ جسم سے متصل ہوں یا الگ' پاک ہوں یا نجس' تمام قسم کے ناخنوں کے ساتھ اس حدیث کی رو سے ذبح کرنا ناجائز ہے۔ اور جہاں تک دانت کا تعلق ہے اس میں بھی انسان اور دوسرے جانداروں کے دانت داخل ہیں۔ خواہ یہ پاک ہوں یا ناپاک اور جسم سے متصل ہوں یا منفصل۔ نیز اس کے ساتھ ہی تمام ہڈیوں کا حکم بھی ملحق ہے۔ خواہ وہ ہڈیاں جسم سے متصل ہوں یا اس سے الگ ہوں' پاک ہوں یا ناپاک' ان تمام (دانتوں اور ہڈیوں) سے بھی کسی جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں۔ اور یہی قول امام نخعی' حسن بن صالح' لیث' احمد' اسحاق' ابوثور' داؤد اور فقہائے حدیث اور جمہور علماء رحمہم اللہ عنہم کا ہے' انتہی۔"

---

(۱) هداية كتاب الذبائح ج-۴' ص-۴۳۸

(۲) صحيح مسلم كتاب الاضاحي باب جواز الذبح بكل ما انهر الدم ج-۱۳' ص-۱۲۴' حديث-۵۰۶۵

(۳) صحيح مسلم كتاب الاضاحي تحت باب جواز الذبح بكل ما انهر الدم ج-۱۳' ص-۱۲۶' شرح حديث-۵۰۶۵

مسئلہ نمبر ۸۶ فقیر اور مسافر پر قربانی کرنا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَيْسَ عَلَى الْفَقِيْرِ وَالْمُسَافِرِ اُضْحِيَةٌ [۱] "فقیر اور مسافر پر قربانی کرنا جائز نہیں۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)—— صحیح مسلم میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ يَاثَوْبَانُ اَصْلِحْ لَحْمَ هٰذِهٖ فَلَمْ اَزَلْ اُطْعِمُهُ حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ۔ [۲]

اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو ذبح کیا پھر فرمایا اے ثوبان اس کا گوشت سنوار کر رکھ پس میں رسول اللہ ﷺ کو اس سے کھلاتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ میں تشریف لائے۔

(حدیث نمبر ۲)—— صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ [۳]

انہوں نے کہا کہ ہم قربانی کا گوشت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مدینہ تک جمع رکھتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مسافر پر بھی قربانی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی سفر میں کی اور اس کا گوشت مدینہ تک آپ کھاتے آئے اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سفر میں قربانی کیا کرتے تھے اور پھر قربانی کا گوشت مدینہ تک کھاتے چلے آتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم مدینہ تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کر رکھتے تھے۔ اگر سفر میں قربانی نہ کرتے تو پھر ان کی اس کلام کا کچھ معنی نہیں ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ سفر میں قربانی کیا کرتے تھے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَفِيْهِ اَنَّ الضَّحِيَّةَ مَشْرُوْعَةٌ لِلْمُسَافِرِ كَمَا هِيَ مَشْرُوْعَةٌ لِلْمُقِيْمِ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَبِهٖ قَالَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَآءِ۔ [۴] "یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قربانی مسافر کے لیے جائز اور مشروع ہے جیسے کہ مقیم کے لیے مشروع ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی کے جمہور علماء قائل ہیں' انتھی۔"

مسئلہ نمبر ۸۷ قاتل' مقتول کے اسباب کا حقدار نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَعِنْدَنَا لَا يَسْتَحِقُّ الْقَاتِلُ السَّلَبَ بِدُوْنِ التَّنْفِيْلِ۔ [۵] "ہمارے نزدیک قاتل مقتول کے اسباب کا اذن امام کے بغیر مستحق نہیں۔" یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب لڑائی سے پہلے امام خود یہ اذن عام دے

---

(۱) هداية كتاب الاضحية ج-۴' ص-۴۴۵

(۲) صحيح مسلم كتاب الاضاحى باب بيان ما كان من النهى ج-۱۳' ص-۱۳۴' حديث-۵۰۸۳

(۳) صحيح مسلم كتاب الاضاحى باب بيان ما كان من النهى ج-۱۳' ص-۱۳۳' حديث-۵۰۸۰

(۴) صحيح مسلم كتاب الاضاحى باب بيان ما كان من النهى ج-۱۳' ص-۱۳۵' شرح حديث-۵۰۸۳

(۵) كفايه حاشيه هداية-

دے کہ جو کسی کو قتل کرے۔ اس کا سب اسباب قاتل لے لے۔ اس اذن کے بعد جو کسی کافر کو قتل کرے وہ اس مقتول کے اسباب کا حقدار ہے اور اگر امام نے لڑائی سے پہلے یہ حکم عام نہیں دیا تو اس وقت قاتل مقتول کی کسی چیز کا حقدار نہیں ہے۔
اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان چار احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) ـــــ صحیح بخاری اور مسلم میں ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ عَلاَ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَآئِهِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَاَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلاً عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَالَكَ يَااَبَا قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَاَرْضِهِ مِنِّيْ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لاَ هَا اللّٰهِ إِذًا لاَ يَعْمَدُ اِلٰى اَسَدٍ مِنْ اُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَيُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ فَاَعْطِهِ فَاَعْطَانِيْهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاِنَّهُ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهُ فِي الْاِسْلَامِ۔ (۱)

انہوں نے کہا کہ جنگ حنین میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، سو جب ہم کافروں سے ملے تو مسلمانوں کو ابتداء" تھوڑی سی شکست ہو گئی۔ پس میں نے مشرکین میں سے ایک مرد کو دیکھا کہ ایک مسلمان پر غالب آگیا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے پیچھے سے مونڈھے پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ دی۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ ایسا کہ میں نے اس سے موت کی بو پائی پھر وہ مرگیا اور مجھ کو چھوڑ دیا، سو میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا حکم اللہ کا پھر سب لوگ پھر آئے (یعنی لڑائی سے) اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے، سو آپ نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے لیے اس پر گواہ ہو۔ پس اس کے لیے اس کا اسباب۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کون گواہی دے گا میرے لیے پھر میں بیٹھ گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کھڑے ہو کر فرمایا میں نے پھر کھڑے ہو کر کہا کون گواہی دیتا ہے میرے لیے پھر میں بیٹھ گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا پھر میں کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے اے اباقتادہ؟ میں نے آپ کو خبر دی۔ پس ایک آدمی نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہے اور اس کا اسباب میرے پاس ہے اور آپ میری طرف سے اس کو راضی کر دیں (یعنی اسباب تو میرے ہی پاس رہے مگر اس کو کسی طرح سے راضی کر دیں) تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اس وقت نہ قصد کرے گا ایک شیر کی طرف اللہ کی شیروں میں سے کوئی جو اللہ اور رسول کی طرف سے لڑے پس دے تجھ کو اسباب اس کا یعنی اس کے حق کو باطل نہ کیا جائے گا اور

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب استحباب القاتل سلب القتیل ج-۱۲، ص-۲۸۴، حدیث-۴۵۴۳ ومشکوٰة کتاب الجهاد باب قسمة الغنائم ج-۲، ص-۱۱۶۷، حدیث-۳۹۸۶

اس کا اسباب تجھ کو نہ دیا جائے گا' سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ پس وہ اسباب اس کو دے دے۔ پس اس نے وہ اسباب مجھ کو دے دیا اور میں نے اس سے بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ پس تحقیق وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

حدیث نمبر ۲) ---- ابوداؤد میں عوف بن مالک اشجعی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰی بِاالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے اسباب کے بارے میں فیصلہ دیا کہ وہ قاتل کو دے دیا جائے اور اس میں سے پانچواں حصہ نہ لیا جائے۔

(حدیث نمبر ۳) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن انصار کے دو جوانوں نے ابوجہل کو قتل کیا اور دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو آکر خبر دی :

فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهٗ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا فَقَالاَ لاَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلاَكُمَا قَتَلَهٗ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَلَبِهٖ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ پس دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو پونچھ ڈالا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' سو رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کی طرف نظر کی اور فرمایا تم دونوں نے قتل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ ابوجہل کا مال اسباب معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیا جائے۔

(حدیث نمبر ۴) ---- صحیح مسلم میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ رَجُلاً مِنَ الْعَدُوِّ فَاَرَادَ سَلَبَهٗ فَمَنَعَهٗ خَالِدٌ وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ فَاَخْبَرَ فَقَالَ لِخَالِدٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُعْطِيَهٗ سَلَبَهٗ قَالَ اسْتَكْثَرْتُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ادْفَعْهُ اِلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ عَوْفٌ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّىْ اسْتَكْثَرْتُهٗ۔ (۳)

حمیر کے ایک مرد نے دشمن کے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کا اسباب لینے کا ارادہ کیا' سو خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا۔ وہ ان کے حاکم تھے' سو عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ کو اس بات کی خبر دی' سو رسول اللہ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو نے مقتول کا اسباب اس کو کیوں نہیں دیا؟ اس نے عرض کی کہ وہ اسباب بہت تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اسباب اس کو دے دے اور ایک روایت میں ہے کہ عوف رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو کہا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ

---

(۱) ابوداؤد کتاب الجهاد باب فى السلب لا يخمس ج-۲' ص-۱۶۲' حديث-۲۷۲۱ (صحيح) ومشكوٰة كتاب الجهاد باب قسمة الغنائم ج-۲' ص-۱۱۷۱' حديث-۴۰۰۳

(۲) صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير باب استحباب القاتل سلب القتيل ج-۱۲' ص-۲۸۷' حديث-۴۵۴۴ ومشكوٰة كتاب الجهاد باب قسمة الغنائم ج-۲' ص-۱۱۷۶' حديث-۴۰۲۸

(۳) صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير باب استحباب القاتل سلب القتيل ج-۱۲' ص-۲۸۹' حديث-۴۵۴۵' ۴۵۴۶

ﷺ نے فیصلہ کیا ہے کہ اسباب قاتل کا ہوتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا

ہاں لیکن میرے خیال میں اسباب بہت زیادہ تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ میں یہ امر مشہور تھا اور صحابہ اس کو فتویٰ عام سمجھے ہوئے تھے اور اس کو ایک حکم شرع جانتے تھے اور لڑائی سے پہلے امام کا اذن کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہاں تو امام نے بعد میں کسی دوسرے کو اسباب دینے سے بھی انکار کیا' پہلے اذن دینے کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اس بات کا اقرار کر لیا کہ بیشک مقتول کے اسباب کا حقدار قاتل ہے گو اسباب کے زیادہ ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور یہ حکم جنگ بدر میں بھی جاری رہا اور پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے زیر کمان لڑی جانے والی جنگ میں بھی جاری رہا اور یہ آٹھویں سال کا ذکر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حکم صحابہ میں ہمیشہ معلوم و معروف تھا۔ لہٰذا ان احادیث کے الفاظ سے حنفیہ کی سب تاویلات باطل ہو گئیں۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے' اس مقتول کا سب اسباب قتل کرنے والے کو ملے گا' خواہ امام نے لڑائی سے پہلے یہ حکم دے دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ نے متعدد واقعات میں عام طور سے یہ فتویٰ دے دیا کہ جو کسی کو قتل کرے اس کا اسباب قاتل کو ملے گا تو پھر اب رسول اللہ ﷺ کے بعد کون حاکم اعلیٰ ہے کہ قاتل کو مقتول کا اسباب دینا' اس کے اذن پر موقوف رکھا جائے اور وہ کون ایسا مسلمان ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عام فتویٰ کا اعتبار نہ کرے اور ان ادنیٰ حاکموں کے حکم کا اعتبار کرے۔

امام نووی نے لکھا ہے : فَقَالَ الشَّافِعِیُّ وَمَالِكٌ وَالْاَوْزَاعِیُّ وَاللَّیْثُ وَالثَّوْرِیُّ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَغَیْرُهُمْ یَسْتَحِقُّ الْقَاتِلُ سَلْبَ الْقَتِیْلِ فِیْ جَمِیْعِ الْحُرُوْبِ سَوَآءٌ قَالَ اَمِیْرُ الْجَیْشِ قَبْلَ ذٰلِكَ مَنْ قَالَ قَتَلَ قَتِیْلاً فَلَهٗ سَلْبُهٗ اَمْ لَمْ یَقُلْ ذٰلِكَ قَالُوْا وَهٰذِهٖ فَتْوٰی مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَاِخْبَارٌ عَنْ حُکْمِ الشَّرْعِ فَلَا یَتَوَقَّفُ عَلٰی قَوْلِ اَحَدٍ [1] ''امام شافعی' مالک' اوزاعی' لیث' ثوری' ابوثور' احمد' اسحاق اور ابن جریر وغیرہم کہتے ہیں کہ مقتول کے اسباب کا حقدار قاتل ہے سب لڑائیوں میں خواہ امیر لشکر نے لڑائی سے پہلے یہ حکم دے دیا ہو (کہ جو کسی کو قتل کرے مقتول کا اسباب اس کو ملے گا) خواہ یہ حکم نہ دیا ہو۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ نبی ﷺ کی طرف سے فتویٰ عام ہے اور حکم شرع سے آگاہ کرتا ہے۔ لہٰذا کسی کے قول پر یہ بات موقوف نہیں۔''

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لڑائی سے پہلے یہ بات فرمادی تھی اور یہ فتویٰ بھی نہیں ہے اور اخبار عام بھی نہیں ہے۔

جواب: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : وَهٰذَا الَّذِیْ قَالُوْهُ ضَعِیْفٌ لِاَنَّهٗ صَرَّحَ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ هٰذَا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْقِتَالِ وَاِجْتِمَاعِ الْغَنَآئِمِ۔ [2] ''یہ جو حنفیہ نے کہا ہے ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث میں راوی نے صاف تصریح کر دی ہے کہ نبی ﷺ نے لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھ کر آرام کے ساتھ یہ بات فرمادی' جب مال غنیمت جمع ہو رہا تھا'' کہ جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر گواہ رکھتا ہو تو اسباب مقتول اس کا ہے اور جب کہ کئی بار کئی واقعات میں آپ نے عام طور سے فرمادیا کہ جو کسی کافر

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب استحباب القاتل سلب القتیل ج۔۱۲' ص۔۲۸۵' شرح حدیث۔۴۵۴۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الجهاد باب استحقاق القاتل سلب القتیل ج۔۱۲' ص۔۲۸۵' شرح حدیث۔۴۵۴۳

کو قتل کرے اس کا اسباب وہی لے تو پھر فتویٰ کس جانور کا نام ہے اور جب لفظ من (جو بالاتفاق عام ہے) یہاں موجود ہے تو پھر بھی اگر یہ اخبار عام نہیں تو جہان میں اخبار عام کیا ہے اور اس کا کیا رنگ ہوتا ہے۔

بعض حنفیہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں جو دارمی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ يَعْنِيْ يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهٗ سَلْبُهٗ فَقَتَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِيْنَ رَجُلًا وَاَخَذَ اَسْلَابَهُمْ۔[1] کہتے ہیں کہ حرف فا دلالت کرتا ہے اس پر کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے بعد قتل کیا۔

جواب: یہ بات رسول اللہ ﷺ نے لڑائی سے پہلے نہیں فرمائی ہے جیسے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اوپر ثابت ہو چکا ہے اور جب آپ نے یہ بات فرمائی تو ابو طلحہ نے بیس آدمی کو قتل کیا تھا۔ ان سب کا اسباب اس نے لے لیا اور اگر بالفرض تعقیب تسلیم بھی کی جائے تو غایت درجہ اس سے فقط اتنا ہی ثابت ہو گا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیس آدمی کو قتل کرنا اس قول کے بعد واقع ہوا ہے مگر اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ یہ قول رسول اللہ ﷺ نے لڑائی سے پہلے فرمایا تھا۔

مسئلہ نمبر ۸۸ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَجِبُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهِيَ مَسْئَلَةُ الْقَتْلِ بِالْمُثَقَّلِ۔[2] "اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھاری چیز کے ساتھ قتل کر دینے سے قصاص واجب نہیں ہوتا۔" سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا اَفُلَانٌ اَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَوْمَتْ بِرَأْسِهَا فَجِيْئَ بِالْيَهُوْدِيِّ فَاعْتَرَفَ وَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ۔[3]

ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں میں دے کر کچل ڈالا۔ پس اس کو کہا گیا کہ تیرا سر کس نے کچلا ہے؟ کیا فلاں آدمی نے' کیا فلاں آدمی نے' یہاں تک کہ اس نے اس یہودی کا نام لیا۔ پس اس نے اپنے سر کے ساتھ اشارہ کیا ہاں۔ چنانچہ یہودی کو لایا گیا تو اس نے اقرار کر لیا کہ تحقیق میں نے اس کو مارا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ پس اس کا سر پتھروں کے ساتھ کچلا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں بھی قصاص واجب ہے۔ جیسے کہ نوکدار چیزوں کے ساتھ قتل کرنے میں واجب ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَمِنْهَا ثُبُوْتُ الْقِصَاصِ فِي الْقَتْلِ بِالْمُثَقَّلَاتِ وَلَا يَخْتَصُّ بِالْمُحَدَّدَاتِ هٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَآءِ۔[4] "اس حدیث کے فوائد سے ایک فائدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بھاری چیزوں کے ساتھ قتل کرنے سے

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجهاد باب قسمة الغنائم ج-۲' ص-۱۷۱' حدیث-۴۰۰۲

(۲) لمعات شرح مشکوٰۃ حاشیہ کتاب القصاص وهدایة۔

(۳) صحیح مسلم کتاب القسامة والمحاربین باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر ج-۱۱' ص-۱۵۹' حدیث-۴۳۳۷ ومشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول ج-۲' ص-۱۰۳۰' حدیث-۳۴۵۹

(۴) صحیح مسلم تحت کتاب القسامة والمحاربین باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر ج-۱۱' ص-۱۵۹' شرح حدیث-۴۳۳۷' ۴۳۳۱

بھی قصاص واجب ہو جاتا ہے اور یہ کہ قصاص صرف نوکدار چیزوں کے ساتھ قتل کرنے سے ہی مخصوص نہیں ہے۔ اور یہی امام شافعی' مالک' احمد اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔"

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس یہودی کا سر کچلنا قصاص کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بطور سیاست تھا یا نقض عہد کی وجہ سے تھا۔

جواب: یہ تاویل ظاہر حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ لہٰذا قطعاً مردود ہے۔ نیز جب یہ قتل کرنا بطور سیاست یا نقض عہد کی بناء پر ہوا ہو تو اس صورت میں دیت لازم تھی لیکن نہ تو قصاص لیا گیا اور نہ دیت لی گئی۔ یہ کیسا اندھیر ہے' یہ قتل کرنا تو بقول حنفیہ قصاص نہیں تھا پھر قصاص کہاں گیا اور قصاص نہیں ہوا تھا تو پھر دیت کہاں گئی۔ پس یہ ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یہ قصاص ہے اور اسے سیاسۃً کہنا یا اس کا باعث نقض عہد ٹھہرانا قطعاً باطل ہے۔

بعض حنفیہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں : اَلاَ اِنَّ قَتِيْلَ خَطَاِ الْعَمْدِ قَتِيْلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا وَفِيْهِ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ۔ [1] "بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنا شبہ عمد میں داخل ہے۔"

جواب: طیبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لیے کوئی وجہ استدلال نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث چابک اور عصاء خفیف میں وارد ہوئی ہے' جس کے ساتھ قتل مقصود نہیں ہوتا ہے کیونکہ غالباً سوط اور عصا ہلکے اوزار ہوتے ہیں پس جو ان کے ساتھ حاصل ہو وہ شبہ عمد میں داخل ہو گی اور جو بھاری ثقیل چیز کے ساتھ قتل کیا جائے وہ نوکدار چیز کے ساتھ ملحق ہے جو قتل کے لیے تیار کی ہوتی ہے اور عصا سے مراد مطلق عصا مراد نہیں جو بھاری اور خفیف کو شامل ہو بلکہ اس سے مراد خفیف عصا ہے۔ اس لیے کہ غالباً عصا ہلکا اور خفیف ہوتا ہے اور سب سے قطع نظر کر کے ہم کہتے ہیں کہ یہ صورت شبہ عمد سے مخصوص ہے۔ اور یہ حدیث اس کی مخصص ہے اور خبر واحد کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ جیسے کہ اس کا بیان مفصل طور پر مسئلہ نمبر ا میں گزر چکا ہے۔ خاص کر یہاں تو مخصص مخصوص منہ سے بہت اصح اور اقویٰ ہے۔ اس لیے کہ وہ حدیث متفق علیہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۹ قصاص صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ اِلاَّ بِالسَّيْفِ۔ [2] "قصاص صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اسی حدیث انس رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے جو مسئلہ سابق میں ابھی مذکور ہوئی۔

چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے : وَمِنْهَا اَنَّ الْجَانِيْ عَمَدًا يُقْتَلُ قِصَاصًا عَلَى الصِّفَةِ الَّتِيْ قَتَلَ فَاِنْ قَتَلَ بِسَيْفٍ قُتِلَ هُوَ بِالسَّيْفِ وَاِنْ قَتَلَ بِحَجَرٍ اَوْ خَشَبٍ اَوْ نَحْوِهِمَا قُتِلَ بِمِثْلِهِ لِاَنَّ الْيَهُوْدِيَّ رَضَخَهَا فَرُضِخَ هُوَ۔ [3] "اس حدیث کے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ عمداً قتل کرنے والا قتل کیا جائے' بطور قصاص اسی طور پر جس طرح اس نے قتل کیا۔

---

(۱) مشکوۃ کتاب القصاص باب الدیات ج۔۲' ص۔۱۰۳۷' حدیث۔۳۴۹۰

(۲) ھدایۃ کتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ج۔۴' ص۔۵۱۳

(۳) صحیح مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین تحت باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر ج۔۱۱' ص۔۱۵۹' شرح حدیث۔۴۳۳۷' ۴۳۳۱

پس اگر اس نے تلوار کے ساتھ قتل کیا ہے تو اسی کے ساتھ وہ بھی قتل کیا جائے اور اگر اس نے پتھر یا لکڑی وغیرہ کے ساتھ قتل کیا ہے تو اسی کے ساتھ وہ بھی قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ اس یہودی نے اس لڑکی کا سر پتھر کے ساتھ کچل ڈالا' سو وہ بھی اسی طرح پتھر کے ساتھ کچلا گیا' انتھٰی۔''

پس ثابت ہوا کہ ہر جگہ تلوار کے ساتھ قتل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ تلوار کے ساتھ اسی وقت قتل کیا جائے گا جب اس نے تلوار کے ساتھ قتل کیا ہو اور جہاں پتھر اور لکڑی وغیرہ کے ساتھ قتل کیا ہو وہاں تلوار کے ساتھ قتل کرنا کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ وہاں پتھر اور لکڑی کے ساتھ ہی قتل کیا جائے گا۔ غرض کہ جس چیز کے ساتھ قتل کرے' اسی چیز کے ساتھ اس کو بھی قتل کیا جائے۔

تنبیہہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں: لَا قَوَدَ اِلاَّ بِالسَّيْفِ۔ [1] ''قصاص صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے گا۔''

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے: قَالَ الْبَيْهَقِيُّ اَحَادِيْثُ هٰذَا الْبَابِ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ وَيُعَارِضُهَا حَدِيْثُ اَنَسٍ فِيْ قِصَّةِ الْعُرَنِيِّيْنَ اِنْتَهٰى۔ [2] ''امام بیہقی نے کہا کہ اس باب کی سب احادیث ضعیف ہیں اور علاوہ ازیں حدیث انس رضی اللہ عنہ بھی عرنیین کے قصہ میں ان کے معارض ہے' انتھٰی۔'' پس ترجیح دی جائے گی حدیث انس رضی اللہ عنہ کو اس لیے کہ وہ صحیحین کی حدیث ہے اور اگر مذکورہ بالا حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو حدیث انس رضی اللہ عنہ اس کی مخصص ہو جائے گی۔ ان وجوہات کی رو سے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے' فتذکر۔

مسئلہ نمبر ۹۰ ریشم کا تکیہ بنانے اور اس پر سونے سے کوئی حرج نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا بَأْسَ بِتَوَسُّدِهٖ وَالنَّوْمِ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ [3] ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ریشم کے ساتھ تکیہ لگانے میں اور اس پر سونے کا کوئی حرج نہیں۔'' مطلب یہ کہ ریشم پر تکیہ لگانا اور اس پر سونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَّشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَّاْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهَا۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ہے چاندی اور سونے کے برتنوں میں پینے اور کھانے سے اور منع فرمایا ہے ریشم اور دیباج پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے۔

اور وہ حدیث بھی امام کے مسلک کی تردید کرتی ہے جو مسلم اور نسائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجَلِيْسِ عَلَى الْمِيَاثِرِ۔ [5]

منع فرمایا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے کنارہ اور کپڑوں پر بیٹھنے سے۔

---

(۱) هداية كتاب الجنايات باب ما يوجب القصاص وما لا يوجبه ج-۴' ص-۵۶۳

(۲) هداية كتاب الجنايات باب ما يوجب القصاص وما لا يوجبه ج-۴' ص-۵۶۴

(۳) هداية كتاب الكراهية فصل فى اللبس ج-۴' ص-۴۵۶

(۴) مشكوٰة كتاب اللباس فصل اول ج-۲' ص-۱۲۲۱' حديث-۴۳۲۱

(۵) نسائی كتاب الزينة باب نهي عن الجلوس على المياثر من الارجوان حديث-۵۳۹۱ ومشكوٰة كتاب اللباس ج-۲' ص-۱۲۲۷' حديث-۴۳۵۶

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ریشم پر بیٹھنا اور اس پر تکیہ لگانا منع اور حرام ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْجُلُوْسِ عَلَى الْحَرِيْرِ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الْجَمْهُوْرُ كَمَا فِي الْفَتْحِ۔ ”یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ریشم پر بیٹھنا حرام ہے اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ فتح الباری میں بیان ہوا ہے۔“

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ریشمی تکیہ پر بیٹھے۔

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ چنانچہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے :لَمْ اَجِدْهُ یعنی میں نے اس حدیث کو کہیں نہیں پایا ہے اور برتقدیر صحت حدیث محرم کو ترجیح ہو گی اباحت پر کمافی الاصول دوسرے قول کو فعل پر ترجیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۹ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَا بَأْسَ بِاِنْزَاءِ الْحَمِيْرِ عَلَى الْخَيْلِ۔ [1] ”گدھوں کو گھوڑیوں پر چڑھاتے ہیں، کوئی حرج نہیں۔“ یہ عبارت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا اس نیت سے کہ اس سے خچر پیدا ہو جائز ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) —— ترمذی اور نسائی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدًا مَامُوْرًا مَّا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَيْئٍ اِلَّا بِثَلٰثٍ اَمَرَنَا اَنْ نُّسْبِغَ الْوُضُوْٓءَ وَاَنْ لَّا نَاْكُلَ الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَّا نَنْزِيَ حِمَارًا عَلٰى فَرَسٍ۔ [2]

نبی ﷺ حکم کے پابند بندے تھے۔ آپ نے اور لوگوں کے علاوہ ہماری تخصیص صرف ان تین امور میں کی۔ ہمیں کامل طور پر وضو کرنے کا حکم دیا، صدقہ کھانے سے منع کیا اور گھوڑی پر گدھے کو چڑھانے سے روکا۔

(حدیث نمبر ۲) —— ابوداؤد اور نسائی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ [3]

رسول اللہ ﷺ کو ایک خچر تحفۃً دی گئی، آپ اس پر سوار ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم گدھے کو گھوڑی پر چڑھائیں تو ہمارے لیے اس کی مثل خچر پیدا ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو علم نہیں رکھتے ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا منع ہے بلکہ حرام ہے۔

---

(۱) هداية كتاب الكراهية ج۔۴، ص۔۴۷۳

(۲) مشکٰوۃ کتاب الجهاد باب اعداد آلة الجهاد ج۔۲، ص۔۱۱۳۹، حدیث۔۳۸۸۲

(۳) مشکٰوۃ کتاب الجهاد باب اعداد آلة الجهاد ج۔۲، ص۔۱۱۴۰، حدیث۔۳۸۸۳ (صحیح)

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار ہوئے ہیں۔ اگر یہ کام منع ہوتا تو آپ اس پر سوار نہ ہوتے۔

جواب: اس پر سوار ہونا اور چیز ہے اور گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا اور چیز ہے۔ اس پر سواری کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ فعل بھی جائز ہو اور اس فعل کے ناجائز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر سوار ہونا بھی منع ہو۔ خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس باب میں ایسی صریح ہے کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں دیکھو صریح موجود ہے کہ جب آپ خچر پر سوار ہوئے' اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ہم بھی ایسا کریں تو آپ نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرما دیا کہ گدھے کو گھوڑی پر وہ لوگ چڑھاتے ہیں جو بیوقوف اور بے علم ہیں۔ پس اب تمام عالم میں ایسا کون ذی شعور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر سوار ہونے سے گدھے کو گھوڑی پر چڑھانے کا جواز سمجھ بیٹھے۔

مسئلہ نمبر ۹۲ چھوٹے لڑکوں سے خدمت کروانا منع ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُكْرَهُ اسْتِخْدَامُ الصِّبْيَانِ۔[1] "چھوٹے نابالغ لڑکوں سے خدمت کروانا منع ہے۔"

اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) —— بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَا صَنَعْتَ۔[2]

میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس برس خدمت کی' پس آپ نے کبھی مجھ کو اف نہیں فرمایا اور نہ یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا اور نہ ہی فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں نہیں کیا۔

(حدیث نمبر ۲) —— اسی سے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے :

قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ الحديث۔[3]

میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی حالانکہ میں آٹھ برس کا بچہ تھا۔ میں نے آپ کی دس برس خدمت کی' آخر حدیث تک۔

(حدیث نمبر ۳) —— بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور امام حاکم نے مستدرک (جزء-۲-۴۴۳) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے :

اَنَّ غُلَامًا يَهُوْدِيًّا كَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ فَوَجَدَ اَبَاهُ عِنْدَ رَأْسِهِ يَقْرَأُ التَّوْرٰةَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تحقیق ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا' وہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کے پاس خیریت پوچھنے آئے۔ آپ نے اس کے باپ کو اس کے سر کے پاس تورایت پڑھتے ہوئے پایا' پس رسول اللہ

---

(۱) هداية۔

(۲) صحيح مسلم كتاب الفضائل باب حسن خلقه ﷺ ج-۱۵' ص-۶۹' حديث-۵۹۶۶ ومشكوٰة كتاب الفضائل باب فى اخلاقه وشمائله ج-۳' ص-۱۶۱۶' حديث-۵۸۰۱

(۳) مشكوٰة كتاب الفضائل باب فى اخلاقه وشماله ج-۳' ص-۱۶۱۹' حديث-۵۸۱۹

ﷺ يَايَهُوْدِیُّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ عَلٰی مُوْسٰی هَلْ تَجِدُ فِی التَّوْرٰةِ نَعْتِیْ وَصِفَتِیْ وَمَخْرَجِیْ قَالَ لَا قَالَ الْفَتٰی بَلٰی وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَجِدُلَكَ فِی التَّوْرٰةِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاَصْحَابِهٖ اَقِيْمُوْا هٰذَا مِنْ رَأْسِهٖ وَلُوْا اَخَاكُمْ۔

ﷺ نے اس کو فرمایا اے یہودی میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری۔ کیا میری صفت اور میری بعثت تو توراۃ میں پاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس جوان نے کہا کیوں نہیں۔ قسم ہے اللہ کی یارسول اللہ ہم آپ کی تعریف اور آپ کی بعثت کا ذکر تورات میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود برحق سوا اللہ کے اور تحقیق آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اس کے سر کے پاس سے اٹھادو اور اپنے بھائی کے کام کے والی ہو جاؤ۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نابالغ لڑکے سے خدمت کروانا جائز ہے' مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۳ مسلمان اور کافر ذمی کی دیت برابر ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَدِيَةُ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّیِ سَوَآءٌ۔ [1] "مسلمان اور ذمی کافر کی دیت برابر ہے۔" اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- ابوداؤد میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی فرمایا : دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ۔ [2] "کافر کی دیت مسلم کی نصف دیت کے برابر ہے۔" وَفِیْ رِوَايَةٍ دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ۔ "اور ایک روایت میں ہے کہ ذمی کی دیت آزاد آدمی کی دیت سے آدھی ہے۔"

(حدیث نمبر ۲) ---- ابوداؤد میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ قِيْمَةُ الدِّيَةِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَمَانَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَكَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰی اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ الْاِبِلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلٰی اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ دِيْنَارٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْوَرِقِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا وَعَلٰی اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَةٍ وَعَلٰی

انہوں نے اپنے باپ سے اور اس نے ان کے دادا سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیت کی مالیت ۸۰۰ دینار یا ۸۰۰۰ درہم تھی اور اس وقت اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت کا نصف تھی۔ انہوں نے کہا کہ دیت کی مالیت اتنی ہی رہی یہاں تک کہ خلافت عمر کا دور شروع ہوا تو (ایک دن) جناب فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اونٹ گراں ہو گئے ہیں (بنابریں اس نسبت سے دیت میں اضافہ ہونا چاہیے) چنانچہ آپ نے بطور دیت اہل زر پر ایک ہزار دینار لازم کیا اور چاندی کے مالکوں پر بارہ ہزار درہم اور جو

---

(۱) هداية كتاب الديات ج۔۴' ص۔۵۸۵

(۲) مشكوٰة كتاب القصاص باب الديات ج۔۲' ص۔۱۰۳۸' حديث۔۳۴۹۶ (حسن)

اَهْلِ الشَّآءِ اَلْفَیْ شَاةٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَیْ حُلَّةٍ قَالَ وَتَرَكَ دِیَةَ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ یَرْفَعْهَا فِیْمَا رَفَعَ مِنَ الدِّیَةِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ عَقَلُ الْكَافِرِ نِصْفًا دِیَةِ الْمُسْلِمِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنِّسَآئِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَنَیْلِ الْاَوْطَارِ) (۱)

لوگ گائیں رکھتے ہیں ان پر دو سو گائیں اور بکریوں کے مالکوں پر دو ہزار بکریاں بطور دیت دینا واجب ٹھہرایا اور حلے والوں پر دو سو حلے لیکن آپ نے ذمیوں کی دیت کا ذکر نہ کیا اور نہ اس میں کوئی اضافہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کے برابر نہیں بلکہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے اور ان احادیث میں اہل ذمہ کا ذکر تو صریحاً موجود ہے لیکن حربی کافروں کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند کے طور پر وہ حدیث لاتے ہیں جو حاشیہ ہدایہ میں مبسوط ہے۔ زہری نے نقل کیا ہے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ذمی کی دیت مسلمان کے برابر کرتے تھے۔

جواب: یہ حدیث مرسل ہے : كَمَا قَالَ الشَّوْكَانِیُّ فِی النَّیْلِ وَحَدِیْثُ الزُّهْرِیِّ مُرْسَلٌ وَمَرَاسِیْلُهٗ قَبِیْحَةٌ لِاَنَّهٗ حَافِظٌ كَبِیْرٌ لَا یُرْسِلُ اِلَّا لِعِلَّةٍ انتھٰی۔ لہٰذا اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ نیز یہ قول صحابہ ہے اور قول صحابی اصح مذہب میں حجت نہیں ہے، خاص کر صحیح احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں تو بالاتفاق حجت نہیں ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ انہوں نے ذمی کی دیت چار ہزار درہم ٹھہرائی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مبسوط کی روایت محض کذب ہے۔

بعض حنفی وہ حدیث بطور سند لاتے ہیں جو حاشیہ ہدایہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں۔

جواب: یہ حدیث بھی نہایت ضعیف ہے اور تخریج ہدایہ میں لکھا ہے : وھذا مرسل ضعیف انتھٰی۔ ظاہر ہے کہ مرسل حدیث قابل حجت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں عمرو بن شعیب کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کی دیت آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت چار ہزار تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اہل ذمہ کی دیت چار ہزار درہم رکھی اور مسلمانوں کی بارہ ہزار ٹھہرائی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث محض ضعیف ہے، قابل حجت نہیں۔ اور برتقدیر صحت ان احادیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ سب احادیث صحیح ہیں اور وہ ضعیف بلاسند ہے۔ علاوہ ازیں اس جانب میں قولی حدیث موجود ہے اور وقت تعارض قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الدیات باب الدیة کم ھی ج-۳، ص-۱۰۱، حدیث-۳۵۴۲ ومشکوٰۃ کتاب القصاص باب الدیات ج-۲، ص-۱۰۳۹، حدیث-۳۴۹۸ (حسن)

مسئلہ نمبر ۹۴ دیت لینا ثابت نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَعِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمَالِكٍ لَا یَثْبُتُ الدِّیَةُ اِلَّا بِرِضَی الْقَاتِلِ۔ "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک کے نزدیک دیت ثابت نہیں ہوتی ہے مگر قاتل کی رضامندی سے۔" یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کر ڈالے تو ولی مقتول کو دیت لینے کا کچھ اختیار نہیں ہے جب تک کہ قاتل دیت دینے پر راضی نہ ہو جائے' سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — ترمذی اور مسند امام شافعی میں ابی شریح کعبی سے روایت ہے :

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثُمَّ اَنْتُمْ یَاخُزَاعَةُ قَدْ قَتَلْتُمْ هٰذَا الْقَتِیْلَ مِنْ هُذَیْلَ وَاَنَا وَاللّٰهِ عَاقِلُهٗ مَنْ قَتَلَ بَعْدَهٗ قَتِیْلًا فَاَهْلُهٗ بَیْنَ خِیَرَتَیْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوا الْعَقْلَ۔ (۲) وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِاِسْنَادِهٖ وَصَرَّحَ بِاَنَّهٗ لَیْسَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ وَقَالَ وَاَخْرَجَاهُ مِنْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَعْنِیْ بِمَعْنَاهُ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اے خزاعہ (ایک قبیلہ کا نام ہے) تحقیق قتل کیا ہے تم نے اس قتیل کو ہذیل سے اور قسم ہے اللہ کی میں دیت دینے والا ہوں اس کی جو شخص اس کے بعد کسی کو قتل کرے پس ولی مقتول کو اختیار ہے اگر چاہیں تو قتل کر ڈالیں یعنی قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقتول کے اولیاء کو دونوں طرف کا اختیار ہے خواہ قصاص لے لیں اور خواہ دیت لے لیں' قاتل کی رضامندی کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اس کو اس باب میں کچھ دخل ہے۔ وارث مقتول کا جو چاہے گا وہی ہو گا۔ قاتل راضی ہو یا نہ ہو اور دیت کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اور لمعات میں لکھا ہے : وَالْحَدِیْثُ ظَاهِرٌ فِیْ اَنَّ الْاِخْتِیَارَ لِاَوْلِیَاءِ الْمَقْتُوْلِ اِنْ شَآؤُوْا اِقْتَصُّوْا وَاِنْ شَآؤُوْا اَخَذُوا الدِّیَةَ وَهُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ اِنْتَهٰی۔

(حدیث نمبر ۲) — ترمذی میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دُفِعَ اِلٰی اَوْلِیَآءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَآؤُوْا قَتَلُوْا وَاِنْ شَآؤُوْا اَخَذُوا الدِّیَةَ الْحَدِیْثِ۔ (۳)

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دانستہ کسی کو قتل کرے تو وہ شخص مقتول کے اولیاء کے حوالے کیا جائے۔ پس اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کریں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔ آخر حدیث تک۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ وارثان مقتول کو اختیار ہے خواہ قتل کریں خواہ دیت لے لیں۔ قاتل کی رضامندی یہاں معتبر نہیں ہے۔

---

(۱) لمعات شرح مشکوٰۃ باب القصاص۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول ج۔۲' ص۔۱۰۲۹' حدیث۔۳۴۵۷ (صحیح)

(۳) مشکوٰۃ کتاب القصاص ج۔۲' ص۔۱۰۳۳' حدیث۔۳۴۷۳

(حدیث نمبر ۳) — سنن دارمی میں ابی شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ أُصِيْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ وَالْخَبْلُ الْجَرْحُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ اِحْدٰى ثَلٰثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ بَيْنَ اَنْ يَّقْتَصَّ اَوْ يَعْفُوَ اَوْ يَأْخُذَ الْعَقْلَ۔ [1]

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جسے مقتول یا مجروح ہونے کی مصیبت پہنچی تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے اور اگر وہ چوتھی کا ارادہ کرے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کر دے یا دیت لے آخر حدیث تک۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے' وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید سے فقط قصاص ہی ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا : كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔ "تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض ہے۔" پس دیت کا واجب کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ اس لیے دیت کا لینا قاتل کی رضامندی سے ہی جائز ہو سکتا ہے۔

جواب: جب یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے تو پھر قاتل کی رضامندی سے تم کتاب اللہ پر زیادتی کیوں جائز رکھتے ہو۔ نیز قتل عمد تو تمہارے بقول فقط قصاص ہی واجب کرتا ہے پھر رضامندی قاتل سے کتاب اللہ پر زیادتی کیسے جائز ہو گئی حالانکہ قاتل کی رضامندی کے ساتھ دیت کا جائز ہونا کسی حدیث صحیح بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ محض راوی پر اس کی بنیاد ہے۔ پس بڑے افسوس کی بات ہے کہ رضامندی قاتل کتاب اللہ پر زیادتی جائز رکھی جائے حالانکہ وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی اور اختیار ولی کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہ رکھی جائے حالانکہ وہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے۔ یہ کیسا اندھیر ہے اور نیز دیت اور قصاص کے درمیان وارثان مقتول کا اختیار ثابت کرنے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مشہور احادیث ہیں۔ اس لیے کہ حدیث مشہور کی تعریف شرح نخبہ میں یہ لکھی ہے : هُوَ مَالَهٗ طُرُقٌ فَوْقَ الْاِثْنَيْنِ۔ "حدیث مشہور وہ ہے جس کے لیے دو سے زیادہ طریق ہوں۔" اور مشہور کی یہ تعریف ان احادیث پر صادق آتی ہے۔ اس لیے کہ ان کے طریق دو سے زیادہ ہیں۔ ایک طریق ابی شریح کعبی کا ہے' دوسرا طریق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے' تیسرا طریق عمرو شعیب کا ہے۔ جب ان کا مشہور ہونا ثابت ہو گیا تو اب ان سے کتاب اللہ پر زیادتی بالاتفاق جائز ہو گی۔

نیز حنفیہ بہت صورتوں میں خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی جائز رکھتے ہیں' کما سیاتی۔ پھر ان صورتوں میں یہ قاعدہ قابل قبول کیوں نہیں۔ نیز عموم کتاب اللہ کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ کئی وجہ سے جائز ہے۔ جیسے کہ اس کا بیان ابتداء میں گزر چکا ہے۔ پس خبر واحد کے ساتھ زیادت علی النص کو جائز نہ رکھنا قطعاً باطل اور خیال فاسد ہے اور عقل و نقل دونوں کے مخالف ہے۔ اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے : وَيُجَابُ بِاَنَّ عَدَمَ الذِّكْرِ فِي الْاٰيَةِ لَا يَسْتَلْزِمُ عَدَمَ الذِّكْرِ مُطْلَقًا فَاِنَّ الدِّيَةَ ثَابِتٌ فِيْ حَدِيْثَيِ الْبَابِ وَاَيْضًا تَقْدِيْرُ الْاٰيَةِ فَمَنِ اقْتَصَّ فَالْحُرُّ بِالْحُرِّ وَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْئٌ وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ تَفْسِيْرُ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَذْكُوْرُ اِنْتَهٰى۔ "آیت میں دیت کا ذکر نہ ہونا اس کے مطلق عدم پر دلالت نہیں کرتا۔ نیز آیت کی تقدیر یہ ہے پس جو قصاص لے پس آزاد بدلے آزاد کے ہے اور جسے معاف کیا گیا پس دیت واجب ہے اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر دلالت کرتی ہے۔"

---

(۱) مشکوۃ کتاب القصاص ج۔۲' ص۔۱۰۳۳' حدیث۔۳۴۷۷

مسئلہ نمبر ۹۵ بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں دیکھنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلَيْهِ الضَّمَانُ۔ [1] "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس پر ضمان ہے۔" مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں نظر کرے اور گھر والا اس نظر کرنے والے کی آنکھ کو کسی چیز کے ساتھ اندھا کر دے اور اس کی آنکھ کو نکال دے تو وہ آنکھ نکالنے والا اس کی آنکھ کا ضامن ہے یعنی آنکھ نکالنے والے سے دیت لی جائے گی یا کچھ اور۔ اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَوْ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِكَ اَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ۔ [2]

تحقیق انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تیرے گھر میں جھانکے پھر مارے تو اس کو پتھر اور نکال دے اس کی آنکھ کو تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ رَجُلاً اطَّلَعَ فِيْ جُحْرٍ فِيْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِيْ لَطَعَنْتُ بِهِ فِيْ عَيْنَيْكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِيْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ۔ [3]

تحقیق ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے کسی سوراخ سے اندر جھانکا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس مدر تھی (مدر ایک لکڑی ہوتی ہے کنگھی کی شکل پر اس کے ساتھ بدن کو کھجلاتے ہیں) آپ اس کے ساتھ اپنے سر مبارک کو کھجلا رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا اگر میں جانتا کہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے تو میں اس کو تیری دونوں آنکھوں میں گھونپ دیتا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اجازت لینے کا طریقہ اسی لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس طرح دیکھنے کا سدباب ہو سکے۔

(حدیث نمبر ۳) ---- ترمذی میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَاَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ يُّؤْذَنَ لَهُ فَرَاٰى عَوْرَةَ اَهْلِهِ فَقَدْ اَتٰى حَدًّا لَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّاْتِيَهُ وَلَوْ اَنَّهُ حِيْنَ اَدْخَلَ بَصَرَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ رَجُلٌ فَفَقَأَ عَيْنَهُ مَا عَيَّرْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پردہ ہٹایا اور اپنی آنکھ کو گھر میں داخل کیا' قبل اس سے کہ اسے اجازت دی جائے پھر اس نے گھر والوں کے مقام ستر کو دیکھا تو تحقیق وہ ایسے مقام پر آیا جہاں آنا اس کے لیے جائز نہ تھا اور جس وقت اس نے اپنی آنکھ کو گھر میں داخل کیا اگر اس وقت کوئی مرد اس کے آگے سے آتا اور اس کی آنکھ پھوڑ دیتا تو میں اس پر کوئی بھی عیب نہ لگاتا' آخر حدیث تک۔

---

(۱) مرقات شرح مشکوٰۃ باب مالا یضمن من الجنایات۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ج۔۲' ص۔۱۰۴۴' حدیث۔۳۵۱۴

(۳) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ج۔۲' ص۔۱۰۴۴' حدیث۔۳۵۱۵

(۴) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ج۔۲' ص۔۱۰۴۶' حدیث۔۳۵۲۶

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت نظر کرے اور گھر والا اس کی آنکھ پھوڑ دے تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی دیت وغیرہ واجب ہوتی ہے اور نہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ احادیث بطریق زجر وارد ہوئی ہیں مگر یہ محض خیال فاسد ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ایسے ہی بے دلیل زجر پر محمول کیا جائے تو سب احکام شرع سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ جس حدیث کا کچھ جواب نہ آیا اس کو زجر پر محمول کر دیا پھر احکام شرع کے اثبات کی کیا صورت ہے۔ یوں تو سینکڑوں احکام برباد ہو جائیں گے۔ حالانکہ اثبات ضمان میں کوئی حدیث صحیح بلکہ ضعیف بھی وارد نہیں ہوئی، محض رائے اور مجرد خیال ہے اور محض رائے سے ضمان ثابت کی جائے اور ان احادیث سے ضمان ساقط نہ کی جائے یہ تو بڑے اندھیر کی بات ہے۔ جب خود حدیث میں صاف موجود ہے : مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جَنَاحٍ۔ "تجھ پر آنکھ نکال دینے میں کچھ گناہ نہیں" اور آپ نے خود فرمایا کہ اگر میں جانتا تو تیری آنکھ پھوڑ دیتا پھر آنکھ کی ضمانت کہاں سے ثابت ہو گی۔

مسئلہ نمبر ۹۶ استنجا کے لیے جتنے چاہے ڈھیلے استعمال کرے

ہدایہ میں لکھا ہے : وَلَيْسَ فِيْهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ۔ [۱] "استنجا کرنے میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے" یعنی پائخانہ کے بعد جتنے ڈھیلوں کے ساتھ چاہے استنجا کر لے۔ اس میں کوئی عدد خاص مثلاً تین یا پانچ وغیرہ سنت نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جو ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) —— صحیح مسلم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَآئِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ۔ [۲]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں یا دائیں ہاتھ سے استنجا کریں یا تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجا کریں یا گوبر یا ہڈی کے ساتھ استنجا کریں۔

(حدیث نمبر ۲) —— ابن ماجہ اور دارمی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ اُعَلِّمُكُمْ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَآئِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَاَمَرَ بِثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ وَنَهٰى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ۔ [۳]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک میں تمہارے لیے اسی طرح ہوں جس طرح والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور آپ نے حکم دیا تین پتھروں کا اور منع فرمایا گوبر اور ہڈی سے۔

---

(۱) ہدایة كتاب الطهارات باب الانجاس وتطهيرها ج-۱، ص-۷۸

(۲) صحيح مسلم كتاب الطهارة باب الاستطابة ج-۳، ص-۱۴۴، حدیث-۶۰۵

(۳) مشکوٰة كتاب الطهارة باب آداب الخلاء ج-۱، ص-۱۱۲، حدیث-۳۴۷

(حدیث نمبر ۳) —— مسند امام احمد' ابوداؤد' نسائی اور دارمی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ذَهَبَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ يَسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پاخانہ کی طرف جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے' علاوہ ان سے استنجا کرے تحقیق وہ کفایت کرتے ہیں۔

(حدیث نمبر ۴) —— صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ بَعْضُ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ يَسْتَهْزِئُ اِنِّيْ لَاَرٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قُلْتُ اَجَلْ اَمَرَنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِاَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِيَ بِدُوْنِ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ لَيْسَ فِيْهَا رَجِيْعٌ وَلَا عَظْمٌ۔ (۲)

ایک مشرک نے کہا اور ٹھٹھا کرتا تھا کہ میں دیکھتا ہوں تمہارے صاحب کو (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو) وہ تمہیں ہر کام سکھلاتا ہے' یہاں تک کہ پاخانہ بیٹھنا بھی۔ میں نے کہا ہاں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے ہم کو کہ نہ منہ کریں ہم قبلہ کی طرف یعنی پاخانہ کے وقت اور نہ استنجا کریں ہم اپنے داہنے ہاتھ سے اور حکم دیا ہے ہمیں کہ نہ کافی سمجھیں ہم تین پتھروں سے کم ڈھیلوں کو جن میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مسنون امر یہی ہے کہ تین پتھروں سے استنجا کریں' تین سے کم نہ ہوں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین پتھروں کے ساتھ استنجا کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اگر یہ امر وجوب پر دلالت نہ کرے تو سنیت سے تو کم نہ ہو گا۔ پس ان احادیث میں صریحاً تین ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنے کا حکم موجود ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تین پتھروں کے ساتھ استنجا کرنا سنت ہے۔ (۳)

فتح الباری میں لکھا ہے : وَاَخَذَ بِهٰذَا الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاَصْحَابُ الْحَدِيْثِ فَاشْتَرَطُوْا اَنْ لَّا يَنْقُصَ مِنَ الثَّلَاثِ مَعَ مُرَاعَاتِ الْاِنْقَاءِ قَالَ الْخَطَابِيُّ لَوْ كَانَ الْقَصْدُ الْاِنْقَاءَ فَقَطْ لَخَلَا اشْتِرَاطُ الْعَدَدِ عَنِ الْفَائِدَةِ فَلَمَّا اشْتُرِطَ الْعَدَدُ لَفْظًا وَعُلِمَ الْاِنْقَاءُ فِيْهِ مَعْنًى دَلَّ عَلٰى اِيْجَابِ الْاَمْرَيْنِ۔ (۴) "امام شافعی' احمد اور اہل حدیث نے دلیل پکڑی ہے اس حدیث سے کہ استنجا میں ڈھیلے تین سے کم نہ ہوں اور خطابی نے کہا کہ اگر فقط صاف کرنا ہی مقصود ہوتا تو عدد کی قید کا کوئی فائدہ نہ تھا اور جب لفظ میں عدد کی شرط لگائی گئی اور اس سے انقا معناً معلوم ہوا تو اس حدیث نے دونوں امروں کے واجب ہونے پر دلالت کی اور باوجود ان صریح احادیث کے جو استنجا میں تین پتھروں کے عدد مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔" پھر بھی اگر کوئی حنفی اس کے عدد مسنون ہونے سے انکار کر دے تو پھر معلوم ہونا چاہیے کہ عدد مسنون کس جانور کا نام ہے۔ نیز ممکن نہیں کہ پھر تمام احکام شرع میں سے کوئی ایک امر بھی مسنون ثابت کر سکے۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطهارة باب آداب الخلاء ج-۱' ص-۱۱۳' حدیث-۳۴۹

(۲) صحیح مسلم کتاب الطهارة باب الاستطابة ج-۳' ص-۱۴۷' حدیث-۶۰۶ ومشکوٰۃ کتاب الطهارة باب آداب الخلاء ج-۱' ص-۱۱۹' حدیث-۳۷۰

(۳) هدایة ج-۱' ص-۷۹

(۴) فتح الباری کتاب الوضوء شرح باب لا یستنجی بروث ج-۱' ص-۲۵۷' حدیث-۱۵۶

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ بطور سند یہ حدیث لاتے ہیں جو ابو داؤد وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ الْحَدِيْثِ۔[1] "جو شخص ڈھیلا لے پس اسے چاہیے کہ طاق لے جس نے یہ کام کیا پس تحقیق اس نے اچھا کیا اور جس نے نہ کیا پس کوئی حرج نہیں' آخر حدیث تک۔"

جواب: (الف) اس کی سند ضعیف ہے۔ (ب) نفی حرج سے تین پتھروں کا مسنون نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ مسنون اور مستحب امر کی یہی شان ہے کہ اگر کیا تو ثواب ہے ورنہ کچھ گناہ نہیں۔ چنانچہ فتح الباری کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے: وَيَسْتَحِبُّ حِيْنَئِذٍ الْاِيْتَارُ لِقَوْلِهٖ مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ لِزِيَادَةٍ فِيْ اَبِيْ دَاؤدَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ۔[2] اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نفی حرج استحباب کے منافی نہیں ہے۔ نیز فتح الباری میں اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے جو تین کے بعد ڈھیلے زیادہ کئے جائیں۔ پس مَا نَحْنُ فِيْهِ سے خارج ہو گا۔ وبهذا يَحْصُلُ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَاتِ۔

مسئلہ نمبر ۹۷ گوبر اور ہڈی سے استنجا ہو جاتا ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَوْ فَعَلَ يُجْزِئُهٗ لِحُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ۔[3] "اگر ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجا کر لے تو کافی ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔" اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے' سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان چھ احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ــــ سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مسئلہ نمبر ۹۶ میں مذکور ہو چکی ہے۔

(حدیث نمبر ۲) ــــ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ابھی اوپر گزری ہے۔

(حدیث نمبر ۳) ــــ ترمذی اور نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهَا زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔[4]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے بھائی جنوں کا کھانا ہے۔

(حدیث نمبر ۴) ــــ ابوداؤد میں رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيٰوةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهٗ اَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا اَوْ اسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ اَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيْئٌ مِنْهُ۔[5]

رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ اے رویفع امید ہے کہ تیری عمر میرے بعد لمبی ہو گی۔ پس لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی کو گرہ لگائے یا تانت کو گلے میں ڈالے یا گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرے تو محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۱۳' حدیث۔۳۵۲

(۲) فتح الباری کتاب الوضوء شرح باب لا یستنجی بروث ج۔۱' ص۔۲۵۷' حدیث۔۱۵۰

(۳) ھدایۃ کتاب الطھارات باب الانجاس وتطھیرھا ج۔۱' ص۔۷۹

(۴) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۱۳' حدیث۔۳۵۰ (صحیح)

(۵) مشکوٰۃ کتاب الطھارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱' ص۔۱۱۳' حدیث۔۳۵۱ (صحیح)

(حدیث نمبر ۵) ---- ابوداؤد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنْہَ اُمَّتَکَ اَنْ یَّسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْرَوْثَۃٍ اَوْحُمَمَۃٍ فَاِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ لَنَافِیْہَا رِزْقًا فَنَہَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ ذٰلِکَ۔ (۱)

انہوں نے کہا کہ جب جن بصورت وفد نبی ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ آپ اپنی امت کو ہڈی یا گوبر یا کوئلے کے ساتھ استنجا کرنے سے منع کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارا رزق رکھا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اس سے منع کر دیا۔

(حدیث نمبر ۶) ---- سنن دارقطنی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَہٰی اَنْ یُّسْتَنْجٰی بِرَوْثٍ اَوْ بِعَظْمٍ وَقَالَ اِنَّہُمَا لَا یُطَہِّرَانِ قَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ وَفِیْ ہٰذَا رَدٌّ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِسْتِنْجَآءَ بِہِمَا یُجْزِئُ وَاِنْ کَانَ مَنْہِیًّا عَنْہُ۔ (۲)

نبی ﷺ نے گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ پاک نہیں ہیں اور پاک نہیں کرتے ہیں اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے مذہب کی تردید کرتی ہے جو کہتا ہے کہ ان کے ساتھ استنجا کرنا کفایت کرتا ہے۔ اگرچہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ہڈی گوبر اور کوئلے کے ساتھ استنجا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی سخت ممانعت ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمان جنوں کا طعام ہے۔ پس جو شخص گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرے گا رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں یعنی یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ استنجا کرنا کافی نہیں ہے۔ اگر کافی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے منع نہ کرتے۔ اس مضمون کو وضاحت سے امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۸ نماز کیلئے کوئی خاص سورۃ مقرر کرنا مکروہ ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک اور مخالف حدیث مسئلہ یہ ہے : وَیُکْرَہُ اَنْ یُّوَقِّتَ لِشَیْئٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ بِشَیْئٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ (۳) "کسی خاص نماز کے لیے قرآن کی کوئی خاص سورۃ مقرر کر رکھنا مکروہ ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَءُ فِی الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِالٓمّٓ تَنْزِیْلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَفِی الثَّانِیَۃِ ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ۔ (۴)

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں الم تنزیل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ پڑھتے تھے۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج۔۱، ص۔۱۲۰، حدیث۔۳۵۷ (صحیح)

(۲) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء۔

(۳) ھدایۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج۔۱، ص۔۱۲۰

(۴) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب ما یقراء فی یوم الجمعۃ ج۔۶، ص۔۳۰۶، حدیث۔۲۰۳۱

(حدیث نمبر ۲)---- صحیح مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَءُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلٰوتَيْنِ۔[1]

رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورہ سبح اسم ربک الاعلٰی اور سورہ ھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے اور جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تو دونوں نمازوں میں وہی سورتیں پڑھتے۔

(حدیث نمبر ۳)---- شرح سنہ اور ابن ماجہ میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔[2]

رسول اللہ ﷺ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

(حدیث نمبر ۴)---- صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص مسجد قبا میں جماعت کرایا کرتا تھا اور جب کوئی سورۃ نماز میں شروع کرتا تھا تو اس سے پہلے قل ھو اللہ احد پڑھ لیا کرتا تھا۔ جب اس سے فارغ ہوتا تو اور سورۃ شروع کرتا اور ہمیشہ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتا تو اس کے مقتدیوں نے کہا کہ تو ہمیشہ اسی سورۃ کے ساتھ قراءت کو شروع کرتا ہے پھر اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی ملا دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس کو کافی نہیں سمجھتا۔ پس یا تو فقط اسی کو پڑھا کر اور یا اس کو چھوڑ دے اور دوسری کسی سورت کو پڑھا کر۔ اس نے کہا کہ میں تو اس کو کبھی چھوڑنے والا نہیں ہوں' خواہ تم مجھ کو امام بناؤ یا نہ بناؤ۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے مقتدیوں کا کہنا کیوں نہیں مانتا اور اس سورۃ خاص کو کیوں لازم کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں اس سورۃ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی محبت تجھ کو بہشت میں داخل کرے گی۔[3]

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز کے لیے مقرر کر لینا جائز ہے بلکہ فجر جمعہ اور نماز جمعہ وغیرہ بعض نمازوں میں الم تنزیل و ھل اتی علی الانسان وغیرہ سورتیں مقرر کر رکھنا سنت ہے' مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۹ سجدۂ شکر سنت نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ لَيْسَ بِسُنَّةٍ بَلْ هِيَ مَكْرُوْهَةٌ۔[4] ''سجدہ شکر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کے نزدیک سنت نہیں مکروہ ہے۔'' سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ بھی ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب ما یقراء فی صلاۃ الجمعۃ ج-۲' ص-۳۰۵' حدیث-۲۰۲۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب القراۃ فی الصلوٰۃ ج-۱' ص-۲۶۸' حدیث-۸۳۹

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ ج-۲' ص-۲۵۵' حدیث-۷۷۴

(۴) لمعات شرح مشکوٰۃ حاشیہ باب سجود الشکر۔

(حدیث نمبر ۱) ـــ ابوداؤد اور ترمذی میں ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَآءَ هٗ اَمْرٌ سُرُوْرًا اَوْ يَسُرُّ بِهٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی ایسا کام آتا جس سے خوش ہوتے تو سجدہ میں گر پڑتے۔

(حدیث نمبر ۲) ـــ دار قطنی اور شرح سنہ میں ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى رَجُلًا مِّنَ النَّغَاشِيْنَ فَخَرَّ سَاجِدًا۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرد کو نہایت پست قد دیکھا تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔

(حدیث نمبر ۳) ـــ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَزَآءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا قَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ رَبِّيْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِيْ فَسَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِيْ فَسَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِي الثُّلُثَ الْاٰخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا۔ (۳)

انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کا ارادہ کرتے ہوئے نکلے۔ پس جب ہم عزوراء (ایک پہاڑی کا نام ہے) کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ اُترے پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو ایک ساعت تک اٹھایا پھر سجدہ میں گر پڑے' پس لمبا سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے تو اٹھایا اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک ساعت تک پھر سجدے میں گر گئے پس ٹھہرے کافی دیر پھر کھڑے ہوئے پس اٹھایا اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک ساعت تک پھر سجدہ میں گر گئے۔ فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لیے سفارش کی تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کا تیسرا حصہ بخش دیا تو میں اپنے رب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے سجدہ میں گر پڑا پھر میں نے سر اٹھایا اور رب سے اپنی امت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کا مزید تیسرا حصہ بخش دیا۔ چنانچہ میں اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے دوبارہ سجدہ میں گر پڑا پھر میں نے سر سجدہ سے اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کا تیسرا حصہ بھی بخش دیا۔ اس مرتبہ بھی میں سجدہ میں گر پڑا تاکہ اپنے رب کا شکریہ ادا کروں۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ شکر کرنا سنت ہے اور جب کوئی نعمت عظیمہ ہاتھ آئے تو اس وقت سجدۂ شکر بجالانا سنت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی' امام احمد اور امام محمد وغیرہ کا۔

تنبیہہ : حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ سجدہ سے مراد ان احادیث میں نماز ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب سجود الشکر ج۔۱' ص۔۴۷۲' حدیث۔۱۴۹۴ (حسن)

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب سجود الشکر ج۔۱' ص۔۴۷۲' حدیث۔۱۴۹۵

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب سجود الشکر ج۔۱' ص۔۴۷۳' حدیث۔۱۴۹۶ (ضعیف)

جواب: یہ تاویل ان احادیث کے ظاہر کے سراسر خلاف ہے۔ ان احادیث میں فقط اتنا ہی ذکر ہے کہ آپ سجدہ میں گر پڑے قیام اور قراءت اور رکوع اور تشہد وغیرہ ارکان اور اذکار نماز کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔ پس یہ تاویل قطعاً باطل اور مردود ہے۔ خاص کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس تاویل کے باطل کرنے میں ایسی صریح ہے کہ جس میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ اس لیے کہ اس صورت کا نماز ہونا کسی طرح سے ممکن نہیں ہے اور نہ کسی اہل شعور کو یہ طاقت ہے کہ اس صورت کو نماز کہہ سکے۔ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور تین مرتبہ سجدہ میں گر پڑنا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نے تین مرتبہ اپنی امت کے لیے دعا کی تھی' سو اللہ تعالیٰ نے میری امت کو بخش دیا۔ یہ کس مذہب کی نماز ہے اور اس صورت کا نماز ہونا کیسے ممکن ہے۔

بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے مگر یہ دعویٰ نسخ بھی باطل ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر جو مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور ہو چکی ہیں۔ خاص کر یہاں تو کہیں ناسخ کا بھی کچھ پتہ نہیں' محض رائے کو ناسخ ٹھہراتے ہیں۔ اور بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد اور بے شمار ہیں اور بندہ اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ پس سجدہ شکر کا حکم کرنا تکلیف مالایطاق ہے۔

جواب: یہ بھی محض خیال فاسد ہے۔ اس لیے کہ اول تو ہم بطور معارضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کرو گے تو تمہارے لیے ہم نعمتیں زیادہ کر دیں گے۔" اور دوسری جگہ فرمایا : وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ "اللہ کا شکر کرو۔" اور آپ کے بقول اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد اور بیشمار ہیں اور بندہ ان کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ پس شکر کا حکم فرمانا تکلیف مالایطاق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تکلیف مالایطاق دی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

دوم یہ کہ اس سے مراد ہر نعمت نہیں بلکہ عظیم نعمتیں ہیں جیسے کہ شیخ نے لمعات میں لکھا ہے : وَلٰكِنَّ الْعَامِلِيْنَ بِهَا يُرِيْدُوْنَ النِّعَمَ الْعَظِيْمَةَ۔ "سجدہ شکر بجالانے والے اس سے عظیم نعمتیں مراد لیتے ہیں۔"

مسئلہ نمبر ۱۰۰ ظہر کا وقت تب ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ۔ [1] "ظہر کا آخر وقت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تب ہوتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے' سوا اصلی سایہ کے۔" اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان گیارہ احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)---- صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز ظہر کا وقت وہ ہے جب آفتاب ڈھل جائے اور مرد کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہو جائے' جب تک کہ عصر

---

(۱) ہدایۃ کتاب الصلوۃ باب المواقیت ج-۱' ص-۸۱

يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ الحديث۔ (۱)

نہ آئے اور عصر کا وقت رہتا ہے جب تک کہ آفتاب زرد نہ ہو جائے آخر حدیث تک۔

(حدیث نمبر ۲)--- موطا امام مالک میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ اِنْ كَانَ الْفَيْئُ ذِرَاعًا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً قَبْلَ مُغِيْبِ الشَّمْسِ الحديث۔ (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کی طرف لکھا کہ میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے۔ جس نے اسے نگاہ میں رکھا اور اس کی حفاظت کی' اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے اس کو ضائع کیا۔ پس وہ اور کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سایہ ایک گز کے برابر ہو یہاں تک کہ تمہارے ایک کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور پڑھو عصر کو جب آفتاب بلند سفید اور صاف ہو اور غروب آفتاب میں اتنا وقفہ ہو کہ سوار دو یا تین فرسنگ کا فاصلہ قبل از غروب آفتاب طے کر سکے' آخر حدیث تک۔

(حدیث نمبر ۳)---- بخاری اور مسلم میں سیار بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهِجْرَةَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ۔ (۳)

میں اور میرا باپ ابی برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ میرے باپ نے اس کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرضوں کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟ اس نے کہا کہ آپ نماز پڑھتے تھے سخت گرمی کی جس کو تم اولیٰ بولتے ہو' جب آفتاب ڈھل جاتا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب ہم میں سے کوئی (مدینہ کے دوسری جانب) اپنے گھر جاتا تو آفتاب ابھی تک زندہ ہوتا۔

اور ابوداؤد نے خیثمہ سے کہا : حَيَاتُهَا اَنْ تَجِدَ حَرَّهَا۔ "زندہ ہونا اس کا یہ ہے کہ اس کی گرمی معلوم ہو۔" اور فتح الباری میں لکھا ہے : وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ اَيْ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ قَالَ ابْنُ الْمُنِيْرِ الْمُرَادُ بِحَيَاتِهَا قُوَّةُ اَثَرِهَا حَرَارَةً وَلَوْنًا وَشُعَاعًا وَاِنَارَةً وَذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ بَعْدَ مَصِيْرِ الظِّلِّ مِثْلَ الشَّيْئِ۔ "سورج کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سفید اور صاف ہو۔ ابن منیر نے کہا کہ سورج کی حیات سے مراد اس کے رنگ روشنی' شعاع اور حرارت کی قوت کا اثر ہے اور یہ اس وقت محسوس نہیں ہوتا جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل سے بڑھنے لگے۔"

(حدیث نمبر ۴)--- صحیح بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ باب اوقات الصلٰوات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۳' حدیث۔۱۳۸۵ ومشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ باب مواقیت الصلٰوۃ ج۔۱' ص۔۱۸۳' حدیث۔۵۸۱

(۲) مشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ باب المواقیت ج۔۱' ص۔۱۸۶' حدیث۔۵۸۵

(۳) مشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ باب تعجیل الصلٰوۃ ج۔۱' ص۔۱۸۸' حدیث۔۵۸۷

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْنَحْوِهٖ۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے جب آفتاب بلند اور روشن ہوتا اور کوئی جانے والا مدینے کے بالائی علاقہ میں جا کر وہاں کے لوگوں سے ملتا تو اس وقت بھی سورج بلند ہوتا اور بالائی علاقہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے یا اس کے لگ بھگ۔

اور ایک روایت میں ہے :

ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلٰى قُبَآءَ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ۔ (۲)

پھر عصر پڑھ کر نکلتا انسان طرف قبا کی' پس آتا ان کے پاس اور اس وقت آفتاب بلند ہوتا۔

اور ایک روایت میں ہے :

ثُمَّ يَخْرُجُ اِنْسَانٌ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ۔ (۳)

پھر عصر پڑھ کر نکلتا انسان طرف بنی عمرو بن عوف کے پس ان کو عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے :

وَالْمُرَادُ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ وَمَا بَعْدَهَا الْمُبَادَرَةُ لِصَلٰوةِ الْعَصْرِ اَوَّلَ وَقْتِهَا لِاَنَّهٗ لَا يُمْكِنُ اَنْ يَّذْهَبَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِيْلَيْنِ وَثَلٰثَةً وَالشَّمْسُ بَعْدُ لَمْ يَتَغَيَّرْ بِصُفْرَةٍ وَنَحْوِهَا اِلَّا اِذَا صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ الشَّيْئِ مِثْلَهٗ۔ (۴)

ان احادیث اور جو ان کے بعد ہیں سے مراد یہ ہے کہ نماز عصر اول وقت میں پڑھنے کے لیے جلدی کی جائے کیونکہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کوئی شخص نماز عصر پڑھنے کے بعد دو یا تین میل چلے اور سورج پھر بھی زرد نہ ہو۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے۔ اگر عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو۔

(حدیث نمبر ۵) ---- صحیح مسلم میں علاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِيْ دَارِهٖ بِالْبَصْرَةِ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهٗ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ اَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ فَقُلْنَا لَهٗ اِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ قَالَ فَصَلُّوا الْعَصْرَ فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ سَمِعْتُ

کہ وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر بصرہ گئے۔ اس وقت وہ ظہر کی نماز پڑھ کر آئے تھے اور ان کا گھر بھی مسجد کے پہلو میں تھا۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیا آپ عصر کی نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہم تو ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آئے ہیں۔ کہنے لگے تو پھر عصر کی نماز پڑھ لو۔ ہم اٹھے اور نماز ادا کی۔ جب فارغ ہو گئے تو انس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۳' حدیث۔۱۴۰۷ ومشکٰوۃ کتاب الصلٰوۃ باب تعجیل الصلوات ج۔۱' ص۔۱۸۹' حدیث۔۵۹۲

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۴' حدیث۔۱۴۰۹

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۴' حدیث۔۱۴۱۰

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ شرح باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَهَا اَرْبَعًا لاَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلاَّ قَلِيْلاً۔[1]

سنا "موخر کر کے پڑھی جانے والی نماز' منافق کی نماز ہوتی ہے۔ وہ بیٹھا رہتا ہے اور سورج کو دیکھتا رہتا ہے' یہاں تک کہ جب وہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو کھڑے ہو کر چار ٹھونگے مار لیتا ہے اور اللہ کا ذکر بھی بس برائے نام ہی کرتا ہے۔

(حدیث نمبر ۶)—— صحیح مسلم میں ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ قُلْتُ يَاعَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهٖ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ۔[2]

انہوں نے کہا کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی' پھر ہم نکلے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے اور انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے کہا چچا جان یہ کون سی نماز ہے جو آپ نے پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ عصر کی نماز ہے اور یہ وہ نماز ہے جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے :

هٰذَانِ الْحَدِيْثَانِ صَرِيْحَانِ فِي التَّكْبِيْرِ لِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا وَاَنَّ وَقْتَهَا يَدْخُلُ بِمَصِيْرِ ظِلِّ الشَّيْءِ مِثْلَهٗ وَلِهٰذَا كَانَ الْاٰخَرُوْنَ يُؤَخِّرُوْنَ الظُّهْرَ اِلٰى ذٰلِكَ الْوَقْتِ۔[3]

یہ دونوں احادیث نماز عصر کو اول وقت میں پڑھنے کی صراحت کرتی ہیں۔ نیز اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔ اس لیے بعض دوسرے حضرات ظہر کو اس وقت تک موخر کرتے تھے۔

(حدیث نمبر ۷)—— صحیح مسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تُنْحَرُ الْجُزُوْرُ فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ ثُمَّ نَطْبَخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيْجًا قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ۔[4]

اس نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر اونٹ ذبح کیا جاتا اور اسے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر ہم اس کو پکاتے اور پکا ہوا گوشت کھاتے۔ یہ سب کام غروب آفتاب سے پہلے ہوتے۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : هٰذَا تَصْرِيْحٌ بِالْمُبَالَغَةِ فِي التَّبْكِيْرِ بِالْعَصْرِ۔[5] "یہ حدیث نماز عصر کو بلا تاخیر ادا کرنے کی صراحت کرتی ہے' انتہٰی۔"

نیز امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : وَفِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ وَمَا بَعْدَهَا دَلِيْلٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوة باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۵' حدیث۔۱۴۱۱

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوة باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۵' حدیث۔۱۴۱۲

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوة باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۵' شرح حدیث۔۱۴۰۷' ۱۴۱۵

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوة باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۶' حدیث۔۱۴۱۳

(۵) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوة باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۷' شرح حدیث۔۱۴۱۳

وَجَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ اَنَّ وَقْتَ الْعَصْرِ يَدْخُلُ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهٗ وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَدْخُلُ حَتّٰى يَصِيْرَ ظِلُّ الشَّيْئِ مِثْلَيْهِ وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ حُجَّةٌ لِلْجَمَاعَةِ عَلَيْهِ مَعَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ بَيَانِ الْمَوَاقِيْتِ وَحَدِيْثِ جَابِرٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ۔ (۱) "ان احادیث میں اور جو ان کے بعد ہیں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے یعنی وقت عصر شروع ہو جاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جاتا ہے۔ لیکن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نماز عصر کا وقت تب شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے۔ مگر یہ احادیث بشمول حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مواقیت کے بیان میں اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ جمہور علماء و محدثین کے مسلک کی تائید کرتی ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف حجت ہیں۔"

(حدیث نمبر ۸) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں محمد بن عمرو بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ الحديث۔ (۲)

انہوں نے کہا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز اول وقت سخت گرمی میں پڑھتے تھے اور عصر اس وقت پڑھتے جب آفتاب گرم اور روشن ہوتا۔

(حدیث نمبر ۹) ---- صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ الحديث۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ جانتے کہ اذان اور صف اول میں کیا ثواب ہے تو قرعہ ڈالے بغیر جگہ نہ حاصل کرپاتے اور اگر لوگ اول وقت نماز پڑھنے کا ثواب جانتے تو اس کے لیے بھاگے آتے۔

(حدیث نمبر ۱۰) ---- صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْئُ بَعْدُ۔ (۴)

نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے اور آفتاب میرے حجرے سے خارج نہیں ہوتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ میرے حجرے میں ہوتی' ابھی تک سایہ بلند نہیں ہوتا تھا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: مَعْنَاهُ كُلِّهِ التَّبْكِيْرُ بِالْعَصْرِ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا وَهُوَ حِيْنَ يَصِيْرُ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهٗ وَكَانَتِ الْحُجْرَةُ ضَيِّقَةَ الْعَرْصَةِ قَصِيْرَةَ الْجِدَارِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ طُوْلُ جِدَارِهَا اَقَلَّ مِنْ مَسَاحَةِ الْعَرْصَةِ بِشَيْئٍ يَسِيْرٍ فَاِذَا صَارَ ظِلُّ الْجِدَارِ مِثْلَهٗ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ وَتَكُوْنُ الشَّمْسُ بَعْدُ فِيْ اَوَاخِرِ الْعَرْصَةِ لَمْ يَقَعِ الْفَيْئُ فِي الْجِدَارِ الشَّرْقِيِّ وَكُلُّ الرِّوَايَاتِ مَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔ (۵) "ان تمام احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ پڑھنے میں جلدی کی جائے یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور حجرہ کا میدان بہت تنگ تھا اور دیواریں

---

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ شرح باب استحباب التبکیر بالعصر ج۔۵' ص۔۱۲۵' شرح حدیث۔۱۴۰۷' ۱۴۱۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب تعجیل الصلوات ج۔۱' ص۔۱۸۸' حدیث۔۵۸۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب فضائل الصلوٰۃ باب فضائل الصلوٰۃ ج۔۱' ص۔۱۹۸' حدیث۔۶۲۸

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب اوقات الصلوات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۱' حدیث۔۱۳۸۰

(۵) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب الاوقات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۱' حدیث۔۱۳۷۸' ۱۳۹۳

چھوٹی تھیں۔ بایں طور کہ دیواروں کا طول میدان کے اندازہ سے کچھ کم تھا۔ پس جب دیوار کا سایہ اس کے مثل ہو جاتا تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا اور ابھی آفتاب میدان حجرہ کے اخیر میں ہوتا اور شرقی دیوار کے اوپر سایہ بلند نہ ہوتا اور سب روایات اس پر محمول ہیں' وباللہ التوفیق۔"

فتح الباری میں لکھا ہے : وَشَذَّ الطَّحَاوِيُّ فَقَالَ لاَ دَلاَلَةَ فِيهِ عَلَى التَّعْجِيْلِ لِاحْتِمَالِ اَنَّ الْحُجْرَةَ كَانَتْ قَصِيْرَةَ الْجِدَارِ فَلَمْ تَكُنِ الشَّمْسُ تَحْتَجِبُ عَنْهَا اِلاَّ بِقُرْبِ غُرُوْبِهَا فَيَدُلُّ عَلَى التَّاخِيْرِ لاَ عَلَى التَّعْجِيْلِ وَتُعُقِّبَ بِاَنَّ الَّذِيْ ذَكَرَهُ مِنَ الْاِحْتِمَالِ اِنَّمَا يُتَصَوَّرُ مَعَ اتِّسَاعِ الْحُجْرَةِ وَقَدْ عُرِفَ بِالْاِسْتِفَاضَةِ وَالْمُشَاهَدَةِ اَنَّ حُجَرَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ تَكُنْ مُتَّسِعَةً وَلاَ يَكُوْنُ ضَوْءُ الشَّمْسِ بَاقِيًا فِيْ قَعْرِ الْحُجْرَةِ الصَّغِيْرَةِ اِلاَّ وَالشَّمْسُ قَائِمَةٌ مُرْتَفِعَةٌ وَاِلاَّ فَمَتٰى مَالَتْ جِدًّا ارْتَفَعَ ضَوْءُهَا عَنْ قَعْرِ الْحُجْرَةِ وَلَوْ كَانَتِ الْجُدُرُ قَصِيْرَةً قَالَ النَّوَوِيُّ كَانَتِ الْحُجْرَةُ ضَيِّقَةَ الْعَرْصَةِ' الخ۔ "طحاوی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عصر کے جلدی پڑھنے کی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اور آفتاب اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر جبکہ غروب کے قریب ہوتا پس تاخیر پر دلالت کرے گا نہ جلدی پر اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال جب متصور ہو سکتا ہے جبکہ حجرہ فراخ لیکن استفاضہ مشاہدے کے ساتھ پہچانا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی بیویوں کے حجرے فراخ نہیں تھے اور آفتاب کی روشنی چھوٹے حجرے کے اندر اسی وقت رہتی ہے جب آفتاب قائم اور بلند ہو۔ پس جب وہ بہت نیچے ہو جائے تو اس وقت اس کی روشنی قعر حجرہ سے بلند ہو جاتی ہے' اگرچہ دیواریں چھوٹی ہوں۔ امام نووی نے کہا کہ حجرہ کا میدان بہت تنگ تھا اور دیواریں چھوٹی تھیں' الیٰ آخرہ۔"

(حدیث نمبر ۱۱) ـــــ نسائی میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ مَعِيَ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ فَيْئُ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهُ وَالْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ قَالَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ فَيْئُ الْاِنْسَانِ مِثْلَهُ وَالْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ فَيْئُ الْاِنْسَانِ مِثْلَيْهِ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھ پس آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب آفتاب ڈھل گیا اور عصر پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل کے برابر ہو گیا اور مغرب جب آفتاب ڈوب گیا اور عشاء جب شفق کی سرخی غائب ہو گئی۔ اس نے کہا پھر ظہر کی نماز پڑھی جب آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور عصر کو پڑھا جب آدمی کا سایہ اس سے دوگنا ہو گیا۔

یعنی پہلے روز عصر کو اول وقت میں پڑھا اور دوسرے دن عصر کو اول وقت سے تاخیر کر کے پڑھا۔ کذا قالہ الشیخ سلام اللہ والنووی اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ نماز کے لیے ایک وقت فضیلت کا ہے اور ایک وقت اختیار کا ہے پس پہلے دن فضیلت کے وقت نماز عصر پڑھی اور دوسرے دن اختیار کے وقت کسی مصلحت راجح کی بناء پر پڑھی۔

---

(۱) سنن نسائی کتاب المواقیت باب اول وقت العصر ج-۱' ص-۲۵۱

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اور ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا بلکہ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر چار میل چلے جانا اور پھر بھی آفتاب کا گرم اور روشن رہنا اور عصر کے بعد اونٹ کو ذبح کر کے تقسیم کرنا اور پھر پکا کر آفتاب ڈوبنے سے پہلے اس کو کھالینا اور آفتاب کا عصر کے بعد حجرہ کے اندر داخل رہنا وغیرہ سب صورتیں اسی وقت متصور ہو سکتی ہیں جب عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہو جائے اور اگر عصر کی نماز کو دو مثل کے بعد پڑھا جائے تو یہ سب صورتیں متصور نہیں ہو سکتی ہیں اور چار میل چلنا اور پھر بھی آفتاب کا روشن رہنا اور اونٹ کو ذبح کر کے پکا کر غروب سے پہلے کھالینا وغیرہ صورتیں ممکن نہیں ہیں۔

تنبیہہ: بعض کہتے ہیں کہ ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعت کا وقت مشترک ہے اور وہ اپنی سند کے طور پر حدیث جبرائیل علیہ السلام پیش کرتے ہیں : صَلَّى بِيَ الظُّهْرَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِيَ الْعَصْرَ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهُ۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا اور پہلے دن عصر کی نماز مجھ کو اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔"

جواب: اس کا امام نووی نے یہ لکھا ہے : وَاَجَابُوْا عَنْ حَدِيْثِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَنَّ مَعْنَاهُ فَرَغَ مِنَ الظُّهْرِ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهُ وَشَرَعَ فِي الْعَصْرِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهُ فَلَا اِشْتِرَاكَ بَيْنَهُمَا فَهٰذَا التَّاوِيْلُ مُتَعَيِّنٌ لِلْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ وَاَنَّهُ اِذَا حُمِلَ عَلَى الْاِشْتِرَاكِ يَكُوْنُ اٰخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ مَجْهُوْلاً لِاَنَّهُ اِذَا اِبْتَدَاَ بِهَا حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَهُ لَمْ يُعْلَمْ مَتٰى فَرَغَ مِنْهَا وَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ اٰخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ مَجْهُوْلاً وَلَا يَحْصُلُ بَيَانُ حُدُوْدِ الْاَوْقَاتِ وَاِذَا حُمِلَ عَلٰى مَا تَاَوَّلْنَاهُ حَصَلَ مَعْرِفَةُ اٰخِرِ الْوَقْتِ وَانْتَظَمَتِ الْاَحَادِيْثُ عَلَى اتِّفَاقٍ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔ [1] "جمہور نے جبرئیل علیہ السلام کی حدیث کا بایں طور پر جواب دیا ہے کہ اس کا یہ ہے کہ دوسرے دن ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک ظہر سے فارغ ہو گئے اور پہلے دن عصر اس وقت شروع کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ لہٰذا اس میں کچھ اشتراک نہیں ہے اور یہی تاویل احادیث کے درمیان تطبیق کے لیے متعین ہے اور اشتراک پر اس کو محمول کیا جائے تو ظہر کا آخر وقت مجہول ہو جائے گا' اس کی پہچان نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ جب ایک مثل سایہ ہونے کے بعد نماز شروع کی تو نہ معلوم ہو گا کہ کس وقت اس سے فارغ ہوئے اور اس وقت ظہر کا آخر وقت معلوم نہیں ہو گا بلکہ مجہول رہے گا اور اگر ہماری تاویل پر محمول کیا جائے تو آخر وقت کی معرفت حاصل ہو جائے گی اور سب احادیث میں تطبیق اور موافقت بھی ہو جائے گی۔

نیز صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے : قَالَ اِذَا صَلَّيْتُمُ الظُّهْرَ فَاِنَّهُ وَقْتٌ اِلٰى اَنْ يَحْضُرَ الْعَصْرُ۔ [2] اور ایک روایت میں ہے : وَقْتُ الظُّهْرِ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ۔ [3] "جب تم ظہر کی نماز پڑھو پس وہ وقت ظہر کا ہے' یہاں تک کہ عصر

---

(1) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب اوقات الصلوات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۲' شرح حدیث۔۱۳۷۸' ۱۳۹۳

(2) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب اوقات الصلوات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۳' حدیث۔۱۳۸۴

(3) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب اوقات الصلوات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۳' حدیث۔۱۳۸۵

کا وقت ہو جائے۔" اور فرمایا وقت ظہر کا تب تک ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہو جائے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : مَعْنَاهُ وَقْتٌ لِاَدَآءِ الظُّهْرِ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ لِلشَّافِعِيِّ وَلِلْاَكْثَرِيْنَ اَنَّهُ لَا اشْتِرَاكَ بَيْنَ وَقْتِ الظُّهْرِ وَوَقْتِ الْعَصْرِ بَلْ مَتٰى خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ ظِلُّ الشَّيْءِ مِثْلَهُ غَيْرَ الظِّلِّ الَّذِيْ يَكُوْنُ عِنْدَ الزَّوَالِ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ لَمْ يَبْقَ شَيْئٌ مِّنْ وَقْتِ الظُّهْرِ۔ [1] "اس کا معنی یہ ہے کہ وہ وقت ظہر کی نماز ادا کرنے کا ہے اور اس میں امام شافعی اور دیگر اکثر علماء کے مذہب کی دلیل ہے یہ کہ وقت ظہر اور وقت عصر کے درمیان کوئی اشتراک نہیں بلکہ جب ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے سے ظہر کا وقت ختم ہو جائے (باستثناء اس سائے کے جو زوال کے وقت ہوتا ہے) تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت نماز ظہر کے وقت کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہتا۔"

بعض حنفی یہ سند لاتے ہیں جو بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔ [2] "جب سخت گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو پس تحقیق گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔" اور اس حدیث کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا : اِنَّمَا اُخْبِرُكَ فَصَلِّ الظُّهْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ رَوَاهُ مَالِكٌ۔ "سوا اس کے نہیں کہ میں تجھ کو خبر دیتا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھ جبکہ سایہ تیرا تیرے برابر ہو جائے' اسے مالک نے روایت کیا۔" کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ اس کے جواب دو ہیں۔

پہلا جواب: شیخ سلام اللہ حنفی نے محلّٰی شرح موطا میں یہ دیا ہے : حَيْثُ قَالَ مَعْنَاهُ مَعَ الْفَيْءِ الْاَصْلِيِّ بِحَيْثُ يَكُوْنُ الْمَجْمُوْعُ ذٰلِكَ الْقَدْرُ وَيَحْصُلُ ذٰلِكَ بِالْاِبْرَادِ بِالصَّيْفِ وَالتَّبْكِيْرِ فِي الشِّتَآءِ فَلَا دَلِيْلَ لِمَنْ قَالَ بِبَقَآءِ وَقْتِ الظُّهْرِ بَعْدَ مَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَهُ۔ "اس کا معنی یہ ہے کہ اصلی سایہ کے ساتھ بایں طور کہ کل مجموعہ اس قدر ہو جائے اور یہ گرمیوں میں ابراد کے ساتھ حاصل ہو گا اور سردیوں میں اول وقت کے ساتھ پس اس میں کوئی دلیل نہیں' اس شخص کے لیے جو ایک مثل کے بعد ظہر کے وقت کے باقی رہنے کا قائل ہے۔"

دوسرا جواب: اس کا معنی یہ ہے کہ ایک مثل کے ہونے تک ظہر پڑھ کر فارغ ہو جا۔ جیسے کہ امام نووی نے حدیث جبریل علیہ السلام کا معنی کیا ہے' پس اس صورت میں سب احادیث کی تطبیق ہو جائے گی اور ایک مثل کے بعد ظہر کے وقت کے باقی رہنے پر حنفیہ اس کے علاوہ اور کئی احادیث سے سند لاتے ہیں لیکن درحقیقت ان احادیث کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ معیار الحق اور اختیار الحق وغیرہ میں کمال بسط کے ساتھ اس کا بیان مذکور ہے' مَنْ شَآءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهِمَا۔

اسی وجہ سے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں : اَمَّا اٰخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ فَلَمْ يُوْجَدْ فِيْ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ وَلَا ضَعِيْفٍ اَنَّهُ يَبْقٰى بَعْدَ مَصِيْرِ ظِلِّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ وَلِذَا خَالَفَ اَبَا حَنِيْفَةَ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ صَاحِبَاهُ وَوَافَقَا الْجَمْهُوْرَ۔ "ایک مثل کے بعد ظہر کا آخر وقت باقی رہنا کسی حدیث صحیح بلکہ ضعیف میں بھی پایا نہیں گیا۔ اسی وجہ سے صاحبین امام صاحب سے اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اور جمہور کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔"

---

(1) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلٰوۃ باب اوقات الصلوات الخمس ج۔۵' ص۔۱۱۲' شرح حدیث۔۱۳۸۴

(2) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب استحباب الابراد بالظھر ج۔۵' ص۔۱۱۸' حدیث۔۱۳۹۴

مسئلہ نمبر ۱۶۱　قیدیوں سے بدلہ لیا جائے نہ ان پر احسان کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلاَ يُفَادٰى بِالْاُسَارٰى عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَلاَ يُمَنُّ عَلَيْهِمْ۔ [۱] "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ قیدیوں کا بدلا لیا جائے اور نہ ان پر احسان کیا جائے" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) ---- بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سوار نجد کی طرف بھیجے۔ سو وہ ثمامہ بن اثال کو جو یمامہ کا سردار تھا قید کر کے لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تین دن تک مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ رکھا پھر تین دن کے بعد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو :

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الحديث۔ [۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو۔ چھوٹنے کے بعد وہ مسجد کے قریب کے کھجوروں کے درختوں میں چلا گیا۔ وہاں اس نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

(حدیث نمبر ۲) ---- صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ ثَمَانِيْنَ رَجُلاً مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيْمِ مُتَسَلِّحِيْنَ يُرِيْدُوْنَ غِرَّةَ النَّبِيِّ ﷺ وَاَصْحَابِهٖ فَاَخَذَهُمْ سِلْمًا فَاسْتَحْيَاهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْتَقَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ۔ [۳]

مکہ والوں میں سے اسی (۸۰) مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جبل تنعیم سے اترے، ہتھیار باندھے ہوئے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے اصحاب پر غفلت میں حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عاجز اور فرمانبردار کر کے پکڑ لیا۔ بعد ازاں آپ نے ان کو زندہ رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا یعنی ان پر احسان کیا اور ان کو چھوڑ دیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اللہ وہ ہے جس نے مکہ کے میدان میں ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکا۔

(حدیث نمبر ۳) ---- شرح سنہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا اَسَرَ اَهْلَ بَدْرٍ قَتَلَ عُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَالنَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَمَنَّ عَلٰى اَبِيْ عِزَّةَ الْجُمَحِيِّ۔ [۴]

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل بدر کو گرفتار کیا تو عقبہ بن ابی معیط کو اور نضر بن حارث کو قتل کیا اور ابی عزہ جمحی پر آپ نے احسان کیا اور اس کو چھوڑ دیا۔

---

(۱) هداية كتاب السير باب الغنائم وقسمتها ج۔۲، ص۔۵۶۷

(۲) مشكوٰة كتاب الجهاد باب حكم الاسراء ج۔۲، ص۔۱۱۵۶، حديث۔۳۹۵۹

(۳) مشكوٰة كتاب الجهاد باب حكم الاسراء ج۔۲، ص۔۱۱۶۰، حديث۔۳۹۶۶

(۴) مشكوٰة كتاب الجهاد باب حكم الاسراء ج۔۲، ص۔۱۱۶۲، حديث۔۳۹۷۱

(حدیث نمبر ۴) ---- صحیح بخاری میں مروان اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ حِيْنَ جَآءَهٗ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْىَ وَاِمَّا الْمَالَ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ جَآؤُا تَآئِبِيْنَ وَاِنِّىْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يَفِيْئُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا لَا نَدْرِىْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَآءُ هُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپ کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے مالوں اور قیدیوں کا سوال کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے قیدیوں کو اختیار کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جو اس کے لائق تھی پھر فرمایا تمہارے بھائی آئے ہیں درآں حالیکہ وہ توبہ کرنے والے ہیں اور تحقیق میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں پس جو شخص تم میں سے اس بات کو پسند کرے اور جو شخص کہ دوست رکھے تم میں سے اس بات کو کہ اپنے حصہ پر رہے یہاں تک کہ دیں ہم اس کو اول اس چیز سے جو انعام کرے اللہ تعالیٰ ہم پر۔ پس چاہیے وہ اس بات کو پسند کر لے۔ پس لوگوں نے کہا یارسول اللہ ہم اس سے خوش ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کس نے اذن دیا ہے تم میں سے اور کس نے اذن نہیں دیا پھر جاؤ یہاں تک کہ ہم تک تمہارے رئیس تمہارے معاملے کو پہنچا دیں۔ پس لوگ پھر گئے اور سرداروں نے ان سے کلام کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو خبر دی کہ لوگ سب خوش ہو گئے ہیں اور سب نے اذن دے دیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی عزہ اور ثمامہ اور مکے کے چالیس آدمیوں پر احسان کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اسی طرح سے آپ نے ہوازن کے قیدیوں پر احسان کیا اور ان کو بھی چھوڑ دیا۔ پس معلوم ہوا کہ قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے اور ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ محض رائے اور خیال ہے جو نصوص کے مقابلہ میں قطعاً باطل اور مردود ہے۔

تنبیہہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ احسان کرنا منسوخ ہے بحکم آیت اُقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ "قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ تم ان کو۔"

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ نسخ مردود ہے' ان وجوہات کی بناء پر جو مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور ہو چکی ہیں۔ ہوازن کے قیدیوں پر جو احسان ہوا ہے وہ فتح مکہ کے بعد ہوا ہے اور یہ آیت اس سے بہت پہلے نازل ہوئی ہے پھر متقدم متاخر کے لیے کیسے ناسخ ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا دوسری احادیث میں بھی کسی کا تقدم اور تاخر معلوم

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجهاد باب حکم الاسراء ج۔۲' ص۔۱۱۶۱' حدیث۔۳۹۶۸

نہیں پھر اس کو ناجائز ٹھہرانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :فِیْهِ جَوَازُ الْمَنِّ عَلَى الْاَسِیْرِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ۔ [1] یعنی حدیث ثمامہ میں قیدی پر احسان کے جواز کی دلیل ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے' انتھٰی۔

مسئلہ نمبر ۱۰۲ نابالغ یا بالغ کو دریا میں غرق کیا تو قصاص نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :وَمَنْ غَرَّقَ صَبِيًّا اَوْ بَالِغًا فِي الْبَحْرِ فَلَا قِصَاصَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ [2] "جس شخص نے کسی نابالغ یا بالغ لڑکے کو دریا میں غرق کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔" سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ بھی ان آیات اور احادیث کے خلاف ہے۔

آیت نمبر ۱: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔ "فرض کیا گیا ہے تم پر مقتولوں کا قصاص لینا۔"

آیت نمبر ۲: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الاية۔ "فرض کیا ہم نے ان پر (تورات میں) کہ جان کے بدلے جان لی جائے آخر آیت تک۔"

(حدیث نمبر ۱) — ابوداؤد اور نسائی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :وَمَنْ قُتِلَ عَمَدًا فَهُوَ قَوَدٌ۔ [3] "اور جو شخص عمداً قتل کیا گیا تو اس کا قصاص لینا ضروری ہے۔"

(حدیث نمبر ۲) — یہ ہے جو ہدایہ میں نقل کی ہے :مَنْ غَرَّقَ غَرَّقْنَاهُ [4] "جو کسی کو پانی میں غرق کرے اس کو ہم پانی میں غرق کریں گے۔"

فائدہ: ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی طرح عمداً مار ڈالے خواہ تلوار سے قتل کرے یا پانی میں ڈبو دے تو اس میں قصاص واجب ہے' اس کے قاتل کو قصاص میں مار ڈالنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۳ میاں بیوی کے درمیان قتل کے علاوہ قصاص نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ فِيْمَا دُوْنَ النَّفْسِ۔ [5] "میاں بیوی کے درمیان کوئی قصاص نہیں سوا قتل کے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر مرد عورت کو جان سے مار ڈالے تو مرد کو اس عورت کے قصاص میں قتل کیا جائے اور اگر مرد عورت کی انگلی کاٹ ڈالے یا دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ ڈالے تو اس کے قصاص میں مرد کا دانت نہ توڑا جائے نہ اس کی آنکھ پھوڑی جائے اور نہ اس کی انگلی کاٹی جائے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو اس آیت کے خلاف ہے :

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب ربط الاسیر وحبسه ج-۱۲' ص-۳۰۹' شرح حدیث-۴۵۶۳

(۲) هدایة کتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ج-۴' ص-۵۶۶

(۳) مشکوٰة کتاب القصاص الفصل الثانی ج-۲' ص-۱۰۳۳' حدیث-۳۴۷۸ وصحیح ابوداؤد کتاب الدیات باب من قتل فی عمیا بین قوم ج-۳' ص-۱۰۰' حدیث-۴۵۴۰ (صحیح) (نوٹ) -- ابوداؤد میں اسی باب میں طاؤس سے بھی یہی الفاظ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں- (انظر ج-۳' ص-۱۰۰' حدیث-۴۵۳۹)

(۴) هدایة کتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ج-۴' ص-۵۶۶

(۵) هدایة کتاب الجنایات باب القصاص فیما دون النفس ج-۴' ص-۵۶۹

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔ (المائدۃ : ۴۵)

فرض کیا ہم نے ان پر (تورات میں) کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت توڑا جائے اور زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

اور دوسرے امام مالک کا مسلک اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ كَسَرَتِ الرَّبِيْعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَااَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ الحديث۔ [1]

ربیع نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ ڈالا۔ پس انصار نبی ﷺ کے پاس آئے (یعنی قصاص لینے کے لیے) پس رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا حکم فرما دیا تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ' اللہ کی قسم اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس اللہ کی کتاب میں قصاص فرض ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قصاص کا حکم دیا ہے لیکن بعد میں انصار کی قوم راضی ہو گئی اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا۔

فائدہ: اس آیت سے بھی صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ جان کے علاوہ اور اعضاء جیسے کہ دانت' کان اور آنکھ وغیرہ میں بھی قصاص ہے بلکہ سب زخموں کا قصاص ہے اور یہ آیت عام ہے' خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورتیں ہوں یا ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو۔ پس آیت سب کو شامل ہے۔ کسی قسم کی اس میں تخصیص اور قید نہیں ہے اور نہ کسی قسم کی تخصیص اس میں ممکن ہے۔ امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان جان کے سوا اور اعضا اور اطراف میں بھی قصاص ہے جو اعضا قصاص کو قبول کر سکتے ہیں۔ امام شافعی' امام مالک' امام احمد اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے' انتہٰی۔

مسئلہ نمبر ۱۰۴ نصرانی کے ہاتھ شراب بیچنا اور خریدنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَاِذَا اَمَرَ الْمُسْلِمُ نَصْرَانِيًّا بِبَيْعِ خَمْرٍ اَوْ بِشِرَآئِهَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ جَازَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ [2]
"اور اگر مسلمان کسی نصرانی کو شراب بیچنے یا خریدنے کا حکم کرے اور وہ نصرانی اس کے حکم سے شراب خرید کر لے یا بیچ ڈالے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔" اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی نصرانی وغیرہ کو وکیل بنا کر شراب کی تجارت کرے تو اس حیلہ سے شراب کی تجارت جائز ہے' مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے دن سنا آپ فرماتے تھے کہ تحقیق اللہ اور رسول نے حرام کر دیا ہے شراب' مردار' خنزیر کا گوشت

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب القصاص الفصل الاول ج۔۲' ص۔۱۰۳۰' حدیث۔۳۴۶۰

(۲) ھدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد ج۔۳' ص۔۵۸

وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهٗ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْا ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ۔ [1]

اور بتوں کا بیچنا۔ پس کسی نے سوال کیا آپ مردار کی چربی کا کیا حکم فرماتے ہیں' تحقیق اس کے ساتھ کشتیوں کو طلا کیا جاتا ہے اور چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور اس سے چراغ جلاتے ہیں۔ پس آپ نے فرمایا نہیں وہ حرام ہے پھر آپ نے اس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب مردار کی چربی ان پر حرام کی تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شراب کی تجارت اور خرید و فروخت قطعاً حرام اور ناجائز ہے خواہ خود آپ بیچے یا کسی کافر نصرانی وغیرہ کو وکیل بنا کر تجارت کرے۔ یہ حدیث عام ہے اور ہر قسم کی بیع کو شامل ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہروہ حیلہ باطل ہے جس کے ذریعے حرام تک پہنچا جائے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں وضاحت کی ہے۔ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى بُطْلَانِ كُلِّ حِيْلَةٍ يُتَوَصَّلُ بِهَا اِلَى الْحَرَامِ۔

نیز مسلک امام اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَاٰكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا وَالْمُشْتَرٰى لَهٗ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے شراب سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت کی ہے اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے حکم کرنے والے پر اور اس کے پینے والے پر' اٹھانے والے پر جس کی طرف لے جائی گئی اس پر اور اس کے پلانے والے پر اس کے بیچنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر اس کے خریدنے والے پر اور اس پر جس کے لیے خریدی گئی۔

فائدہ: مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے : هُوَ اَعَمُّ مِنَ الْبَآئِعِ اَیْ عَاقِدِهٖ وَلَوْ كَانَ وَكِيْلًا اَوْ دَلَّالًا۔ "بیچنے والے سے مراد عام ہے' آپ ہو یا وکیل ہو یا دلال ہو۔" اور اسی میں والمشتری لها کا یہ معنی لکھا ہے : اَیْ لِلشَّرَابِ وَالتِّجَارَةِ بِالْوَكَالَةِ اَوْ غَيْرِهَا۔ "پینے کے لیے ہو یا تجارت کے لیے ہو' وکیل کے ذریعے ہو یا کسی اور کے ذریعے۔" اور مشتری لہ کا یہ معنی لمعات میں لکھا ہے : كَالْمُوَكِّلِ وَاِنْ لَّمْ يُبَاشِرِ الْعَقْدَ۔ "وکیل کرنے والے پر بھی لعنت ہے' اگر وہ خود عقد بیع نہ کرے بلکہ اس کا وکیل ہی کرلے۔" پس اس سے ثابت ہوا کہ شراب کی تجارت اور خرید و فروخت ہر طرح حرام اور ناجائز ہے۔ خواہ خود آپ اس کی خرید و فروخت کرے یا کسی وکیل کے ذریعہ سے اس کی خرید و فروخت کرائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۵ تعزیر میں انتالیس کوڑے لگائے جائیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَالتَّعْزِيْرُ اَكْثَرُهٗ تِسْعَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَوْطًا۔ [3] "اور تعزیر کے لیے زیادہ سے زیادہ انتالیس

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال ج-۲' ص-۸۲۳' حدیث-۲۷۶۶
(۲) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال ج-۲' ص-۸۳۶' حدیث-۲۷۷۶
(۳) ھدایۃ کتاب الحدود باب حد القذف ج-۲' ص-۵۳۵

کوڑے لگائے جا سکتے ہیں۔" اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو صحیح نہیں کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابی بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلْدَاتٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ۔ [1]

کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "دس کوڑوں سے زائد نہ مارے جائیں۔ اس سے زیادہ کوڑے اللہ کی حدود میں سے کوئی حد جاری کرتے وقت ہی مارے جا سکتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تعزیر میں دس کوڑے سے زیادہ مارنے جائز نہیں ہیں۔

یہ کل ایک سو پانچ مسئلے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قسم کے مسائل اتنے زیادہ ہیں کہ اگر سب کو قلمبند کیا جائے تو ایک مستقل دفتر تیار ہو جائے لیکن بخوف طوالت انہیں چند مسائل پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

O—☆☆☆—O

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الحدود باب التعزیر ج-۲، ص-۱۰۷۹، حدیث-۳۶۳۰

فقہ حنفی کے بغیر دلیل کے پندرہ مسائل

فقہ حنفی کے ایسے مسائل جن کی قرآن و حدیث میں کوئی بنیاد نہیں۔ اب فقہ حنفی کے بعض ایسے مسائل کو بیان کیا جاتا ہے جو محض بے دلیل اور بے اصل ہیں اور قرآن و حدیث میں ان کی کوئی سند نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ اگر مسلمان ذمی کی شراب یا خنزیر کو ضائع کر دے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِذَا اَتْلَفَ الْمُسْلِمُ خَمْرَ الذِّمِّیِّ اَوْ خِنْزِیْرَهٗ ضَمِنَ۔ [۱] "اگر مسلمان نے ذمی کی شراب یا خنزیر کو ضائع کر دیا تو مسلمان اس کا ضامن ہے۔" یعنی مسلمان پر اس کی قیمت دینا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی سارنگی، طنبور یا دف توڑ دے یا شراب گرا دے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ کَسَرَ لِمُسْلِمٍ بَرْبَطًا اَوْ طَبْلًا اَوْ مِزْمَارًا اَوْ دُفًّا اَوْ اَرَاقَ لَهٗ سَکَرًا اَوْ مُنَصَّفًا فَهُوَ ضَامِنٌ وَبَیْعُ هٰذِهِ الْاَشْیَآءِ جَائِزٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ [۲] "جو شخص کسی مسلمان کی سارنگی یا طنبور یا ستار یا دف (یہ سب راگ اور گانے بجانے وغیرہ کے سازوں کے نام ہیں) کو توڑ دے یا اس کی شراب کو گرا دے تو وہ ضامن ہے یعنی اس کی قیمت ادا کرنا اس پر واجب ہے اور ان چیزوں کو بیچنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔"

مسئلہ نمبر ۳ چاندی کے برتن میں پانی پینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَیَجُوْزُ الشُّرْبُ فِی الْاِنَاءِ الْمُفَضَّضِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ [۳] "ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چاندی کا پانی بھرے ہوئے برتن میں پانی پینا جائز ہے۔"

مسئلہ نمبر ۴ شراب بنانے والے کو انگور بیچنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا بَأْسَ بِبَیْعِ الْعَصِیْرِ مِمَّنْ یُعْلَمُ اَنَّهٗ یَتَّخِذُهٗ خَمْرًا۔ [۴] "اس شخص کے ہاتھ افشردہ انگور بیچنے کا کوئی حرج نہیں جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب تیار کرتا ہے۔"

---

(۱) هداية كتاب الغصب ج-۳، ص-۳۸۳
(۲) هداية كتاب الغصب ج-۳، ص-۳۸۸
(۳) هداية كتاب الكراهية ج-۴، ص-۴۵۳
(۴) هداية۔

مسئلہ نمبر ۵ گرجاگھر' آتش پرستی یا بت خانہ بنانے کیلئے گھر کرایہ پر دینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ اٰجَرَ بَیْتًا لِیُتَّخَذَ فِیْهِ بَیْتُ نَارٍ اَوْ کَنِیْسَةٌ اَوْ بِیْعَةٌ اَوْ یُبَاعُ فِیْهِ الْخَمْرُ فَلَا بَأْسَ بِهٖ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ [۱] "جو شخص گھر کرایہ پر دے تاکہ اس میں آتش پرستی کی جائے یا گرجا گھر بنایا جائے یا بت خانہ بنایا جائے یا اس میں شراب بیچی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کچھ گناہ نہیں۔"

مسئلہ نمبر ۶ ذمی سے شراب اُٹھانے کی مزدوری لینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ حَمَلَ لِذِمِّیٍّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ یَطْلُبُ الْاَجْرَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ [۲] "جو شخص کسی کافر ذمی کی شراب اٹھا کر چلا پس تحقیق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مزدوری طلب کرے۔"

مسئلہ نمبر ۷ خفیف نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَدْرُ الدِّرْهَمِ وَمَا دُوْنَهٗ مِنَ النَّجَسِ الْمُغَلَّظَةِ کَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْخَمْرِ وَخُرْءِ الدَّجَاجِ وَبَوْلِ الْحِمَارِ جَازَتِ الصَّلٰوةُ مَعَهٗ۔ [۳] "ایک درہم یا اس سے کم نجاست غلیظہ جیسے خون' پیشاب' شراب' مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔"

مسئلہ نمبر ۸ فارسی زبان میں نماز پڑھنا' ذبح کرنا یا قرآن پڑھنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِنِ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ بِالْفَارِسِیَّةِ اَوْ قَرَأَ فِیْهَا بِالْفَارِسِیَّةِ اَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰی بِالْفَارِسِیَّةِ وَهُوَ یُحْسِنُ الْعَرَبِیَّةَ اَجْزَاَهٗ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ [۴] "اگر نماز کو فارسی میں شروع کیا یا اس میں فارسی کے ساتھ قرآن پڑھا یا ذبح کیا اور بسم اللہ فارسی میں پڑھی حالانکہ وہ عربی اچھی طرح پڑھ سکتا تھا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (فارسی کا یہ استعمال) اسے کفایت کرتا ہے۔"

مسئلہ نمبر ۹ شراب وغیرہ کا عشر لینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَاِنْ مَرَّ ذِمِّیٌّ بِخَمْرٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ عُشِرَ الْخَمْرُ۔ [۵] "اگر کوئی کافر ذمی شراب یا خنزیر لے کر مسلمانوں کی حد پر سے گزرے تو اس سے شراب کا عشر یعنی دسواں حصہ لے لینا چاہیے۔"

---

(۱) ھدایۃ۔

(۲) ھدایۃ۔

(۳) ھدایۃ کتاب الطھارات باب الانجاس متطھیرھا ج-۱' ص-۷۴

(۴) ھدایۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ بصلاۃ ج-۱' ص-۱۰۱

(۵) ھدایۃ کتاب الزکاۃ باب فی من یمر علی العاشر ج-۱' ص-۱۹۸

مسئلہ نمبر ۱۰ روزہ کی حالت میں فرج کے علاوہ کسی اور چیز میں جماع کیا تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنْ جَامَعَ فِيمَا دُوْنَ الْفَرْجِ فَأَنْزَلَ فَعَلَيْهِ الْقَضَآءُ دُوْنَ الْكَفَّارَةِ۔ [۱] "جس شخص نے روزہ میں فرج کے علاوہ کسی اور چیز میں جماع کیا اور انزال ہو گیا تو اس پر فقط روزے کی قضا ہے' کفارہ نہیں ہے۔"

مسئلہ نمبر ۱۱ شراب یا خنزیر بطور مہر مقرر کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : كَمَا اِذَا سَمَّى الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيْرَ فَيَصِحُّ الْعَقْدُ وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ۔ [۲] "اگر شراب یا خنزیر مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا واجب ہو گا۔"

مسئلہ نمبر ۱۲ شیطان کے نام پر غلام آزاد کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا لِلشَّيْطَانِ اَوْ لِلصَّنَمِ عُتِقَ۔ [۳] "جو شخص شیطان کے نام پر غلام آزاد کرے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔"

مسئلہ نمبر ۱۳ غلام کو شراب یا خنزیر کے بدلے خریدنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَمَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا بِخَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ فَاَعْتَقَهٗ اَوْ بَاعَهٗ اَوْ وَهَبَهٗ فَهُوَ جَآئِزٌ وَعَلَيْهِ الْقِيْمَةُ۔ [۴] "جس شخص نے غلام کو شراب یا خنزیر کے بدلے خریدا پھر اسے آزاد کر دیا یا بیچ دیا یا ہبہ کر دیا تو یہ سب کام جائز ہیں اور اس پر قیمت ادا کرنا لازم ہے۔"

مسئلہ نمبر ۱۴ خنزیر کے بالوں سے نفع حاصل کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيَجُوْزُ الْاِنْتِفَاعُ بِشَعْرِ الْخِنْزِيْرِ لِضَرُوْرَةٍ۔ [۵] "خنزیر کے بالوں سے ضرورت کے وقت نفع اٹھانا جائز ہے۔"

---

(۱) هداية كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ج-۱' ص-۲۲۰

(۲) هداية كتاب النكاح باب المهر ج-۲' ص-۳۳۱

(۳) هداية كتاب العتاق ج-۲' ص-۴۵۵

(۴) هداية كتاب البيوع باب البيع الفاسد فصل في احكامه ج-۳' ص-۶۵

(۵) هداية كتاب البيوع باب البيع الفاسد ج-۳' ص-۵۵

مسئلہ نمبر ۱۵　آقا اور غلام اور دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان کوئی سود نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلاَ رِبٰو بَيْنَ الْمَوْلٰى وَعَبْدِهٖ وَلاَ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ۔[1] "آقا اور غلام کے درمیان کوئی سود نہیں اور نہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود ہے۔" مطلب یہ ہوا کہ اگر مالک اور غلام آپس میں ایک دوسرے سے سود لیں تو اس میں گناہ نہیں ہے اور اگر دار الحرب میں مسلمان اور کافر حربی آپس میں ایک دوسرے سے سود لیں تو بھی کچھ گناہ نہیں' اس کو سود نہیں کہا جاتا ہے۔

تیسرا مغالطہ

اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ غلط اور مردود ہے

ایک اور مغالطہ جو مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیتے ہیں کہ اجتہاد ختم ہو چکا ہے اور شرائط اجتہاد پر پورا اترنے والا مجتہد آج کل کے زمانے میں بالکل مفقود ہے۔ اب کسی کو یہ طاقت کہاں کہ اجتہاد کر سکے اور اپنے اجتہاد سے قرآن اور حدیث سے مسائل استنباط کر سکے۔ یہ کام مجتہدین کے ساتھ ہی ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آج کوئی شخص قرآن وحدیث سے مسائل مستنبط نہیں کر سکتا۔[2]

اس کے جواب مندرجہ ذیل دیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ "ہر علم والے سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔" دوسری آیت میں ہے: رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ "اے میرے رب مجھ کو علم زیادہ دے۔" اور صحیحین کی حدیث میں آیا ہے: اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ۔[3] "اگر حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر وہ اجتہاد کرے اور غلطی کر بیٹھے تو اسے ایک اجر ملے گا۔" (کیونکہ اس نے امر حق معلوم کرنے کی کوشش تو کی تھی)

ان آیات اور اس حدیث کا عموم کل افراد زمانہ کو قیامت تک کے لیے شامل ہے۔ خصوص اشخاص و خصوص ازمنہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی قید اور تخصیص ہے۔ پس ان کے عموم سے صاف ثابت ہو گیا کہ ہر زمانے میں ایسے اشخاص ہو سکتے ہیں جو قرآن اور حدیث سے اجتہاد کر کے مسائل استنباط کر سکیں۔ لہٰذا اجتہاد کو ائمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین کے ساتھ خاص کرنا اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود کرنا ہے۔

---

(۱) ہدایۃ کتاب البیوع باب الربٰو ج۔۳' ص۔۸۶

(۲) تراجم حنفیہ مطبوعہ لکھنو ص۔۴۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب بیان اجر الحاکم اذا اجتہد ج۔۱۲' ص۔۲۳۹' حدیث۔۴۴۶۲

دوسرا جواب: مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے تراجم حنفیہ میں لکھا ہے کہ اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کرنا غلط اور مردود ہے اور رجم بالغیب ہے۔ چنانچہ انہوں نے نافع کبیر میں دعویٰ اختتام اجتہاد کو بڑے زور شور سے باطل کر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں :

قَالَ الْبَعْضُ وَاَمَّا الْاِجْتِهَادُ الْمُطْلَقُ فَقَدِ اخْتَتَمَ بِالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَفَرَّعَ عَلَيْهِ وُجُوْبَ تَقْلِيْدِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ عَلَى الْاُمَّةِ وَقَدْ رَدَّهٗ بَحْرُ الْعُلُوْمِ مَوْلَانَا عَبْدُ الْعَلِيِّ اللَّكْهَنَوِيُّ فِيْ شَرْحِ تَحْرِيْرِ الْاُصُوْلِ وَمُسَلَّمِ الثُّبُوْتِ بِاَنَّهٗ قَوْلٌ لَا يُعْبَأُ بِهٖ بَعِيْدٌ عَنْ حَيِّزِ الثُّبُوْتِ بَلْ هُوَ رَجْمٌ بِالْغَيْبِ بِلَا شَكٍّ وَلَا رَيْبٍ وَقَدْ ذَكَرْتُ اَقْسَامَ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَعَدَمَ اخْتِتَامِ الْاِجْتِهَادِ بِتَصْرِيْحِ الْمُحَقِّقِيْنَ فِيْ رِسَالَتِيْ النَّافِعِ الْكَبِيْرِ لِمَنْ يُّطَالِعُ الْجَامِعَ الصَّغِيْرَ اِنْتَهٰى۔[1]

بعض نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق چاروں اماموں پر ختم ہو چکا ہے اور اسی بنا پر امت کے لیے امام معین کی تقلید واجب کی ہے اور تحقیق رد کر دیا ہے اس دعویٰ کو بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی نے شرح تحریر الاصول میں اور مسلم الثبوت میں اس بنا پر کہ اس قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ یہ مقام ثبوت سے بہت بعید ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس کی بنیاد محض ظن پر ہے۔ میں نے مجتہدین کی اقسام اور اجتہاد کا عدم اختتام بہ تصریح محققین اپنے رسالہ نافع کبیر میں بیان کیا ہے۔

نیز مولوی عبدالحی صاحب نے تراجم حنفیہ میں لکھا ہے :

بَلْ لَّا يَخْلُوْا مِائَةٌ مِّنَ الْمِاٰتِ مِنَ الْمُجَدِّدِيْنَ يَهْتَدِيْ بِهِمْ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُقَلِّدِيْنَ بَلْ وَلَا عَصْرٌ مِنَ الْاَعْصَارِ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرَضِيْنَ وَاِنْ كَانُوْا فِي الظَّاهِرِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ۔

کوئی صدی مجدد دین سے خالی نہیں اور نہ کوئی زمانہ مجتہدین سے خالی ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ مقلدین سے ہوں' انتھٰی۔

لہذا جب احناف کے جلیل القدر عالم مولوی عبدالحی صاحب ہی دعویٰ ختم اجتہاد کو باطل قرار دیتے ہیں تو پھر عام حنفیوں کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے۔

تیسرا جواب: اگر بقول احناف اجتہاد ختم ہو چکا ہے تو پھر علم اصول فقہ وغیرہ سب لغو اور بے فائدہ ہیں۔ اس لیے کہ علم اصول اسی غرض سے وضع ہوا اور خاص اسی فائدہ کے لیے مدون ہوا کہ ہر کوئی اس کو پڑھ کر استنباط حاصل کرے۔ یہ علم اصول محض قصہ اور کہانی نہیں ہے کہ بجز تلاوت اس سے کچھ مقصود نہ ہو۔ چنانچہ دراسات اللبیب میں لکھا ہے :

كَيْفَ وَتَدْوِيْنُ كُتُبِ الْاُصُوْلِ وَتَبْيِيْنُ قَوَاعِدِهَا الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْحُجَجِ الْاَرْبَعَةِ لَيْسَ تِذْكَارًا بَحْتًا مِمَّا كَانَ مِنْ صَنِيْعِ الْاَوَآئِلِ وَحُجِزَ عَنْهُ الْاَوَاخِرُ فَتَكُوْنُ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ کتب اصول فقہ کی تدوین اور دلائل اربعہ سے تعلق رکھنے والے کی تبیین محض تذکرہ نہیں نہ صرف پہلے لوگوں کا کام کہ جس سے متاخرین کو روک دیا گیا ہو اور متقدمین کا کام کہانیاں بن کر رہ جائے جو انہوں نے لکھ دی

---

(۱) تراجم حنفیہ مطبوعہ لکھنو ص-۲

اَكْتَتَبُوْهَا كَمَا ظُنَّ فِيْهَا وَفِيْ كُتُبِ مُتُوْنِ الْاَحَادِيْثِ لَاسِيَّمَا السُّنَنُ الْمَوْضُوْعَةُ فِي الْاَحْكَامِ وَكُتُبِ فُنُوْنٍ شَتّٰى يَتَعَلَّقُ بِعِلْمِ الْحَدِيْثِ بَلْ اِنَّمَا اُسِّسَتْ قَوَاعِدُ اُصُوْلِ الْفِقْهِ لِيَعْمَلَ بِهَا مَنْ يُّحَاوِلُ الْاِسْتِنْبَاطَ وَاِخْرَاجَ الْفُرُوْعِ مِنْ اُصُوْلِهَا وَمَنْ يَّقْتَدِرُ بِتِلْكَ الْقَوَاعِدِ الْمَاخُوْذَةِ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَوْ فِيْ فَرْعٍ وَاحِدٍ فَهُوَ الْمُجْتَهِدُ فِيْ ذٰلِكَ الْفَرْعِ۔ [1]

ہیں۔ جیسا کہ اس کے بارے میں گمان کرلیا گیا اور متن حدیث کی ان کتابوں کے بارے میں بھی گمان کرلیا گیا جو احکام و سنن کے بیان میں تالیف ہوئیں۔ اور دیگر فنون کی کتابوں کے بارے میں بھی گمان کرلیا گیا (کہ وہ محض کہانیاں ہیں) جن کا تعلق علم حدیث سے ہے۔ حالانکہ اصول فقہ کے قواعد کی بنیاد اس لیے رکھی گئی کہ اس پر وہ شخص عمل کرے جو مسائل کا ان کے اصول سے استنباط کا قصد رکھتا ہو اور جو شخص ان قواعد اصول کو پڑھ کر استنباط پر قادر ہو سکے اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں ہو پس وہ اس مسئلہ میں مجتہد ہے' انتھٰی۔

اب جب علم اصول فقط اسی غرض سے موضوع ہو تو پھر اجتہاد کے ختم ہونے کا کیا معنی اور اس کے باوجود اگر کوئی شخص اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے اپنی عقل اور اپنی کوتاہی علم کا ماتم کرنا چاہیے۔

چوتھا جواب: فتح المبین کے صفحہ۔۳۵۹ میں لکھا ہے کہ تمام کتابیں مبوب (تبویب' ابواب) اور مفصل ہو گئی ہیں اور ناسخ اور منسوخ کو فقہاء نے ممتاز کر دیا ہے' انتھٰی۔

سوال یہ ہے کہ جب تمام کتابیں مبوب اور مفصل ہو گئی ہیں اور ہر قسم کے اسباب بھی تیار ہیں تو اب علم کتاب اللہ مع اقسامہ اور علم لغت اور قیاس وغیرہ جو مقلدین نے اجتہاد کی شرطیں مقرر کی ہیں تو پھر تو کار اجتہاد بہت آسان ہو گیا۔ اس لیے کہ جب کوئی شخص اجتہاد حاصل کرنے کا قصد کرے گا تو بموجب تصریح فقہاء ناسخ و منسوخ اور صحیح و ضعیف وغیرہ اقسام کو ممتاز کر لے گا۔ تو اس صورت میں خود حنفیہ کے ہی قول کے مطابق آج کل مجتہدین کا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ لہذا دعویٰ ختم اجتہاد خود حنفیہ کے قول سے باطل ہو جائے گا۔

پانچواں جواب: ایسے ہی محققین امت اور ناقدین ملت سلفًا و خلفًا دعویٰ ختم اجتہاد کو بڑے زور شور سے باطل کر چکے ہیں بلکہ ختم اجتہاد کے مدعی کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا بتلا چکے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ چند علماء ثقات کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا نظام الدین لکھنوی شرح مسلم میں فرماتے ہیں :

اِعْلَمْ اَنَّ بَعْضَ الْمُتَعَصِّبِيْنَ قَالُوْا اخْتَتَمَ الْاِجْتِهَادُ الْمُطْلَقُ عَلَى الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَلَمْ يُوْجَدْ مُجْتَهِدٌ مُطْلَقٌ بَعْدَهُمْ وَالْاِجْتِهَادُ فِي الْمَذْهَبِ اخْتَتَمَ عَلَى الْعَلَّامَةِ النَّسَفِيِّ صَاحِبِ الْكَنْزِ وَلَمْ يُوْجَدْ مُجْتَهِدٌ فِي الْمَذْهَبِ بَعْدَهُ وَهٰذَا غَلَطٌ وَرَجْمٌ بِالْغَيْبِ فَاِنْ سُئِلَ مِنْ اَيْنَ عَلِمْتُمْ هٰذَا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى

جان لے کہ بعض متعصبین نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق چاروں اماموں پر ختم ہو چکا ہے اور ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق پایا نہیں گیا ہے اور کہتے ہیں کہ اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی صاحب کنز پر ختم ہو چکا ہے اور ان کے بعد مجتہد فی المذہب (الحنفی) کوئی نہیں ہوا۔ ان متعصبین کا یہ قول غلط ہے اور محض ظن اور گمان ہے۔ پس اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ بات تم کو کہاں سے معلوم ہوئی تو وہ اس کی دلیل لانے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر زبردستی ہے

---

[1] دراسات اللبیب۔

اِبۡدَآءِ دَلِیۡلٍ اَصۡلاً ثُمَّ هُوَ تَحَکُّمٌ عَلٰی قُدۡرَةِ اللّٰهِ فَمِنۡ اَیۡنَ یَحۡصُلُ عِلۡمٌ اَنۡ لاَّ یُوۡجَدَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ اَحَدٌ یَتَفَضَّلُ اللّٰهُ عَلَیۡهِ بِمَقَامِ الۡاِجۡتِهَادِ فَاجۡتَنِبۡ عَنۡ مِّثۡلِ هٰذِهِ التَّعَصُّبَاتِ۔ [1]

آخر یہ بات کہاں سے معلوم ہو سکتی ہے کہ قیامت تک کوئی ایک آدمی ایسا پیدا نہ ہو گا جسے اللہ تعالیٰ مرتبہ اجتہاد عنایت کریں۔ پس بچ ایسے تعصبات سے' انتہٰی۔

اور بحرالعلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں :

مِنَ النَّاسِ مَنۡ حَکَمَ بِوُجُوۡبِ خُلُوِّ الزَّمَانِ عَنِ الۡمُجۡتَهِدِ بَعۡدَ الۡعَلاَّمَةِ النَّسۡفِیِّ وَعَنَوۡا بِهِ الۡاِجۡتِهَادَ فِی الۡمَذۡهَبِ وَاَمَّا الۡاِجۡتِهَادُ الۡمُطۡلَقُ فَقَالُوۡا اِنَّهٗ اخۡتَتَمَ بِالۡاَئِمَّةِ الۡاَرۡبَعَةِ حَتّٰی اَوۡجَبُوۡا تَقۡلِیۡدَ وَاحِدٍ مِّنۡ هٰؤُلآَءِ عَلَی الۡاُمَّةِ وَهٰذَا کُلُّهٗ هَوًی مِّنۡ هَوَائِهِمۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِدَلِیۡلٍ وَلاَ یُعۡبَاُ بِکَلاَمِهِمۡ وَاِنَّمَا هُمۡ مِّنَ الَّذِیۡنَ حَکَمَ الۡحَدِیۡثُ عَلَیۡهِمۡ اَنَّهُمۡ اَفۡتَوۡا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ فَضَلُّوۡا وَاَضَلُّوۡا وَلَمۡ یَفۡهَمُوۡا اَنَّ هٰذَا اِخۡبَارٌ بِالۡغَیۡبِ فِیۡ خَمۡسٍ لاَ یَعۡلَمُهُنَّ اِلاَّ اللّٰهُ انتهٰی وَالۡحَاصِلُ اَنَّ مَنِ ادَّعٰی بِاَنَّهٗ قَدِ انۡقَطَعَتۡ مَرۡتَبَةُ الۡاِجۡتِهَادِ الۡمُطۡلَقِ الۡمُسۡتَقِلِّ بِالۡاَئِمَّةِ الۡاَرۡبَعَةِ انۡقِطَاعًا لاَ یُمۡکِنُ عَوۡدُهٗ فَقَدۡ غَلَطَ وَخَبَطَ فَاِنَّ الۡاِجۡتِهَادَ رَحۡمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ سُبۡحَانَهٗ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ لاَ تَقۡصُرُ عَلٰی زَمَانٍ دُوۡنَ زَمَانٍ وَلاَ عَلٰی بَشَرٍ دُوۡنَ بَشَرٍ وَمَنِ ادَّعَی انۡقِطَاعَهَا فِیۡ نَفۡسِ الۡاَمۡرِ مَعَ اِمۡکَانِ وُجُوۡدِهَا فِیۡ کُلِّ زَمَانٍ فَاِنۡ اَرَادَ اَنَّهٗ لَمۡ یُوۡجَدۡ بَعۡدَ الۡاَرۡبَعَةِ مُجۡتَهِدٌ اِتَّفَقَ الۡجَمۡهُوۡرُ عَلٰی اجۡتِهَادِهٖ وَسَلَّمُوۡا اسۡتِقۡلاَلَهٗ کَاتِّفَاقِهِمۡ عَلَی اجۡتِهَادِهِمۡ فَهُوَ مُسَلَّمٌ وَاِلاَّ فَقَدۡ وُجِدَ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علامہ نسفی کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا اور مراد اس سے مجتہد فی المذہب الحنفی ہے اور جہاں تک اجتہاد مطلق کا تعلق ہے کہتے ہیں کہ وہ چاروں اماموں پر ختم ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک امام معین کی تقلید امت پر واجب بتاتے ہیں لیکن یہ ان کی بری خواہشات میں سے ایک خواہش ہے۔ اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں' نہ ان کے کلام کا کچھ اعتبار ہے اور سوا اس کے نہیں کہ ختم اجتہاد کے مدعی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر حدیث نے یہ حکم لگایا ہے کہ انہوں نے بغیر علم کے فتویٰ دیا پس آپ بھی گمراہ ہوئے [2] اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور ان لوگوں کو یہ سمجھ نہ آئی کہ یہ غیب کی خبر دینا ہے ان پانچ چیزوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جو شخص اجتہاد مطلق کے چاروں اماموں پر منقطع ہونے کا مدعی ہے۔ ایسا منقطع ہونا کہ پھر آنا اس کا ممکن نہ ہو پس تحقیق اس شخص نے بڑی غلطی کی اور خبط کیا۔ اس لیے کہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ایک زمانے یا کسی خاص آدمی تک محدود نہیں ہوتی اور جو شخص کہ اجتہاد کے منقطع ہونے کا حقیقتاً مدعی ہو باوجود اس کے کہ اس کا ہر زمانے میں امکان ہے پس اگر اس کی یہ مراد ہے کہ جیسے چاروں اماموں کے اجتہاد پر جمہور کا اتفاق ہے' ایسا کوئی مجتہد ان کے بعد پایا نہیں گیا جس کے مستقل مجتہد ہونے پر جمہور نے اتفاق کیا ہو تو یہ بات مسلم ہے ورنہ چاروں اماموں کے بعد بھی بہت سے مستقل مجتہد پائے گئے

---

(1) شرح مسلم الثبوت ومعیار الحق ص۔ ۴۷

(2) شاہ ولی اللہ نے مصفیٰ شرح موطا میں ضرورت اجتہاد کو تسلیم کرلیا ہے۔ ان کی اصل فارسی عبارت آگے ص۔ کے حاشیہ میں درج ہے۔

بَعْدَهُمْ اَيْضًا اَرْبَابُ الْاِجْتِهَادِ الْمُسْتَقِلِّ كَاَبِيْ ثَوْرِ الْبَغْدَادِيِّ وَدَاوُدَ الظَّاهِرِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمْ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى طَالِعِ كُتُبِ الطَّبَقَاتِ اِنْتَهٰى۔ [۱]

ہیں جیسے کہ ابوثور بغدادی' داؤد ظاہری اور محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہم اور یہ بات اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو کتب طبقات کا مطالعہ کرنے والا ہے۔

وَقَالَ اِمَامُ الْفُقَهَآءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَبُوْ شَامَةَ فِي الْكِتَابِ الْمُؤَمَّلُ قَدْ حَرَّمَ الْفُقَهَآءُ فِيْ زَمَانِنَا النَّظْرَ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ وَالْاٰثَارِ وَالْبَحْثَ عَنْ فِقْهِهَا وَمَعَانِيْهَا وَمُطَالَعَةَ الْكُتُبِ النَّفِيْسَةِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ شُرُوْحِهَا وَغَرِيْبِهَا بَلْ اَفْنَوْا زَمَانَهُمْ وَاَعْمَارَهُمْ فِي النَّظْرِ فِيْ اَقْوَالِ مَنْ سَبَقَهُمْ مِنْ مُّتَاَخِّرِى الْفُقَهَآءِ وَتَرَكُوا النَّظْرَ فِيْ نُصُوْصِ نَبِيِّهِمِ الْمَعْصُوْمِ مِنَ الْخَطَا ﷺ وَاٰثَارِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ شَهِدُوا الْوَحْيَ وَعَايَنُوْا الْمُصْطَفٰى ﷺ وَفَهِمُوْا نَفَآئِسَ الشَّرِيْعَةِ فَلَا جَرَمَ حَرَّمَ هٰؤُلَآءِ رُتْبَةَ الْاِجْتِهَادِ وَبَقَوْا مُقَلِّدِيْنَ عَلَى الْاَبَادِ وَقَدْ كَانَتِ الْعُلَمَآءُ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ مَعْذُوْرِيْنَ فِيْ تَرْكِ مَالَمْ يَقِفُوْا عَلَيْهِ مِنَ الْحَدِيْثِ لِكَوْنِ الْاَحَادِيْثِ لَمْ تَكُنْ حِيْنَئِذٍ فِيْمَا بَيْنَهُمْ مُدَوَّنَةً اِنَّمَا كَانَتْ تُلَقّٰى مِنْ اَفْوَاهِ الْعُلَمَآءِ وَهُمْ يَتَفَرَّقُوْنَ فِي الْبُلْدَانِ وَقَدْ زَالَ ذٰلِكَ الْعُذْرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ بِجَمْعِ الْاَحَادِيْثِ الْمُجْتَمَعِ بِهَا فِيْ كُتُبٍ بَوَّبُوْهَا وَقَسَّمُوْهَا وَسَهَّلُوا الطَّرِيْقَ اِلَيْهَا وَبَيَّنُوا الضُّعْفَ كَثِيْرًا مِّنْهَا وَصِحَّتَهُ وَتَكَلَّمُوْا فِيْ عَدَالَةِ الرِّجَالِ وَجَرْحِ الْمَجْرُوْحِ مِنْهُمْ وَفِيْ عِلَلِ الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَدْعُوْا لِلْمُسْتَعْمِلِ مَا يَتَعَلَّلُ بِهٖ وَفَسَّرُوْا الْقُرْاٰنَ وَتَكَلَّمُوْا فِيْ غَرِيْبِهَا وَفِقْهِهَا

فقہاء اور محدثین کے امام ابوشامہ نے کہا ہے کہ تحقیق ہمارے زمانہ کے فقہاء نے حدیث اور آثار کی کتابوں میں نظر کرنے کو حرام کہا ہے اور اس کی فقہ اور معانی میں بحث کرنے کو بھی حرام کہا ہے اور بہت عمدہ نفیس کتابوں کے (جو احادیث کی شرح میں اور اس کی نادر باتوں کے بیان کرنے میں تصنیف ہوئی ہیں) مطالعہ کرنے کو بھی حرام بتایا ہے' انہوں نے اپنی تمام عمروں کو اقوال فقہاء کا مطالعہ کرنے میں فنا اور برباد کر دیا اور اپنے معصوم نبی کی ایسی نصوص جن کے بارے میں شک کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا' کو چھوڑ دیا اور اقوال و آثار صحابہ کو بھی ترک کر دیا۔ (جنہوں نے وحی کا مشاہدہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور شریعت کی عمدہ باتوں کو سمجھا) پس لاچار رتبہ اجتہاد سے محروم اور خالی رہ گئے اور ہمیشہ مقلد رہے اور پہلے زمانے کے علماء ان احادیث کے ترک کرنے میں معذور تھے جس سے وہ واقف نہ ہوئے تھے۔ اس لیے کہ اس وقت احادیث ایک جگہ جمع نہ ہوئی تھیں اور صرف کہ علماء کی زبان سے ہی سیکھی جاتی تھیں اور تمام علماء مختلف شہروں میں متفرق پھیلے ہوئے تھے۔ اب یہ عذر دفع ہو چکا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ کتب حدیث مرتب ہو چکی ہیں اور علماء نے ان کی تبویب اور تقسیم کر دی ہے اور ان سے استفادہ آسان کر دیا ہے اور ان میں سے بہت سی احادیث کی صحت اور ضعف کو بیان کر دیا ہے اور انہوں نے راویوں کی عدالت اور مجروح رواۃ کی جرح میں کلام کیا ہے اور نیز حدیث کی علتوں پر بھی کلام کی ہے اور انہوں نے عمل کرنے والے کے لیے کوئی حیلہ نہیں چھوڑا اور قرآن کی بھی تفسیر کر دی ہے اور اس کے غرائب اور اس کی فقہ اور بڑی بڑی کتابوں میں جو کچھ اس کے متعلق ملا ہے

---

(۱) بحر العلوم شرح مسلم الثبوت و معیار الحق ص-۴۸

وَكُلِّ مَا يَتَعَلَّقُ بِهَا فِيْ مُصَنَّفَاتٍ عَدِيْدَةٍ جَلِيْلَةٍ وَالَاتٍ مُتَهَيَّاةٍ لِلَّذِيْ طَلَبٍ صَادِقٍ وَذَكَاءٍ وَفَطْنَةٍ وَكَذَا اللُّغَةُ وَصَنَاعَةُ الْعَرَبِيَّةِ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ حَرَّرَهُ اَهْلُهُ وَحَقَّقُوْهُ فَالتَّوَصُّلُ اِلَى الْاِجْتِهَادِ بَعْدَ الْجَمْعِ وَالنَّظْرِ فِي الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ اِذَا رُزِقَ الْاِنْسَانُ الْحِفْظَ وَالْفَهْمَ وَمَعْرِفَةَ اللِّسَانِ اَسْهَلُ مِنْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ۔ [1]

اور ان کے بارے میں کلام کیا ہے اور سچی طلب رکھنے والے اور ذہین و فطین حضرات کے لیے قرآن فہمی کے جو ذرائع و وسائل مہیا ہیں ان کے متعلق کلام کیا ہے اور اسی طرح لغت و زبان عربی کو لوگ نگاہ تحریر لے آئے ہیں اور اس کے معانی و مفاہیم کی تحقیق کر دی ہے' لہٰذا اجتہاد کرنا پہلے سے بہت سہل اور آسان ہو گیا ہے' انتھٰی۔

علامہ ہارون مرجانی حنفی نے کتاب ناظورۃ الحق میں لکھا ہے :

وَالَّذِيْ يَتَقَوَّلُهُ الْمُخَاطَبُ وَيَفْتَرِيْ بِهِ الْكَذِبَ عَلَى اللّٰهِ اَنَّهُ يَزْعَمُ اَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْاَدِلَّةِ اِنَّمَا هُوَ وَظِيْفَةُ الْمُجْتَهِدِ وَالْاِجْتِهَادُ مَلْكَةٌ رَاسِخَةٌ وَبَصِيْرَةٌ شَرِيْفَةٌ وَرُتْبَةٌ عَظِيْمَةُ الْمُرَقّٰى وَاَهْلُه قَدِ انْقَرَضَ وَزَمَانُهُ قَدْ مَضٰى۔ [2]

اور مخاطب جو بات کرتا ہے اور جس کے ساتھ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دلائل سے تمسک صرف مجتہد کا کام ہے اور اجتہاد ایک مضبوط صلاحیت اعلیٰ درجہ کی بصیرت اور عظیم رتبے کا نام ہے جس پر فائز ہونا حد درجہ مشکل ہے۔ نیز یہ کہ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے دنیا سے اٹھ گئے ہیں اور ان کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا

شاہ صاحب وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ : (ترجمہ) "فروعات فقہیہ کو کتاب و سنت پر ہمیشہ پیش کرتے رہنا اور جو موافق ہو اس کو قبول کرنا ورنہ کھوئے اسباب کو مالک کے منہ پر دے مارنا امت کے لیے مسائل فقہیہ کو کتاب اللہ اور سنت پر پیش کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے (یعنی مسائل فقہیہ کو کتاب اللہ اور سنت پر ہمیشہ پیش کرتے رہنا ضروری ہے) اور فقہاء کی من گھڑت باتوں کو (جنھوں نے ایک عالم کی تقلید کو دستاویز بنا کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک کر دیا ہے نہ سننا اور ان کی طرف بالکل التفات نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قرب ان سے دور رہ کر طلب کرنا انتھٰی۔" [3]

شاہ صاحب کے اس کلام سے ثابت ہوا کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا ہے ورنہ مسائل فقہیہ کو ہمیشہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر پیش کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اسی وجہ سے حنابلہ کے نزدیک کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں ہوتا ہے اور یہی بات ابن دقیق نے بھی اختیار کی ہے اور زبیری کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے : لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ۔ "میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر فائز رہے گی۔" اور کتب تاریخ اسلامی کے تتبع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں کسی نہ کسی گوشہ زمین میں کوئی نہ کوئی مجتہد ضرور ہی ہوتا رہا ہے۔ خصوصاً علماء شافعیہ اور حنابلہ میں

---

(۱) معیار الحق ص-۸۸

(۲) ناظورۃ الحق طبع بلگرام۔

(۳) وصیت نامہ ص-۲

علی الخصوص عارفان کتاب و سنت میں اجتہاد کوئی ایسی نایاب چیز نہیں ہے کہ سوائے چاروں اماموں کے اور کسی کے ہاتھ نہ لگی ہو بلکہ جو شرائط اجتہاد مع شئی زائد اصحاب کتب ستہ وغیرہ کو حاصل تھیں' وہ ائمہ اربعہ میں کسی ایک کو بھی حاصل نہ تھیں بلکہ جو آلات واسباب اجتہاد متاخرین اہل علم کو ملے ہیں وہ مجتہدین سابقین کے ہاتھ نہیں لگے۔ اسی وجہ سے متاخرین میں ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی مجتہد کسی نہ کسی ملک میں ضرور پیدا ہوتا رہا ہے اور دوسری صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک ہر زمانہ میں تارکین تقلید اور بلا واسطہ مجتہدین عاملین بالحدیث ہوتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا دوسری صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک ہر زمانے کے ایک ایک مجتہد کا نام بطور مثال لکھا جاتا ہے۔

دوسری صدی سے تیرہویں صدی تک کے مجتہدین

(۱) محمد بن جریر طبری جو مشہور شافعی ہیں' سنہ-۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ خود مجتہد تھے اور اپنا مستقل مذہب رکھتے تھے' جس کے بہت سے لوگ تابع تھے۔ (۲) یحییٰ بن یحییٰ مصمودی مشہور مالکی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور امام مالک کے مذہب کے مخالف فتویٰ دیا کرتے تھے' سنہ-۲۳۴ھ میں انتقال کیا۔ (۳) دارمی مشہور شافعی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور امام شافعی کے مذہب کے خلاف فتوے دیا کرتے تھے۔ کوئی اعتراض کرتا کہ یہ فتویٰ امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہے تو آپ فرماتے تھے تجھ پر افسوس ہے یہ تو حدیث کا فتویٰ ہے اور کبھی سائل سے یہ کہتے کہ تو امام شافعی کا قول پوچھتا ہے یا جو میرے خیال میں ہے۔ ان کی وفات سنہ-۳۷۵ھ میں ہوئی۔ (۴) حافظ ابن حزم سنہ-۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے' مشہور ظاہری ہیں۔ آپ بھی مجتہد تھے اور تقلید کو برا کہنے میں ضرب المثل تھے۔ (۵) حافظ ابن مندہ مشہور حنبلی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد سے حدیث سے مسائل استنباط کرتے تھے اور خلاف حدیث اقوال کو ترک کر دیتے تھے' ان کی وفات سنہ-۴۷۰ھ میں ہوئی۔ (۶) امام ہروی مشہور حنبلی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور اہل حدیث کے مذہب پر تھے اور اتباع میں عبداللہ بن مبارک کی مثل تھے' ان کی وفات سنہ-۴۸۱ھ میں ہوئی۔ (۷) ابو الوفا مشہور حنبلی مجتہد تھے اور فرماتے تھے پیروی دلیل کی واجب ہے نہ کہ امام احمد کی' ان کی وفات سنہ-۵۱۳ھ میں ہوئی۔ (۸) امام مغافری مشہور مالکی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور تقلید کے تارک تھے اور کتاب و سنت سے مسائل استنباط کرتے تھے' ان کی وفات سنہ-۵۴۳ھ میں ہوئی۔ (۹) امام رازانی' آپ بھی مجتہد تھے اور اہل حدیث کے مذہب کے موافق فتویٰ دیتے تھے' ان کی وفات سنہ-۵۴۶ھ میں ہوئی۔ (۱۰) امام محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات' آپ بھی مجتہد تھے اور اتباع حدیث اور ترک تقلید میں بے نظیر تھے اور علم حدیث کے ایسے دریا تھے جس کا کنارہ نہ ہو اور قیاس کے ایسے منکر جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا' ان کی وفات سنہ-۶۳۸ھ میں ہوئی۔ (۱۱) امام ابوشامہ مشہور شافعی ہیں' آپ نے مذمت تقلید اور ترغیب عمل بالحدیث میں ایک مستقل تالیف فرمائی ہے' جس کا نام الکتاب المؤمل فی الرد الی الامر الاول ہے' آپ بھی مجتہد تھے' آپ کی وفات سنہ-۵۵۶ھ میں ہوئی۔ (۱۲) امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ مشہور حنبلی ہیں' آپ مجتہد مطلق تھے اور آپ کا تارک تقلید ہونا اور باجتہاد خود حدیث پر عمل کرنا آپ کے نام سے بھی زیادہ مشہور ہے' ان کی وفات سنہ-۷۲۸ھ میں ہوئی۔

(۱۳) امام ابن القیم مشہور حنبلی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور عامل بالحدیث اور مذمت تقلید میں بے مثل' آپ کی وفات سنہ-۷۵۱ھ میں ہوئی۔ (۱۴) امام محمد ابراہیم وزیر مشہور زیدی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور عامل بالحدیث اور تارک تقلید تھے۔

کسی مذہب زیدی وغیرہ کے مقلد نہ تھے' ان کی وفات سنہ ۸۷۵ھ میں ہوئی۔ (۱۵) امام جلال الدین محلی مشہور شافعی ہیں' آپ بھی مجتہد تھے اور امام شافعی کے مذہب کے ملتزم نہیں تھے بلکہ جس شخص کے پاس حق پاتے' اسی کی طرف رجوع کرتے' آپ کی وفات سنہ ۸۶۴ھ میں ہوئی۔ (۱۶) امام شہاب الدین منزلادی' آپ بھی مجتہد تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتے اور سنی محمدی کہلاتے' حنفی شافعی وغیرہ نہ کہلاتے تھے' آپ کی وفات سنہ ۹۵۱ھ میں ہوئی۔ (۱۷) امام مقبلی صنعانی' آپ بھی مجتہد اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مسلک پر تھے (جو رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا اتباع نہ کرتے) اور تقلید کے ایسے تارک تھے کہ اس بناء پر مقلدین نے ان پر کفر کے فتوے لگائے' جن سے وہ بحکم سلطان روم امتحان کے بعد بری کئے گئے' ان کی پیدائش سنہ ۱۰۴۷ھ میں ہوئی۔ (۱۸) امام کوکبانی' آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے' اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے' ان کی پیدائش سنہ ۱۰۳۵ھ میں ہوئی۔ (۱۹) زبیدی مشہور حنفی' آپ بھی مجتہد تھے اور فرماتے تھے "میرا دین وہ نہیں جو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کا ہے' اگر وہ حدیث صحیح کے خلاف ہو" ان کی پیدائش سنہ ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔ (۲۰) علی ابن عبداللہ صنعانی' آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے۔ اپنے اجتہاد سے حدیث پر عمل کرتے تھے' ان کی پیدائش سنہ ۱۱۶۵ھ میں ہوئی۔ (۲۱) عبداللہ بن لطف اللہ صغانی' آپ بھی مجتہد تھے اور تقلید سے سخت نفرت کرتے تھے' آپ کی وفات سنہ ۱۱۷۲ھ میں ہوئی۔ (۲۲) عبدالرحمٰن بن احمد صغانی' آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے' حدیث پر عمل کرتے تھے' آپ کی پیدائش سنہ ۱۱۸۰ھ میں ہوئی۔ (۲۳) امام محمد بن علی شوکانی' آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے' اپنے اجتہاد سے عمل بالحدیث کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں اور اس کے بعد آپ کے شاگردوں میں ایسے بہت سے لوگ ہوئے ہیں جو کسی کے مقلد نہ تھے اور باجتہاد خود عمل بالحدیث کرتے تھے۔ جیسے محمد بن احمد متوفی سنہ ۱۲۳۶ھ اور محمد بن حسن متوفی سنہ ۱۲۵۷ھ وغیرہ اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب وغیرہ سب مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد سے عمل بالحدیث کرتے تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ تقلید کی مذمت کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی تصانیف سے یہ امر اظہر من الشمس ہے اور اس زمانہ حال میں بھی بہت سے علماء ایسے ہیں کہ وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ اپنے اجتہاد سے استدلال اور استنباط کرتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے عمل بالحدیث کرتے ہیں (مثلاً نواب صدیق حسن خاں صاحب اور شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب) اور بعض دوسرے ایسے بھی ہیں کہ بظاہر مقلد کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ اپنے ملکہ سے استنباط کر سکتے ہیں۔

اسی وجہ سے مولوی عبدالحی صاحب نے "تراجم حنفیہ" میں لکھا ہے : بَلْ لَّا يَخْلُوْا مِائَةٌ مِّنَ الْمِاٰتِ مِنَ الْمُجَدِّدِيْنَ يَهْتَدِيْ بِهِمْ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُقَلِّدِيْنَ بَلْ وَلَا عَصْرٌ مِّنَ الْاَعْصَارِ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِيْنَ وَاِنْ كَانُوْا فِي الظَّاهِرِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ اِنْتَهٰى۔ (اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) پس اس بیان بابرہان سے ثابت ہو گیا کہ ہر زمانے میں مجتہد ہوتے آئے ہیں اور کوئی زمانہ مجتہدین سے خالی نہیں رہا ہے اور اسی طرح زمانہ حال میں بھی کوئی نہ کوئی مجتہد کسی نہ کسی ملک میں ضرور ہو گا بلکہ زمانہ حال میں بہ نسبت زمانہ سابق کے اجتہاد کرنا اور کتاب و سنت سے مسائل استنباط کرنا بہت سہل اور آسان ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو اسباب و آلات علوم و فنون اب اس زمانے میں علماء کو میسر ہیں' علماء زمانہ سابق کو ایسے اسباب کبھی خواب میں بھی میسر نہ آئے تھے اور جس قدر کتب تفاسیر اور کتب حدیث اور کتب اصول و فقہ وغیرہ علوم مختلفہ و فنون شتی کی اس زمانہ میں اہل علم کے پاس جمع ہوئی ہیں' اتنی کتابیں علماء زمانہ سابق کے پاس کبھی جمع نہیں

ہوئیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو بڑی سخت گمراہی اور پرلے درجے کی جہالت اور کج فہمی میں مبتلا ہے۔

چھٹا جواب: یہ شرائط اجتہاد جو بعض متعصبین نے لگائی ہیں' یہ مجتہد مطلق کے لیے ہیں جو جمیع احکام میں فتوے دے اور جو شخص کسی ایک حکم میں مثلاً مجتہد ہو اس کے لیے یہ شرائط ضروری نہیں ہیں بلکہ اس کے لیے اتنا ہی علم حاصل کرنا ضروری ہے جو اس مسئلے سے متعلق ہو۔ چنانچہ تلویح میں لکھا ہے: ثُمَّ هٰذِهِ الشَّرَآئِطُ اِنَّمَا هِيَ فِيْ حَقِّ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ الَّذِيْ يُفْتِيْ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْكَامِ وَاَمَّا الْمُجْتَهِدُ فِيْ حُكْمٍ دُوْنَ حُكْمٍ فَعَلَيْهِ مَعْرِفَةُ مَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ الْحُكْمِ كَذَا ذَكَرَهُ الْاِمَامُ الْغَزَالِيُّ اِنْتَهٰى۔

اور کشاف اصطلاحات الفنون میں لکھا ہے: وَاَمَّا الْمُجْتَهِدُ فِيْ مَسْئَلَةٍ فَيَكْفِيْهِ عِلْمُ مَا يَتَعَلَّقُ بِهَا وَلَا يَضُرُّهُ الْجَهْلُ بِمَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهَا هٰكَذَا فِي الْعَضُدِيْ وَحَوَاشِيْهِ۔

اور دراسات اللبیب میں لکھا ہے: وَمَا قِيْلَ مِنْ اَنَّهُ لَيْسَ فِيْ زَمَانِنَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاِجْتِهَادِ فَهُوَ مَعَ كَوْنِهٖ مِمَّا نُوْقِشَ فِيْهِ لَوْ سُلِّمَ فَهُوَ نَفْيٌ لِلْاِجْتِهَادِ الْمُطْلَقِ لَا مُطْلَقِ الْاِجْتِهَادِ الشَّامِلِ لِلْاِجْتِهَادِ الْجُزْئِيِّ لِعَدَمِ خُلُوِّ الْاَعْصَارِ عَنْ ذٰلِكَ حَتّٰى عَصْرِنَا هٰذَا فَاَدْنٰى مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاِجْتِهَادُ الْجُزْئِيُّ اَمْرٌ قَرِيْبُ الْحُصُوْلِ يَقْضِيْ وَطْرَهُ قَلِيْلٌ مِّنَ الْعِلْمِ اِنْتَهٰى۔

حاصل یہ ہے کہ اجتہاد جزئی یعنی فقط ایک ہی مسئلہ میں اجتہاد کرنا اس کے لیے وہ شرائط ضروری نہیں جو مجتہد مطلق کے لیے مقرر ہیں بلکہ اس کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے جو اس مسئلہ کے متعلق ہو اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہے۔ اس کے لیے تھوڑا علم بھی کافی ہے' فقط۔

چوتھا مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے کا بیان

ایک مغالطہ مقلدین' حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں جو فتح المبین میں لکھا ہے کہ اقوال ائمہ مجتہدین کی تحقیق کے بغیر صحیح حدیث پر عمل کرلینا حسن ظن تو ہے مگر حماقت اور تکبر سے خالی نہیں اور یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

پہلا جواب: اصول حنفی میں لکھا ہے کہ اگر راوی صحابی اپنی روایت کردہ حدیث میں تاویل کرے تو وہ موجب جرح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تلویح میں لکھا ہے:

وَاِنْ عَمِلَ بِبَعْضِ مُحْتَمِلَاةٍ بِطَرِيْقِ التَّاوِيْلِ لَا يَكُوْنُ جَرْحًا اِنْتَهٰى۔	اور اگر اس کے بعض محتملات پر بطریق تاویل عمل کرے تو موجب جرح نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب راوی صحابی کی تاویل اس کو حجت ہونے سے خارج نہیں کرتی ہے تو پھر ائمہ مجتہدین کی تاویلات جو سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئے کس گنتی اور شمار میں ہیں اور حدیث کو حجت ہونے سے کیسے خارج کر سکتے ہیں۔

دوسرا جواب: خود فتح المبین کے ص۔ ۲۸، ۲۹ میں لکھا ہے کہ خود مجتہدین اکابردین کو آج تک کسی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہوئی ہے' انتھی۔ پس اب عمل بالحدیث کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا تو بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

تیسرا جواب: یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو صحیح حدیث پر عمل کر لینا بلا تحقیق تاویل و نسخ جائز ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں لکھا ہے :

وَاِنْ لَّمْ يَسْتَفْتِ وَلٰكِنْ بَلَغَهُ الْخَبَرُ وَهُوَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْغِيْبَةُ تُفْطِرُ الصَّائِمَ وَلَمْ يَعْرِفِ النَّسْخَ وَلَا تَأْوِيْلَهٗ فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ عِنْدَهُمَا لِاَنَّ ظَاهِرَ الْحَدِيْثِ وَاجِبُ الْعَمَلِ اِنْتَهٰى۔

اگر کسی سے فتویٰ نہ پوچھا لیکن اس کو یہ حدیث پہنچ گئی کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور غیبت روزہ کو توڑ دیتی ہے اور نہیں پہچانتا ہے اس کے منسوخ ہونے کو اور نہ اس کی تاویل تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد کے نزدیک کوئی کفارہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ ظاہر حدیث واجب العمل ہے' انتھی۔

پس اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ حدیث کا معنی ظاہر واجب العمل ہے' تاویلات ائمہ مجتہدین کا اس کے آگے کچھ اعتبار نہیں اور جبکہ بغیر تحقیق اقوال ائمہ حدیث پر عمل کرنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز بلکہ واجب ہے تو پھر اس کو حماقت اور تکبر کہنا خود سمجھ لیجئے کہ کس کو احمق اور متکبر ٹھہراتا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

چوتھا جواب: یہ کہ ظاہر نصوص میں تاویل کرنا اور نص کو ظاہر معنی سے پھیر دینا اکثر علماء حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک مطلق حرام ہے۔ چہ جائیکہ تاویلی معنی پر عمل کیا جائے یا ائمہ مجتہدین کی تاویلات کی طرف التفات کیا جائے بلکہ اگر صحابی راوی بھی اپنی روایت کردہ حدیث کے ظاہر معنی کے خلاف تاویل کرے اور اپنی تاویل کی کوئی سند نہ بتائے تو اکثر حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کی تاویل بھی قابل عمل نہیں بلکہ ظاہر معنی حدیث واجب العمل ہے اور تاویل صحابی کی طرف رجوع جائز نہیں ہے اور یہی قول امام شافعی کا اور حنفیہ میں سے امام کرخی کا اور جمہور علماء کا ہے۔ چنانچہ حصول المامول میں لکھا ہے :

اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الْخَبَرُ ظَاهِرًا فِيْ شَيْئٍ فَيَحْمِلُهُ الرَّاوِى مِنَ الصَّحَابَةِ عَلٰى غَيْرِ ظَاهِرِهٖ اِمَّا بِصَرْفِ اللَّفْظِ عَنْ حَقِيْقَتِهٖ اِلٰى مَجَازِهٖ اَوْ بِاَنْ يَّصْرِفَهٗ عَنِ الْوُجُوْبِ اِلَى النَّدْبِ اَوْ مِنَ التَّحْرِيْمِ اِلَى الْكَرَاهَةِ وَلَمْ يَأْتِ بِمَا يُفِيْدُ صَرْفَهٗ عَنِ الظَّاهِرِ فَمَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ مِنْ اَهْلِ الْاُصُوْلِ اَنَّهٗ يُعْمَلُ بِالظَّاهِرِ وَلَا يُصَارُ اِلٰى خِلَافِهٖ بِمُجَرَّدِ قَوْلِ الصَّحَابِيِّ اَوْ فِعْلِهٖ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ لِاَنَّا مُتَعَبِّدُوْنَ بِرِوَايَتِهٖ خِلَافًا لِلْحَنَفِيَّةِ۔

حدیث کے حالات سے چھٹا حال یہ ہے کہ حدیث ایک معنی میں ظاہر الدلالۃ ہو اور اس کا صحابی راوی اس کو غیر ظاہر معنی پر محمول کرے کہ اس کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لے یا اس کو وجوب سے استحباب کی طرف پھیر دے یا اس کو حرمت سے کراہت کی طرف پھیر دے اور اپنی اس تاویل پر کوئی دلیل ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ حدیث کا ظاہر واجب العمل ہے اور صحابی کے قول یا فعل جو ظاہر حدیث کے خلاف ہے' کی طرف رجوع جائز نہیں ہے اور یہی بات حق ہے۔ اس لیے کہ ہم صحابی کی روایت پر عمل کرنے کے مکلف ہیں نہ کہ اس کی رائے پر عمل کرنے کے۔ اس میں حنفیہ کو اختلاف ہے۔

اور تحریر الاصول للشیخ ابن ہمام اور اس کی شرح میں لکھا ہے :

وَاِذَا حَمَلَ الصَّحَابِیُّ مَرْوِیَّهُ الظَّاهِرَ فِیْ حُکْمٍ عَلٰی غَیْرِ الظَّاهِرِ حُکْمُهٗ فَذَهَبَ الْاَکْثَرُ مِنَ الْعُلَمَآءِ مِنْهُمُ الشَّافِعِیُّ وَالْکَرْخِیُّ اَنَّ الْمَعْمُوْلَ بِهٖ هُوَ الظَّاهِرُ دُوْنَ مَا حَمَلَ عَلَیْهِ الرَّاوِیْ مِنْ تَأْوِیْلِهٖ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ کَیْفَ اَتْرُكُ الْحَدِیْثَ بِقَوْلِ مَنْ لَوْ عَاصَرْتُهٗ لَحَاجَجْتُهٗ اِنْتَهٰی۔

جب صحابی راوی (اپنے قول و فعل سے) اپنی روایت کے ظاہر معنی کے خلاف تاویل کرے اور اس کو ظاہر معنی سے پھیر دے تو جمہور علما امام شافعی اور امام کرخی وغیرہ کے نزدیک حدیث کا ظاہر معنی واجب العمل ہے اور تاویل صحابی پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے فرمایا میں حدیث کو ایسے شخص کے قول کی وجہ سے کس طرح چھوڑ دوں کہ اگر میں اس کا ہم عصر ہوتا تو اس کے ساتھ جھگڑتا۔

پس یہاں سے ثابت ہو گیا کہ اگر صحابی راوی بھی حدیث میں ظاہر معنی کے خلاف تاویل کرے تو اس کی تاویل اکثر علماء کے نزدیک قابل عمل نہیں ہے اور احکام آمدی میں لکھا ہے :

وَالْمُخْتَارُ اَنَّهٗ اِنْ عُلِمَ مَأْخَذُهٗ فِی الْمُخَالَفَةِ وَکَانَ ذٰلِكَ مَا یُوْجِبُ حَمْلَ الْخَبَرِ عَلٰی مَا ذَهَبَ اِلَیْهِ الرَّاوِیْ وَجَبَ اتِّبَاعُ ذٰلِكَ الدَّلِیْلِ لَا لِاَنَّ الرَّاوِیَ عَمِلَ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَیْسَ عَمَلُ اَحَدِ الْمُجْتَهِدِیْنَ حُجَّةً عَلَی الْاٰخَرِ وَاِنْ جُهِلَ مَأْخَذُهٗ فَالْوَاجِبُ الْعَمَلُ بِظَاهِرِ اللَّفْظِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الرَّاوِیَ عَدْلٌ وَقَدْ جَزَمَ بِالرِّوَایَةِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ الْاَصْلُ فِیْ وُجُوْبِ الْعَمَلِ بِالْخَبَرِ وَمُخَالَفَةُ الرَّاوِیْ لَهٗ مُحْتَمَلٌ اَنَّهٗ کَانَ لِنِسْیَانٍ طَرَأَ عَلَیْهِ وَیَحْتَمِلُ اَنَّهٗ کَانَ لِدَلِیْلٍ اجْتَهَدَ فِیْهِ وَهُوَ مُخْطِئٌ فِیْهِ اَوْ هُوَ مِمَّا یَقُوْلُ بِهٖ دُوْنَ غَیْرِهٖ مِنَ الْمُجْتَهِدِیْنَ کَمَا عُرِفَ مِنْ مُّخَالَفَةِ مَالِكٍ لِخَبَرِ خِیَارِ الْمَجْلِسِ بِمَا رَاٰهُ مِنْ اِجْمَاعِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی خِلَافِهٖ وَیَحْتَمِلُ اَنَّهٗ عَلِمَ بِذٰلِكَ عِلْمًا لَا مِرَآءَ فِیْهِ مِنْ قَصْدِ النَّبِیِّ ﷺ وَاِذَا تَرَدَّدَ بَیْنَ هٰذِهِ الْاِحْتِمَالَاتِ فَالظَّاهِرُ لَا یُتْرَكُ بِالشَّكِّ وَالْاِحْتِمَالِ وَعَلٰی کُلِّ تَقْدِیْرٍ فَبِمُخَالَفَتِهٖ لِلْخَبَرِ لَا یَکُوْنُ فَاسِقًا حَتّٰی یَمْنَعَ الْعَمَلَ بِرِوَایَتِهٖ وَبِهٰذَا

پسندیدہ اور مختار بات یہ ہے کہ اگر راوی کے ظاہر حدیث کے خلاف کرنے کی کوئی وجہ (دلیل) معلوم ہو اور اس تاویل کی جو راوی نے اختیار کی ہو دلیل بن سکے تو اس دلیل کی پیروی واجب ہے اور ظاہر حدیث کا ترک کرنا جائز ہے نہ اس لیے کہ وہ راوی کا عمل ہے کیونکہ کسی مجتہد کا عمل دوسرے مجتہد کے لیے حجت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس دلیل کی رو سے جو معلوم ہوئی اور اگر اس صحابی کی تاویل کی کوئی دلیل معلوم نہ ہو تو ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور راوی کی تاویل و مخالفت کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس حدیث کو بھول گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس تاویل و مخالفت ظاہر حدیث میں کسی دلیل سے مستدل ہوا ہو، جس میں ان سے خطا ہو گئی ہو یا وہ ایسی دلیل ہو جس کا صرف وہی قائل ہو نہ دوسرے مجتہدین اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی مراد کو یقیناً جان لیا ہو اور جب ان سب احتمالوں میں تردد اور شک پیدا ہو گیا تو ظاہر معنی حدیث کو اس کے شک اور تردد کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا اور راوی بہرحال اس مخالفت کی وجہ سے فاسق بھی نہیں ہو سکتا تاکہ اس کی اس روایت پر عمل کرنا جائز نہ ہو، انتہی۔

يَنْدَفِعُ قَوْلُ الْخَصْمِ اَنَّهُ اِنْ أُحْسِنَ الظَّنَّ بِالرَّاوِي وَجَبَ حَمْلُ الْخَبَرِ عَلٰى مَا حَمَلَهُ عَلَيْهِ وَاِنْ أُسِيَئَ بِهِ الظَّنُّ امْتَنَعَ بِرِوَايَتِهٖ۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ تاویل صحابی ظاہر حدیث پر مقدم ہے۔ اس لیے کہ ظاہر حدیث کے ترک کرنے کو صحابی خود حرام جانتا تھا' ومع ذلک۔ اس نے ظاہر کو ترک کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس نے کوئی دلیل ظاہر حدیث کے ترک کرنے پر پائی ہو گی' تب ہی اس کو ترک کیا۔ سو حنفیوں کی اس دلیل کا جواب احکام آمدی کی اس کلام میں آچکا ہے۔ بایں طور کہ جیسے صحابی کے ظاہر حدیث کے ترک کرنے میں یہ احتمال تم نکالتے ہو ویسے ہی یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی راوی اس حدیث کو بھول گیا ہو اور یہ بھی احتمال کہ وہ اس تاویل اور مخالفت ظاہر حدیث میں کسی دلیل سے متمسک ہوا ہو جس میں اس نے خطا کی ہو یا وہ ایسی دلیل ہو جس کا فقط وہی قائل ہو نہ کہ دوسرے مجتہدین۔ لہٰذا جب اس کی تاویل میں اتنے احتمال ہیں تو وہ قطعی دلیل نہیں ہو سکتی اور ظاہر حدیث قطعی دلیل ہے۔ پس اس تاویل ظنی اور محتمل سے اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

دراسات اللبیب میں لکھا ہے :

اَقُوْلُ وَقَدْ عُلِمَ مِنْهُ اَنَّ اَكْثَرَ الْعُلَمَآءِ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ قَائِلُوْنَ بِعَدْمِ تَرْكِ ظَاهِرِ النُّصُوْصِ بِتَأْوِيْلِ الصَّحَابَةِ بِخِلَافِهٖ فَضْلاً عَنْ تَأْوِيْلِ تَابِعِيٍّ وَمَنْ تَبِعَهُ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ طَبَقَاتِ الْعُلَمَآءِ وَعُلِمَ اَيْضًا اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا فِيْ زَمَنِ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مُسْتَفِيْضًا مَشْهُوْرًا۔

میں کہتا ہوں کہ تحقیق معلوم ہو چکا ہے' اس سے کہ اکثر علماء شافعیہ اور حنفیہ صحابہ کی تاویل مخالف سے ظاہر نصوص کے ترک کرنے کو جائز نہیں رکھتے۔ پس تابعین اور تبع تابعین اور جو لوگ ان کے بعد پیدا ہوئے' ان کی تاویل مخالف ظاہر حدیث کا تو کیا ہی ٹھکانا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تاویل کے ساتھ ظاہر حدیث کو ترک کرنا صحابہ کے زمانہ میں حرام تھا اور یہ مشہور معروف تھا' انتہٰی۔

نیز دراسات میں لکھا ہے : وَالْاَقَلُّ الْمُجَوِّزُوْنَ اِنَّمَا جَوَّزُوْهُ فِيْ تَأْوِيْلِ الصَّحَابَةِ خَآصَّةً لِتَعْلِيْلِ تَجْوِيْزِهِمْ ذٰلِكَ بِمَا يَخُصُّ الصَّحَابَةَ فَحَسْبُ۔ یہ سب اختلاف فقط تاویل صحابی میں ہے۔ اکثر علماء اس کو ظاہر حدیث کے مقابلہ میں لائق عمل نہیں جانتے اور بعض قابل عمل سمجھتے ہیں۔ مگر جو لوگ کہ صحابہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے تابعین اور تبع تابعین ومن بعدہم' ان کی تاویل تو ظاہر نص کے مقابلہ میں بالاتفاق مقبول نہیں ہے۔ لہٰذا جو حنفیہ صحابہ کی تاویل پر عمل کرنا جائز رکھتے ہیں وہ اس کی دلیل ایسی بیان کرتے ہیں جو فقط صحابہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ دوسروں میں وہ دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ پس جب جمہور علماء کے نزدیک ظاہر حدیث کے مقابلہ میں صحابی کی تاویل کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ ظاہر نص واجب العمل ہے تو پھر تابعین اور تبع تابعین وغیرہ مجتہدین کے اقوال اور تاویلات کا تو ظاہر حدیث کے مقابلہ میں بطریق اولیٰ کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اس سے ثابت ہو گیا کہ ائمہ مجتہدین کی تاویلات ظاہر حدیث کے مقابلہ میں بالاتفاق مقبول نہیں ہیں اور ظاہر حدیث کے مقابلہ میں ان پر عمل کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے بلکہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ پس حدیث صحیح پر عمل کرنے کو تحقیق اقوال ائمہ مجتہدین پر موقوف رکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور کون مسلمان اس کو جائز کہہ سکتا ہے اور سلف و خلف اہل اسلام میں سے یہ کس کا مذہب ہے' جس کو آج کل کے احناف نے اختیار کیا ہے۔

پانچواں جواب: جب حدیث صحیح پر عمل کرنا بلا تحقیق اقوال ائمہ جائز نہیں تو اب اقوال ائمہ پر بلا تحقیق و تفتیش ماخذ کرنا بطریق اولیٰ جائز نہ ہو گا۔ پس ناگزیر ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اقوال کی بھی تحقیق کی جائے پس یا تو اقوال ائمہ کی تحقیق حدیث سے کی جائے گی اور ان کا صحیح ہونا یا ضعیف ہونا حدیث سے معلوم کیا جائے گا یا کسی دوسرے امام کے قول سے بر شق اول دور لازم آئے گا یا تسلسل' اس لیے کہ حدیث صحیح پر عمل کرنے کو آپ تحقیق اقوال ائمہ پر موقوف کر چکے ہیں اور جب اقوال ائمہ کی تحقیق پر حدیث پر موقوف ہوئی تو دور لازم آئے گا یا تسلسل اور بر شق ثانی بھی دور لازم آئے گا پس جب دونوں شقیں باطل ہوئیں تو ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور حدیث پر عمل کرنا جائز ہوا۔

چھٹا جواب: ائمہ مجتہدین کی تحقیق مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث کے امام شافعی کچھ معنی کرتے ہیں اور امام مالک اس کا معنی کچھ اور کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کا معنی کچھ اور بتلاتے ہیں' علی ہذاالقیاس اور ائمہ مجتہدین اس کے متعلق کچھ اور ہی رائے دیتے ہیں اور تخصیص ایک امام کی ترجیح بلا مرجح ہے۔ پس اب کس امام کی تحقیق پر عمل کیا جائے؟ اس صورت میں تو کسی امام کی تحقیق پر عمل کیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ عامی تو بقول مؤلف فتح عوام کے مساوی ہیں' پس وہ بھی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ اب کیا کیا جائے؟ اور عوام الناس کیا کریں اور کدھر جائیں؟ نیز بقول مؤلف فتح المبین جب خود مجتہدین ہی کو کسی مسئلہ کی تحقیق ابھی تک نہیں ہوئی تو پھر آج کل کے علماء سے کسی مسئلہ کی تحقیق کرنا کیسے ممکن ہے۔ پس ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا بھی ان سے ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ یہ بھی مسئلہ منجملہ ان کی تحقیق ہے۔ پس حدیث صحیح پر عمل کرنے کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا قطعاً باطل ہوا۔

ساتواں جواب: جب حنفیہ حدیث صحیح پر عمل کرنے کو تحقیق ائمہ مجتہدین اور ان کا اتفاق ضروری خیال کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا معنی وہی معتبر ہے جو تمام ائمہ مجتہدین نے اتفاق کر کے اپنی تحقیق سے مقرر کیا ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک امام کی تحقیق کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق نہ ہو۔ پس اب مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگر اکیلے اپنی تحقیق سے کسی حدیث کا کوئی معنی بیان کریں یا اس کی کوئی تاویل کریں تو اس کا بھی کچھ اعتبار نہ ہو گا۔ جب تک کہ تمام مجتہدین اس کے معنی یا اس تاویل پر اتفاق نہ کر لیں۔ پس حنفی مذہب کی تو اس سے بیخ و بنیاد اکھڑ جاتی ہے۔ اس لیے کہ امام صاحب کی تو تمام تاویلات اور تحقیقات ایسی ہیں کہ کوئی امام مجتہد ان کے ساتھ کسی تحقیق میں بھی متفق نہیں' الا ماشاء اللہ۔

آٹھواں جواب: تمام علماء محققین اور ثقہ ماہرین کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حدیث صحیح پر بغیر تحقیق تاویل و نسخ و تفتیش اقوال ائمہ عمل کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور سب علماء برملا یہی منادی کرتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا تحقیق ائمہ پر موقوف نہیں ہے۔ لہٰذا چند اقوال علماء محققین و ائمہ مجتہدین اس کی تصدیق کے طور پر نقل کئے جاتے ہیں۔

قَالَ وَلِيُّ الدِّيْنِ الْعِرَاقِيُّ الدَّلِيْلُ يُعْطِيْ الْجَوَازَ يَعْنِي الْعَمَلَ بِالْأَمْرِ لِمَا تَقَرَّرَ اَنَّ الصَّحَابَةَ　　علامہ ولی الدین عراقی نے لکھا ہے کہ دلیل سے جواز عمل بالحدیث معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سارے کے سارے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ مَا كَانَ كُلُّهُمْ فُقَهَآءَ عَلٰى اصْطِلَاحِ الْعُلَمَآءِ فَاِنَّ فِيْهِمِ الْقَرَوِيَّ وَالْبَدْوِيَّ وَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ ﷺ حَدِيْثًا وَاحِدًا وَصَحِبَهٗ مَرَّةً وَلَا شَكَّ اَنَّ مَنْ سَمِعَ مِنْهُمْ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَوْ اَخَذَ عَنِ الصَّحَابَةِ كَانَ يَعْمَلُ بِهٖ عَلٰى حَسْبِ فَهْمِهٖ فَقِيْهًا كَانَ اَوْلَا وَلَمْ يُعْرَفْ اَنَّ غَيْرَ الْفَقِيْهِ مِنْهُمْ كُلِّفَ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْفَقِيْهِ فِيْمَا سَمِعَهٗ مِنَ الْحَدِيْثِ لَا فِيْ زَمَانِهٖ ﷺ وَلَا بَعْدَهٗ فِيْ زَمَانِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَهٰذَا تَقْرِيْرٌ مِّنْهُ ﷺ بِجَوَازِ الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ لِغَيْرِ الْفَقِيْهِ وَاِجْمَاعٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ عَلَيْهِ وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَاَمَرَ الْخُلَفَآءُ الرَّاشِدُوْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ غَيْرَ الْفُقَهَآءِ مِنَ الصَّحَابَةِ سِيَّمَا اَهْلَ الْبَوَادِيْ اَنْ لَّا يَعْمَلُوْا بِمَا اَخَذُوْا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مُشَافَهَةً اَوْ بِوَاسِطَةٍ حَتّٰى يَعْرِضُوْا عَلَى الْفُقَهَآءِ مِنْهُمْ وَلَمْ يُرْوَ مِنْ هٰذَا عَيْنٌ وَلَا اَثَرٌ وَهٰذَا ظَاهِرُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَنَحْوُهٗ مِنَ الْاٰيَاتِ حَيْثُ لَمْ تُقَيِّدْ بِاَنَّ ذٰلِكَ ...لِي فَهْمِ الْفُقَهَآءِ وَمِنْ هُنَا عَرَفْتَ اَنَّهٗ لَا ...قَّفُ الْعَمَلُ بَعْدَ وُصُوْلِ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَلٰى خِلَافِهٖ وَعَدَمِ الْمُعَارِضِ بَلْ يَنْبَغِي الْعَمَلُ بِهٖ اِلٰى اَنْ يَّظْهَرَ شَيْئٌ مِّنَ الْمَوَانِعِ فَيُنْظَرَ فِيْ ذٰلِكَ وَيَكْفِيْ فِي الْعَمَلِ كَوْنُ الْاَصْلِ عَدَمَ هٰذِهِ الْعَوَارِضِ الْمَانِعَةِ مِنَ الْعَمَلِ وَقَدْ بَنٰى

علماء کی اصطلاح کے مطابق مجتہد نہ تھے بلکہ ان میں شہری لوگ بھی تھے' دیہاتی بھی تھے اور بعض ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فقط ایک ہی حدیث سنی تھی اور ایک ہی مرتبہ صحبت حاصل کی تھی اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا یا اور صحابہ سے کچھ سنتا تو اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرتا۔ مجتہد ہو یا نہ ہو' یہ امر ثابت نہیں ہوا کہ جو ان میں مجتہد نہ تھا' اس پر یہ حکم لگایا گیا ہو کہ وہ مجتہد کی طرف رجوع کر کے (اس سے اس کا معنی پوچھ کر) اس سنی ہوئی حدیث پر عمل کرے۔ نہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ امر پایا گیا' نہ آپ کے بعد کے زمانے میں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے غیر مجتہد کے لیے عمل بالحدیث کی تقریر و اجازت پائی جاتی ہے اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے خلفاء راشدین غیر مجتہدین صحابہ کو' خصوصاً ان لوگوں کو جو دیہات میں رہتے تھے' حکم دیتے کہ جو کچھ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ اور اصحاب کے سنا ہے اس پر عمل نہ کریں' جب تک کہ اس کو مجتہد صحابہ پر پیش نہ کرلیں لیکن اس سلسلے میں کوئی امر مروی نہیں ہے اور اس حکم کا نہ ہونا اس قول الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تم کو رسول دے سو لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ ایسی ہی اور آیات ہیں کہ ان میں فہم مجتہد کی قید نہیں ہے۔ پس اس سے آپ نے جان لیا کہ صحیح حدیث پہنچ جانے کے بعد اس پر عمل کرنا اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ ہم اس کا منسوخ نہ ہونا یا اس کے خلاف اجماع نہ ہونا یا اس کے مقابلے میں کسی اور حدیث کا نہ ہونا جان لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا واجب ... ان میں نظر کی جائے گی اور اس پر عمل کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ان امور عارضی کا نہ ہونا اصل ہے اور فقہاء نے بہت سے احکام پانی وغیرہ کے باب میں اسی اصل پر بیان کئے ہیں۔ چنانچہ ناظرین کتب پر مخفی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ دیہات اور دور دور بستیوں کے

الْفُقَهَآءُ عَلَى اعْتِبَارِ اَصْلِ الشَّيْئِ اَحْكَامًا كَثِيْرَةً فِي الْمَآءِ وَنَحْوِهٖ لَا يَخْفٰى عَلَى الْمُتَتَبِّعِ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ مِنْ اَهْلِ الْبَوَادِيْ وَالْقُرَى الْبَعِيْدَةِ مَنْ كَانَ يَجِيْئُ عِنْدَهٗ ﷺ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَيَسْمَعُ شَيْئًا ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى بِلَادِهٖ وَيَعْمَلُ بِهٖ وَالْوَقْتُ كَانَ وَقْتُ نَسْخٍ وَتَبْدِيْلٍ وَلَمْ يُعْرَفْ اَنَّهٗ ﷺ اَمَرَ اَحَدًا مِّنْ هٰؤُلَآءِ بِالْمُرَاجَعَةِ لِيَعْرِفَ النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ بَلْ اَنَّهٗ ﷺ قَرَّرَ مَنْ قَالَ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ عَلٰى مَا قَالَ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ بِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ النَّسْخَ بَلْ قَالَ دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنْ صَدَقَ اَوْ كَمَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَا اَمَرَ الصَّحَابَةُ اَهْلَ الْبَوَادِيْ وَغَيْرَهُمْ بِالْعَرْضِ عَلٰى فَقِيْهٍ لِيُمَيِّزَ لَهُ النَّاسِخَ وَالْحُجَّةُ بُلُوْغُهٗ لَا وُجُوْدُهٗ وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْمُعْتَبَرَ الْبُلُوْغُ لَا الْوُجُوْدُ اَنَّ الْمُكَلَّفَ مَأْمُوْرٌ بِالْعَمَلِ عَلٰى وِفْقِ الْمَنْسُوْخِ كَحَدِيْثِ نَسْخِ الْقِبْلَةِ اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اِنْتَهٰى كَذَا نَقَلَهٗ فِي الدِّرَاسَاتِ۔

لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یا دو دفعہ آتے اور کچھ احادیث سن جاتے پھر اپنے شہروں کی طرف چلے جاتے اور ان ہی پر عمل کرتے رہتے حالانکہ وہ وقت نسخ اور تبدیل کا تھا پھر یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو فرمایا ہو کہ ناسخ اور منسوخ کی پہچان کر لیا کریں اور پھر ان احادیث پر عمل کریں بلکہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے فقط ایک ہی حدیث سنی' اس نے چند احکام سیکھ کر کہا تھا کہ میں اس سے کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کی بات کو آپ نے مسلم رکھا اور یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کہتا ہے۔ یہ احکام نسخ کا احتمال رکھتے ہیں بلکہ آپ نے اس کو یہ فرمایا کہ یہ شخص جنت میں داخل ہو گا اگر اس نے سچ کہا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے دیہات کے رہنے والے لوگوں کو یہ نہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو مجتہدین کے سامنے پیش کر لیا کریں تاکہ وہ ان کو ناسخ اور منسوخ میں تمیز کر دیا کریں۔ نیز نسخ کے باب میں ناسخ کا پہنچ جانا حجت ہے نہ کہ اس کا فی الواقع موجود ہونا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مکلف منسوخ پر عمل کرنے پر مامور ہے جب تک اس کا ناسخ اس پر ظاہر نہ ہو جائے اور جب ظاہر ہو تو اس کے لیے اپنے پچھلے عمل کا قضا کرنا لازم نہیں جیسے حدیث نسخ قبلہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے' انتہی۔

علامہ بہاؤالدین مرجانی حنفی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے :

وَالَّذِيْ يَتَقَوَّلُهُ الْمُخَاطَبُ وَيَفْتَرِيْ بِهِ الْكَذِبَ عَلَى اللّٰهِ اَنَّهٗ يَزْعُمُ اَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْاَدِلَّةِ اِنَّمَا هُوَ وَظِيْفَةُ الْمُجْتَهِدِ وَالْاِجْتِهَادُ مَلَكَةٌ رَاسِخَةٌ وَبَصِيْرَةٌ شَرِيْفَةٌ وَرُتْبَةٌ عَظِيْمَةٌ صَعْبَةُ الْمُرَقّٰى وَاَهْلُهٗ قَدِ انْقَرَضَ وَزَمَانُهٗ قَدْ مَضٰى وَكُلُّ اٰيَةٍ وَحَدِيْثٍ وَخَبَرٍ مُخَالِفٍ لِقَوْلِ اَصْحَابِنَا لَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ وَيُقَدَّمُ اَقْوَالُ الْفُقَهَآءِ عَلَى الْحَدِيْثِ ثُمَّ قَالَ وَاِذَا اُوْرِدَ عَلَيْهِ الْحَدِيْثُ

مخاطب جو بات بتاتا ہے اور جس کے ساتھ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے' یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دلائل سے تمسک صرف مجتہد کا کام ہے اور اجتہاد مضبوط صلاحیت اعلیٰ درجے کی بصیرت اور عظیم رتبے کا نام ہے جس پر فائز ہونا حد درجہ مشکل ہے۔ نیز یہ کہ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے دنیا سے اٹھ گئے ہیں اور ان کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اور جب اس پر کوئی حدیث وارد کی جاتی ہے تو بیہودہ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ اس حدیث کو مجتہد اور فقیہ نے نہیں لیا ہے پس اس پر عمل نہ کیا جائے گا (اس کے جواب میں) میں وہی کہتا ہوں (جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے

يَهْدِيْ وَيَقُوْلُ اِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ بِهِ الْفَقِيْهُ وَالْمُجْتَهِدُ فَلَا يُعْمَلُ بِمُقْتَضَاهُ قُلْتُ كَذَالِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ مُرِيْبٌ وَقَالُوْا مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِمَّا تَقُوْلُ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَقَالَاتِهِمُ الْمُسْتَهْجِنَةِ وَكَلِمَاتِهِمُ الْمُسْتَقْبَحَةِ الْمَحْكِيَّةِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَمْحُو اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ اَنَّهُ كِتَابٌ لَّا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدَاكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ثُمَّ قَالَ وَتَقْدِيْمُ اَقْوَالِ الرِّجَالِ عَلَى الْحَدِيْثِ رَدُّ النُّصُوْصِ وَرَجْمٌ بِالْغَيْبِ وَهُوَ كُفْرٌ بِلَا رَيْبٍ وَلَوْ لَمْ يَثْبُتِ الْحُكْمُ الشَّرْعِي عِنْدَ ذٰلِكَ الْكَذَّابِ الْمُفْتَرِيْ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا بِقَوْلِ الْفَقِيْهِ وَمَا الَّذِيْ رَجَّحَهُ عَلٰى قَوْلِ غَيْرِهٖ مَاذَا يَقُوْلُ فَاِنْ قَالَ وَجَبَ الْاَخْذُ بِهٖ وَيَتَرَجَّحُ عَلٰى غَيْرِهٖ بِقَوْلِ اٰخِرِ لِلْفَقِيْهِ يُنْقَلُ الْكَلَامُ اِلٰى وُجُوْبِ الْاَخْذِ بِقَوْلِ هٰذَا الْفَقِيْهِ الْاٰخِرِ وَهٰكَذَا فَاِمَّا اَنْ يَّدُوْرَ اَوْ يَتَسَلْسَلَ وَهُوَ بَاطِلٌ اَوْ يَنْتَهِيَ اِلٰى قَوْلِ الرَّسُوْلِ اَوْ فِعْلِهٖ ﷺ ۔ [1]

کفار کے جواب میں فرمایا ہے) ایسی ہی باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان سب (اگلے پچھلے گمراہوں) کی ذہنیتیں ایک جیسی ہیں اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے باپ دادوں کو پایا اور ہم اس چیز سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو شک میں ہیں اور کہتے ہیں ہم تمہاری بات نہیں سمجھتے۔ ایسی ہی اور بہت سی باتیں کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں منقول ہیں اور اللہ تعالیٰ ان جھوٹی باتوں کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے پختہ کرتا ہے۔ کتاب اللہ ایک ایسی کتاب ہے کہ باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے، تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو کہ تمہارے لیے ضرور وہاں وہی کچھ ہے جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، تمہارے اس گمان نے جو تم اللہ کے ساتھ رکھتے ہو تمہیں ہلاک کر دیا ہے، سو تم نقصان اٹھانے والے ہو گئے اور لوگوں کے اقوال کو حدیث پر مقدم کرنا احادیث کو رد کرنا ہے اور رجم بالغیب ہے جو بیشک کفر ہے اور اگر حکم شرعی اس کذاب مفتری کے نزدیک بجز شہادت قول فقیہ کے ثابت نہیں ہوتا ہے تو دور یا تسلسل لازم آئے گا۔ اس لیے کہ جب اسے کہا جائے کہ اس مجتہد کی بات کو لے لینا کیوں واجب ہے اور اس کو دوسرے مجتہد کے قول پر کس نے ترجیح دی ہے تو کیا کہے گا۔ اگر یہ بات کہے کہ اس فقیہ کے قول کو لے لینا دوسرے مجتہد کے کہنے سے ہے تو پھر اس دوسرے مجتہد کی بات لے لینے میں کلام منتقل ہو گی۔ بایں طور کہ اس کی بات کو کس کے کہنے سے لے لیا اور اس کو غیروں پر کس نے ترجیح دی اور اسی طرح الی غیر النہایۃ پس یا تو دور لازم آئے گا یا تسلسل اور یہ دونوں امر باطل ہیں۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ قول و فعل رسول اللہ ﷺ کی طرف پھر آئے، پس مدعا حاصل ہوا، انتہٰی۔

علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین کے خاتمہ میں لکھا ہے :

---

(1) (رسالہ اشاعۃ السنہ مولفہ مولوی محمد حسین) ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق۔

اَلْفَائِدَةُ الثَّامِنَةُ وَالْاَرْبَعُوْنَ اِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ الصَّحِيْحَانِ اَوْ اَحَدُهُمَا اَوْ كِتَابٌ مِّنْ سُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُوْثُوْقٌ بِمَا فِيْهِ فَهَلْ لَّهُ اَنْ يُّفْتِيَ بِمَا يَجِدُهُ فِيْهِ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ مَنْسُوْخًا وَلَهُ مُعَارِضٌ اَوْ فُهِمَ دَلَالَتُهُ خِلَافَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ اَوْ يَكُوْنُ اَمْرُ نُدْبٍ فَيُفْهَمُ مِنْهُ الْاِيْجَابُ اَوْ يَكُوْنُ عَامًا لَّهُ مُخَصِّصٌ اَوْ مُطْلَقًا لَهُ مُقَيِّدٌ فَلَا يَجُوْزُ لَهُ الْعَمَلُ وَلَا الْفُتْيَا حَتّٰى يَسْئَالَ اَهْلَ الْفِقْهِ وَالْفُتْيَا وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ بَلْ لَهُ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ وَيُفْتِيَ بِهٖ بَلْ يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ كَمَا كَانَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَفْعَلُوْنَ اِذَا بَلَغَهُمُ الْحَدِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدَّثَ بِهٖ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بَادَرُوْا اِلَى الْعَمَلِ بِهٖ مِنْ غَيْرِ تَوَقُّفٍ وَلَا بَحْثٍ وَلَا يَقُوْلُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ قَطُّ هَلْ عَمِلَ بِهٰذَا فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَلَوْ رَاَوْا مَنْ يَّقُوْلُ ذَالِكَ لَاَنْكَرُوْا عَلَيْهِ اَشَدَّ الْاِنْكَارِ وَكَذٰلِكَ التَّابِعُوْنَ وَهٰذَا مَعْلُوْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ لِمَنْ لَهُ اَدْنٰى خِبْرَةٍ بِحَالِ الْقَوْمِ وَسِيَرَتِهِمْ وَطُوْلُ الْعَهْدِ بِالسُّنَّةِ وَبُعْدُ الزَّمَانِ وَعِتْقُهَا لَا يُسَوِّغُ الْعَمَلَ بِهَا بَعْدَ صِحَّتِهَا حَتّٰى يَعْمَلَ بِهَا فُلَانٌ وَفُلَانٌ لَكَانَ قَوْلُ فُلَانٍ وَفُلَانٍ عَيَارًا عَلَى السُّنَنِ وَمُزَكِّيًا لَهَا وَشَرْطًا فِي الْعَمَلِ بِهَا وَهٰذَا مِنْ اَبْطَلِ الْبَاطِلِ وَقَدْ اَقَامَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْحُجَّةَ بِرَسُوْلِهٖ دُوْنَ اٰحَادِ الْاُمَّةِ وَقَدْ اَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِتَبْلِيْغِ سُنَّتِهٖ وَدَعَا لِمَنْ بَلَغَهَا فَلَوْ كَانَ مَنْ بَلَّغَهٗ لَا يَعْمَلُ بِهَا حَتّٰى

جب کسی کے پاس بخاری اور مسلم دونوں ہوں یا ایک ہو یا رسول اللہ ﷺ کی سنن کا مجموعہ (جیسے ابوداؤد یا ترمذی وغیرہ) ایسا موجود ہو جس پر بھروسا کیا جا سکتا ہو تو کیا اس کو ان احادیث پر جو ان میں ہیں فتویٰ دینا جائز ہے۔ ایک جماعت متاخرین کی یہ کہتی ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث کبھی منسوخ ہوتی ہے' اس کی معارض کوئی دوسری حدیث ہو سکتی ہے یا اس کے معنی وہ سمجھ لے جو اصلی نہیں یا اس میں ایک امر استحباب کا حکم ہو اور اس سے واجب ہونا سمجھا جائے گا یا وہ حکم بظاہر عام ہو گا اور اس کا کوئی مخصص ہو گا یا مطلق ہو گا جس کا کوئی مقید ہو گا پس اس پر عمل جائز نہیں اور نہ اس کے مطابق فتویٰ دینا جائز ہے' جب تک کہ اہل فتویٰ اور اہل فقہ سے پوچھ نہ لے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ یوں نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا جائز ہے اور فتویٰ دینا درست ہے بلکہ یہی امر اس کے لیے لازم اور متعین ہے کہ صحابہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ جب ان کو کوئی حدیث پہنچ جاتی اور اسے ایک دوسرے کو سناتے تو بلا توقف عمل کی طرف دوڑ پڑتے اور اس کے منسوخ یا معارض ہونے کی بحث نہ کرتے اور کوئی ان میں سے کبھی یہ نہ کہتا کہ اس پر فلاں فلاں اکابر نے عمل کیا ہے یا نہیں بلکہ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو اس پر سخت اعتراض کرتے اور غصے ہوتے۔ ایسا ہی تابعین کرتے رہے اور یہ بات وہ شخص بالبداہت جانتا ہے جس کو ان کے احوال سیرت یا کچھ بھی علم ہے اور عہد سنت کا دور دراز ہو جانا اور اس کا پرانا ہو جانا اس کے عمل کو ترک کرنے اور اس کے سوا اور چیزوں کے لے لینے کو جائز نہیں کر دیتا ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر باوجود ان کی صحت کے عمل جائز نہ ہوتا جب تک کہ فلاں فلاں امام اس پر عمل نہ کرلے تو ان لوگوں کے اقوال احادیث کی کسوٹی ٹھہرتے' ان کو پاک کرنے والے قرار پاتے اور ان کے عمل کے لیے شرط مقرر ہوتے اور یہ بات بالکل باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دستاویز بنایا ہے اور ان کے علاوہ امت میں سے کسی ایک کو بھی حجت نہیں گردانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے احادیث کے پہنچانے کا حکم

يَعْمَلَ بِهَا الْإِمَامُ فُلَانٌ وَالْإِمَامُ فُلَانٌ لَمْ يَكُنْ فِيْ تَبْلِيْغِهَا فَائِدَةٌ وَحَصَلَ الْاِكْتِفَاءُ بِقَوْلِ فُلَانٍ وَفُلَانٍ قَالُوْا وَالنَّسْخُ الْوَاقِعُ فِي الْاَحَادِيْثِ الَّذِيْ اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ لَا يَبْلُغُ عَشْرَةَ اَحَادِيْثَ اَلْبَتَّةَ بَلْ وَلَا شَطْرَهَا فَتَقْدِيْرُ وُقُوْعِ الْخَطَاِ فِي الذِّهَابِ اِلَى الْمَنْسُوْخِ اَقَلُّ بِكَثِيْرٍ مِنْ وُقُوْعِ الْخَطَاِ فِيْ تَقْلِيْدِ مَنْ يُّصِيْبُ وَيُخْطِئُ وَيَجُوْزُ عَلَيْهِ التَّنَاقُضُ وَالْاِخْتِلَافُ وَيَقُوْلُ الْقَوْلَ وَيَرْجِعُ عَنْهُ وَيُحْكٰى عَنْهُ فِي الْمَسْئَلَةِ الْوَاحِدَةِ عِدَةُ اَقْوَالٍ وَوُقُوْعُ الْخَطَاِ فِيْ فَهْمِ كَلَامِ الْمَعْصُوْمِ اَقَلُّ بِكَثِيْرٍ مِنْ وُقُوْعِ الْخَطَاِ فِيْ كَلَامِ الْفَقِيْهِ الْمُعَيَّنِ فَلَا يُفْرَضُ احْتِمَالُ خَطَاٍ لِّمَنْ عَمِلَ بِالْحَدِيْثِ وَاَفْتٰى بِهٖ اِلَّا وَاَضْعَافُ اَضْعَافِهٖ حَاصِلٌ لِّمَنْ اَفْتٰى بِتَقْلِيْدِ مَنْ لَّا يَعْلَمُ خَطَاَهٗ مِنْ صَوَابِهٖ اِنْتَهٰى۔

دیا ہے اور پہنچانے والے کے لیے دعا کی ہے پھر اگر جس کو وہ حدیث پہنچے اس کے لیے اس پر عمل جائز نہ ہوتا جب تک کہ فلاں فلاں امام اس پر عمل نہ کرلے تو اس کے پہنچانے کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ اسی امام کا قول کافی ہوتا (ائمہ محدثین) کہتے ہیں کہ احادیث کا اتفاقی نسخ جس پر تمام امت نے اجماع کیا ہے وہ یقیناً دس احادیث بلکہ اس کے نصف تک نہیں پہنچتا۔ پس منسوخ حدیث پر چلنے کے احتمال کی خطا اس خطا کی نسبت بہت کم ہے جو تقلید مجتہد میں ہے' جو ثواب کے ساتھ خطا بھی کرتا ہے اور اس کے اقوال میں تناقض اور اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور کبھی وہ بات کہتا ہے' اور پھر اس سے پھر جاتا ہے اور اس سے ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی مختلف روایات آئی ہیں اور معصوم علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام کو سمجھنے میں خطا نہایت ہی کم ہے' اس خطا سے جو فقیہ کے کلام کو سمجھنے میں واقع ہوتی ہے۔ پس عمل بالحدیث اور اس کے مطابق فتوے دینے میں خطا کا کوئی احتمال نہیں ہے مگر اس سے کئی گنا زیادہ احتمال اس شخص کی بات میں ہوتا ہے جو کسی امام کی تقلید میں فتویٰ دے مگر نہ جانتا ہو کہ اس کے اقوال میں خطا کیا ہے اور صواب کیا۔

نیز علامہ ابن القیم اسی اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں :

وَقَدْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سُئِلُوْا عَنْ مَسْئَلَةٍ يَقُوْلُوْنَ قَالَ اللّٰهُ كَذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَذَا وَفَعَلَ كَذَا وَلَا يَعْدِلُوْنَ عَنْ ذٰلِكَ مَا وَجَدُوْا اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَطُّ فَمَنْ تَاَمَّلَ اَجْوِبَتَهُمْ وَجَدَهَا شِفَاءً لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ فَلَمَّا طَالَ الْعَهْدُ وَبَعُدَ النَّاسُ مِنْ نُّوْرِ النُّبُوَّةِ صَارَ هٰذَا عَيْبًا عِنْدَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَنْ يُّذْكَرُوْا فِيْ اُصُوْلِ دِيْنِهِمْ وَفُرُوْعِهٖ قَالَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُهٗ اَمَّا اُصُوْلُ دِيْنِهِمْ فَصَرَّحُوْا فِيْ كُتُبِهِمْ اَنَّ قَوْلَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَا يُفِيْدُ الْيَقِيْنَ فِيْ مَسَائِلِ اُصُوْلِ الدِّيْنِ وَاِنَّمَا يَحْتَجُّ بِكَلَامِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فِيْهَا

اصحاب رسول ﷺ سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ جواب میں کہتے اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے اور اس کا رسول یوں ارشاد کرتا ہے اور آپ نے ایسے عمل کیا اور اللہ کے احکام اور رسول اللہ کی سنت سے صحابہ کبھی نہ ہٹتے' جب تک انہیں ان پر عمل درآمد کی سبیل نظر آتی۔ پس جو کوئی ان کے جوابات کو سوچے گا وہ سینوں کی بیماریوں کے لیے ان کو شفا ٹھہرائے گا پھر جب زمانہ دراز ہو گیا اور لوگ نور نبوت سے دور چلے گئے تو پچھلے علماء کے نزدیک یہ عیب ہو گیا کہ اپنے اصول و فروع میں قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر کریں۔ اصول دین میں تو انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا کلام اس باب میں مفید یقین نہیں ہے۔ اس سے وہ سند پکڑتا ہے جو ظاہری ہے یا (اللہ کا جسم بتانے والا) رہے فروعات تو ان میں انہوں نے ان مختصر کتابوں کی تقلید

الْحَشْوِيَّةُ وَالْمُجَسِّمَةُ وَاَمَّا فُرُوْعُهُمْ فَقَنَعُوْا بِتَقْلِيْدِ مَنِ اخْتَصَرَ لَهُمْ بَعْضَ الْمُخْتَصِرَاتِ الَّتِیْ لَا يُذْكَرُ فِيْهَا نَصٌّ عَنِ اللّٰهِ وَلَا عَنْ رَسُوْلِهٖ وَلَا عَنِ الْاِمَامِ الَّذِیْ زَعَمُوْا اَنَّهُمْ قَلَّدُوْهُ فِیْ دِيْنِهِمْ بَلْ عُمْدَتُهُمْ فِيْمَا يُفْتُوْنَ وَيَقْضُوْنَ بِهٖ وَيَنْقُلُوْنَ بِهِ الْحُقُوْقَ وَيُبِيْحُوْنَ بِهِ الْفُرُوْجَ وَالدِّمَآءَ وَالْاَمْوَالَ عَلٰى قَوْلِ ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ وَاَجَلُّهُمْ عِنْدَ نَفْسِهٖ وَزَعِيْمُهُمْ عِنْدَ بَنِیْ جِنْسِهٖ مَنْ يَسْتَحْضِرُ لَفْظَ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا قَالَ وَهٰذَا لَفْظُهٗ فَالْحَلَالُ مَا اَحَلَّهٗ ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَهٗ وَالْوَاجِبُ مَا اَوْجَبَهٗ وَالْبَاطِلُ مَا اَبْطَلَهٗ وَالصَّحِيْحُ مَا صَحَّحَهٗ هٰذَا وَاَنّٰى لَنَا بِهٰٓؤُلَآءِ فِیْ مِثْلِ هٰذِهِ الْاَزْمَانِ فَقَدْ دُفِعْنَا اِلٰى اَمْرٍ تَضِجُّ مِنْهُ الْحُقُوْقُ اِلَى اللّٰهِ ضَجِيْجًا وَّتَعُجُّ مِنْهُ الْفُرُوْجُ وَالْاَمْوَالُ وَالدِّمَآءُ اِلٰى رَبِّهَا عَجِيْجًا تَبَدَّلَتْ فِيْهِ الْاَحْكَامُ وَتُقْلَبُ الْحَلَالُ بِالْحَرَامِ وَيُجْعَلُ فِيْهِ الْمَعْرُوْفُ فِیْ اَعْلٰى مَرَاتِبِ الْمُنْكَرَاتِ وَالْمُنْكَرُ الَّذِیْ لَا يَشْرَعُهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ وَالْحَقُّ فِيْهِ غَرِيْبٌ وَاَغْرَبُ مِنْهُ مَنْ يَّعْرِفُهٗ وَاَغْرَبُ مِنْهُمَا مَنْ يَّدْعُوْ اِلَيْهِ وَيَنْصَحُ بِهٖ نَفْسَهٗ وَالنَّاسَ اِنْتَهٰى۔

پر قناعت کرلی ہے جس میں اللہ اور رسول کے قول کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس امام کا جس کی تقلید کے وہ مدعی ہیں۔ ان کا بھروسا تو ان باتوں میں ہے جن کے مطابق فتوے دیتے ہیں' فیصلے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقوق دلاتے ہیں اور عورتوں کی شرمگاہیں اور لوگوں کے خون اور اموال حلال کرتے ہیں۔ مذکور مختصر کتابوں کے لکھنے والے کے قول پر ہے۔ ان کا اپنے زعم میں بڑا بزرگ اور اپنے ہم جنسوں میں سب کا کفیل وہ ہے جو کتاب کے الفاظ کو یاد رکھے اور کہے کہ اس نے یوں کہا ہے اور یہ اس کے الفاظ ہیں۔ پس حلال وہ ہے جس کو اس کتاب نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اس کتاب نے حرام کیا اور واجب وہ ہے جس کو وہ واجب کرے اور باطل وہ ہے جس کو وہ باطل کرے اور صحیح وہ جس کو وہ صحیح کہے۔ یاد رکھ اس بات کو اور ہمارا ان لوگوں کے ساتھ اس زمانے میں کیا تعلق ہے۔ آج ہم ایک ایسے معاملے سے دوچار ہیں کہ جس کی وجہ سے حقوق العباد اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کر رہے ہیں اور شرمگاہیں اور مال اور خون (جن کو وہ ناحق حلال کر رہے ہیں) اپنے رب کو پکار رہے ہیں' اس زمانے میں احکام بدل گئے ہیں اور حرام حلال ہو چکا ہے' جائز بات ناجائز ہو رہی ہے اور وہ منکر جس کو اللہ اور رسول نے ناجائز قرار دیا ہے' آج سب سے بڑی عبادت بن چکا ہے اور حق اس زمانے میں بہت کمیاب ہے اور حق کو پہچاننے والا اس سے بھی زیادہ کمیاب ہے اور جو شخص لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائے اور اپنے نفس کو سمجھائے وہ ان دونوں سے زیادہ کمیاب ہے' انتہٰی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عقد الجید میں فرمایا ہے :

فَاِنْ بَلَغَنَا حَدِيْثٌ مِّنَ الرَّسُوْلِ الْمَعْصُوْمِ الَّذِیْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْنَا طَاعَتَهٗ بِسَنَدٍ صَالِحٍ يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِ مَذْهَبِهٖ وَتَرَكْنَا حَدِيْثَهٗ وَاتَّبَعْنَا ذٰلِكَ التَّخْمِيْنَ فَمَنْ اَظْلَمُ مِنَّا وَمَا عُذْرُنَا يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اِنْتَهٰى۔

پس اگر ہم تک رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بسند صحیح پہنچ جائے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے اور جو مذہب امام کے مخالف ہو پھر ہم حدیث کو چھوڑ دیں اور اس بناوٹی بات (یعنی قول امام) کے پیچھے لگیں تو بڑا ظالم کون ہے۔ اس صورت میں اس دن ہمارے پاس کوئی عذر نہ ہو گا جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے' انتہٰی۔

نیز شاہ صاحب نے الفوز الکبیر میں فرمایا ہے : (ترجمہ) "اگر یہودیوں کا نمونہ تو دیکھنا چاہے تو ان برے علماء کو دیکھ جو دنیا کے طالب ہیں اور سلف کی تقلید کے خوگر ہیں اور کتاب اور سنت سے روگرداں ہیں اور ایک عالم کے تعمق، تشدد اور استحسان کو سند پکڑ کر کلام شارع معصوم ﷺ سے بے پرواہ ہو گئے ہیں اور جنہوں نے موضوع احادیث اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدا بنا رکھا ہے گویا کہ یہود ہی مقلدین ہیں' انتہٰی۔"

امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے :

وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الَّذِیْ اَضَافَ اِلَی الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ يُقَدِّمُ الْقِيَاسَ عَلَی النَّصِّ ظَفَرَ بِذٰلِكَ فِیْ كَلَامِ مُقَلِّدِيْهِ الَّذِيْنَ يَلْزَمُوْنَ الْعَمَلَ بِمَا وَجَدُوْهُ عَنْ اِمَامِهِمْ مِّنَ الْقِيَاسِ وَيَتْرُكُوْنَ الْحَدِيْثَ الَّذِیْ صَحَّ بَعْدَ مَوْتِ الْاِمَامِ فَالْاِمَامُ مَعْذُوْرٌ وَاَتْبَاعُهٗ غَيْرُ مَعْذُوْرِيْنَ وَقَوْلُهُمْ اِنَّ اِمَامَنَا لَمْ يَأْخُذْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لَا يَنْتَهِضُ حُجَّةً لِاحْتِمَالِ اَنَّهٗ لَمْ يَظْفَرْ بِهٖ اَوْ ظَفَرَ بِهٖ لٰكِنْ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَهٗ وَقَدْ تَقَدَّمَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ كُلِّهِمْ اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبُنَا وَلَيْسَ لِاَحَدٍ مَعَهٗ قِيَاسٌ وَلَا حُجَّةٌ اِلَّا طَاعَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ لَهٗ اِنْتَهٰی۔[1]

قیاس کا نص پر مقدم کرنا جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے' احتمال ہے کہ اس نے امام کے مقلدین کی کلام میں یہ بات پائی ہو گی جو امام کے قیاس پر عمل کرنے کو واجب جانتے ہیں اور صحیح حدیث کو (جو امام کی موت کے بعد صحیح ہوئی) چھوڑ دیتے۔ پس امام اس میں معذور ہے لیکن ان کے مقلدین معذور نہیں ہیں اور ان کا یہ قول کہ ہمارے امام نے اس حدیث کو نہیں لیا ہے' حجت کے لائق نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی ہو یا پہنچی ہو لیکن اس کے نزدیک صحیح نہ ہو اور سب اماموں کے قول پہلے گزر چکے ہیں کہ جب کوئی حدیث صحت کو پہنچ جائے تو وہی ہمارا مذہب ہے اور حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی کے قیاس اور حجت کا اعتبار نہیں ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی قبول کی جائے گی' انتہٰی۔

علامہ قسطلانی مواہب الدنیہ میں لکھتے ہیں :

وَمِنَ الْاَدَبِ مَعَهٗ ﷺ اَنْ لَّا يُسْتَشْكَلَ قَوْلُهٗ ﷺ بَلْ يُسْتَشْكَلُ اٰرَآءُ الرِّجَالِ وَاَقْوَالُ الْغَيْرِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا يُعَارَضُ نَصُّهٗ بِقِيَاسٍ بَلْ يُهْدَرُ الْاَقْيِسَةُ وَتُلْقٰی لِنُصُوْصِهٖ وَلَا يُحَرَّفُ كَلَامُهٗ عَنْ حَقِيْقَتِهٖ بِخَيَالٍ يُسَمِّيْهِ اَصْحَابُهٗ مَعْقُوْلًا نَعَمْ هُوَ مَجْهُوْلٌ وَعَنِ الصَّوَابِ مَعْزُوْلٌ وَلَا يُوْقَفُ قُبُوْلُ مَاجَآءَ بِهٖ عَلٰی مُوَافَقَةِ اَحَدٍ فَكُلُّ هٰذَا مِنْ قِلَّةِ الْاَدَبِ

رسول اللہ ﷺ کا ادب یہ ہے کہ آپ کے قول میں کوئی شک نہ کیا جائے بلکہ لوگوں کی رائے اور قیاس میں آپ کے قول کی وجہ سے شبہ کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی نص کا قیاس کے ساتھ معارضہ نہ کیا جائے بلکہ آپ کی نص کے مقابلہ میں تمام قیاسات کو ترک کر دیا جائے اور آپ کی نص کو لے لیا جائے اور راہ صواب سے یکسر الگ اور رسول اللہ ﷺ جن احکام کو لائے ہیں کسی امام کی موافقت پر انہیں موقوف نہ رکھا جائے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں سب بے ادبی اور خطرناک جسارت ہے اور اصل ادب رسول اللہ ﷺ

---

(۱) میزان شعرانی۔

مَعَهٗ وَهُوَ عَيْنُ الْجُزْأَةِ وَرَأْسُ الْاَدَبِ مَعَهٗ ﷺ كَمَالُ تَسْلِيْمٍ وَالْاِنْقِيَادُ لِاَمْرِهٖ بِالْقُبُوْلِ وَالصِّدْقِ دُوْنَ اَنْ يَّحْمِلَهٗ بِمُعَارَضَةِ خِيَالٍ بَاطِلٍ يُسَمِّيْهِ اَهْلُهٗ مَعْقُوْلًا وَيُسَمِّيْهِ شَكًّا اَوْ شُبْهَةً وَيُقَدِّمَ اٰرَآءَ الرِّجَالِ وَزِيَادَاتُ اَذْهَانِهِمْ فَيُوَحِّدُهٗ بِالتَّسْلِيْمِ وَالتَّحْكِيْمِ وَالْاِنْقِيَادِ وَالْاِذْعَانِ كَمَا وُحِّدَ الْمُرْسِلُ بِالْعِبَادَةِ وَالْخُضُوْعِ وَالْاِنَابَةِ وَالتَّوَكُّلِ فَهُمَا تَوْحِيْدَانِ لَا نَجَاةَ لِلْعَبْدِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اِلَّا بِهِمَا تَوْحِيْدُ الْمُرْسِلِ وَتَوْحِيْدُ مُتَابَعَةِ الرَّسُوْلِ فَلَا يُحَاكَمُ وَالرَّسُوْلُ اِلٰى غَيْرِهٖ فَلَا يَرْضٰى بِحُكْمِ غَيْرِهٖ اِنْتَهٰى۔

کا یہ ہے کہ ان کے حکم کو بالکل تسلیم کیا جائے اور آپ کی فرمانبرداری کی جائے۔ پس یہ دونوں توحیدیں ہیں اور کسی اللہ کے بندے کو اللہ کے عذاب سے نجات نہیں ملے گی مگر ان دونوں کے ساتھ توحید الٰہی اور توحید متابعت رسول اللہ ﷺ کی۔ پس رسول اللہ ﷺ کا کسی دوسرے سے محاکمہ نہ کیا جائے اور نہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے حکم پر راضی ہونا چاہیے۔

دراسات اللبیب میں لکھا ہے :

وَالْاِمَامُ لَيْسَ بِمَعْصُوْمٍ حَتّٰى تُأَوَّلَ لَهٗ نُصُوْصُ الشَّرِيْعَةِ وَتُتْرَكُ حَقِيْقَةُ كَلَامِ الشَّارِعِ وَلَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ وَلَا رَسُوْلُهٗ بِهٰذِهِ النُّصْرَةِ وَمَا اُمِرْنَا بِاتِّبَاعِ مَذْهَبٍ مِّنَ الْمَذَاهِبِ فَضْلًا عَنِ اتِّبَاعِ مَذْهَبٍ مُّعَيَّنٍ وَارْتِكَابِ التَّحَيُّلَاتِ لِصِحَّتِهٖ۔

امام معصوم نہیں ہوتا کہ اس کے لیے شریعت کی نصوص کی تاویل کی جائے اور حقیقت کلام شارع کو چھوڑ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اور نہ اس کے رسول نے ایسی نصر کا اذن دیا ہے اور نہ حکم دیا ہے ہمیں مطلق کسی مذہب کی تابعداری کرنے کا چہ جائے کہ مذہب معین کی تابعداری کی جائے اور اس کی صحت کے لیے حیلے نکالے جائیں' انتھٰی۔

وہ دلائل جو ہم نے دعویٰ ختم اجتہاد کے باطل کرنے پر بیان کئے ہیں وہ بھی یہاں جاری ہو سکتے ہیں۔

نواں جواب: عمل بالحدیث کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا مبنی ہے وجوب تقلید امام معین پر اور تقلید امام معین کا واجب ہونا بالاجماع باطل ہے۔ چنانچہ تقلید کی تحقیق اور اختیار الحق و بحرالزخار وغیرہ کتابوں میں بہت بسط و تفصیل کے ساتھ مذکور ہے' من شاء فلیرجع الیھا۔

امام ابن حزم نے نبذالکافیہ میں لکھا ہے :

وَقَدْ صَحَّ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ اَوَّلِهِمْ عَنْ اٰخِرِهِمْ وَاِجْمَاعُ التَّابِعِيْنَ اَوَّلِهِمْ عَنْ اٰخِرِهِمْ وَاِجْمَاعُ تَبَعِ التَّابِعِيْنَ اَوَّلِهِمْ عَنْ اٰخِرِهِمْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ اَنْ يَّقْصِدَ اَحَدٌ قَوْلَ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ اَوْ مِمَّنْ قَبْلَهُمْ فَيَأْخُذُ كُلَّهٗ فَيَعْلَمُ

یہ صحیح ہے کہ تمام صحابہ' تمام تابعین اور تمام تبع تابعین کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آدمی خود بھی رکے اور دوسروں کو بھی اپنے درمیان سے یا اسلاف میں سے کسی خاص شخص کے قول کی پیروی سے روکے اور اس کی ہر بات نہ قبول کرتا چلا جائے۔ لہٰذا جان لے وہ شخص جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال کو لے لیتا ہے یا مالک کے تمام اقوال کو

مَنْ اَخَذَ بِجَمِيْعِ اَقْوَالِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَوْ جَمِيْعِ اَقْوَالِ مَالِكٍ اَوْ جَمِيْعِ اَقْوَالِ الشَّافِعِيِّ اَوْ جَمِيْعِ اَقْوَالِ اَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَلَا يَنْزِلُ قَوْلَ مَنِ اتَّبَعَ مِنْهُمْ اَوْ مِنْ غَيْرِهِمْ اِلٰى قَوْلِ غَيْرِهٖ وَلَمْ يَعْتَقِدْ عَلٰى مَاجَآءَ فِي الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ غَيْرَ صَارِفِ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِ اِنْسَانٍ بِعَيْنِهٖ اَنَّهٗ قَدْ خَالَفَ اِجْمَاعَ الْاُمَّةِ كُلِّهَا اَوَّلِهَا عَنْ اٰخِرِهَا بِيَقِيْنٍ لَا اَشْكَالَ فِيْهِ وَاَنَّهٗ لَا يَجِدُ لِنَفْسِهٖ سَلَفًا وَّلَا اِمَامًا فِيْ جَمِيْعِ الْاَعْصَارِ الْمَحْمُوْدَةِ الثَّلٰثَةِ فَقَدِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ اِنْتَهٰى۔

لے لیتا ہے یا شافعی کے تمام اقوال کو لے لیتا ہے یا احمد کے تمام اقوال کو لے لیتا ہے اور ان میں سے جس کا بھی وہ تابع ہے اس کے قول پر کبھی کسی دوسرے کے قول کو ترجیح نہیں دیتا اور نہیں اعتبار کرتا اس کا جو قرآن اور حدیث میں وارد ہے اور اس کو کسی انسان معین کے قول کی طرف پھیرتا ہے تو ایسا شخص بالیقین تمام اجماع امت کا مخالف ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں اور تینوں بہترین زمانوں میں کوئی شخص بھی اس کا پیشوا اور امام نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خیرالقرون میں کوئی شخص بھی اس طریقے پر عمل پیرا نہیں رہا۔ لہٰذا یہ شخص سبیل المومنین سے ہٹ کر کسی اور راستے پر گامزن ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' انتھٰی۔

ابن امیر الحاج نے شرح تحریر میں لکھا ہے :

اِنَّ الْقُرُوْنَ الْمَاضِيَةَ مِنَ الْعُلَمَآءِ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِحَاكِمٍ وَلَا مُفْتٍ تَقْلِيْدُ رَجُلٍ وَاحِدٍ بِحَيْثُ لَا يَحْكُمُ وَلَا يُفْتِيْ فِيْ شَيْئٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ اِلَّا بِقَوْلِهٖ اِنْتَهٰى۔

گذشتہ زمانوں کے علماء نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ کسی حاکم اور مفتی کے لیے ایک مرد معین کی تقلید حلال نہیں ہے۔ اس طرح کہ تمام احکام میں فقط ایک ہی امام کے قول پر فتوے دے' انتھٰی۔

پس جب سرے سے تقلید ہی جائز نہ ہوئی تو پھر عمل بالحدیث کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا تو یہ بالکل غلط ہے۔

دسواں جواب: چاروں اماموں سے ثابت ہو چکا ہے :اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبُنَا۔ "جب کوئی حدیث صحت کو پہنچ جائے تو وہ ہمارا مذہب ہے۔" جیسے کہ ابھی امام شعرانی کے کلام میں مذکور ہو چکا ہے بلکہ امام شافعی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ حدیث صحیح موجود ہو تو میرے قول کو دیوار کے ساتھ دے مارو اور امام احمد نے فرمایا کہ اللہ اور رسول کے مقابلہ میں کسی کے قول کا اعتبار نہیں۔ نہ میری تقلید کرو اور نہ مالک کی' نہ اوزاعی اور نخعی وغیرہ کی اور احکام کو قرآن وحدیث سے لو' جہاں سے انہوں نے لیا' انتھٰی کذا ذکرہ الامام الشعرانی فی الیواقیت۔

پس ان چاروں اماموں کے اقوال سے صاف ثابت ہو گیا کہ حدیث صحیح پر عمل کرنا ائمہ کی تحقیق اور تنقیح پر موقوف نہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ حدیث صحیح پر عمل کرنا تحقیق ائمہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ مدار عمل بالحدیث سب اماموں نے فقط صحت حدیث ہی کو ٹھہرایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا تحقیق ائمہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ مدار عمل بالحدیث سب اماموں نے فقط صحت حدیث ہی کو ٹھہرایا ہے۔

گیارہواں جواب: تمام حنفیہ کے نزدیک نص عام پر عمل کرنا قبل بحث و تفتیش مخصص جائز بلکہ واجب ہے۔ یہاں تک کہ احناف اس پر قرون ثلاثہ کے اجماع منعقد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں لکھا ہے :يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِالْعَامِ قَبْلَ الْبَحْثِ عَنِ الْمُخَصِّصِ

وَاسْتِقْصَآءٍ وَتَفْتِيْشٍ عِنْدَنَا وَعَلَيْهِ الصَّيْرَفِيُّ وَالْبَيْضَاوِيُّ وَالْاَمْوِيُّ وَيَلُوْحُ اٰثَارُ رِضَى صَاحِبِ الْمَحْصُوْلِ ثُمَّ قَالَ وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يُنْقَلْ مِنْ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ قَطُّ التَّوَقُّفُ فِي الْعَامِ اِلَى الْبَحْثِ عَنِ الْمُخَصِّصِ وَلَا اِنْكَارٌ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ فِي الْمُنَاظَرَاتِ عَلٰى مَنْ تَمَسَّكَ بِالْعَامِ قَبْلَ الْبَحْثِ فَاسْتَقَرَّ هٰذَا الْمَذْهَبُ اِلَى الْاٰنَ فَاَيْنَ الْاِجْمَاعُ وَقَدْ تَقَدَّمَ النَّقْلُ عَنِ الْقَاضِي الْاِمَامِ اَبِيْ زَيْدٍ مِنْ اَنَّ التَّوَقُّفَ مُبْتَدِعٌ بَعْدَ الْقَرْنِ الثَّالِثِ اِنْتَهٰى۔ اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک نص عام پر عمل کرنا بحث و تحقیق مخصص کے بغیر جائز بلکہ واجب ہے اور اس میں کسی ایک صحابی سے بھی توقف کرنا منقول نہیں ہے بلکہ اس میں توقف کرنا بدعت ہے اور یہ نظریہ قرن ثالث کے بعد وجود میں آیا ہے' انتھٰی' وعلٰی ھذاالقیاس۔

اسی طرح نص منسوخ پر عمل کرنا بحث و تفحص ناسخ کے بغیر حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے :

مَذْهَبُ الْحَنَفِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْحَاجِبِ لَا يَثْبُتُ حُكْمُ النَّاسِخِ بَعْدَ تَبْلِيْغِ جِبْرِيْلَ قَبْلَ تَبْلِيْغِهِ اِلَى الْاُمَّةِ لَنَا وَاقِعَةُ اَهْلِ الْقُبَآءِ فَاِنَّهُمْ اسْتَدَارُوْا وَمَا اَعَادُوْا اِنْتَهٰى۔

احناف اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے اور اس کو ابن حاجب نے اختیار کیا ہے کہ ناسخ کا حکم ثابت نہیں ہوتا' اگر جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ تک حکم پہنچادیا ہو لیکن رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امت تک نہ پہنچا ہو۔ ہماری دلیل اہل قبا کا واقعہ تحویل قبلہ ہے۔ انہوں نے دوران نماز تحویل قبلہ کا حکم سن کر سمت تبدیل کرلی لیکن اداشدہ نماز کا دوبارہ اعادہ نہیں کیا۔

اور جب حنفیہ نص عام پر اور نص منسوخ پر بحث اور تحقیق مخصص اور ناسخ کے بغیر عمل کرنا جائز بلکہ واجب جانتے ہیں باوجود اس کے کہ ان کے نزدیک مخصص اور ناسخ اور اربعہ میں سے مستقل دلیل اور عمل کا قوی مانع ہے تو پھر اب حدیث صحیح پر عمل کرنا بغیر تحقیق و تفتیش اقوال ائمہ کے کیسے ناجائز ہو سکتا ہے اور تحقیق و تاویل مجتہد نص مخصص اور ناسخ کے برابر کیسے ہو سکتی ہے' بینوا توجروا۔

بارہواں جواب:

ہم بطور معارضہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرنا تو عین ایمان اور اصل اسلام ہے۔ پس جو شخص یہ بات کہے کہ حدیث پر عمل کرنا گمراہی ہے' وہ شخص ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہے اور نہ اس کے دین ایمان کا کچھ اعتبار ہے۔ اسے لازم ہے کہ اس قول سے جلدی توبہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ناگہاں سر پر موت آجائے اور ایمان سے خالی ہاتھ جائے۔ یہ بات نصیحت اور خیر خواہی کے طور پر کہی گئی ہے۔ آگے آپ کو اختیار ہے خواہ توبہ کریں یا نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

تیرہواں جواب:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وغیرہ آیات قرآنیہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم آچکا ہے۔ اب جب تحقیق ائمہ کے بغیر قرآن و حدیث پر عمل کرنا جائز نہ ہوا تو یہ سب آیات بیکار ہوگئیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اگر عمل بالحدیث تحقیق ائمہ پر موقوف ہوتا تو پھر رسول کی اطاعت کے حکم دینے کا کیا فائدہ تھا پھر تو مجتہدین کی تقلید کا حکم ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا کوئی حکم قرآن مجید میں موجود نہیں۔ اس کے برعکس کتاب الٰہی تو فکر و تدبر کا درس دیتی ہے اور آباؤاجداد کی تقلید سے سختی کے ساتھ روکتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصلی اور بنیادی چیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے نہ کہ کسی اور کی۔ اوروں کا کام' خواہ وہ امام ہوں یا اکابرین امت' صرف یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام اللہ کے بندوں تک پہنچائیں اور جن امور میں کوئی واضح رہنمائی نہ پائیں' ان میں امت کے سامنے اقرب الی الصواب راہ عمل پیش کریں۔

پانچواں مغالطہ

حدیث میں کئی احتمالات ہیں جس کی بناپر عمل کرنا ناجائز ہے

ایک مغالطہ مقلدین حنفیہ حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث صحیح میں کئی احتمالات ہیں۔
(۱) احتمال ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہو۔ (۲) احتمال ہے کہ اس کے معارضہ میں اس سے بڑھ کر اقویٰ حدیث موجود ہو۔ (۳) احتمال ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا جس کے حق میں وارد ہوئی ہے اس سے مخصوص ہو۔ (۴) احتمال ہے کہ اگر عام ہو تو مخصوص البعض ہو۔ (۵) احتمال ہے کہ مئوول ہو۔ ان احتمالوں کے سبب سے حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

جواب: ان پانچ احتمالات کو (باستثناء احتمال چہارم) ہر حدیث میں روا رکھنا محض وہم اور مجرد تخمین ہے۔ جس کی کوئی دلیل نہیں اور محض وہم جو کسی دلیل سے پیدا نہ ہو' لائق التفات نہیں ہوتا۔ رہا احتمال چہارم تو اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عام کو قطعی الدلالت نہ رہنے دے' نہ یہ کہ پایہ عمل و اعتبار سے ہی ساقط کر ڈالے۔ اگر ایسا ہو تو لغت اور شرع سے امان اٹھ جائے اور اکثر خطابات شارع بیکار ہو جائیں۔ توضیح و تلویح وغیرہ میں یہ حقیقت مصرح ہے۔ ثانیاً یہ احتمالات کتب فقہ کی روایات میں حدیث سے بڑھ کر ہیں مثلاً اگر حدیث میں نسخ کا احتمال ہے تو اقوال مجتہد (جس کے مجموعہ کا نام فقہ ہے) میں بھی رجوع کا احتمال ہے اور اگر حدیث میں تعارض کا احتمال ہے تو اقوال مجتہدین میں اس سے دس گنا بڑھ کر تعارض موجود ہے۔ ایک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مثلاً محمد کچھ روایت کرتے ہیں اور ابو یوسف کچھ اور حسن اور زفر کچھ اور پھر ایک ایک مسئلہ میں تین تین چار چار روایات آئی ہیں۔ ثالثاً ان احتمالات کا تدارک اور فیصلہ کتب حدیث میں بخوبی ہو چکا ہے کہ کتب حدیث میں سب احادیث منسوخہ کو الگ کر دیا گیا ہے اور احادیث متعارضہ میں تطبیق یا ترجیح بھی دے دی گئی ہے۔

اس کی شہادت میں علامہ ہارون بہاؤالدین کی کلام نقل کی جاتی ہے: [۱]

قَالَ الْعَلَّامَةُ هَارُوْنُ بْنُ بَهَاؤُ الدِّيْنِ الْمَرْجَانِي الْحَنَفِيْ فِيْ كِتَابِ نَاظُوْرَةِ الْحَقِّ فِيْ فَرْضِيَّةِ الْعِشَآءِ وَاِنْ لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَالَّذِيْ يَتَقَوَّلُهُ الْمُخَاطَبُ وَيَفْتَرِيْ بِهِ الْكَذِبَ عَلَى اللّٰهِ اَنَّهُ يَزْعُمُ اَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْاَدِلَّةِ اِنَّمَا هُوَ وَظِيْفَةُ الْمُجْتَهِدِ وَالْاِجْتِهَادُ مَلَكَةٌ راسِخَةٌ وَبَصِيْرَةٌ شَرِيْفَةٌ وَرُتْبَةٌ عَظِيْمَةٌ صَعْبَةُ الْمُرْقٰى وَاَهْلُهٗ قَدِ انْقَرَضَ وَزَمَانُهٗ قَدْ مَضٰى وَكُلُّ اٰيَةٍ وَحَدِيْثٍ

اور مخاطب جو بات بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ دلائل سے تمسک اور اس سے مسائل استنباط کرنا مجتہد ہی کا کام ہے اور اجتہاد ایک مضبوط قوت اعلیٰ درجہ کی بصیرت اور نہایت بلند مرتبہ ہے' جس پر فائز ہونا دشوار ہے۔ اس صلاحیت کے حامل تمام لوگ دنیا سے اٹھ چکے ہیں اور ان کا زمانہ گزر چکا ہے اور جو آیت یا حدیث ہمارے فقہاء کے قول سے مخالف ہو' اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء کے اقوال حدیث پر مقدم ہیں۔ اس لیے کہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ موضوع ہو یا منکر ہو اور اگر صحیح بھی ہو تو

---

(۱) ناظورۃ الحق۔

مُخَالِفٍ لِقَوْلِ اَصْحَابِنَا لَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ وَيُقَدَّمُ اَقْوَالُ الْفُقَهَآءِ عَلَى الْحَدِيْثِ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ مَوْضُوْعًا اَوْ مُنْكَرًا وَلَوْ ثَبَتَ فَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ مَنْسُوْخًا اَوْ مُقَيَّدًا اَوْ مُؤَوَّلًا اَوْ مُعَارَضًا۔

اس میں یہ احتمال ہے کہ منسوخ ہو یا مخصوص یا مقید ہو یا مئوول ہو۔

ثُمَّ قَالَ وَاِذَا اُوْرِدَ عَلَيْهِ الْحَدِيْثُ يَهْذِيْ وَيَقُوْلُ اِنَّهٗ لَمْ يَأْخُذْ بِهِ الْفَقِيْهُ وَالْمُجْتَهِدُ فَلَا يُعْمَلُ بِمُقْتَضَاهُ قُلْتُ كَذَالِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ۔

پھر کہا کہ جب اس مقلد پر حدیث وارد کی جاتی ہے تو بیہودہ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ اس حدیث کو مجتہد اور فقیہ نے نہیں لیا ہے۔ پس اس پر عمل نہ ہو گا (اس کے جواب میں کہا ہے) کہ ایسی ہی باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان سب (اگلے پچھلے گمراہوں) کی ذہنیتیں ایک جیسی ہیں' آخر تک جو آیات اوپر گزر چکی ہیں۔

ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ اَجْمَعَ عَلَيْهِ الْاَئِمَّةُ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ كَلِمَةُ فُقَهَآءِ الْاُمَّةِ اَنَّ مَا صَحَّ مِنْ خَبَرِ الْوَاحِدِ فَضْلًا عَنِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَالْمَشْهُوْرَةِ اِذَا لَمْ يُعْرَفْ مُخَالَفَتُهٗ لِمَا هُوَ فَوْقَهٗ وَهُوَ فِيْ حَادِثَةٍ لَا تَعُمُّ بِهِ الْبَلْوٰى وَلَمْ يَكُنْ مَتْرُوْكَ الْمُحَاجَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ فَهُوَ حُجَّةٌ لَازِمَةٌ وَالْعَمَلُ بِهٖ وَاجِبٌ لَا مَحَالَةَ وَكُتُبُ الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ بِنَقْلِهٖ مَشْحُوْنَةٌ وَالْاٰيَاتُ الدَّالَّةُ عَلٰى وُجُوْبِ ذٰلِكَ غَيْرُ مَحْصُوْرَةٍ وَاِنَّمَا الشُّذُوْذُ خَالَفُوْا فِيْمَا تَعُمُّ بِهِ الْبَلْوٰى وَفِيْ مَتْرُوْكِ الْمُحَاجَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَهُمْ يَمْنَعُوْنَ عَنِ الْعَمَلِ بِقَوْلٍ لَّمْ يُعْرَفْ دَلِيْلُهٗ وَاِنْ صَحَّ عَنْهُمْ نَقْلُ الْفَتْوٰى بِهٖ فَكَيْفَ اِذَا لَمْ يُرْفَعْ اِلَيْهِمْ بِنَقْلٍ صَحِيْحٍ وَكَانَ مُخَالِفًا لِلْحَدِيْثِ الصَّرِيْحِ۔

اور جس بات پر تمام ائمہ اور فقہاء امت کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ جو حدیث صحیح یعنی خبر واحد (جو ایک راوی کی نقل سے ثابت ہو) چہ جائیکہ کتاب اللہ ہو یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور جب وہ اپنے اوپر کے درجے کی نص کے خلاف نہ ہو اور وہ ایسے موقع میں وارد ہو جس سے اکثر لوگوں کا کام نہ پڑے اور ایسی بھی نہ ہو جس پر ضرورت کے وقت عمل چھوٹ گیا ہو تو وہ حجت لازم ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔ کتب اصول (علم قواعد استنباط کا نام ہے) اور فروع (فقہیات وغیرہ) اس مسئلے سے پر ہیں اور آیات و احادیث جو اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں' حد سے زیادہ ہیں۔ صرف چند نادر لوگوں نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔ وہ بھی ایسی حدیث میں جس سے عام لوگوں کا کام پڑے اور اس پر ضرورت کے وقت عمل نہ ہوا ہو۔ یہ لوگ بلا دلیل قول پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کے مطابق فتویٰ دینا ان سے صحیح ثابت ہو چکا ہو پھر اگر وہ فتویٰ بنقل صحیح ان تک نہ پہنچے اور وہ حدیث صحیح کے مخالف ہو۔

ثُمَّ قَالَ وَمِنْ مَّذْهَبِهِ الرَّدِيِّ اَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْاَدِلَّةِ اِنَّمَا[1] هُوَ وَظِيْفَةُ الْمُجْتَهِدِ

پھر علامہ ہارون نے کہا اور یہ اس مقلد کا ردی اور نکما مذہب ہے کہ دلیل سے استدلال کرنا مجتہد ہی کا کام ہے (اس لیے) کہ حدیث دراصل

(۱) شاہ ولی اللہ نے مصفی شرح موطا میں لکھا ہے: واجتہاد در ہر عصر فرض است بجہت آنکہ مسائل کثیرۃ الوقوع محصور اند و معرفت احکام الٰہی در آنہا واجب۔ وآنچہ مسطور ومدون شدہ است غیر کافی دور آنہا اختلاف بسیار کہ بدوں رجوع بادلہ حل اختلاف آں نتواں کرد وطریق آں تا مجتہدین غالبًا منقطع پس بغیر عرض بر قواعد اجتہاد راست نیائد۔

وَالْحَدِيْثُ فِيْ اَصْلِهٖ كَلَامُ الرَّسُوْلِ الْمَعْصُوْمِ الَّذِيْ لَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى وَاِنَّمَا يَتَطَرَّقُ اِلَيْهِ مَظِنَّةُ تِلْكَ الشُّبُهَاتِ مِنَ الْوَضْعِ وَالنَّكَارَةِ وَالضُّعْفِ يَدْفَعُهٗ صِحَّةُ سَنَدِهٖ وَثُبُوْتُ نَقْلِهٖ اِمَّا بِرَفْعِ اِسْنَادِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِنَقْلِ الثِّقَةِ عَنِ الثِّقَةِ سَالِمًا عَنِ الشُّذُوْذِ وَالْعِلَّةِ وَتَفْتِيْشِ رِجَالِهٖ وَالْبَحْثِ عَنْ اَحْوَالِ رُوَاتِهٖ وَاِمَّا بِوُجْدَانِهٖ فِي الْاُصُوْلِ الْمُعْتَبَرَةِ وَالْمَجَامِعِ الْمُعْتَمَدَةِ۔

رسول معصوم کی کلام ہے جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا' وہ جو کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اسے بڑی قوت والے نے سکھائی ہے (یعنی جبرئیل علیہ السلام نے) حدیث میں جو شبہات راہ پاتے ہیں کہ موضوع ہو یا منکر ہو یا ضعیف ہو تو وہ اس کی سند کی راہ سے یا راویوں کے حالات کی وجہ سے آپہنچتے ہیں اور جو احتمالات پیچھے ذکر ہوئے (یعنی منسوخ یا مخصوص یا مقید یا مئوول ہونا) یہ اس کی وجوہ دلالت اور معانی کو عارض ہوتے ہیں۔ (اس کا جواب یہ ہے) حدیث کے موضوع اور منکر ہونے کا احتمال تب ختم ہو جاتا ہے جب وہ صحیح سند سے آجائے اور اس کا رسول اللہ ﷺ سے نقل کرنا صحیح ثابت ہو جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے جیسے ثقہ راوی سے نقل کرتے کرتے سند نبی ﷺ تک پہنچا دے' ایسا ثقہ کہ اس کی روایت میں شذوذ اور کوئی دوسری علت بھی نہ پائی جائے۔ ایسے ہی اس حدیث کے رجال کو پرکھا جائے اور رواۃ کے احوال کو جانا جائے تو احتمال ختم ہو جاتا ہے یا پھر صحیح اور معتبر کتابوں میں حدیث کا پایا جانا بھی احتمال کو دفع کر دیتا ہے۔

ثُمَّ قَالَ وَقَوْلُ الْفُقَهَآءِ يَحْتَمِلُ الْخَطَاَ فِيْ اَصْلِهٖ وَغَالِبُهٗ خَالٍ عَنِ الْاِسْنَادِ اِلَيْهِ وَرَفْعِهٖ بِطَرِيْقٍ مَقْبُوْلٍ مُعْتَمَدٍ عَلَيْهِ وَكُلُّ احْتِمَالٍ ذُكِرَ فِي الْحَدِيْثِ قَآئِمٌ فِيْهِ فَاِنَّهٗ يُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ مَوْضُوْعًا قَدِ افْتَرٰى عَلَيْهِ غَيْرُهٗ اَلَا تَرٰى اَنَّ اَبَا جَعْفَرِ الطَّحَاوِيَّ وَاَبَا الْعَبَّاسِ الْاَصَمَّ وَغَيْرَهُمَا رَوَوْا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ الشَّافِعِيَّ يَقُوْلُ فِيْ اِتْيَانِ الْمَرْاَةِ مِنْ دُبُرِهَا مَا صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ تَحْلِيْلِهٖ وَلَا تَحْرِيْمِهٖ شَيْئٌ وَالْقِيَاسُ اَنَّهٗ حَلَالٌ وَحُكِيَ عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ اَبَاحَ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ وَكَذَا مِثْلُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ وَهُوَ مَوْضُوْعٌ عَلَيْهِمْ وَقَدْ حَكٰى اَبُوْ نَصْرِ بْنُ الصَّبَّاغِ اَنَّ الرَّبِيْعَ كَانَ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ

پھر علامہ ہارون نے فرمایا کہ فقہاء کا قول سرے سے محتمل خطا ہوتا ہے۔ نیز وہ اسناد سے خالی ہوتا ہے یعنی بے سند ہوتا ہے۔ حدیث کی طرح اس کی سند مسلسل اور متصل نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ بطریق مقبول اور معتبر مجتہد کی طرف بھی نہیں پہنچتا۔ دوسرے سب احتمالات جو حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں وہ بتمام و کمال فقہ میں بھی موجود اور قائم ہیں۔ اس لیے کہ مجتہد کا قول موضوع ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ کسی نے مجتہد پر افترا کیا ہو۔ (راقم کہتا ہے کہ جب کذاب اور جھوٹے لوگ رسول اللہ معصوم ﷺ کی طرف منسوب کر چکے ہیں تو پھر مجتہدین وغیرہ پر افترا کرنا تو بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ طحاوی اور ابوالعباس اصم وغیرہ نے محمد بن حکم سے نقل کیا ہے کہ اس نے امام شافعی سے سنا کہ عورت کی دبر میں دخول کرنے میں حلال یا حرام ہونے کا کوئی حکم نہیں آیا ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ حلال ہو۔ اور امام مالک سے منقول ہے کہ اس نے نکاح متعہ کو جائز رکھا ہے۔ ایسا ہی اور لوگوں سے منقول ہے جو ان پر موضوع اور افترا ہے اور ابو نصر بن صباغ نے بیان کیا

الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَقَدْ كَذَبَ ابْنُ الْحَكَمِ عَلَى الشَّافِعِیِّ فِیْ ذٰلِكَ وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وُجُوْبُ الْحَدِّ عَلٰى مَنْ وَطِئَ بِنِكَاحِ الْمُتْعَةِ۔

کہ ربیع قسم کھاتا تھا اور کہتا تھا کہ ابن حکم نے اس بات میں جھوٹ بولا ہے اور امام شافعی پر افترا کیا ہے۔ دوسری طرف امام مالک کے مذہب میں نکاح متعہ میں حد واجب ہے۔

فائدہ: راقم کہتا ہے کہ یہ افترا امام مالک پر ہدایہ شریف (جس کو حنفیہ قرآن و حدیث کے برابر سمجھتے ہیں) میں بھی موجود ہے اور ہدایہ کے شارحین اس کو کذب اور جھوٹ سمجھتے ہیں۔ الفاظ ہدایہ کے یہ ہیں : وَقَالَ مَالِكٌ هُوَ جَائِزٌ۔ "امام مالک نے کہا کہ نکاح متعہ جائز ہے۔" اور شیخ الحنفیہ ابن ہمام اس کو کذب سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے :

نِسْبَتُهٗ اِلٰى مَالِكٍ غَلَطٌ وَلَا خَلَافَ فِيْهِ بَيْنَ الْاَئِمَّةِ وَعُلَمَآءِ الْاَمْصَارِ اِلَّا طَآئِفَةٍ مِّنَ الشِّيْعَةِ اِنْتَهٰى۔

نکاح متعہ کے جائز ہونے کو امام مالک کی طرف نسبت کرنا غلط ہے اور اس مسئلہ میں (باستثناء طائفہ شیعہ) علماء و ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عینی حنفی نے بھی شرح ہدایہ میں اس بات کی تردید کی ہے، چنانچہ لکھا ہے :

قَالَ الْاَكْمَلُ مُعْتَذِرًا عَنِ الْمُصَنِّفِ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ الَّذِیْ اَخَذَ مِنْهُ الْمُصَنِّفُ وَجَدَ قَوْلًا لِمَالِكٍ فِیْ جَوَازِهَا قُلْتُ لَمْ يُذْكَرْ فِیْ كِتَابٍ مِّنْ كُتُبِ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّهَا تَجُوْزُ۔ [1]

اکمل نے صاحب ہدایہ کی طرف سے یہ عذر بیان کیا ہے کہ احتمال ہے کہ شمس الائمہ نے (جس سے صاحب ہدایہ نے یہ بات نقل کی ہے) کوئی قول امام مالک کا متعہ کے جواز میں پایا ہو گا میں کہتا ہوں (عینی کا قول ہے) کہ مالکیوں کی کسی کتاب میں اس کا جواز نہیں پایا جاتا۔

اور ہمارے زمانے کے بڑے مشہور حنفی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم نے بھی اس بات کی تردید کی ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ مذیلة الدرایہ میں اس کو ان غلطیوں میں سے شمار کیا ہے جو نصف اول ہدایہ میں واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

قَالَ الْكَاكِیُّ هٰذَا سَهْوٌ فَاِنَّ الْمَذْكُوْرَ فِیْ كُتُبِ مَالِكٍ حُرْمَةُ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَرَدَّهُ الْعَيْنِیُّ اَيْضًا بِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرْ فِیْ كِتَابٍ مِّنْ كُتُبِ الْمَالِكِيَّةِ رِوَايَةُ جَوَازِهٖ وَبِالْاِحْتِمَالِ نَقْلُ قَوْلِ اِمَامٍ غَيْرُ مُوَجَّهٍ۔

کاکی نے کہا کہ یہ صاحب ہدایہ کی سہو ہے۔ اس لیے کہ مالکیوں کی کسی کتاب میں اس کے جائز ہونے کا ذکر نہیں ہے اور محض احتمال سے کسی امام کا قول نقل کر دینا اچھی بات نہیں ہے، انتہٰی۔

ثُمَّ قَالَ وَيَكُوْنُ مُنْكَرًا لِاِتِّهَامِ نَاقِلِهٖ وَضَعِيْفًا لِاضْطِرَابِ رِاوِيَةِ اَبِیْ عِصْمَةَ نُوْحِ بْنِ مَرْيَمَ فَاِنَّ رِوَايَاتِهٖ اَنْكَرُوْهَا عَلَيْهِ وَرِوَايَاتِ هِشَامِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِیِّ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَضْطَرِبُ فِیْ رِوَايَاتِهٖ قَالَ

اس کے بعد علامہ ہارون نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ مجتہد کا قول منکر ہو کیونکہ اس کا راوی متہم ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ ضعیف ہو کیونکہ راوی کو اضطراب بھی لاحق ہو سکتا ہے جیسے کہ ابو عصمہ نوح ابن مریم کی روایات ہیں۔ اس کی روایات کا علما نے انکار کر دیا ہے یعنی ان کو نہیں مانا ہے۔ ایسے ہی ہشام بن عبداللہ کی روایات ہیں۔ اس کی

---

(1) عینی شرح هدایة۔

الْقَاضِیْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الضَّمِیْرِیُّ کَانَ مَعَ عَظِیْمِ شَانِهٖ لَیِّنًا فِی الرِّوَایَةِ سَمِعْتُ الشَّیْخَ اَبَا بَکْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ مُوْسٰی یَذْکُرُ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الرَّازِیِّ اَنَّهٗ کَانَ یَأْمُرُ اَنْ یُّقْرَأَ عَلَیْهِ الْاَصْلُ بِرِوَایَةِ سُلَیْمَانَ اَوْ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ لِصِحَّتِهِمَا وَضَبْطِهِمَا وَیَکْرَهُ اَنْ یُّقْرَأَ عَلَیْهِ مِنْ رِوَایَةِ هِشَامٍ لِمَا فِیْهِ مِنَ الْاِضْطِرَابِ اِنْتَهٰی وَاَمْثَالُ ذٰلِكَ کَثِیْرَةٌ خُصُوْصًا عِنْدَ تَنَزُّلِ الزَّمَانِ وَشُیُوْعِ الْکَذِبِ وَالْهَذَیَانِ۔

روایات میں اضطراب اور اختلاف ہے۔ قاضی ابو عبداللہ ضمیری نے فرمایا کہ یہ شخص باوجود بزرگی شان کے روایات میں ڈھیلا تھا۔ میں نے شیخ ابوبکر سے سنا وہ ابوبکر رازی سے نقل کرتے تھے کہ آپ امام محمد کی کتاب جو سلیمان یا محمد بن سماعہ کی روایت سے منقول ہے' پڑھنے کو کہتے اور جو ہشام کی روایت سے منقول ہے' اس کے پڑھنے کو پسند نہ کرتے۔ اس لیے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ زمانے میں کافی گراوٹ آچکی ہے اور کذب اور بیہودہ گوئی کا چلن عام ہے۔

ثُمَّ قَالَ لَوْ صَحَّ وَثَبَتَ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ مَنْسُوْخًا قَدْ رَجَعَ عَنْهُ وَاَفْتٰی بِخِلَافِهٖ فَاِنَّ کُلًّا مِّنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَصْحَابِهٖ وَمَالِكٍ وَشَافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَغَیْرِهِمْ قَدْ رَجَعُوْا مِنْ اَقْوَالٍ اِلٰی اَقْوَالٍ بِمَا تَرَجَّحَتْ عِنْدَهُمْ مِّنْ شَوَاهِدَ دَلَآئِلَ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ مُؤَوَّلًا اَلَا تَرٰی اِلٰی مَالِكٍ فَاِنَّهٗ نَصَّ فِیْ کِتَابِهٖ عَلٰی وُجُوْبِ غُسْلِ الْجُمُعَةِ وَصَرَفَهٗ اَصْحَابُهٗ عَنْ ظَاهِرِهٖ وَحَمَلُوْهُ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَنَّهٗ حَقٌّ مُّتَاکَّدٌ قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ عَمْرٍو بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ هُوَ مُأَوَّلٌ اَیْ وَاجِبٌ فِی السُّنَّةِ اَوْ فِی الْمُرُوَّةِ اَوْ فِی الْاَخْلَاقِ الْجَمِیْلَةِ کَقَوْلِ الْعَرَبِ وَجَبَ سُنَّةُ حَقِّكَ ثُمَّ اَخْرَجَ بِسَنَدِهٖ عَنْ اَشْهَبَ اَنَّ مَالِکًا سُئِلَ عَنْ غُسْلِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوَاجِبٌ هُوَ قَالَ هُوَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوْفٌ۔

پھر علامہ ہارون نے فرمایا اگر قول مجتہد صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس میں احتمال ہے کہ منسوخ ہو۔ جس سے مجتہد نے رجوع کر لیا ہو اور اس کے برخلاف فتوی دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک نے اپنے اقوال سے رجوع کر لیا ہے۔ ان اقوال کی طرف جو ان کے نزدیک دلائل سے راجح ٹھہرے۔ نیز قول مجتہد یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ مئوول ہو۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ امام مالک نے اپنی کتاب (موطا وغیرہ) میں جمعہ کے دن غسل کو واجب کہا ہے۔ ان کے مقلدین نے اس کو ظاہر معنی سے پھیر کر اس معنی پر حمل کیا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حق اور سنت ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ قول مئوول ہے یعنی سنت اور مروت اور اخلاق حسنہ کے رو سے واجب ہے۔ جیسے عربی لوگ کہتے ہیں تیرا حق واجب ہوا یعنی ثابت ہوا (اس تاویل کی تائید میں) اور اپنی سند کے ساتھ اشہب سے نقل کیا کہ اس نے امام مالک سے جمعہ کے غسل کا حکم پوچھا کیا واجب ہے؟ امام مالک نے کہا کہ وہ سنت ہے اور دین میں معروف ہے۔

فائدہ: راقم کہتا ہے کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بہت سے اقوال ایسے ہیں کہ مقلدین حنفیہ نے ان کی تاویل کر دی ہے اور ظاہر معنی چھوڑ کر اس سے کچھ اور مراد لیا ہے۔ چنانچہ ناظر کتب فقہ پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

ثُمَّ قَالَ اَوْ يَكُوْنُ مُخَصَّصًا اَوْ مُقَيَّدًا فَاِنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ نَصَّ عَلٰى اَنَّ الْاَشْعَارَ مَكْرُوْهٌ وَحَمَلَهُ الطَّحَاوِيُّ عَلٰى اَشْعَارِ اَهْلِ زَمَانِهٖ وَرُبَمَا يَكُوْنُ مُعَارَضًا وَلَا مَحَالَةَ مِنْ مُعَارَضَةِ قَوْلِ غَيْرِهٖ مِنَ الْفُقَهَآءِ۔

پھر علامہ ہارون نے کہا کہ مجتہد کے قول میں یہ بھی احتمال ہے کہ مخصص ہو یا مقید ہو دیکھو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کو عام اور مطلق طور پر مکروہ کہہ دیا ہے اور طحاوی حنفی نے اس کو مقید کیا ہے اور اپنے زمانہ کے مروج اشعار پر محمول کیا ہے۔ نیز کبھی مجتہد کا قول آپس میں معارض بھی ہوتا ہے (اگر اپنے قول سے تعارض نہ ہو) تو اس سے چارہ نہیں کہ دوسرے مجتہد کے قول سے معارض ہو یعنی ایک مجتہد کا قول دوسرے کسی نہ کسی مجتہد کے قول سے تو ضرور ہی معارض ہو گا۔

فائدہ: راقم کہتا ہے کہ علامہ ہارون کی کلام سے ثابت ہو گیا کہ یہ سب ہی احتمالات فقہ میں موجود ہیں بلکہ فقہ میں تو ایسا اندھیر پڑا ہوا ہے کہ جس کا کچھ تدارک ممکن نہیں ہے۔ اکثر مسائل فقہ میں امام صاحب و صاحبین کا اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ دو ثلث مذہب میں صاحبین امام صاحب سے جدا ہو گئے ہیں۔ نیز ایک ہی امام صاحب سے ایک ایک مسئلہ میں مختلف روایات آئی ہیں مثلاً گھوڑے کے جوٹھے میں امام صاحب سے چار روایات آئی ہیں اور پھر ان کی تطبیق یا ترجیح [1] کی کوئی صورت بیان نہیں کی گئی ہے اور نہ ان کے لیے کوئی قواعد اور اصول مقرر ہوئے ہیں جن سے ان میں تطبیق یا ترجیح دی جا سکے۔ نیز مسائل مفتٰی بہا میں سخت اختلاف ہے۔ کسی کے نزدیک کوئی مسئلہ مفتٰی بہ ہے اور کسی کے نزدیک کوئی مسئلہ مفتٰی بہ ہے اور پھر وہ مفتی بھی مجہول ہے۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے اور اس کو کون سی وجہ ترجیح نظر آئی' جس کی وجہ اس نے مسئلہ کو مفتٰی بہ ٹھہرایا۔

نیز صدہا اقوال میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دے دیا ہے اور امام صاحب کا قول متروک کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احتمال ہے کہ امام صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہو اور احتمال ہے کہ مؤول ہو اور احتمال ہے کہ موضوع ہو۔ کسی نے افترا کر کے ان کی طرف نسبت کر دیا ہو اور احتمال ہے کہ منکر ہو کیونکہ راوی بھی متہم ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ ضعیف ہو۔ راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور احتمال ہے کہ مخصص ہو یا مقید ہو اور احتمال ہے کہ معارض ہو' اپنے اقوال سے نہیں تو دوسرے کسی مجتہد کے قول سے اور اس سے تو کسی طرح چارہ ہی نہیں۔

نیز مجتہد کا قول دراصل خطا کا احتمال رکھتا ہے' لِاَنَّ الْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ اور اکثر مجتہد کا قول بے سند ہوتا ہے یعنی حدیث کی طرح اس کی کوئی اسناد مسلسل نہیں ہوتی ہے بلکہ اگر فقہ کی اسناد اور احوال روایات کی تحقیق و تنقید اصول حدیث کے قواعد و ضوابط کے مطابق کی جائے تو امید نہیں ہے کہ فقہ کا کوئی ایک مسئلہ بھی امام سے ثابت ہو اور پھر ان کے بعد فقہاء مقلدین متاخرین کا تو کچھ اور ہی حال ہے' کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ کسی مقلد کا کوئی خیال ہے اور کسی متعصب کی کچھ مقال ہے۔ مزید برآں کتب فقہ میں معتزلہ و جبریہ و قدریہ وغیرہ مذاہب باطلہ کے اقوال و روایات بھی بہت مل گئے ہیں مثلاً صاحب قنیہ کہ باعتراف صاحب الاشباہ والنظائر معتزلی مذہب ہے پھر بھی فقہ میں اس کے بہت سے مسائل خلط ملط ہو گئے ہیں۔ اسی طرح عبدالقادر بدایونی حنفی نے بوارق شیخ نجدی میں لکھا ہے۔

---

(1) ظاہر روایت کو ترجیح ہے مگر ظاہر روایت میں بھی اختلاف ہے۔

(فارسی عبارت کا ترجمہ) "کتب حنفیہ میں خوارج و معتزلہ کا اندراج بے حد ہے۔ کئی ہزار خوارج و معتزلہ فقہی مسائل میں حنفی المذہب قرار پا چکے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابویوسف کے بہت سے شاگردان خصوصی غلط مذاہب کے پیروکار بن گئے اور ان کی ہزاروں روایات جو ان کے مذہب کے مطابق تھیں' کتب فتاوی میں داخل ہو چکی ہیں۔ اندراج خوارج و معتزلہ در کتب حنفیہ زائد از حد است ہزاراں ہزار خوارج و معتزلہ در فروع فقہیہ حنفیت مذہب بودہ اند تلامذہ خاص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وابو یوسف متمذہب بمذاہب باطلہ گذشتہ و ہزاران ہزار روایت ازاں کسال مطابق مذہب ایشاں در کتب فتاوی داخل ست انتہی۔"

علاوہ ازیں صدہا مسائل فقہ کی کتابوں میں ایسے موجود ہیں کہ جن کی دلیل کتاب و سنت میں کہیں نہیں پائی جاتی ہے۔ نیز صدہا چیزوں کو فقہ میں ناجائز ٹھہرایا گیا ہے اور ہزارہا امور کو جائز اور حلال بتایا ہے مگر ان کی دلیل کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ نہ قرآن سے نہ حدیث سے اور نہ اجماع امت سے۔ مزید برآں فقہ کی کوئی ایک بھی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں کہ اس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو۔ اس کے برعکس حاطب اللیل کی طرح غلط اور صحیح ہر طرح کا مواد ان میں بھر دیا گیا ہے۔ بنابریں کتب فقہ پر اعتماد کلی جائز نہیں ہے اور بلا تحقیق اصل و ماخذ اس کے کسی مسئلہ پر عمل کرنا درست نہیں' جو شخص بلا تحقیق و تفتیش اس پر عمل کرے گا وہ ایک نہ ایک دن اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کر بیٹھے گا۔

پھر جب فقہ کی کتابوں میں معتزلہ اور خوارج وغیرہ مذاہب باطلہ کے اقوال و روایات حد سے زیادہ داخل ہو چکے ہیں اور ان کی تمیز کی بھی کوئی صورت نہیں ہے تو اب اس وجہ سے کتب فقہ سب بے اعتبار ہو گئیں' کسی پر اعتبار نہ رہا۔ بخلاف کتب حدیث کے کہ ان میں بہت سی کتب حدیث ایسی ہیں جن کے مؤلفوں نے ان میں صحت کا التزام کر رکھا ہے۔ خصوصاً صحیح بخاری اور مسلم کہ جن کے ملتزم الصحت ہونے پر تمام علمائے سلف و خلف کا اتفاق ہے' ان کے ملتزم الصحت ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں اور تطبیق بھی ان میں بوجہ احسن موجود ہے۔ نیز سب احتمالات بھی ان کے تراجم میں مدفوع ہو چکے ہیں۔ ان کے تراجم میں اکثرانہیں باتوں کا تدارک ہوتا ہے اور عام اور منسوخ پر قبل بحث و تفحص و مخصص و ناسخ حنفیہ کے نزدیک بھی عمل کرنا جائز ہے' کمامر بیانہ۔

پس جب سب احتمالات دفع ہو چکے ہیں تو اب عامل بالحدیث کے لیے یہ کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بے دھڑک اس پر عمل پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ہارون فرماتے ہیں :

وَطَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الْحَدِيْثِ فِيْ هٰذِهِ الْاَعْصَارِ الْمُتَاَخِّرَةِ الْاِعْتِمَادُ عَلَى الْاَئِمَّةِ الْمُوْثُوْقِ بِهِمْ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ وَالْاٰثَارِ بِالرُّجُوْعِ اِلٰى كُتُبِهِمْ كَالصَّحِيْحَيْنِ وَجَامِعِ التِّرْمِذِيِّ وَمُوَطَّا مَالِكٍ وَمَسْنَدِ الدَّارِمِيِّ وَسُنَنِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَاٰثَارِ الطَّحَاوِيِّ وَمَنْ يَلْتَحِقُ بِهِمْ فِيْ سَعَةِ الْحِفْظِ وَالْاِطِّلَاعِ وَقُوَّةِ الضَّبْطِ وَالْاِتْقَانِ

ان متاخر زمانوں میں معرفت حدیث کا طریق یہ ہے کہ حدیث کے اماموں پر جو اس علم میں ثقہ مانے گئے ہیں' اعتماد کریں اور ان کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ جیسے صحیحین ہیں اور جامع ترمذی اور موطا امام مالک اور مسند دارمی اور سنن ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور آثار طحاوی اور ان لوگوں کی تصانیف جو ان اماموں میں فراخی حافظہ' اطلاع' قوت ضبط اور اتقان میں شمار ہوتے ہیں اور حدیث کا حال خوب پہچانتے ہیں اور ثقہ اور ضعیف اور متروک راویوں میں خوب تمیز کرتے ہیں۔

مِنَ الْاَئِمَّةِ الْعَارِفِيْنَ بِاَحْوَالِ الْاَحَادِيْثِ الْمُمَيِّزِيْنَ بَيْنَ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَآءِ وَالْمَتْرُوْكِيْنَ فَاِنَّهُمْ جَمَعُوْا وَدَوَّنُوْا وَصَحَّحُوْا وَحَسَّنُوْا وَضَعَّفُوْا وَفَرَّغُوْنَا عَنِ الْاِسْنَادِ وَتَفْتِيْشِ رِجَالِهٖ وَالْبَحْثِ عَنْ اَحْوَالِ رُوَاتِهٖ وَتَوَاتَرَتْ عَنْهُمْ كُتُبُهُمْ وَزَاعَتْ وَشَاعَتْ بَيْنَ عُلَمَآءِ الْاُمَّةِ وَتَلَقَّهَا بِالْقُبُوْلِ الْحُذَّاقُ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَمِنْهُمْ مَنِ الْتَزَمَ اِخْرَاجَ مَا اتَّفَقَ عَلٰى صِحَّتِهٖ اَهْلُ الشَّانِ كَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَمِنْهُمْ مَنِ الْتَزَامَ اِخْرَاجَ مَا صَحَّ عِنْدَهٗ كَاَبِيْ عَوَانَةَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ وَمِنْهُمْ مَّنْ بَيَّنَ صَحِيْحَ الْاِسْنَادِ عَنْ حَسَنِهٖ وَمَيَّزَ حَسَنَهٗ عَنْ ضَعِيْفِهٖ كَالتِّرْمِذِيِّ وَالطَّحَاوِيِّ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَطْلَقَ فِيْمَا تَرَجَّحَ فِيْهِ الصِّحَّةُ وَصَرَّحَ بِغَيْرِهٖ كَاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ وَلَا يُشْتَرَطُ فِي الرُّجُوْعِ اِلَيْهَا وَالْاِعْتِمَادِ عَلَيْهَا اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ بِهَا رِوَايَةٌ اِلٰى مُؤَلِّفِيْهَا بَلْ اِذَا صَحَّتْ عِنْدَهُ النُّسْخَةُ مِنْهَا بِمُقَابَلَتِهَا عَلٰى اَصْلٍ مُعْتَمَدٍ غَيْرِ مُتَّهَمٍ صَحَّ الْاِحْتِجَاجُ بِهَا وَوَجَبَ الْعَمَلُ بِمُوْجِبِهَا وَيَقُوْمُ حُجَّةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَحَابِيٍّ اَوْ مَجْتَهِدٍ اَوْ غَيْرِهٖ۔

یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے کتابیں بنا دی ہیں اور حدیث کو صحیح و حسن اور ضعیف بتلا دیا ہے اور ہمیں استاد اور تلاش و بحث حال رواۃ سے فارغ کر دیا ہے اور ان کی کتابیں علماء امت میں مشہور و معروف ہو گئی ہیں اور ہم تک تواتر سے پہنچ گئی ہیں اور انہیں ائمہ ماہرین نے قبول کر لیا ہے۔ ان میں بعض ائمہ محدثین ایسے ہیں، جنہوں نے حدیث صحیح متفق علیہ لانے کا التزام کر رکھا ہے جیسے امام بخاری اور مسلم اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنے نزدیک صحیح لانے کا التزام کر رکھا ہے۔ جیسے امام ابوعوانہ اور ابن خزیمہ اور بعض وہ ہیں جنہوں نے صحیح و حسن و ضعیف سب مفصل بیان کر دیا ہے جیسے کہ ترمذی اور طحاوی اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانچ میں صحیح حدیث کو مطلق (بے بیان) چھوڑ دیا ہے اور غیر صحیح کا حال بتلا دیا ہے۔ جیسے ابوداؤد اور نسائی اور ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ شرط نہیں کہ ان کتابوں کی سند ان کے مصنفوں تک پہنچائی جائے بلکہ جب ایسا نسخہ صحیح مل جائے جو نسخہ صحیح سے مقابل کیا گیا ہو اور اس میں کسی قسم کا شبہ یا بدگمانی نہ ہو تو اس سے حجت پکڑنا اور اس کے مقتضا پر عمل کرنا واجب ہے اور وہ ہر مسلمان کے لیے حجت ہے خواہ وہ صحابی ہو خواہ مجتہد یا کوئی اور۔

ثُمَّ قَالَ وَاَمَّا احْتِمَالُ النَّسْخِ وَالتَّاوِيْلِ وَالتَّخْصِيْصِ وَالتَّقْيِيْدِ فَاِنْ ظَهَرَ النَّاسِخُ وَمُوْجِبُ التَّخْصِيْصِ وَالتَّقْيِيْدِ وَالتَّاْوِيْلِ فَلَا كَلَامَ فِيْ ثُبُوْتِ مُقْتَضَاهُ مِنَ التَّفْصِيْلِ وَاِلَّا فَمَا لَا يَحْتَمِلُ النَّسْخَ وَالتَّاْوِيْلَ وَالتَّقْيِيْدَ هُوَ الْقِسْمُ الْمُخْتَصُّ بِاسْمِ الْمُحْكَمِ مِنْ اَقْسَامِ النَّظْمِ وَالَّذِيْ يَحْتَمِلُ النَّسْخَ هُوَ الْمُفَسَّرُ

پھر علامہ ہارون نے فرمایا جہاں تک نسخ تاویل تخصیص اور تقیید کا تعلق ہے تو اگر ناسخ اور دلیل تخصیص و تقیید و تاویل ثابت ہو تو اس کی مقتضا کے ثبوت میں کلام نہیں یعنی جہاں ناسخ معلوم ہو وہاں نسخ کا حکم لگا دیا جائے گا اور جہاں مخصص ظاہر ہو وہاں وہ عموم کی تخصیص کر دے گا اور اگر یہ سب ظاہر نہ ہوں تو پھر نصوص شرعیہ کئی قسم کی ہیں۔ ایک وہ قسم ہے جو نسخ، تاویل، تخصیص اور تقیید کا احتمال مطلق نہ رکھے۔ اس کو نص محکم کہتے ہیں اور ایک وہ قسم ہے جو سوائے نسخ کے دوسرا کوئی احتمال نہ رکھے، اس کو مفسر کہتے ہیں اور ایک

وَالَّذِیْ یَحْتَمِلُھُمَا ھُوَ الظَّاھِرُ وَکُلُّ ذَالِکَ یُوْجِبُ الْحُکْمَ قَطْعًا وَاِنَّمَا یَظْھَرُ التَّفَاوُتُ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ فَیُقَدَّمُ الْمُحْکَمُ عَلَی الْمُحْتَمِلِ وَلاَ یَجُوْزُ تَرْکُ الْعَمَلِ بِمُجَرَّدِ الْاِحْتِمَالِ۔

قسم وہ ہے جو ان سب کا احتمال رکھے اس کو ظاہر کہتے ہیں اور یہ اقسام (باوجود ان احتمالات کے) سب حکم کو ثابت کرتی ہیں یعنی مجرد احتمال سے وہ اقسام ساقط الاعتبار نہیں سمجھی جاتیں۔ فرق ان میں اتنا ہے کہ یہ باہمی تعارض کے وقت ایک دوسری سے مقدم ہو جاتی ہے پس جو محکم ہو (احتمال سے خالی ہو) وہ محتمل پر مقدم ہوتی ہے اور مجرد احتمال سے (جس کی کوئی دلیل نہ ہو) نص کا چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔

ثُمَّ قَالَ وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ الْعَمَلَ بِالْمَنْسُوْخِ جَائِزٌ اِلٰی اَنْ یَّظْھَرَ نَاسِخُہٗ وَاَنَّ النَّاسِخَ لاَ یَلْزَمُ حُکْمُہٗ اِلاَّ بَعْدَ الْعِلْمِ بِہٖ وَاسْتَدَلُّوْا بِتَحْوِیْلِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ قَالَ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَہٗ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یَحِلَّ لَہٗ اَنْ یَّدَعَھَا لِقَوْلِ اَحَدٍ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ یَجِبُ عَلٰی کُلِّ مَنْ بَلَغَہٗ شَیْئٌ مِّنَ الْحَدِیْثِ اَنْ یَّسْتَعْمِلَہٗ عَلٰی عُمُوْمِہٖ حَتّٰی یَثْبُتَ عِنْدَہٗ مَا یَخُصُّہٗ اَوْ یَنْسِخُہٗ اِنْتَھٰی۔

انہوں نے پھر کہا کہ اس پر سب متفق ہیں کہ نص منسوخ پر عمل کرنا جائز ہے جب تک کہ اس کا ناسخ ظاہر نہ ہو اور یہ کہ ناسخ کا حکم اس کے جاننے کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ یہ استدلال واقعہ تحویل قبلہ سے کرتے ہیں۔ بعد ازاں کہا امام شافعی کہتے ہیں کہ سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جس شخص پر حدیث رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو جائے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ کسی کے قول کی بناء پر اسے چھوڑ دے۔ امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچی ہو اس پر واجب ہے کہ اسے علی العموم عمل میں لائے۔ جب تک اس کے نزدیک اس کی تخصیص یا نسخ ثابت نہ ہو جائے۔

ثُمَّ قَالَ وَالصَّحَابِیُّ مَحْجُوْجٌ بِالْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ فَکَیْفَ دُوْنَھُمْ وَلَوْ ظَھَرَ الْفَتْوٰی مُخَالِفًا لِلْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ یُحْمَلُ عَلٰی اَنَّ صَاحِبَہٗ لَمْ یَبْلُغْہُ ھٰذَا الْحَدِیْثُ وَلَوْ بَلَغَہٗ لَرَجَعَ اِلَیْہِ تَحْسِیْنًا لِلظَّنِّ بِہٖ فِیْمَنْ ھُوَ اَھْلُہٗ اِذْ لَوْ خَالَفَہٗ لِقِلَّةِ الْمُبَالاَةِ وَالتُّھَاوُنِ بِہٖ تَسْقُطُ عَدَالَتُہٗ وَلاَ یُقْبَلُ فَتْوَاہُ وَلاَ رِوَایَتُہٗ وَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّ الْاِحْتِمَالَ الْمَحْضَ لاَ عِبْرَةَ لَہٗ اَصْلاً کَالْجَرْحِ الْمُبْھَمِ اِنْتَھٰی۔

اس کے بعد علامہ ہارون نے کہا کہ جب صحابی کے لیے حدیث صحیح حجت ہے تو ان کے بعد آنے والوں کے لیے تو وہ بدرجہ اولیٰ حجت ہو گی۔ جب کوئی فتویٰ حدیث کے خلاف ہو تو حسن ظن کے طور پر اس کی یہ تاویل واجب ہے کہ فتویٰ دینے والے کو حدیث نہیں پہنچی۔ اگر پہنچتی تو وہ اس کی طرف رجوع کرتا۔ اس لیے کہ اگر اسے حدیث پہنچی ہو اور اس نے بے پرواہی اور سستی سے اس کی مخالفت کر دی ہو تو اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے یعنی وہ فاسق ہو جاتا ہے۔ نہ پھر اس کا فتویٰ قبول ہوتا ہے اور نہ اس کی روایت ہی مقبول ہوتی ہے اور یہ آپ جان چکے ہو کہ احتمال محض کا کچھ اعتبار نہیں جیسے کہ جرح مبہم کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ نسخ و تخصیص و معارضات و تطبیق و ترجیح کا کتب حدیث میں پورا بیان عمل میں آ چکا ہے اور ان امور کا فیصلہ و تدارک ان میں بخوبی ہو چکا ہے۔ اس کی شہادت یہ ہے کہ جو امام شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے :

ثُمَّ رَاٰی اَنْ لَّا یَخْلِیَهُ مِنَ الْفَوَائِدِ الْفِقْهِیَّةِ وَالنُّکَتِ الْحِکْمِیَّةِ فَاسْتَخْرَجَ بِفَهْمِهٖ مِنَ الْمُتُوْنِ مَعَانِیَ کَثِیْرَةً فَرَّقَهَا فِیْ اَبْوَابِ الْکِتَابِ بِحَسْبِ تَنَاسُبِهَا قَالَ الشَّیْخُ مُحْیُ الدِّیْنِ لَیْسَ مَقْصُوْدُ الْبُخَارِیِّ الْاِقْتِصَارُ عَلَی الْاَحَادِیْثِ فَقَطْ بَلْ مُرَادُهٗ الْاِسْتِنْبَاطُ مِنْهَا وَالْاِسْتِدْلَالُ لِاَبْوَابٍ اَرَادَهَا اِلٰی اَنْ قَالَ وَقَدْ یَکُوْنُ التَّرْجَمَةُ بِلَفْظِ الْمُتَرْجَمِ لَهٗ اَوْ بَعْضِهٖ اَوْ بِمَعْنَاهُ۔

پھر امام بخاری نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کو فوائد فقہیہ اور نکات حکمت سے خالی نہ چھوڑیں۔ پس انہوں نے اپنے فہم سے احادیث سے بہت سے مطالب اخذ کئے' جن کو کتاب کے بابوں میں حسب موقع متفرق بیان کیا۔ شیخ محی الدین یعنی امام نووی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا یہ مقصود نہیں کہ وہ فقط احادیث کی روایت کریں بلکہ ان کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان سے مسائل استنباط کریں اور کئی ابواب میں دلائل قائم کریں' جہاں انہوں نے چاہا۔ ابن حجر نے کہا کہ صحیح بخاری کا ترجمۃ الباب کبھی اس لفظ کے مطابق ہوتا ہے جس کے لیے وہ ترجمہ ٹھہرایا ہے یا اس کے کسی حصہ یا اس کے ہم معنی لفظ کے مطابق۔

ثُمَّ قَالَ وَهٰذَا فِی الْغَالِبِ قَدْ یَأْتِیْ مِنْ ذٰلِکَ مَا یَکُوْنُ فِیْ مَعْنَی لَفْظِ التَّرْجَمَةِ احْتِمَالٌ لِاَکْثَرَ مِنْ مَعْنًی وَاحِدٍ فَیُعَیِّنُ اَحَدَ الْاِحْتِمَالَیْنِ بِمَا یَذْکُرُ تَحْتَهَا مِنَ الْحَدِیْثِ وَقَدْ یُوْجَدُ فِیْهِ مَا هُوَ بِالْعَکْسِ مِنْ ذٰلِکَ بِاَنْ یَکُوْنَ الْاِحْتِمَالُ فِی الْحَدِیْثِ وَالتَّعْیِیْنُ فِی التَّرْجَمَةِ وَالتَّرْجَمَةُ حِیْنَئِذٍ بَیَانٌ لِتَأْوِیْلِ ذٰلِکَ الْحَدِیْثِ فَاتِیَةٌ مَنَابَ قَوْلِ الْفَقِیْهِ مَثَلًا الْمُرَادُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ الْعَامِّ الْمَخْصُوْصُ اَوْ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ الْخَاصِّ الْعَامُّ اَوْ اَنَّ ذٰلِکَ الْخَاصَّ الْمُرَادُ بِهٖ مَا هُوَ اَعَمُّ مِمَّا یَدُلُّ عَلَیْهِ ظَاهِرُهٗ بِطَرِیْقِ الْاَعْلٰی اَوِ الْاَدْنٰی وَیَأْتِیْ فِی الْمُطْلَقِ وَالْمُقَیَّدِ نَظِیْرُ مَا ذُکِرَ فِی الْعَامِّ وَالْخَاصِّ وَکَذَا فِیْ شَرْحِ الْمُشْکَلِ وَتَفْسِیْرِ الْغَامِضِ وَتَأْوِیْلِ الظَّاهِرِ وَتَفْصِیْلِ الْمُجْمَلِ وَهٰذَا الْمَوْضِعُ هُوَ مُعْظَمُ مَا یُشْکِلُ فَهٰذَا اشْتَهَرَ مِنْ قَوْلِ جَمْعٍ مِّنَ الْفُضَلَاءِ فِقْهُ الْبُخَارِیِّ فِیْ تَرَاجِمِهٖ اِنْتَهٰی۔

پھر حافظ ابن حجر نے کہا اور یہ غالباً وہاں آتا ہے جہاں لفظ ترجمہ کے معنی میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہو۔ پس امام بخاری اس حدیث سے (یعنی جو اس ترجمہ کے ذیل میں لاتے ہیں) ایک احتمال کو مقرر کر دیتا ہے اور کبھی اس میں اس کا عکس پایا جاتا ہے۔ اس طرح کہ حدیث میں کئی معانی کا احتمال ہوتا ہے اور ترجمہ میں ایک معنی کی تعیین اس وقت وہ ترجمہ اس حدیث کی تاویل کا بیان ہو گا۔ فقیہ کے اس قول کے قائم مقام کہ اس حدیث عام سے یہ معنی خاص مراد ہیں یا اس حدیث خاص سے یہ معنی عام مراد ہیں یا اس خاص سے بطریق اعلیٰ یا ادنیٰ وہ معنی مراد ہیں جو اس کے ظاہر مدلول سے عام ہیں اور مطلق و مقید میں بھی ایسا ہی لاتے ہیں جو عام میں مذکور ہوا۔ ایسا ہی مشکل کی تفسیر میں اور پوشیدہ لفظ کے بیان اور ظاہر کی تاویل اور مجمل کی تفصیل میں اور یہی وہ مقام ہے جو صحیح بخاری میں مشکل ہے۔ اس لیے جماعت فضلا میں مشہور ہے کہ بخاری کی فقہ (یعنی اجتہاد) ان کے تراجم ابواب میں ہے۔

وَقَالَ الشَّیْخُ الْاَجَلُّ وَلِیُّ اللّٰهِ الدِّهْلَوِیُّ فِیْ

شیخ ولی اللہ صاحب نے شرح تراجم بخاری کرتے ہوئے کہا کہ تراجم

مُقَدِّمَةِ شَرْحِهِ عَلٰى تَرَاجُمِ الْبُخَارِيِّ تَرَاجُمُ اَبْوَابِهٖ تَنقَسِمُ اَقْسَامًا مِنْهَا اَنَّهٗ يُتَرْجِمُ بِحَدِيْثٍ مَرْفُوْعٍ لَيْسَ عَلٰى شَرْطِهٖ لِمَسْئَلَةٍ اسْتَنْبَطَهَا مِنَ الْحَدِيْثِ بِنَحْوٍ مِّنَ الْاِسْتِنْبَاطِ مِنْ نَصِّهٖ اَوْ اِشَارَتِهٖ اَوْ عُمُوْمِهٖ اَوْ اِيْمَآئِهٖ اَوْ فَحْوَاهُ وَمِنْهَا اَنَّهٗ يُتَرْجِمُ بِمَذْهَبٍ ذَهَبَ اِلَيْهِ ذَاهِبٌ قَبْلَهٗ وَيَذْكُرُ فِى الْبَابِ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ بِنَحْوٍ مِّنَ الدَّلَالَةِ اَوْ يَكُوْنُ شَاهِدًا لَهٗ فِى الْجُمْلَةِ وَمِنْهَا اَنَّهٗ يَذْهَبُ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنَ التَّرَاجُمِ اِلٰى طَرِيْقَةِ اَهْلِ السِّيَرِ فِىْ اسْتِنْبَاطِهِمْ خُصُوْصِيَّاتِ الْوَقَائِعِ وَالْاَحْوَالِ مِنْ اِشَارَاتِ طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَرُبَّمَا يَتَعَجَّبُ الْفَقِيْهُ مِنْ ذٰلِكَ لِعَدَمِ مُمَارَسَتِهٖ بِهٰذَا الْفَنِّ وَلٰكِنْ اَهْلَ السِّيَرِ لَهُمْ اعْتِنَاءٌ شَدِيْدٌ بِمَعْرِفَةِ تِلْكَ الْخُصُوْصِيَّاتِ وَقَدْ فَرَّقَ الْبُخَارِيُّ فِىْ تَرَاجُمِ الْاَبْوَابِ عِلْمًا كَثِيْرًا مِنْ شَرْحِ غَرِيْبِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اٰثَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَالْاَحَادِيْثِ الْمُتَعَلَّقَةِ وَمِنْهَا اَنَّهٗ يُتَرْجِمُ بِمَسْئَلَةٍ اخْتَلَفَ فِيْهِ الْاَحَادِيْثُ فَيَأْتِىْ بِتِلْكَ الْاَحَادِيْثِ عَلَى اخْتِلَافِهَا لِيَقْرُبَ اِلَى الْفَقِيْهِ مِنْ بَعْدِهٖ اَمْرُهَا مِثَالُهٗ بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَى الْبَرَازِ جَمَعَ فِيْهِ حَدِيْثَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ وَمِنْهَا اَنَّهٗ قَدْ يَتَعَارَضُ الْاَدِلَّةُ وَيَكُوْنُ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ وَجْهُ تَطْبِيْقٍ بَيْنَهُمَا بِحَمْلِ كُلِّ وَاحِدٍ عَلٰى مَحْمَلٍ فَيُتَرْجِمُ بِذٰلِكَ الْمَحْمَلِ اِشَارَةً اِلَى التَّطْبِيْقِ وَكَثِيْرًا مَّا يَأْتِىْ بِشَوَاهِدِ الْحَدِيْثِ مِنَ الْاٰيٰتِ وَبِشَوَاهِدِ الْاٰيَاتِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ تَظَاهُرًا اَوْ لِتَعْيِيْنِ بَعْضِ الْمُحْتَمَلَاتِ دُوْنَ الْبَعْضِ فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ بِهٰذَا

بخاری کئی اقسام میں منقسم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بخاری ترجمۃ الباب میں ایک ایسی حدیث لاتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ ایک ایسے مسئلہ کے لیے جو انہوں نے اس حدیث سے استنباط کیا ہوتا ہے۔ خواہ وہ استنباط اس کی نص سے ہو یا اس کے اشارے سے یا اس کے عموم سے یا اس کے ایما یا اس کے فحوا سے اور ان میں سے بعض ایسے تراجم ہیں کہ جن میں وہ کسی متقدم عالم کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اس باب میں وہ چیز ذکر کرتے ہیں جو کسی قسم سے اس پر دلالت کرتی ہے اور فی الجملہ اس کی شہادت دیتی ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ امام بخاری اکثر تراجم میں وقائع اور احوال کی خصوصیات' طرق حدیث کے اشارات سے استنباط کرتے وقت اہل سیر کا سا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں اور فقیہہ اسی طرز استنباط کو دیکھ کر بسا اوقات حیران ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس فن کا ماہر نہیں ہوتا مگر اہل سیر نے خصوصیات کی معرفت کا بہت بڑا اہتمام کیا ہے اور امام بخاری نے تراجم میں قرآن کے غریب الفاظ کی شرح کرنے' صحابہ اور تابعین کے آثار کو ذکر کرنے اور متعلقہ احادیث کے بیان کرنے میں بہت سے علوم کو متفرق کر دیا ہے اور کبھی آپ ایسا مسئلہ ترجمۃ الباب میں لاتے ہیں جس میں احادیث کا اختلاف ہوتا ہے اور وہ سبھی احادیث اختلاف کے ساتھ نقل کر دیتے ہیں تاکہ سمجھدار اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اس کی مثال وہ ہے جو عورتوں کی قضا حاجت کے لیے باہر جانے کا باب قائم کر کے امام صاحب نے دو مختلف احادیث کو ذکر کیا ہے اور تراجم کی کوئی قسم ایسی بھی ہے کہ کبھی احادیث میں تعارض ہوتا ہے اور امام بخاری کے پاس ان میں تطبیق کی وجہ موجود ہوتی ہے تو وہ اس کو ترجمۃ الباب ٹھہراتے ہیں اور اس سے تطبیق کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور بسا اوقات حدیث کے شواہد آیات سے اور آیات کے شواہد احادیث سے ایک سے دوسرے کی مدد کے لیے یا کسی احتمال کی تعیین کے لیے لاتے ہیں (جس سے معلوم ہوا) کہ اس عام سے یہ خاص مراد ہے یا اس خاص سے عام مراد ہے اور یہ باتیں اسی شخص کو معلوم ہو

الْعَامِ الْخُصُوْصَ اَوْ بِهٰذَا الْخَاصِ الْعُمُوْمَ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَمِثْلُ هٰذَا لاَ يُدْرَكُ اِلاَّ بِفَهْمٍ ثَاقِبٍ وَقَلْبٍ حَاضِرٍ اِنْتَهٰى۔

سکتی ہیں جس کا فہم روشن اور دل حاضر ہو۔

فائدہ: راقم کہتا ہے ان باتوں کی تفصیل اور ان امور کی توضیح کا جو کوئی طالب ہو وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا مطالعہ کرے اور جملہ بیان مذکورہ (یعنی نسخ و تخصیص و تعمیم و تطبیق و تاویل) اس میں صاف صاف دیکھ لے۔ یہ شہادت تو خاص کر صحیحین میں ان امور مشکلہ کے فیصلہ و تدارک کے موجود ہونے پر دی گئی ہے۔ اب باقی حدیث کی کتابوں یعنی سنن وغیرہ پر شہادت سنی چاہیے۔

قَالَ رَئِيْسُ الْحَنَفِيَّةِ مِنْ عُلَمَآءِ السِّنْدَةِ فِي الدِّرَاسَاتِ اَلْعِلْمِ بِانْعِدَامِ الْمُعَارَضِ وَالْجَوَابِ الْقَوِيّ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَالْوَاقِعِ لاَ سَبِيْلَ اِلٰى عِلْمِهِ الْيَقِيْنِيّ وَاِنْ حَكَمَ بِهٖ اَلْفُ حَافِظٍ وَاَلْفُ مُجْتَهِدٍ اِذْ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ فَلَمْ يُكَلَّفِ الْمَاْمُوْرُ بِمَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ فَعَلٰى كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَكُلِّ مُقَلِّدٍ عَالِمٍ اِذَا اطَّلَعَ عَلَى الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ بَلْ وَكُلِّ مُقَلِّدٍ جَاهِلٍ اِذَا سَمِعَ مِنْ عَالِمٍ بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَلٰى خَلاَفِ اِمَامِهٖ اَنْ يَّبْذِلَ وُسْعَهٗ بِمَا يَلِيْقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِي الْفَحْصِ عَنِ الْاَمْرَيْنِ فَاِنْ وَجَدَ اَحَدَ الْاَمْرَيْنِ فَبِهَا وَاِلاَّ يَجِبُ عَلَيْهِ فَوْرُ الْعَمَلِ بِمَا فِي الْحَدِيْثِ فَاَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَوْ وَجَدَ مِنْهُمَا وَاحِدًا يَجِبُ عَلَى الْمُجْتَهِدِ الرُّجُوْعُ عَلٰى مَا هُوَ الشَّآئِعُ الذَّائِعُ مِنَ الْقَرْنِ الْاَوَّلِ اِلٰى زَمَانِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فَكَيْفَ عَلَى الْمُقَلِّدِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَخَدَمَةُ هٰذَا الْعِلْمِ الشَّرِيْفِ لَمْ يَتْرُكُوْا لِلْعَالِمِ بَعْدَهُمْ حَاجَةً اِلاَّ اِلٰى فَتْحِ كِتَابٍ صَنَّفُوْا فِيْ نَوْعٍ مِّنَ الْحَدِيْثِ اِلٰى اَنْ ذَكَرَ مُصَنَّفَاتٍ صَنَّفُوْا فِيْ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ ثُمَّ قَالَ وَاِذَا وَجَدَ حَدِيْثَيْنِ

علماء حنفیہ کے رئیس نے کتاب دراسات میں کہا ہے کہ کسی حدیث کے معارض نہ ہونے کا علم یقین تو ہزار حافظ حدیث اور ہزار مجتہد کو بھی نہیں ہوا۔ اس لیے کہ ہر ایک علم والے سے زیادہ علم والا ہے۔ پس انسان کو اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا جس پر وہ قادر نہ ہو۔ لہٰذا ہر مجتہد کو اور ہر مقلد عالم کو جب وہ حدیث صحیح پر مطلع ہو بلکہ ہر ایک مقلد جاہل کو بھی جب وہ حدیث صحیح اپنے امام کے خلاف کسی عالم سے سن لے تو اسے لازم ہے کہ وہ تلاش معارض و جواب قوی میں حسب لیاقت و مناسب حال کوشش کرے پھر اگر کسی حدیث کا معارض اور جواب پا لے تو اپنے قول و عمل سابق سے مجتہد بھی ہو تو رجوع فرما لے۔ چنانچہ صحابہ سے زمانہ مجتہدین تک عام رواج یہی رہا ہے چہ جائیکہ آپ مقلد ہوں یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ علم حدیث علم کے خادموں نے اپنے بعد آنے والے علماء کے لیے بجز اس کے کوئی حاجت باقی نہیں چھوڑی کہ کتاب کو کھولیں (اور اس میں مسئلہ دیکھ لیں) اس مقام پر انہوں نے کئی کتابیں جو علم حدیث میں تصنیف ہوئیں ذکر کیں بعد ازاں کہا کہ جب کوئی مجتہد یا مقلد وغیرہ احادیث باہم متعارض پائے پھر اگر ان میں خود بخود تطبیق دے سکے یا کسی مصنف کے بتانے سے ترجمۃ الباب میں سمجھ جائے جیسا کہ نسائی کے بعض تراجم سے پتہ معلوم ہو جاتا ہے یا اس ضمن میں بعض تخریجات (وہ تصانیف ہیں جن میں کسی کتاب کی بے نشان احادیث کا پتہ لگایا گیا ہو) میں یا بعض شروح

مُتَعَارِضَيْنِ فَاِنْ قَدَرَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى جَمْعِهِمَا اَوْ يَتَنَبَّهُ مِنْ تَرْجُمَةِ صَاحِبِ كِتَابٍ عَلٰى جَمْعِهٖ كَمَا يَتَنَبَّهُ مِنْ بَعْضِ تَرَاجِمِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ النَّسَآئِيِّ فِيْ مُجْتَبَاهُ اَوِ اطَّلَعَ مِنَ التَّخْرِيْجَاتِ اَوْ بَعْضِ الشُّرُوْحِ فَبِهَا وَاِلَّا يَرْجِعُ اِلَى الْفَنِّ الْمُؤَلَّفِ الْمُفْرَدِ لِذٰلِكَ وَيُسَمّٰى بِفَنِّ مُخْتَلَفِ الْحَدِيْثِ فَاِنْ وَجَدَ الْجَمْعَ عَمِلَ بِحُكْمِهٖ وَاِلَّا يَشْتَغِلُ بِالتَّرْجِيْحِ فَاِنْ قَدَرَ عَلٰى تَرْجِيْحِ اَحَدِ الْحَدِيْثَيْنِ مِنْ حَيْثُ حَالِ الْمُخْرِجِيْنَ فِي الْتِزَامِ الصِّحَّةِ اَوِ الْحَسَنِ وَعَدَمِ ذٰلِكَ فَبِهَا وَاِلَّا يَرْجِعُ اِلَى الْكُتُبِ الَّتِيْ اَشَرْنَا اِلَى الْتِزَامِ كَلَامِهِمَا عَلَى الْاَحَادِيْثِ فَاِنْ وَجَدَ فَبِهَا وَاِلَّا يَنْظُرُ فِيْ وُجُوْهِ الْمَحْصُوْرَةِ فِيْ مِاَةِ وَجْهٍ حَاضِرَةٍ عِنْدَهٗ فِيْ وَرَقَةٍ وَاحِدَةٍ لَوْ كَتَبَهَا وَلَمَّا فَرَغَ السَّيُوْطِيُّ عَنْ عَدِّهَا فِي التَّدْرِيْبِ قَالَ فَهٰذِهٖ اَكْثَرُ مِنْ مِاَةِ مُرَجَّحٍ وَثَمَّ مُرَجِّحَاتٌ اُخْرٰى لَا تَنْحَصِرُ وَشَدُّهَا غَلَبَةُ الظَّنِّ اِنْتَهٰى فَلَا اَقَلَّ مِنْ اَنْ تَجِدَ لِاَحَدِ الْحَدِيْثَيْنِ وَاحِدَةً مِّنْ تِلْكَ الْوُجُوْهِ فَاِنْ وُجِدَتْ فَبِهَا وَاِلَّا يَرْجِعُ اِلٰى كُتُبِ فَنِّ مُخْتَلَفِ الْحَدِيْثِ فَاِنَّ عُلَمَآءَ ذٰلِكَ الْفَنِّ يَتَكَلَّمُوْنَ اَوَّلًا فِيْ جَمْعِ الْمُتَضَادَّيْنِ ثُمَّ يُرَجِّحُوْنَ اَحَدَهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الشَّافِعِيُّ كِتَابَهُ الْمَعْرُوْفَ ثُمَّ صَنَّفَ فِيْهِ ابْنُ قُتَيْبَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَكِتَابُ الْحَازِمِيِّ وَاِنْ كَانَ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَلٰكِنْ اَطْرَافُ كَلَامِهٖ جَرَتْ عَلَى الْجَمْعِ وَالتَّرْجِيْحِ فِي الْاَبْوَابِ الْفِقْهِيَّةِ جَرْيًا حَسَنًا قَلَّ مُمَاثِلُهٗ فِي الْكُتُبِ الْحَاضِرَةِ عِنْدَنَا۔

میں اطلاع پائے تو ٹھیک ہے ورنہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جو فقط متعارض احادیث کے بیان میں تصنیف ہوئی ہیں جس کو فن مختلف الحدیث کہتے ہیں۔ پس اگر ان میں وجہ تطبیق پا لے تو اس کے مطابق عمل کرے ورنہ ترجیح میں مشغول ہو پھر اگر آپ خود بخود ہی ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دے سکے تو بہتر ورنہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جن میں اس قسم کا کلام ہونے کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ اگر ان کتابوں میں وجہ تطبیق پا لے تو بہتر ورنہ خود وجوہ ترجیح میں غور فکر کرے جو شمار میں سو ہیں اور ایک ورق میں لکھی جا سکتی ہیں۔ امام سیوطی جب ان وجوہ ترجیح کو (تدریب راوی میں) لکھ چکے تو فرمایا کہ یہ سو سے زیادہ وجوہ ترجیح ہیں اور یہاں اور بھی وجوہ ہیں جو شمار میں نہیں آتی ہیں' جن کا مخرج غلبہ ظن ہے۔ پس کم سے کم ایک وجہ تو ان وجوہ میں سے ضرور ہی پا لے گا اور اگر کوئی وجہ ترجیح مل جائے تو فہوالمطلوب' بصورت دیگر مختلف الحدیث کے فن کی طرف رجوع کرے۔ اس لیے کہ اس فن کے علماء نے دو معارض احادیث کی جمع و تطبیق میں کلام کیا ہے یا پھر ایک کو دوسری پر ترجیح دے دی ہے۔ امام شافعی نے اس موضوع پر ایک مشہور کتاب تالیف کی۔ ابن قتیبہ وغیرہ نے بھی اس باب میں تصانیف کی ہیں اور (ابوبکر) حازمی کی کتاب اگرچہ ناسخ و منسوخ کے موضوع پر ہے لیکن فقہی احادیث کی جمع و تطبیق اور ترجیح کے سلسلہ میں بھی انہوں نے ضمناً بحسن و خوبی گفتگو کی ہے۔ ہمارے پاس موجود کتابوں میں اس کے ہم پایہ کتابیں بہت کم ہیں۔

وَقَالَ اَيْضًا فِيْ اَوَّلِ الْكِتَابِ وَاَكْثَرُ دَاْبِهِمْ اَنَّهُمْ يُوْرِدُوْنَ فِيْ كُتُبِ السُّنَنِ مُتُوْنَ الْاَحَادِيْثِ الْمُتَعَارِضَةِ فِيْ بَابَيْنِ مُتَّصِلَيْنِ اَفْرَدُوا التَّصْنِيْفَ فِيْمَا لاَ مُعَارِضَ لَهُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ وَمَالَهُ مُعَارِضٌ وَاَفْرَدُوا الْكُتُبَ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَاَفَادُوْا عَنْ كَيْفِيَّةِ التَّعَارُضِ وَالْجَمْعِ وَالتَّرْجِيْحِ وَعَدُّوْا وُجُوْهَهُ بَلْ حَصَرُوْهَا فِيْ مِائَةِ وَجْهٍ ثُمَّ قَالَ وَمَنْ عَبَرَ سُنَنَ اَبِيْ دَاوُدَ وَحْدَهُ يَرٰى مِنْ غَرَآئِبِ تَرَاجِمِهٖ وَنَوَادِرِ الْمَسَائِلِ فِي الْاَحَادِيْثِ مَالاَ يُوْجَدُ فِيْ كُتُبِ الْفِقْهِ وَلِهٰذَا قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِيْ اِنَّ سُنَنَ اَبِيْ دَاوُدَ مَجْمَعُ مَوَادِ الْاِجْتِهَادِ وَقَالَ اٰخَرُ يَكْفِيْ لِلْمُؤْمِنِ مُصْحَفٌ وَسُنَنُ اَبِيْ دَاوُدَ وَهٰذَا فِيْ اَحَادِيْثِ كِتَابٍ وَاحِدٍ فَمَا الْحَالُ بِاسْتِيْعَابِ اَحَادِيْثِ الْكُتُبِ الْمَشْهُوْرَةِ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ الشَّرِيْفِ وَغَيْرِ الْمَشْهُوْرَةِ وَاَمَّا السُّؤَالُ عَنْ دَقَآئِقِ الْفُرُوْعِ وَمُعْضَلاَتِ الصُّوَرِ الْغَيْرِ الْمُبْتَلٰى بِهَا اَحَدٌ مِمَّا لاَ يَفِيْ فِقْهُ الْحَدِيْثِ الْجَوَابَ عَنْ كُلِّ ذٰلِكَ فَهُوَ مِمَّا لاَ يَسْتَحِقُّ الْجَوَابَ لِكَوْنِهٖ مَكْرُوْهًا عِنْدَ السَّلَفِ الصَّالِحِ لِوُرُوْدِ الْاَحَادِيْثِ[1] فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِيْلِ وَالْقَالِ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَهٰذَا حُكْمٌ بِاَنَّ الْعِلْمَ بِتِلْكَ الْفُرُوْعِ لَيْسَ مِنَ الْعِلْمِ الْمَحْمُوْدِ لِاَنَّهُ يَكْرَهُ السُّؤَالَ عَنْهُ وَاِذَا لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعِلْمِ الْمَحْمُوْدِ يَسْتَوِيْ فِيْ حُكْمِ الْكَرَاهَةِ الْمُسْتَفْتِيْ مِنْ حَيْثُ سُؤَالِهٖ وَالْمُفْتِيْ مِنْ حَيْثُ اسْتِحْصَالِهٖ فَاسْتِخْرَاجُ الْفُرُوْعِ الدَّقِيْقَةِ النَّادِرَةِ

اکثر محدثین کا طریق یہ ہے کہ کتب سنن میں حدیث کی وہ کتابیں جو احکام میں تصنیف ہوئی ہیں جیسے ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ' متعارض احادیث کو قریب قریب بابوں میں لاتے ہیں اور محدثین نے ان احادیث میں جن کی کوئی معارض نہیں ہوتی اور جن کی معارض موجود ہوتی ہے الگ الگ کتابیں تصنیف کی ہیں اور ناسخ و منسوخ کے موضوع پر بھی علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی ہیں اور انہوں نے تعارض تطبیق اور ترجیح کی کیفیت بتلا دی ہے اور وجوہ ترجیح کو ایک سو میں معین کر دیا ہے اور جو شخص سنن ابی داؤد کو سرسری نظر سے دیکھے' وہ اس میں ایسے عجیب تراجم اور نادر مسائل حدیث پائے گا جن کا فقہ کی کتابوں میں وجود نہیں ہے۔ اس لیے امام غزالی نے کہا ہے کہ سنن ابی داؤد اسباب اجتہاد کا خزانہ ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا ہے کہ مومن کو قرآن مجید اور سنن ابی داؤد تمام دین کے لیے کافی ہے۔ یہ تو فقط ایک ہی کتاب کا حال ہے پھر اگر فن حدیث کی تمام مشہور و غیر مشہور کتب حدیث لی جائیں تو کیا حال ہو۔ لیکن باریک باریک فروعات اور مشکل صورتوں کے متعلق سوال کرنا جن سے کسی کو کام نہیں پڑتا ہے اور ان سب کا جواب فقہ حدیث سے نہیں نکلتا ہے تو وہ مستحق جواب ہی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ طرز فقہ سلف صالحین (صحابہ و تابعین) کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں بھی قال و قیل کثرت سوال کی ممانعت آچکی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فروعات دقیقہ کا علم اچھا نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا پوچھنا مکروہ ہے اور جب ان مسائل کا پوچھنا اور جاننا اچھا نہ ہوا تو اس کے حکم کراہت میں سائل اور مفتی دونوں مساوی ٹھہرے۔ سائل تو سوال کرنے کے سبب سے اور مفتی ایسا مسئلہ بتلانے اور اس کا کھوج لگانے کی بنا پر۔ پس باریک مسائل اور فروعات کا جو کم واقع ہوں (یعنی ان کے ساتھ معاملہ کم پڑے) اور فقہ کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں' استنباط کرنا فضول اور مکروہ

---

(1) اس قسم کی احادیث اور آثار سنن دارمی میں بہت ہیں' تفصیل کے لیے اس کا مطالعہ کریں۔

الْوُقُوْعِ بِالْقِيَاسَاتِ الْبَعِيْدَةِ مِمَّا يَكْثُرُ وُجُوْهُ فِيْ كُتُبِ الْفَتَاوٰى فَضُوْلٌ مَكْرُوْهٌ كَالسُّؤَالِ عَنْهُ۔[1]

ہے جیسے کہ ان کا سوال کرنا مکروہ ہے' انتھٰی۔

فائدہ: راقم کہتا ہے کہ اسی سے معلوم ہوا کہ باریک مسائل اور فرضی صورتیں جو فقہ کے ابواب میں پائی جاتی ہیں اور فقہاء نے قبل وقوع واقعات ہزارہا مسائل گھڑ رکھے ہیں سب لاطائل ہیں جو ایسا مسئلہ بتائے وہ بھی گنہگار ہوتا ہے اور سلف صالحین صحابہ و تابعین وغیرہم سے ان کی ممانعت میں بہت سے آثار آچکے ہیں جو مسند دارمی وغیرہ میں موجود ہیں۔

شیخ اکبر نے لکھا ہے :

وَكَانَ مِنْ عِلْمِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَدِيْنِهٖ وَوَرْعِهٖ اَنَّهٗ اِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ يَقُوْلُ نَزَلَتْ فَاِنْ قِيْلَ لَهٗ نَعَمْ اَفْتٰى وَاِنْ قِيْلَ لَمْ يَنْزِلْ لَمْ يُفْتِ وَفِيْهِ تَلْمِيْحٌ اِلٰى اَنَّ مَنْ اَفْتٰى فِي الْحَوَادِثِ الْفَرْضِيَّةِ قَبْلَ وُقُوْعِهَا فَلَا دِيْنَ لَهٗ وَلَا وَرْعَ لَهٗ وَلَا عِلْمَ ثُمَّ لَيْسَ لِلْمُجْتَهِدِ اَنْ يُّفْتِيَ فِي الْوَقَائِعِ اِلَّا عِنْدَ نُزُوْلِهَا لَا عِنْدَ تَقْرِيْرِ نُزُوْلِهَا وَاِنَّمَا ذٰلِكَ لِلشَّارِعِ اَصْلِيٌّ الْاِحْتِمَالِ اَنْ يَّرْجِعَ عَنْ ذٰلِكَ الْحُكْمِ بِالْاِجْتِهَادِ عِنْدَ نُزُوْلِ مَا قَرَّرَ نُزُوْلَهٗ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْعُلَمَآءُ الْفُتْيَا بِالتَّقْلِيْدِ فَلَعَلَّ الْاِمَامَ الَّذِيْ قَلَّدَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْحُكْمِ الَّذِيْ حَكَمَ بِهٖ فِيْ زَمَانِهٖ لَوْ عَاشَ اِلَى الْيَوْمِ كَانَ يَبْدُوْ لَهٗ خِلَافُ مَا اَفْتٰى بِهٖ فَيَرْجِعُ عَنْ ذٰلِكَ الْحُكْمِ اِلٰى غَيْرِهٖ اِنْتَهٰى۔[2]

امام مالک کے علم و دیانت اور پرہیز گاری کی یہ بات تھی کہ جب کوئی آپ سے دینی مسئلہ پوچھتا تو آپ دریافت فرماتے کیا یہ واقعہ ہو چکا ہے؟ اگر کہا جاتا کہ ہو چکا ہے تو آپ فتویٰ دیتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ مسئلہ واقع نہیں ہوا تو آپ فتویٰ نہ دیتے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کوئی فرضی مسائل میں فتویٰ دے اس کا نہ دین ہے نہ پرہیزگاری' نہ علم پھر فرمایا مجتہد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی حادثہ میں فتویٰ دے الا یہ کہ وہ واقع ہو جائے۔ نہ اس وقت کہ اس کا ہونا اپنے پاس سے قرار دے لے اور اس کو فرض کر لے۔ یہ بات تو حقیقی شارع کے لیے مخصوص ہے کیونکہ مجتہد کے متعلق اس بات کا احتمال موجود ہے کہ واقعہ کے وقوع کے وقت وہ اس فیصلہ سے رجوع کر چکا ہو۔ اس لیے علماء نے تقلید کے ساتھ فتویٰ دینے کو حرام کہا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ امام جس کی وہ اس حکم میں تقلید کرتا ہے جو اس نے اپنے زمانے میں دیا تھا اگر زندہ رہتا تو اس حکم کا خلاف اس کے ذہن میں آتا۔ نتیجتاً وہ اس حکم سے دوسرے حکم کی طرف رجوع کرتا' انتھٰی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مقلدین احادیث میں جو جو احتمال نسخ و تاویل و تعارض و ضعیف و مخصوص و مقید رکھتے ہیں تو اولاً وہ سب احتمالات مجتہد کے اقوال میں بھی پائے جاتے ہیں بلکہ حدیث سے بڑھ کر اور بھی کئی احتمالات کلام مجتہد میں موجود ہوتے ہیں جو اس کو معمول بہ ہونے سے خارج کر دیتے ہیں۔ ثانیاً ان سب امور کا فیصلہ و تدارک حدیث کی کتابوں میں بخوبی ہو چکا ہے اور خاص طور پر انہیں احتمالات کی بحث میں علیحدہ علیحدہ کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں جن میں ان احتمالات کا فیصلہ کمال بسط و تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ تعارض احادیث کے باب میں جس کا نام فن مختلف الحدیث ہے' الگ الگ تصانیف ہو چکی ہیں

---

(۱) دراسات للبیب

(۲) فتوحات کبیر باب نمبر-۸۸

اور ناسخ اور منسوخ میں بھی کئی کتابیں مستقل طور پر لکھی جا چکی ہیں وغیرہ۔ لہٰذا اب کسی قسم کا کوئی احتمال احادیث میں باقی نہیں ہے جس کی وجہ سے ان پر عمل کرنا جائز نہ ہو۔ ثالثاً سوائے احتمال تخصیص کے اور کوئی احتمال قابل اعتبار نہیں۔ ایسا ہو تو لغت اور شرع کا کوئی اعتبار نہیں رہتا اور احکام شرع سب بیکار ہو جاتے ہیں۔ کما صرح به في التلويح۔ پس احادیث پر عمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے اور عین ایمان اور اصل اسلام یہی ہے باقی سب خیال خام ہے۔

چھٹا مغالطہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اور محدثین کے استاد ہیں

ایک مغالطہ مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب اماموں کے استاد ہیں۔ امام شافعی' امام محمد کے شاگرد ہیں اور امام محمد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو اب امام شافعی بالواسطہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ٹھہرے اور امام بخاری بھی بالواسطہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو گویا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب اماموں اور محدثین کے استاد ہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ امام شافعی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ ہرگز شاگرد نہیں ہیں اور نہ وہ امام محمد کے شاگرد ہیں۔ یہ سب احناف کی خود ساختہ باتیں ہیں۔ ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ چنانچہ امام شافعی اور امام محمد کے درمیان جو مناظرہ ہوا ہے اس کو ہم نقل کرتے ہیں۔ (اس مناظرہ کو مولوی محمد حسین صاحب لاہوری نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں نقل کیا ہے) اسی سے امام شافعی کی شاگردی اور امام محمد کی استادی کا حال معلوم ہو جائے گا۔

قَالَ الْمُؤَرِّخُ الْبَارِعُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْوَهَّابِ السُّبْكِيُّ [1] فِيْ تَرْجَمَةِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الْكَرَابِيْسِيِّ مِنَ الطَّبَقَاتِ الْكُبْرٰى لِلشَّافِعِيَّةِ وَمِنَ الْفَوَائِدِ عَنْهُ كَتَبَ اِلَيَّ زَيْنَبُ بِنْتُ الْكَمَالِ عَنِ الْحَافِظِ اَبِي الْحَجَّاجِ يُوْسُفَ بْنِ خَلِيْلٍ اَخْبَرَنَا الْمُكَارِمُ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اللَّبَّانِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَلِيِّ الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ الْحَدَّادُ اَخْبَرَنَا الْحَافِظُ اَبُوْ نَعِيْمٍ اَحْمَدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ دَاوٗدَ بْنِ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ خَلَفِ الْبَزَّازُ اَبُوْ

امام سبکی نے طبقات کبریٰ شافعیہ میں بذیل ترجمہ حسین بن علی کرابیسی لکھا ہے کہ کرابیسی کے افادات میں سے ایک یہ بات ہے کہ مجھے زینب بنت کمال نے لکھا وہ ابوالحجاج یوسف بن خلیل سے روایت کرتی ہے۔ (اس نے کہا) مجھے ابوالمکارم احمد بن محمد لبان نے خبر دی (انہوں نے کہا) مجھے ابوعلی حسن بن احمد نے خبر دی (انہوں نے کہا) مجھے حافظ ابونعیم (صاحب کتاب حلیۃ الاولیا) نے خبر دی (انہوں نے کہا) مجھے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے حدیث سنائی (انہوں نے کہا) مجھے عبید بن خلف بزار نے حدیث سنائی۔ (انہوں نے کہا) مجھے اسحاق بن عبدالرحمٰن نے حدیث سنائی۔ انہوں نے کہا میں نے حسین کرابیسی سے سنا میں (مؤلف کتاب طبقات) کہتا ہوں اس سند میں ایسا ہی ہے کہ عبید نے اسحاق سے روایت کی ہے اور عبید خود بھی کرابیسی کا شاگرد ہے اور یہ

(1) الطبقات الكبرٰى للسبكي۔

مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ الْكَرَابِيْسِيَّ قُلْتُ كَذَا فِي السَّنَدِ عُبَيْدٌ عَنْ اِسْحَاقَ وَعُبَيْدٌ صَاحِبُ الْكَرَابِيْسِيِّ وَلَا يَمْنَعُ اَنْ يَّسْمَعَ عَنْهُ كَمَا سَمِعَ مِنْهُ رَجَعَ الْحَدِيْثُ اِلَى الْكَرَابِيْسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُوْلُ كُنْتُ اَقْرَأُ كُتُبَ الشِّعْرِ فَاٰتِي الْبَوَادِيَّ فَاَسْمَعُ مِنْهُمْ قَالَ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ مِنْهَا فَخَرَجْتُ وَاَنَا اَتَمَثَّلُ بِشِعْرٍ لِلَبِيْدٍ فَضَرَبَنِيْ رَجُلٌ مِنْ وَرَآئِيْ مِنَ الْحَجَبَةِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ ابْنُ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ مِنْ دِيْنِهٖ وَدُنْيَاهُ اَنْ يَّكُوْنَ مُعَلِّمًا لِلشِّعْرِ مَا الشِّعْرُ اِذَا اسْتَحْكَمْتَ فِيْهِ اَلَا قَعَدْتَّ مُعَلِّمًا بِفِقْهٍ يُعَلِّمُكَ اللّٰهُ فَقَالَ فَنَفَعَنِي اللّٰهُ بِكَلَامِ ذٰلِكَ الْحَجَبِيِّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مَكَّةَ فَكَتَبْتُ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَكْتُبَ ثُمَّ كُنْتُ اُجَالِسُ مُسْلِمَ بْنَ خَالِدِ نِ الزَّنْجِيَّ ثُمَّ قَدِمْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَكَتَبْتُ مُوَطَّاهُ فَقُلْتُ لَهٗ يَااَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَقْرَأُ عَلَيْكَ قَالَ يَابْنَ اَخِيْ تَأْتِيْ بِرَجُلٍ يَقْرَءُهٗ عَلَيَّ فَتَسْمَعُ فَقُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ فَتَسْمَعُ اِلٰى كَلَامِيْ فَقَالَ لِيْ اقْرَأْ فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامِيْ بِقِرَآءَةِ كُتُبِهٖ اَذِنَ لِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ حَتّٰى بَلَغْتُ كِتَابَ السِّيَرِ فَقَالَ لِيْ اِطْوِهٖ يَا ابْنَ اَخِيْ تَفَقَّهْ تَعْلُوْ فَجِئْتُ اِلٰى مُصْعَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَلَّمْتُهٗ اَنْ يُّكَلِّمَ بَعْضَ اَهْلِنَا فَيُعْطِيَنَا شَيْئًا مِّنَ الدُّنْيَا فَاِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْفَاقَةِ مَااللّٰهُ بِهٖ عَلِيْمٌ فَقَالَ مُصْعَبٌ اَتَيْتُ فُلَانًا فَكَلَّمْتُهٗ فَقَالَ لِيْ اَتُكَلِّمُنِيْ فِيْ رَجُلٍ كَانَ مِنَّا فَخَالَفَنَا فَاَعْطَانِيْ مِائَةَ دِيْنَارٍ۔

بھی ہو سکتا ہے کہ عبید نے اسحاق سے یہ بات سنی ہو جیسے کہ بلاواسطہ کرابیسی سے بھی سنی ہے۔ بعد ازیں حدیث کرابیسی شروع ہوئی (انہوں نے کہا) میں نے امام شافعی سے سنا ہے وہ کہتے تھے میں اشعار کی کتابیں پڑھا کرتا تھا پس اہل بادیہ کے پاس جاتا یعنی جنگلی لوگوں کے پاس جلیا کرتا اور ان سے شعر سنتا پھر میں وہاں سے مکہ آیا اور وہاں سے جو نکلا تو لبید کا کوئی شعر پڑھنے لگا۔ اس پر پیچھے سے مجھے کعبہ کے (ایک دربان نے مارا اور کہا کہ یہ شخص قریش سے ہے پھر خاص کر مطلب کی اولاد سے ہے اپنے دین دنیا سے اس بات پر راضی ہو بیٹھا ہے کہ شعر کا معلم بنے۔ شعر چیز ہی کیا ہے۔ اس میں پختہ بھی ہوا تو کیا فائدہ ہے' فقہ کا معلم ہو کر کیوں نہیں بیٹھا۔ اللہ تجھے علم دے (امام شافعی) نے کہا مجھے اس دربان کے کلام نے نفع دیا۔ چنانچہ میں پھر مکہ آگیا اور وہاں (سفیان) ابن عیینہ (محدث) سے کچھ احادیث لکھیں پھر میں نے مسلم بن خالد زنجی کی مصاحبت اختیار کی۔ بعد ازاں مدینہ میں (امام) مالک بن انس کے پاس آیا اور ان کی موطا میں نے لکھ لی پھر میں نے امام مالک سے کہا۔ اے ابوعبداللہ میں اس کتاب کو آپ کے سامنے پڑھوں۔ انہوں نے کہا اور کسی کو لاؤ وہ پڑھے اور تم سنو۔ میں نے عرض کی میں ہی پڑھتا ہوں آپ سنتے جائیں۔ فرمایا کہ اچھا پڑھو۔ جب امام مالک نے میری قراءت سنی تو پڑھنے کی اجازت دی۔ پس میں نے وہ کتاب پڑھی' یہاں تک کہ کتاب السیر تک (جس میں لڑائیوں کا ذکر ہے) پہنچا تو امام مالک نے فرمایا اس کو اب بند کرو اور فقہ (دین میں سمجھ) پیدا کرو تم عالی رتبہ ہو جاؤ گے۔ امام شافعی نے کہا میں مصعب (ارکان دولت ہارون رشید تھے) کے پاس آیا اور اسے کہا کہ ہمارے بھائی بندوں یعنی امراء قریش سے سفارشا آپ کہیں کہ وہ مجھے کچھ دنیا میں سے دیں فقر اور فاقہ اس قدر لاحق تھا کہ اللہ ہی جانتا ہے۔ مصعب نے کہا کہ میں فلاں شخص کے پاس گیا اور سفارش کی تو اس نے جواب دیا تم ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جو ہم میں سے تھا پھر ہمارا مخالف ہو گیا پھر مجھے اس نے ایک سو اشرفی دی۔

ثُمَّ قَالَ وَقَالَ مُصْعَبٌ اِنَّ هَارُوْنَ الرَّشِيْدَ قَدْ كَتَبَ اِلَيَّ اَنْ اَصِيْرَ اِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا فَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا صِرْنَا اِلَى الْيَمَنِ وَجَالَسْنَا النَّاسَ كَتَبَ مُطَرِّفُ بْنُ مَازَانَ اِلٰى هَارُوْنَ الرَّشِيْدِ اِنْ اَرَدْتَّ الْيَمَنَ اَنْ لَّا يُفْسَدَ عَلَيْكَ وَلَا يَخْرُجَ مِنْ يَدَيْكَ فَاَخْرِجْ عَنْهُ مُحَمَّدَ بْنَ اِدْرِيْسَ وَذَكَرَ اَقْوَامًا مِنَ الطَّالِبِيْنَ قَالَ فَبَعَثَ اِلَيَّ حَمَّادَ الْبَرْبَرِيَّ فَاُوْثِقْتُ بِالْحَدِيْدِ حَتّٰى قَدِمْنَا اِلٰى هَارُوْنَ قَالَ فَاُخْرِجْتُ مِنْ عِنْدِهٖ قَالَ وَقَدِمْتُ وَمَعِيْ خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا قَالَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَوْمَئِذٍ بِالرَّقَّةِ فَاَنْفَقْتُ تِلْكَ الْخَمْسِيْنَ دِيْنَارًا عَلٰى كُتُبِهِمْ قَالَ فَوَجَدْتُّ مِثْلَهُمْ وَمِثْلَ كُتُبِهِمْ مِثْلَ رَجُلٍ كَانَ عِنْدَنَا يُقَالُ لَهٗ فَرُّوْخٌ وَكَانَ يَحْمِلُ الدُّهْنَ فِيْ زِقٍّ لَهٗ وَكَانَ اِذَا قِيْلَ لَهٗ عِنْدَكَ فَرْشَنَانٌ قَالَ نَعَمْ وَاِنْ قِيْلَ عِنْدَكَ زَنْبَقٌ قَالَ نَعَمْ فَاِذَا قِيْلَ اَرِنِيْ وَلِلزِّقِّ رُؤُوْسٌ كَثِيْرَةٌ فَيُخْرِجُ لَهٗ مِنْ تِلْكَ الدُّهْنِ وَاِنَّمَا هِيَ دُهْنٌ وَّاحِدٌ وَكَذٰلِكَ وَجَدْتُّ كِتَابَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِنَّمَا يَقُوْلُوْنَ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنَّمَاهُمْ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ۔

پھر امام شافعی نے کہا کہ مجھے معصب نے کہا کہ ہارون رشید نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ میں یمن میں قاضی ہو کر جاؤں (امام شافعی کہتے ہیں) پھر میں بھی اس کے ساتھ یمن کو چلا۔ جب ہم یمن میں پہنچے اور لوگوں سے ہم مجلس ہوئے تو مطرف بن مازان (امام شافعی کا حریف) نے ہارون رشید کو لکھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملک یمن بگڑنہ جائے اور آپ کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے تو محمد بن ادریس (امام شافعی) کو وہاں سے نکال دے اور کئی اور طالب علموں کا بھی ذکر کیا۔ پس ہارون رشید نے میری طرف حماد بربری کو مجھے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے مجھے لوہے کی زنجیروں سے باندھ لیا۔ یہاں تک کہ ہم سب ہارون کے پاس، بمقام رقہ (ایک شہر کا نام ہے) پہنچے پھر میری ہارون کے سامنے پیشی ہوئی۔ بعد ازاں مجھے وہاں سے نکالا گیا پھر میں (شہر میں) آیا تو میرے پاس پچاس اشرفیاں تھیں۔ وہ میں نے حنفیہ کی کتب پر خرچ کیں (اور ان کو خرید لیا) اس دن محمد بن حسن (شاگرد امام ابو حنیفہ) رقہ میں تھے۔ میرے نزدیک ان کی اور ان کی کتابوں کی مثال ایسے ہے جیسے ہمارے یہاں فروخ نامی ایک آدمی رہتا تھا۔ وہ ایک مشک میں تیل لادلایا کرتا' جب اس کو کوئی کہتا کہ تیرے پاس فرشنان ہے (ایک قسم کا تیل) تو وہ کہتا ہاں ہے اور جب کوئی اسے کہتا کہ تیرے پاس چنبیلی کا تیل ہے تو پھر بھی کہتا ہاں ہے اور اگر اسے کوئی کہتا کہ تیرے پاس خری ہے (یہ بھی ایک قسم کا تیل ہے) تو بھی کہتا ہاں ہے اور جب اسے کہا جاتا کہ دکھاتو سہی تو ایک ہی تیل دیتا۔ اس مشک کے اس نے کئی منہ بنا رکھے تھے۔ ایک سے چنبیلی کا تیل نکال دیتا اور دوسرے منہ سے دوسری قسم کا اور واقعتاً وہ ایک ہی تیل ہوتا' ایک مشک کا۔ امام شافعی نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب کو ایسا ہی پایا (یعنی مشک فروخ کی طرح) یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مشتمل ہے حالانکہ درحقیقت وہ کتاب اللہ اور سنت کے مخالف ہیں۔

ثُمَّ قَالَ فَسَمِعْتُ مَالَا اُحْصِيْهِ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ اِنْ تَابَعَكُمُ الشَّافِعِيُّ فَمَا عَلَيْكُمْ مِّنَ الْحِجَازِيِّ كُلْفَةٌ بَعْدَهٗ فَجِئْتُ يَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ وَاَنَا مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ هَمًّا وَّغَمًّا

پھر امام شافعی نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں نے محمد کو بہت دفعہ کہتے سنا (اے لوگو) اگر یہ شافعی تمہارا تابع ہو گیا تو پھر تمہیں کسی حجازی (ساکن مکہ و مدینہ) کی طرف سے تکلیف نہ ہو گی۔ چنانچہ میں (امام شافعی کہتے ہیں) ایک دن امام محمد کے پاس بیٹھا اور میں امیرالمومنین (ہارون الرشید)

مِنْ سُخْطِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَزَادِيْ فَقَدْ فَقَدَ قَالَ فَلَمَّا اَنْ جَلَسْتُ اِلَيْهِ اَقْبَلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَطْعَنُ عَلٰى اَهْلِ دَارِ الْهِجْرَةِ فَقُلْتُ عَلٰى مَنْ تَطْعَنُ عَلَى الْبَلَدِ اَمْ عَلٰى اَهْلِهٖ وَاللّٰهِ لَئِنْ طَعَنْتَ عَلٰى اَهْلِهٖ اِنَّمَا تَطْعَنُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَاِنْ طَعَنْتَ عَلَى الْبَلْدَةِ فَاِنَّهَا بَلْدَتُهُمُ الَّتِيْ دَعَالَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّبَارِكَ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ وَحَرَّمَهَا كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ لَا يُتَصَيَّدُ صَيْدُهَا فَعَلٰى اَيِّهِمْ تَطْعَنُ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَطْعَنَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ اَوْ عَلٰى بَلْدَتِهٖ اِنَّمَا اَطْعَنُ عَلٰى حُكْمٍ مِّنْ اَحْكَامِهٖ فَقُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ الْيَمِيْنُ مَعَ الشَّاهِدِ فَقُلْتُ لَهٗ لِمَا طَعَنْتَ قَالَ فَاِنَّهٗ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَقُلْتُ فَكُلُّ خَبَرٍ يَّاْتِيْكَ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ يَسْقُطُ قَالَ كَذٰلِكَ يَجِبُ فَقُلْتُ مَا تَقُوْلُ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ فَتَفَكَّرَ سَاعَةً فَقُلْتَ لَهٗ اَجِبْ فَقَالَ لَا يَجُوْزُ فَقُلْتُ لَهٗ هٰذَا مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ لِمَ قُلْتَ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ فَقَالَ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا وَصِيَّةَ لِلْوَالِدَيْنِ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ اَخْبِرْنِيْ عَنْ شَاهِدَيْنِ حَتْمٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَمَاذَا تُرِيْدُ مِنْ ذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ لَئِنْ زَعَمْتَ اَنَّ الشَّاهِدَيْنِ حَتْمٌ مِّنَ اللّٰهِ لَا غَيْرُهٗ كَانَ يَنْبَغِيْ لَكَ اَنْ تَقُوْلَ اِذَا زَنٰى زَانٍ فَشَهِدَ عَلَيْهِ شَاهِدَانِ اِنْ كَانَ مُحْصِنًا رَجَمْتَهٗ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ مُحْصِنٍ جَلَدْتَهٗ قَالَ فَاِنْ قُلْتُ لَكَ لَيْسَ هُوَ حَتْمٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِذَا لَمْ يَكُنْ حَتْمٌ

کے غصہ کے سبب بڑے غم میں تھا اور میرا تمام توشہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ جب میں اس کے پاس بیٹھ گیا تو محمد بن حسن اہل مدینہ پر طعن کرنے لگے۔ میں نے کہا کس پر طعن کرتے ہو؟ اس شہر پر یا شہر والے لوگوں پر۔ اللہ کی قسم ہے اگر ان لوگوں پر طعن کرتے ہو تو ابوبکر و عمر اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم پر طعن کرتے ہو اور اگر اس شہر پر طعن کرتے ہو تو یہ وہ شہر ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اس کے ماپ اور تول میں برکت ہو اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم بنایا ہے۔ جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا ہے کہ اس کا کوئی شکار نہ کرے۔ سو بتلاؤ کہ کس پر طعن کرتے ہو۔ امام محمد نے کہا کہ اللہ کی پناہ' اس سے کہ میں اس شہر پر طعن کروں یا اس کے لوگوں پر طعن کروں۔ میں تو اس کے ایک حکم پر طعن کرتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا حکم ہے؟ امام محمد نے کہا ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ میں نے کہا اس حکم پر کیوں طعن کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ یہ حکم قرآن کے مخالف ہے۔ میں نے کہا جو حدیث تم قرآن کے مخالف پاؤ گے اس کو درجہ اعتبار سے ساقط کر دو گے؟ امام محمد نے کہا ہاں ایسا ہی واجب ہے پھر میں نے پوچھا والدین کے حق میں وصیت کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہو' جائز ہے یا نہیں؟ تو امام محمد ایک گھڑی تک سوچ میں رہے۔ میں نے کہا جواب دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وصیت جائز نہیں۔ میں نے کہا یہ حکم بھی تو کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ تم نے کس لیے کہا کہ یہ وصیت جائز نہیں۔ انہوں نے کہا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کے لیے وصیت جائز نہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے پوچھا بتلاؤ یہ حکم دو گواہ کا اللہ کی طرف سے ایسا ہی واجب متعین ہے جس کا خلاف کرنا جائز نہیں۔ امام محمد نے کہا اس سوال سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا (مراد یہ ہے کہ) اگر تم کہو یہ حکم ایسا واجب ہے جس کا خلاف کہیں جائز نہیں تو چاہیے کہ جب زانی زنا کرے اور اس پر دو گواہ گواہی دیں تو اس کو شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگسار کرو ورنہ سو درہ لگاؤ۔

مِّنَ اللّٰهِ فَتُنَزِّلُ كُلَّ الْاَحْكَامِ مَنَازِلَهٗ فِي الزِّنَا اَرْبَعًا وَفِيْ غَيْرِهٖ شَاهِدَيْنِ وَفِيْ غَيْرِهٖ رَجُلاً وَّامْرَأَتَيْنِ وَاِنَّمَا اَعْنِيْ فِي الْقَتْلِ لَا يَجُوْزُ اِلاَّ شَاهِدَيْنِ فَكَذٰلِكَ كُلُّ حُكْمٍ مُّنَزَّلٌ حَيْثُ اَنْزَلَهٗ مِنْهَا بِرَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ وَمِنْهَا بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ فَرَاَيْتُكَ تَحْكُمُ بِدُوْنِ هٰذَا قَالَ مَا اَحْكُمُ بَدُوْنِ هٰذَا۔

امام محمد نے کہا اگر میں کہوں کہ دو گواہ واجب اور متعین نہیں تو پھر کیا ہو گا؟ امام شافعی نے کہا اگر واجب اور متعین نہیں تو سبھی احکام کو اپنی اپنی جگہ اتارو' شہادت زنا میں چار گواہوں اور بعض جگہ دو اور بعض جگہ ایک مرد اور دو عورتیں میں نے جو کہا ہے کہ بعض جگہ دو ہی چاہییے' اس سے مراد قتل ہے۔ اسی طرح سبھی احکام کو اس جگہ اتارنا چاہیے جہاں اللہ نے اتارا ہے۔ بعض جگہ چار گواہ ہونے چاہئیں اور بعض جگہ دو اور بعض جگہ ایک مرد دو عورتیں اور بعض جگہ ایک گواہ اور قسم مدعی۔

ثُمَّ قَالَ فَرَأَيْتُكَ تَحْكُمُ بِدُوْنِ هٰذَا قَالَ مَا اَحْكُمُ بِدُوْنِ هٰذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِي الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ اِذَا اخْتَلَفَا فِيْ مَتَاعِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَصْحَابِيْ يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ مَا كَانَ لِلرِّجَالِ فَهُوَ لِلرِّجَالِ وَمَا كَانَ لِلنِّسَآءِ فَهُوَ لِلنِّسَآءِ قَالَ فَقُلْتُ اَبِكِتَابِ اللّٰهِ هٰذَا اَمْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِي الرَّجُلَيْنِ اِذَا اخْتَلَفَا فِي الْحَآئِطِ فَقَالَ فِيْ قَوْلِ اَصْحَابِنَا اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ بَيِّنَةٌ يُنْظَرُ اِلَى الْعَقْدِ مِنْ اَيْنَ هُوَ الْبِنَآءُ فَاَحْكُمُ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ اَبِكِتَابِ اللّٰهِ قُلْتَ هٰذَا اَمْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قُلْتَ هٰذَا وَقُلْتُ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلَيْنِ بَيْنَهُمَا خُصٌّ فَيَخْتَلِفَانِ لِمَنْ يُحْكَمُ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ بَيِّنَةٌ قَالَ اَنْظُرُ اِلَى الْمَعَاقِدِ مِنْ اَيِّ وَجْهٍ هِيَ فَاَحْكُمُ لَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ اَبِكِتَابِ اللّٰهِ قُلْتَ اَمْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِيْ وِلَادَةِ امْرَأَةٍ اِذَا لَمْ يَحْضُرْهَا اِلاَّ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ وَهِيَ الْقَابِلَةُ وَحْدَهَا فَقَالَ الشَّهَادَةُ جَآئِزَةٌ وَالْقَابِلَةُ وَحْدَهَا نَقْبَلُهَا قَالَ فَاَحْكُمُ لَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ قُلْتَ هٰذَا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَمْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

پھر امام شافعی نے امام محمد کو کہا پھر میں آپ کو ایسا بھی دیکھتا ہوں کہ آپ ان سب صورتوں کے خلاف فیصلہ کرتے ہو۔ امام محمد نے کہا میں کیا فیصلہ خلاف کرتا ہوں۔ امام شافعی نے کہا (بتلاؤ) مرد اور عورت گھر کے اسباب میں مختلف ہوئے' اس میں کیا کہو گے (یعنی وہ اسباب کس کو دیا جائے گا) امام محمد نے کہا میرے اصحاب کا اس میں یہ قول ہے کہ جو چیز مردوں کے لیے ہوتی ہے وہ مردوں کو دلائی جائے اور جو چیز عورتوں سے مخصوص ہوتی ہے وہ عورتوں کو دلائی جائے۔ امام شافعی نے کہا (بتلاؤ) یہ حکم کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ کا؟ (امام محمد نے اس اعتراض کا کچھ جواب نہ دیا) (امام شافعی کہتے ہیں) پھر میں نے کہا ان شخصوں کے حق میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا۔ امام محمد نے کہا ہمارے اصحاب کا اس میں یہ قول ہے کہ جب ان کے گواہ نہ ہوں تو عمارت کو دیکھا جائے وہ کس کی ہے (یعنی اینٹوں کی رخ اور آنے جانے کی راہوں سے) جس کی ہو اسے دلائی جائے۔ امام شافعی نے کہا یہ فیصلہ قرآن کا ہے یا حدیث رسول اللہ کا؟ (پس اس کا بھی امام محمد نے کچھ جواب نہ دیا) پھر امام شافعی نے کہا ان دو شخصوں کے مقدمہ میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک چھپر (یا بھوس کا گھر) میں جھگڑا کیا۔ اگر گواہ نہ ہوں تو کس کو دلاؤ گے؟ امام محمد نے کہا رسیوں کی گرہوں کو دیکھیں گے وہ جس کی طرف ہوں گی اسی کو دلا دیں گے۔ امام شافعی نے کہا یہ فیصلہ قرآن سے کیا ہے یا حدیث رسول اللہ سے؟ (اس کا بھی امام محمد نے کچھ جواب نہیں دیا) پھر امام شافعی نے کہا کسی عورت کے جننے پر دایہ کی شہادت میں کیا کہو گے جب سوا ایک دایہ کے دوسرا وہاں کوئی نہ ہو؟ امام محمد نے کہا اکیلی دایہ کی شہادت مقبول ہے' میں اس پر فیصلہ کروں گا۔

قَالَ قُلْتُ لَهٗ مَنْ كَانَتْ هٰذِهٖ اَحْكَامُهٗ فَلَا يَطْعَنُ عَلٰى غَيْرِهٖ۔

امام شافعی نے کہا یہ قرآن سے فیصلہ ہے یا حدیث رسول سے؟ امام شافعی نے کہا پس میں نے امام محمد کو کہا کہ جن لوگوں کے ایسے ایسے مسئلے مخالف قرآن و حدیث ہوں وہ دوسرے لوگوں پر تو طعن نہ کریں۔

ثُمَّ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ اَتَعَجَّبُ مِنْ حُكْمٍ حَكَمَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَكَمَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَحَكَمَ بِهٖ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ بِالْعِرَاقِ وَقَضٰى بِهٖ شُرَيْحٌ۔

امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے امام محمد سے کہا کیا آپ ایسی بات پر تعجب کرتے ہیں جس کا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا ہے اور جس کے مطابق ابو بکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم نے فیصلہ کیا ہے اور جس کے مطابق شریح نے فیصلہ کیا ہے۔ (شریح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نائب اور قاضی تھے)

ثُمَّ قَالَ وَرَجُلٌ مِنْ وَرَآئِيْ يَكْتُبُ الْفَاظِيْ وَاَنَا لَا اَعْلَمُ فَاَدْخَلَ عَلٰى هَارُوْنَ فَقَرَأَهٗ عَلَيْهِ قَالَ فَقَالَ لِيْ هَرْثَمَةُ بْنُ اَعْيَنَ كَانَ مُتَّكِئًا فَاسْتَوٰى جَالِسًا قَالَ اقْرَأْهُ عَلَيَّ ثَانِيًا فَاَنْشَأَ هَارُوْنُ يَقُوْلُ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ تَعَلَّمُوْا مِنْ قُرَيْشٍ وَلَا تُعَلِّمُوْهَا قَدِّمُوْا قُرَيْشًا وَلَا تُؤَخِّرُوْهَا لَا اَنْكَرُ اَنْ يَكُوْنَ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيْسَ اَعْلَمَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ فَرَضِيَ عَنِّيْ وَاَمَرَلِيْ بِخَمْسِ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَخَرَجَ بِهٖ هَرْثَمَةُ وَقَالَ لِيْ بِالسَّوْطِ هٰكَذَا فَاتَّبَعْتُهٗ فَحَدَّثَنِيْ بِالْقِصَّةِ وَقَالَ قَدْ اَمَرَ لَكَ بِخَمْسِ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَقَدْ اَضَفْتُ اِلَيْهَا مِثْلَهَا قَالَ فَمَا مَلَكْتُ قَبْلَهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ اِلَّا فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ اِنْتَهٰى مَا فِي الطَّبَقَاتِ الْكُبْرٰى لِلسُّبْكِيْ۔

پھر امام شافعی نے کہا کہ ایک آدمی میرے پیچھے میری یہ سب گفتگو لکھتا جاتا تھا اور مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی۔ اس نے وہ ہمارا دونوں کا مکالمہ لکھ کر ہارون رشید (بادشاہ وقت) کے پاس پہنچایا اور اسے وہ سب قصہ پڑھ کر سنا دیا۔ ہرثمہ بن اعین (مصاحب ہارون رشید) نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب اس شخص نے پہلی دفعہ اس تحریر کو پڑھا تو ہارون رشید تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا تھا پھر اچھی طرح سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا اس مکالمے کو دوبارہ پڑھ کر سناؤ (جب اس نے دوبارہ پڑھ کر سنالیا) تو ہارون رشید اس وقت بلا تامل کہنے لگا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے کہ قریش (امام شافعی کی طرف اشارہ ہے' اس لیے کہ امام شافعی قریش میں سے تھے) سے علم سیکھو اور ان کو مت سکھاؤ' انہیں آگے کرو پیچھے مت ہٹاؤ۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ امام شافعی' امام محمد سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ امام شافعی نے کہا پھر ہارون رشید (جو مجھ سے خفا تھا) مجھ سے راضی ہو گیا اور مجھ کو پانچ سو اشرفی دینے کا حکم دیا۔ وہ ہرثمہ لے آیا اور مجھے چابک سے اشارہ کیا۔ میں اس کے پیچھے ہو چلا تو مجھ سے اس نے تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ ہارون رشید نے پانچ سو اشرفی انعام کا تیرے لیے حکم دیا ہے اور پانچ سو اشرفی میں نے اپنی طرف سے ملا دی ہے۔ امام شافعی نے کہا اس دن سے پہلے میں کبھی ایک ہزار اشرفی کا مالک نہ ہوا تھا۔ طبقات کبریٰ سبکی کا مضمون تمام ہوا۔

اسی قصہ کا ایک ٹکڑا شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ اور انصاف میں نقل کیا ہے' وہ یہ ہے:

مِثَالُهٗ مَا بَلَغَنَا اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وَهُوَ يَطْعَنُ عَلٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ

اس کی مثال یہ ہے جو ہمیں پہنچی کہ تحقیق امام شافعی' امام محمد کے پاس گئے اور امام محمد مدینہ والوں کو مطعون کر رہے تھے کہ وہ ایک گواہ اور

قَضَاهُمْ بِالشَّاهِدِ الْوَاحِدِ وَالْيَمِيْنِ وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ زِيَادَةٌ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ الشَّافِعِيُّ اَثْبَتَ عِنْدَكَ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ الزِّيَادَةُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلِمَ قُلْتَ اِنَّ الْوَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ لَا يَجُوْزُ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الاية وَاَوْرَدَ عَلَيْهِ اَشْيَآءَ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ فَانْقَطَعَ كَلَامُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ اِنْتَهٰى۔

قسم کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور کہتے تھے یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ پس امام شافعی نے کہا کیا آپ کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ امام محمد نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ امام شافعی نے کہا تو پھر وارث کے لیے آپ وصیت کیوں جائز نہیں رکھتے ہو۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم پر واجب ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت آخر آیت تک' اور امام شافعی نے اسی قسم کے امام محمد پر اور بہت سے اعتراضات وارد کئے ہیں۔ پس امام محمد لاجواب ہو گئے' انتھٰی۔

پس اس بیان بابرہان سے ثابت ہو گیا کہ امام شافعی' امام محمد کے شاگرد نہیں ہیں اور نہ انہوں نے ان سے کچھ پڑھا ہے۔ پس یہ جو کچھ حنفیوں کی زبانوں پر مشہور ہے (کہ امام شافعی' امام محمد کے شاگرد ہیں اور امام شافعی نے کہا کہ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہم خیال ہیں اور امام شافعی کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے امام محمد کے ذریعے فقہ میں میری مدد کی اور یہ کہ جو کوئی فقہ میں درک حاصل کرنا چاہے' وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کو اختیار کرے۔) وغیرہ ذلک۔ یہ سب کا سب کذب اور افترا ہے۔ امام شافعی کی شاگردی تو ایک طرف رہی بلکہ یہاں تو اس قسم کی بحث ہوئی ہے اور امام شافعی نے اس طرح امام محمد کو لاجواب کیا ہے کہ کبھی استاد بھی شاگردوں کو ایسے ایسے الزام لگا کر لاجواب نہیں کرتے۔ اور اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی اس دن سے پہلے کبھی ان کے ہم مجلس نہیں ہوئے تھے اور بعد کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھر وہ ان کے ہم مجلس نہیں ہوئے تھے۔ پھر شاگردی کب ہوئی؟ نیز اگر وہ امام محمد کے شاگرد ہوتے یا ان کی فقہ سے مدد لیتے یا سب لوگوں کو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ میں عیال بتلاتے تو پھر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب کو مشک فروخ کیوں کہتے اور اس کو اللہ اور رسول کے مخالف کیوں ٹھہراتے۔ علاوہ ازیں اگر امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہوتے یا ان کی فقہ کو اچھا جانتے تو پھر ان کی مخالفت کیوں کرتے اور اپنا علیحدہ مذہب کیوں اختیار کرتے۔ حالانکہ امام شافعی کا مذہب جس قدر حنفی مذہب کے مخالف ہے اس قدر کسی کا مذہب بھی مخالف نہیں ہے۔ حنبلی و مالکی مذہب اس قدر حنفی مذہب کے مخالف نہیں ہیں۔ کیا یہ ان کی شاگردی کا نتیجہ ہے کہ اکثر مسئلوں میں ان سے اختلاف کیا ہے۔

الحاصل امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد ٹھہرانا یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بالواسطہ شاگرد بتلانا ایسی بات ہے جو پائے ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ مزید برآں امام محمد نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر اور علی رضی اللہ عنہم کے اس حکم پر طعن کیا تو اب حنفیہ اس کو طعن سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر طعن سمجھتے ہیں تو امام محمد گئے گزرے اور اگر طعن نہیں سمجھتے تو پھر اگر اہل حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کسی مسئلہ کو قرآن و حدیث کے مخالف کہیں تو وہ بھی لامحالہ طعن نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر' عمر اور علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مسئلے کو قرآن کے مخالف کہنا طعن نہیں کہا جاتا تو ایک ادنیٰ امام مجتہد کے قول کو قرآن و حدیث کے مخالف کہنا طعن کیسے ہو سکتا ہے۔ ہرگز ہرگز یہ بات کسی طرح ممکن نہیں۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بالواسطہ شاگرد ٹھہرانا بھی عجیب بات ہے اور ناقابل قبول بات۔ اولاً اس وجہ سے کہ امام بخاری اپنی جامع صحیح میں کوئی حدیث ان کے طریق سے نہیں لائے۔ ثانیاً کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجی کہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے : اَبُوْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ كَانَ مَرْجِيًا سَكَتُوْا عَنْ رَأْيِهِ وَعَنْ حَدِيْثِهِ۔ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجی تھے' محدثین نے ان کی رائے لینے اور حدیث اخذ کرنے میں سکوت اختیار کیا ہے' یعنی نہیں لی۔" ثالثاً امام بخاری نے اپنی کتاب جامع صحیح میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سخت رد کیا ہے۔ چنانچہ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ صحیح بخاری میں جابجا موجود ہے۔ اسی وجہ سے علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں ہر جگہ اس لفظ سے واویلا کرتے ہیں اور کہتے ہیں : هٰذَا تَشْنِيْعٌ عَظِيْمٌ عَلَى الْاِمَامِ الْهُمَّامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ ان حقائق کے ہوتے یہ بات مشکل سے ہی مانی جاسکتی ہے کہ امام بخاری امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ شاگرد تھے۔

ساتواں مغالطہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے

ایک اور مغالطہ مقلدین' حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ اہل حدیث کے پیشوا امام بخاری بھی امام شافعی کے مقلد تھے پھر یہ لوگ عامل بالحدیث تقلید اختیار کیوں نہیں کرتے ہیں۔

جواب: یہ بات خلاف حقیقت ہے۔ امام الائمہ سراج الامت امام محمد بن اسماعیل بخاری امام شافعی کے ہرگز مقلد نہیں تھے بلکہ وہ بلا تقلید اپنے فہم و اجتہاد سے استدلال اور استنباط کرتے تھے۔ جیسا کہ امام بخاری کی فقاہت اور ان کا اپنے اجتہاد کے ساتھ دلائل سے استنباط کرنا اور نصوص کے عموم سے یا اشارہ سے فحوی وغیرہ سے مسائل کا استخراج کرنا ہم اوپر ثابت کرچکے ہیں اور یہاں بھی کچھ بطور اختصار بیان کیا جاتا ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ امام بخاری' امام شافعی وغیرہ کے مقلد نہ تھے بلکہ وہ اپنے اجتہاد سے مسائل استنباط کرتے تھے۔

اول: امام بخاری کا مجتہد مستقل ہونا اور باجتہاد خود احادیث سے استنباط کرنا اس کتاب صحیح بخاری کے تراجم (وہ مسائل جس کو باب کے ذیل میں وارد کیا ہے جیسے باب تکبیر و مسح موزہ وغیرہ) سے اظہر من الشمس ہے۔ امام بخاری نے اس کے تراجم میں ایسے ایسے ادق مسائل اجتہادیہ کتاب و سنت سے استنباط کئے ہیں جن کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے :

وَاسْتَنْبَطَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ مَعَانِيَ كَثِيْرَةً وَمِنْهَا اَنَّهُ يُتَرْجِمُ بِحَدِيْثٍ مَرْفُوْعٍ لَيْسَ عَلٰى شَرْطِهِ لِمَسْئَلَةٍ اسْتَنْبَطَهَا مِنَ الْحَدِيْثِ بِنَحْوٍ مِّنَ الْاِسْتِنْبَاطِ مِنْ نَصِّهِ اَوْ اِشَارَتِهِ اَوْ عُمُوْمِهِ اَوْ اِيْمَائِهِ اَوْ فَحْوَاهُ۔[1]

بعض تراجم ایسے ہیں کہ ان میں آپ ایک حدیث مرفوع لاتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ ایک ایسے مسئلہ کے لیے جو انہوں نے حدیث سے مستنبط کیا ہوتا ہے۔ خواہ وہ استنباط اس کی نص سے ہو یا اشارہ سے یا عموم' ایماء یا فحوا' انتھی۔

---

(1) حجۃ اللہ البالغۃ۔

اس کا مفصل بیان اوپر گزر چکا ہے۔ اسی لیے بہت سے فضلا امام بخاری کی فقہ اور اجتہاد کے قائل ہو گئے ہیں : فَلِذَا اشْتَهَرَ مِنْ جَمْعٍ مِنَ الْفُضَلَآءِ فِقْهُ الْبُخَارِيْ فِيْ تَرَاجِمِهٖ كَمَا مَرَّ مِنْ مُقَدِّمَةِ الْبُخَارِيْ۔

دوم: امام بخاری کا خود مجتہد ہونا اور امام شافعی کا مقلد نہ ہونا' بایں طور پر بھی ثابت ہے کہ صحیح بخاری میں آپ نے امام شافعی سے کچھ اخذ نہیں کیا ہے۔ صرف ایک جگہ بلفظ ابن ادریس ان کا نام تو لیا ہے مگر ان سے نہ کوئی حدیث لی ہے اور نہ کسی اجتہادی مسئلے میں ان کی پیروی ظاہر کی اور نہ کسی جگہ میں ان کا نام لے کر کسی مسئلے میں ان کی تائید کی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ امام شافعی کو لائق اتباع و اخذ روایت نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا سمجھتے تو ان کی روایت کو ترک نہ کرتے۔ پس جب امام شافعی کی ثقاہت کے باوجود ان سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے تو پھر وہ امام شافعی کو اپنا امام کب سمجھ سکتے تھے اور ان کی تقلید کیسے اختیار کر سکتے تھے۔

سوم: اگر امام بخاری' امام شافعی کے مقلد ہوتے تو اپنی کتاب (صحیح بخاری) میں امام شافعی سے کوئی نہ کوئی حدیث ضرور روایت کرتے کیونکہ جس کا کوئی مقلد ہو' اس سے وہ حدیث ضرور روایت کرتا ہے بلکہ اس کے واسطہ سے حدیث نقل کرنے کو وہ فخر سمجھتا ہے۔ مقلدین حنفیہ وغیرہ نے اپنے اماموں کے واسطہ سے کتنے ہی مسند روایت کئے ہیں۔ چنانچہ مسند امام شافعی اور مسند امام احمد وغیرہ مشہور اور موجود ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تو بقول حنفیہ پندرہ مسانید موجود ہیں' جو بعد کو مقلدین نے ان سے روایت کئے ہیں پھر یہ کیا غضب کی بات ہے کہ امام بخاری نے اتنے ہزار حدیث اپنی کتاب میں روایت کی اور امام شافعی سے ایک حدیث بھی روایت نہ کی۔ پس معلوم ہوا کہ امام بخاری' امام شافعی کے مقلد نہیں تھے۔

چہارم: امام بخاری نے کسی مسئلہ اجتہادی اور جزئی فقہی میں امام شافعی کی پیروی ظاہر نہیں کی بلکہ جابجا ان کی مخالفت کا اظہار فرمایا اور مسائل فرعیہ میں وہ مذہب اختیار کیا جو امام شافعی کے صریح مخالف ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ کے چند مسائل کو یہاں بیان کیا جاتا ہے جن میں امام بخاری نے امام شافعی سے اختلاف کیا ہے۔

ان مسائل کا بیان جن میں امام بخاری نے امام شافعی سے اختلاف کیا ہے

مسئلہ نمبر ۱ انسان کے بال بدن سے جدا ہونے سے نجس اور ناپاک ہو جاتے ہیں

امام شافعی فرماتے ہیں کہ انسان کے بال بدن سے جدا ہونے سے نجس اور ناپاک ہو جاتے ہیں اور جس پانی میں وہ بال پڑ جائیں وہ پانی ناپاک اور پلید ہو جاتا ہے لیکن امام بخاری نے اس قول کی جامع بخاری میں تردید کی ہے اور اس پانی کا پاک ہونا اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ عینی نے لکھا ہے :

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ اَرَادَ الْبُخَارِيُّ رَدَّ قَوْلِ ابن بطال نے کہا کہ امام بخاری کی مراد شافعی کے قول کو رد کرنا ہے۔

الشَّافِعِيِّ اَنَّ شَعْرَ الْاِنْسَانِ اِذَا فَارَقَ الْجَسَدَ نَجَسٌ وَاِذَا وَقَعَ فِي الْمَآءِ نَجَسَ۔ [1]

ان کا قول یہ ہے کہ انسان کے بال جب جسم سے علیحدہ ہو جائیں تو پلید ہو جاتے ہیں اور جب پانی میں پڑ جائیں تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں

امام شافعی فرماتے ہیں کہ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے لیکن امام بخاری نے اس قول سے اختلاف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنی جامع میں امام مالک کا وہ قول وارد کیا ہے جس سے بعض حصہ سر کے مسح کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ اگر جماع میں انزال نہ ہو تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے

امام شافعی وغیرہ جمہور مجتہدین کا یہ قول ہے کہ اگر جماع میں انزال نہ ہو تو تب بھی غسل واجب ہو جاتا ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں فقط وضو کا حکم ہے منسوخ ہے۔ لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے : قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْغُسْلُ اَحْوَطُ۔ "امام بخاری نے کہا کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔" اور عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے : اَرَادَ بِهٰذَا اَنَّ الْحَدِيْثَ غَيْرُ مَنْسُوْخٍ۔ "امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ نہیں ہے۔" اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے : وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَجُوْبُ الْغُسْلِ وَاَنَّ الْحَدِيْثَ مَنْسُوْخٌ۔ "شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غسل واجب ہے اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ منسوخ ہے' انتہٰی۔"

مسئلہ نمبر ۴ حاملہ عورت کو جو خون ظاہر ہو' وہ حیض ہے

امام شافعی کا آخری قول یہ ہے کہ حاملہ عورت کو جو خون ظاہر ہو وہ حیض ہے۔ سو امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے :

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ غَرَضُ الْبُخَارِيِّ بِاِدْخَالِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ الْحَيْضِ تَقْوِيَةُ مَذْهَبِ مَنْ يَّقُوْلُ اِنَّ الْحَامِلَ لَا تَحِيْضُ وَهُوَ قَوْلُ الْكُوْفِيِّيْنَ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ فِي الْقَدِيْمِ وَفِي الْجَدِيْدِ اَنَّهَا تَحِيْضُ اِنْتَهٰى۔ [2]

ابن بطال نے کہا کہ امام بخاری کی اس حدیث کو باب الحیض میں داخل کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس شخص کے مذہب کو تقویت دی جائے۔ جو کہتا ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور یہی قول کوفہ والوں کا ہے اور امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے۔ لیکن آخری قول یہ ہے کہ حاملہ کو حیض آتا ہے' انتہٰی۔

---

(۱) عینی شرح بخاری۔ (۲) فتح الباری۔

مسئلہ نمبر ۵ تیمم میں دو ضربیں ہیں

امام شافعی کا مذہب ہے (جیسا کہ حنفیہ کا بھی ہے) کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک منہ کے لیے' دوسری ہاتھوں کے لیے اور ہاتھوں کی حد تیمم میں بنابر قول امام شافعی اخیر کہنیوں تک ہے۔ سو امام بخاری نے ان دونوں اقوال سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے لیے ایک ضرب کافی ہے اور ہاتھوں کی حد تیمم میں پہنچوں تک ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے باب باندھا ہے : "باب التیمم للوجه والکفین" یعنی منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے لیے تیمم کا باب۔ دوسرا باب ہے : "باب التیمم ضربة" یعنی تیمم ایک ہی ضرب ہے۔

مَفْهُوْمُهٗ یَعْنِیْ حَدِیْثَ عَمَّارٍ اَنَّ الزِّیَادَةَ عَلَی الْکَفَّیْنِ لَیْسَ بِفَرْضٍ وَهُوَ مَذْهَبُ اَحْمَدَ وَحُکِیَ عَنِ الشَّافِعِیِّ فِی الْقَدِیْمِ وَهُوَ الْقَوِیُّ مِنْ جِهَةِ الدَّلِیْلِ ثُمَّ قَالَ الْاَصَحُّ الْمَنْصُوْصُ یَعْنِیْ عَنِ الشَّافِعِیِّ وُجُوْبُ ضَرْبَتَیْنِ۔ (۱)

حدیث عمار کا معنی یہ ہے کہ پہنچوں سے زیادہ کرنا فرض نہیں اور یہی امام احمد کا مذہب ہے اور قدیم مذہب شافعی بھی یہی ہے اور یہی قوی ہے دلیل کے رو سے پھر کہا زیادہ ترصحیح اور منصوص امام شافعی سے یہی قول ہے کہ تیمم میں دو ضربیں واجب ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶ مریض مرض کے سبب دو نمازوں کو جمع نہ کرے

امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مریض مرض کے سبب دو نمازوں کو جمع نہ کرے لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اپنی کتاب میں عطا تابعی کا قول جو مشعر جواز ہے' نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے : قَالَ عَطَآءٌ وَیَجْمَعُ الْمَرِیْضُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ "عطاء نے کہا کہ مریض مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کرلے۔" اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے : وَبِهٖ قَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ مُطْلَقًا وَبَعْضُ الشَّافِعِیَّةِ وَجَوَّزَ مَالِكٌ بِشَرْطِهٖ وَالْمَشْهُوْرُ عَنِ الشَّافِعِیِّ وَاَصْحَابِهِ الْمَنْعُ۔ "اور امام احمد' اسحاق اور بعض شوافع بھی علی الاطلاق اس کے قائل ہیں۔ امام مالک نے بھی اسے اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے لیکن امام شافعی اور ان کے اصحاب سے مشہور قول یہی منقول ہے کہ مریض کے لیے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔"

مسئلہ نمبر ۷ امام کو نماز میں شک ہو تو مقتدی کی تقلید نہ کرے

امام شافعی کا قول ہے کہ اگر امام کو نماز میں شک ہو تو وہ مقتدی کی تقلید نہ کرے' اپنے یقین پر فیصلہ کرے لیکن امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے اختلاف کیا ہے اور اس مضمون کو حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اگر امام کو نماز میں شک ہو تو وہ مقتدی کا کہا مان لے۔ چنانچہ لکھا ہے : هَلْ یَاْخُذُ الْاِمَامُ اِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ۔ "جب امام شک کرے تو وہ مقتدیوں کے قول پر عمل کرے یا نہیں۔" اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :

---

(۱) قسطلانی۔

قَالَ الشَّافِعِيَّةُ لاَ يَأْخُذُ بِقَوْلِهِمْ وَقَالَ الْحَنَفِيَّةُ نَعَمْ ظَاهِرُهُ (ای الحدیث) اَنَّهُ ﷺ رَجَعَ اِلٰى قَوْلِهِمْ لٰكِنْ حَمَلَهُ اِمَامُنَا الشَّافِعِيُّ عَلٰى اَنَّهُ تَذَكَّرَ۔ (۱)

شافعیہ نے کہا ہے کہ مقتدیوں کے قول پر عمل نہ کرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کر لے اور ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قول کی طرف رجوع کیا لیکن امام شافعی نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یاد آگیا تھا' ۔انتہٰی

مسئلہ نمبر ۸ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں اُن کی قیمت کے کپڑے نہ لیے جائیں' صرف درہم دینار لیے جائیں

امام شافعی کا قول ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں صرف درہم دینار لیے جائیں گے نہ کہ ان کی قیمت کے کپڑے۔ امام بخاری نے الجامع الصحیح میں اس سے اختلاف کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کپڑے وغیرہ بھی زکوٰۃ میں لینے درست ہیں۔ چنانچہ بخاری میں "باب العرض فی الزکوٰۃ" کا باب باندھا ہے یعنی زکوٰۃ میں کپڑے لینا درست ہیں۔ چنانچہ شرح بخاری میں لکھا ہے :

اِحْتَجَّ بِهٖ اَصْحَابُنَا فِيْ جَوَازِ دَفْعِ الْقِيَمِ فِي الزَّكٰوةِ وَلِهٰذَا قَالَ ابْنُ رَشِيْدٍ وَافَقَ الْبُخَارِيُّ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الْحَنَفِيَّةَ مَعَ كَثْرَةِ مُخَالَفَتِهٖ لَهُمْ قَالَ الْكِرْمَانِيُّ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لاَ يَجُوْزُ وَكَذَا قَالَ فِي الْقَسْطَلاَنِيِّ۔ (۲)

عینی نے کہا کہ اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے اور اسی لیے ابن رشید نے کہا کہ بخاری اس مسئلہ میں حنفیہ کے موافق ہو گیا ہے باوجودیکہ حنفیوں کے ساتھ ان کی بہت مخالفت ہے اور کرمانی شارح نے کہا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز نہیں ہے' انتہٰی۔

مسئلہ نمبر ۹ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مکینوں کے لیے منتقل نہ ہو

امام شافعی کا قول ہے (جیسا کہ امام مالک کا قول ہے) کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مسکینوں کے لیے منتقل نہ ہو لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جہاں کہیں فقیر ہوں ان کو زکوٰۃ دی جائے۔ چنانچہ لکھا ہے : بَابُ اَخْذِ الصَّدَقَةِ عَنِ الْاَغْنِيَآءِ وَتُرَدُّ عَلَى الْفُقَرَآءِ حَيْثُ كَانُوْا۔ "یہ باب ہے اس بیان میں کہ اغنیاء سے صدقہ لیا جائے اور فقیروں کو دیا جائے جہاں کہیں ہوں۔" اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے : ظَاهِرُهُ اَنَّ الْمُؤَلِّفَ يَخْتَارُ جَوَازَ نَقْلِ الزَّكٰوةِ مِنْ بَلَدِ الْمَالِ وَهُوَ مَذْهَبُ الْحَنَفِيَّةِ وَالْاَصَحُّ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَالْمَالِكِيَّةِ عَدَمُ الْجَوَازِ۔ "اس باب سے ظاہراً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مؤلف نے زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا جائز رکھا ہے اور یہی مذہب حنفیوں کا ہے لیکن امام شافعی اور موالک انتقال زکوٰۃ کے عدم جواز کو اصح سمجھتے ہیں۔"

---

(۱) قسطلانی۔ (۲) قسطلانی۔

مسئلہ نمبر ۱۰ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں

امام شافعی کا قول ہے (جیسا کہ مالک اور احمد اور اسحاق وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے) کہ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور الجامع الصحیح میں حنفیوں کے مذہب کی موافقت کرتے ہوئے کہا ہے کہ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: "بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ"[1] "یہ باب ہے اس بیان میں کہ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔" قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: قَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ اَنْ يَّتَزَوَّجَ۔[2] "کوفہ والے کہتے ہیں کہ محرم کے لیے نکاح کرنا جائز ہے۔" اور عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ لَا يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ اَنْ يَّنْكِحَ۔[3] "امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کہتے ہیں کہ محرم کو احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے، انتھٰی۔" وعلیٰ ہذا القیاس۔

صحیح بخاری میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ پس ان مسائل کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاری، امام شافعی کے مقلد تھے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ امام بخاری کو بہت سے مسائل میں امام شافعی کی رائے سے اتفاق ہے مگر چونکہ بہت سے مسائل میں انہیں امام شافعی سے اختلاف بھی ہے، لہٰذا اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان مسائل اتفاقیہ کے لحاظ سے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد ٹھہرایا جائے اور ان مسائل اختلافیہ کے لحاظ سے ان کو تارک تقلید امام شافعی خیال نہ کیا جائے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے، جس کا کوئی اہل عقل و انصاف قائل نہیں ہو سکتا ہے۔ نیز ان مسائل اتفاقیہ کے لحاظ سے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد کہنا صحیح ہے تو پھر جس قدر مسائل میں امام بخاری، امام شافعی کے موافق ہے، اتنے ہی مسائل میں مالک و احمد وغیرہ کے بھی موافق ہے پھر ان مسائل کے لحاظ سے انہیں امام مالک اور امام احمد وغیرہ کا مقلد کہنا بھی صحیح ہو گا اور جن مسائل میں امام بخاری احناف کے موافق ہیں ان مسائل کے لحاظ سے انہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مقلد کہا جائے گا۔ بنابریں یا تو امام بخاری کو سب کا مقلد کیا جائے یا پھر کسی کا بھی نہیں۔

مزید برآں اگر بعض مسائل میں موافق ہونے سے ان کا مقلد ہونا لازم آتا ہے تو پھر بعض مسائل میں تو امام شافعی بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہیں۔ پس امام شافعی کو بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہنا چاہیے اور بعض بلکہ اکثر مسائل میں امام شافعی امام مالک اور امام احمد وغیرہ کے موافق ہیں، وبالعکس۔ تو اندریں صورت امام شافعی کو امام مالک اور امام احمد وغیرہ کا بھی مقلد کہنا چاہیے، وبالعکس۔ پھر امام شافعی کو ان اکثر مسائل اتفاقیہ کے لحاظ سے امام مالک وغیرہ کا مقلد کیوں نہیں کہا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بہت سے مسائل میں امام مالک وغیرہ سے اتفاق ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک وغیرہ کا مقلد کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں صاحبین یعنی ابویوسف اور امام محمد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر مسائل میں اختلاف کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو ثلث مذہب میں ان سے مخالف ہیں پھر باوجود اس قدر مخالفت کے ان کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کیوں خیال کیا جاتا ہے اور تارک تقلید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیوں خیال نہیں کیا جاتا ہے حالانکہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا صاحبین کو امام ابوحنیفہ

---

(۱) الجامع صحیح ص-۲۴۸

(۲) قسطلانی شرح صحیح بخاری۔

(۳) عینی شرح صحیح بخاری۔

رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہنا یا ان کے موافق کہنا یا ان کو حنفی کہنا یا انہیں حنفیہ میں داخل کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مخالف بنا چاہیے۔ ایک اور بات بھی ہے جن مسائل میں امام بخاری' امام شافعی سے موافق ہیں ان میں سے امام بخاری نے کسی ایک مسئلہ میں بھی امام شافعی کے ساتھ اپنی موافقت ظاہر نہیں کی' جیسے کہ علماء مقلدین حنفیہ و شافعیہ وغیرہ کا یہ طریق چلا آتا ہے کہ اپنی موافقت اپنے امام سے ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ فقہ میں جابجا موجود ہے : وَهُوَ مَذْهَبُ اَبِیْ حنِیفَۃَ وَبِهٖ قَالَ اِمَامُنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ وغیرہ وغیرہ۔

پنجم: بہت سے ائمہ سلف نے امام بخاری کو فقیہ یعنی مجتہد کہا ہے اور فرقہ مقلدین سے ان کو نکال دیا ہے۔ ازاں جملہ چند اقوال علماء مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے نقل کئے جاتے ہیں :

حَدَّثَنَا حَاشِدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ قَالَ لِیْ اَبُوْ مُصْعَبٍ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ الزُّهْرِیُّ مُحَمَّدُ ابْنُ اِسْمَاعِیْلَ اَفْقَهُ عِنْدَنَا وَاَبْصَرُ بِالْحَدِیْثِ مِنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ جُلَسَائِهٖ جَاوَزْتَ الْحَدَّ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُصْعَبٍ لَوْ اَدْرَكْتُ مَالِكًا وَنَظَرْتُ اِلٰی وَجْهِهٖ وَوَجْهِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ لَقُلْتُ كَلَاهُمَا وَاحِدٌ فِی الْحَدِیْثِ وَالْفِقْهِ اِنْتَهٰی۔

امام ابومصعب نے فرمایا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر مجتہد اور عارف حدیث ہیں۔ اس پر کسی شخص نے اعتراض کیا کہ اس میں آپ نے مبالغہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا اگر میں مالک کا زمانہ پاتا اور ان دونوں (امام بخاری اور امام مالک) کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ دونوں اجتہاد اور حدیث میں برابر ہیں' انتھٰی۔

وَقَالَ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ جَالَسْتُ الْفُقَهَآءَ وَالزُّهَّادَ وَالْعُبَّادَ فَمَا رَاَیْتُ مُنْذُ عَقَلْتُ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ وَهُوَ فِیْ زَمَانِهٖ كَعُمَرَ فِی الصَّحَابَةِ وَعَنْ قُتَیْبَةَ اَیْضًا لَوْ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ فِی الصَّحَابَةِ لَكَانَ اٰیَةً وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الْهَمَدَانِیُّ كُنَّا عِنْدَ قُتَیْبَةَ فَجَآءَ رَجُلٌ شَعْرَانِیٌّ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ یَعْقُوْبَ فَسَاَلَهٗ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ فَقَالَ یَاهٰؤُلَآءِ نَظَرْتُ فِی الْحَدِیْثِ وَنَظَرْتُ فِی الرَّاْیِ وَجَالَسْتُ الْفُقَهَآءَ وَالزُّهَّادَ وَالْعُبَّادَ مَا رَاَیْتُ مُنْذُ عَقَلْتُ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیِّ قَالَ وَسُئِلَ قُتَیْبَةُ عَنْ طَلَاقِ السَّكْرَانِ فَدَخَلَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ فَقَالَ

قتیبہ بن سعید نے فرمایا کہ میں مجتہدوں اور زاہدوں اور عابدوں کے پاس بیٹھا رہا ہوں مگر جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیل بخاری جیسا کسی کو نہیں پایا ہے۔ وہ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ۔ علاوہ ازیں قتیبہ نے فرمایا کہ اگر امام بخاری صحابہ کے زمانے میں ہوتے تو (قدرت الٰہی کی) ایک نشانی ہوتی اور ایک روایت میں قتیبہ سے یہ منقول ہے کہ میں حدیث میں نظر رکھتا ہوں اور اجتہادات بھی دیکھتا ہوں اور مجتہدوں اور زاہدوں اور عابدوں کا ہم مجلس بھی رہا ہوں (مگر) میں نے امام بخاری جیسا کسی کو نہیں پایا۔ قتیبہ سے کسی نے نشہ والے کی طلاق کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے سائل کو امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ (امام بخاری) احمد بن حنبل اور اسحاق اور علی بن مدینی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تیرے پاس لے آیا ہے (پس تو ان سے یہ مسئلہ دریافت کرلے) انتھٰی۔

قُتَیْبَةُ لِلسَّآئِلِ هٰذَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاِسْحَاقُ ابْنُ رَاهُوَیْهِ وَعَلِیُّ بْنُ الْمَدِیْنِیْ قَدْ سَاقَهُمُ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَاَشَارَ اِلَی الْبُخَارِیْ اِنْتَهٰی۔

وَقَالَ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ وَنُعَیْمُ بْنُ حَمَّادِ الْخُزَاعِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ فَقِیْهُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَقَالَ بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ هُوَ اَفْقَهُ خَلْقِ اللّٰهِ فِیْ زَمَانِنَا وَقَالَ الْفِرِیْدِیُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِیْ حَاتِمٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ حَاشِدَ بْنَ اِسْمَاعِیْلَ یَقُوْلُ كُنْتُ بِالْبَصْرَةِ فَسَمِعْتُ بِقُدُوْمِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ دَخَلَ الْیَوْمَ سَیِّدُ الْفُقَهَآءِ اِنْتَهٰی۔

امام یعقوب بن ابراہیم اور نعیم بن حماد خزاعی نے کہا ہے کہ امام بخاری اس امت کے مجتہد تھے۔ امام بندار محمد بن بشار نے کہا کہ امام بخاری ہمارے زمانہ کے سب لوگوں سے بڑے مجتہد ہیں۔ ایک دفعہ امام بخاری بصرہ میں آئے تو محمد بن بشار نے کہا کہ آج سب مجتہدوں کے سردار اس شہر میں داخل ہوئے ہیں' انتھٰی۔

قَالَ حَاشِدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ رَاَیْتُ اِسْحَاقَ ابْنَ رَاهُوَیْهِ جَالِسًا عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْبُخَارِیُّ جَالِسٌ مَعَهٗ وَاِسْحَاقُ یُحَدِّثُ فَمَرَّ بِحَدِیْثٍ فَاَنْكَرَهٗ مُحَمَّدٌ فَرَجَعَ اِسْحَاقُ اِلٰی قَوْلِهٖ وَقَالَ یَامَعْشَرَ اَصْحَابِ الْحَدِیْثِ اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الشَّابِ وَاكْتُبُوْا عَنْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ كَانَ فِیْ زَمَانِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ لَاحْتَاجَ اِلَیْهِ لِمَعْرِفَتِهٖ بِالْحَدِیْثِ وَفِقْهِهٖ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ كُنْتُ عِنْدَ اِسْحَاقَ بْنِ رَاهُوَیْهِ فَسُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ نَاسِیًا فَسَكَتَ طَوِیْلًا مُتَفَكِّرًا فَقُلْتُ اَمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ وَاِنَّمَا یُرَادُ مُبَاشَرَةُ هٰؤُلَآءِ الثَّلٰثِ الْعَمَلَ وَالْقَلْبَ اَوِ الْكَلَامَ وَالْقَلْبَ وَهٰذَا اِذَا لَمْ یَعْتَقِدْ بِقَلْبِهٖ فَقَالَ اِسْحَاقُ قَوَّیْتَنِیْ قَوَّاكَ اللّٰهُ وَاَفْتٰی بِهٖ اِنْتَهٰی۔

حاشد بن اسماعیل نے کہا میں نے دیکھا کہ اسحاق بن راہویہ ممبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہیں امام بخاری بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ امام اسحاق بن راہویہ کی امام بخاری نے ایک حدیث میں غلطی نکالی تو امام اسحاق نے مان لی اور فرمایا اے گروہ اہل حدیث اس نوجوان کو دیکھو اور اس سے حدیث سنو۔ اگر یہ شخص حسن بصری کے زمانے میں ہوتا تو وہ بھی حدیث کی پہچان اور اجتہاد میں اس کے محتاج ہوتے۔ ایک دفعہ امام اسحاق سے کسی نے حالت نسیان میں طلاق دینے کا مسئلہ پوچھا' تو آپ نے بہت دیر تک فکر اور تامل میں سکوت فرمایا (اس وقت) امام بخاری نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں کو معاف فرمایا ہے جو ان کے دل میں گزریں جب تک کہ وہ ان کو کہہ نہ دیں یا عمل میں نہ لائیں اور یہ حدیث بیان فرما کر امام بخاری نے کہا کہ اس حدیث میں اسی فعل کو معتبر ٹھہرایا ہے جو دل سے اور ارادہ سے ہو اور جب نسیان کی حالت میں ارادہ نہیں تو طلاق کیونکر واقع ہو سکتی ہے۔ امام اسحاق نے فرمایا تو نے مجھے مدد دی' اللہ تیری مدد کرے اور پھر اسی کے موافق فتویٰ دیا' انتھٰی۔

وَقَالَ عَلِیُّ بْنُ حَجَرٍ اَخْرَجَتْ خُرَاسَانُ ثَلٰثَةً

امام علی ابن حجر نے کہا کہ خراسان میں تین شخص پیدا ہوئے ہیں۔

الْبُخَارِیَّ فَبَدَأَ بِهٖ وَقَالَ وَهُوَ اَبْصَرُهُمْ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَدِیْثِ وَاَفْقَهُهُمْ فَقَالَ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِّثْلَهٗ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ السَّرْمَارِیُّ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی فَقِیْهٍ بِحَقِّهٖ وَصِدْقِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ اِنْتَهٰی۔

ان تین میں سے ایک امام بخاری کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ ان سب سے بڑے صاحب بصیرت و صاحب علم اور مجتہد تھے۔ میں ان کی مثل کسی کو نہیں جانتا ہوں اور امام احمد بن اسحاق سرماری نے فرمایا کہ جو شخص حقیقی اور راست باز مجتہد کو دیکھنا چاہے وہ امام بخاری کو دیکھ لے' انتھٰی۔

بحرالعلوم لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت اور شرح تحریر الاصول میں لکھا ہے :

وَاِلَّا فَقَدْ وُجِدَ بَعْدَهُمْ اَیْضًا اَرْبَابُ الْاِجْتِهَادِ الْمُسْتَقِلِّ كَاَبِیْ ثَوْرِ الْبَغْدَادِیِّ وَدَاؤُدَ الظَّاهِرِیِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیِّ اِنْتَهٰی۔

ورنہ ان کے بعد بھی مجتہد مستقل پائے گئے ہیں جیسے کہ ابوثور بغدادی اور داؤد ظاہری اور محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہ انتھٰی۔

اس قسم کے اقوال ائمہ سلف کے امام ابن کثیر نے بھی تاریخ البدایہ والنھایہ میں امام بخاری کے حق میں نقل کئے ہیں جو رسالہ منح الباری میں منقول ہیں۔ پس ان علماء کے اقوال سے قطعاً اور یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری' امام شافعی کے مقلد نہ تھے بلکہ وہ اپنے فہم اور اجتہاد سے حدیث پر عمل کرتے تھے اور اپنے اجتہاد کے ساتھ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے تھے۔

ششم : جن علماء و مقلدین نے امام بخاری کو شافعی کہا ہے اور شافعیوں میں داخل کیا ہے تو ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ امام شافعی کے فروعات و اجتہادات میں مقلد تھے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ تلاش و ترتیب دلائل میں وہ ایسے طریق پر چلا جو امام شافعی کے طریق کے موافق تھا اور اجتہاد میں انہوں نے وہ طرز اختیار کی جو اتفاقاً امام شافعی کی طرز اجتہاد کے موافق پڑ گئے۔ نہ یہ کہ انہوں نے وہ طریق اجتہاد امام شافعی سے سیکھا بلکہ امام بخاری نے جو اجتہاد کیا تو اتفاقاً ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد کے موافق پڑ گیا اور یہ بات لابد ہے کہ جب کوئی مجتہد اجتہاد کر کے مسئلہ استنباط کرتا ہے تو اس کا وہ اجتہاد کسی نہ کسی مجتہد کے اجتہاد کے ضرور ہی موافق ہوتا ہے۔ اس سے مقلد ہونا تو لازم نہیں آتا ایسے تو امام بخاری نے بہت سے مسائل میں اجتہاد کیا اور ان کا اجتہاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد کے موافق پڑ گیا ہے' وعلی ہذا القیاس۔ امام مالک اور امام احمد وغیرہ مجتہدین کے بعض اجتہادات کے ساتھ بھی امام بخاری کا اجتہاد موافق پڑ گیا ہے تو اس سے ان کا مقلد ہونا کہاں لازم آگیا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے رسالہ "انصاف" میں فقیہ ابن زیاد یمنی شافعی سے امام بلقینی کا مجتہد منتسب (منسوب مذہب شافعی) ہونا نقل کر کے فرمایا ہے :

وَمَعْنَی انْتِسَابِهٖ اِلَی الشَّافِعِیِّ اَنَّهٗ یَبَالَ عَلٰی طَرِیْقَتِهٖ فِی الْاِجْتِهَادِ وَاسْتِقْرَآءِ الْاَدِلَّةِ وَتَرْتِیْبِ بَعْضِهَا عَلٰی بَعْضٍ وَوَافَقَ اجْتِهَادُهٗ وَاِذَا خَالَفَ اَحْیَانًا لَمْ یُبَالِ بِالْمُخَالَفَةِ وَلَمْ یَخْرُجْ عَنْ طَرِیْقَتِهٖ

مذہب شافعی کی طرف ان کا منسوب ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ طریق اجتہاد و تلاش و ترتیب دلائل میں ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد کے موافق ہو گیا تھا۔ کبھی وہ ان کے مخالف بھی ہوتے تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے اور اس مخالفت کے سبب سے وہ امام شافعی کے طریق

اِلاَّ فِیْ مَسَآئِلَ وَذٰلِكَ لاَ یَقْدَحُ فِیْ دُخُوْلِهٖ فِیْ مَذْهَبِ الشَّافِعِیِّ وَمِنْ هٰذَا الْقَبِیْلِ مُحَمَّدُ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیُّ فَاِنَّهٗ مَعْدُوْدٌ فِیْ طَبَقَاتِ الشَّافِعِیَّةِ وَمِمَّنْ ذَكَرَهٗ فِیْ طَبَقَاتِ الشَّافِعِیَّةِ تَاجُ الدِّیْنِ السُّبْكِیُّ اِنْتَهٰی۔

سے خارج نہ سمجھے جاتے۔ ایسے ہی امام محمد ابن اسماعیل بخاری تھے جن کو سبکی نے طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے' انتہٰی۔

پس اس سے بھی امام بخاری کا اصطلاحی مقلد (جو متنازع فیہ ہے) ہونا ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ ہم پانچ وجوں سے پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ امام بخاری' امام شافعی کے ہرگز مقلد نہیں تھے۔ اور نہ ان سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت کی ہے اور نہ کوئی مسئلہ فقہیہ ان سے اخذ کیا اور نہ انہوں نے کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کی پیروی کی اور نہ کسی مسئلہ اجتہادی میں ان سے اپنا توافق ظاہر کیا بلکہ خود اپنے فہم اور اجتہاد کے ساتھ قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کئے۔ پس ان وجوہ سے ثابت ہو گیا کہ امام بخاری' امام شافعی کے مقلد نہیں تھے۔ اب بھی جو شخص امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد ٹھہرائے وہ عقل اور نقل دونوں سے کورا ہے۔

آٹھواں مغالطہ

احادیث کی کتب بخاری' مسلم' اور موطا وغیرہ شافعیوں کی کتابیں ہیں' ان پر عمل کرنا حنفیوں کیلئے جائز نہیں

ایک مغالطہ مقلدین' حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' دارمی' ابن ماجہ اور موطا وغیرہ حدیث کی کتابیں جن پر یہ لامذہب لوگ (یعنی اہلحدیث) عمل کرتے ہیں' یہ حدیث کی کتابیں سب شافعیوں کی کتابیں ہیں' لہٰذا حنفیوں کے لیے ان کتابوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اللغویات اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ هٰذِهٖ۔ اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ اگر یہ بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی کتابیں شافعیوں کی ہیں تو پھر وہ حنفیوں کے مذہب کے موافق' ان میں کوئی حدیث نہ لاتے اور نہ حنفیوں کی کسی حدیث کو صحیح بتلاتے۔ حالانکہ بہت سی صحیح احادیث معمول بہا حنفیوں کی ان میں موجود ہیں بلکہ ہر مذہب کے موافق ان میں احادیث موجود ہیں پھر حنفیوں کے مذہب کے موافق وہ احادیث ان میں کیوں لائے۔

دوسرا جواب: یہ کہ اگر یہ حدیث کی کتابیں شافعیوں کی ہیں تو پھر مولف فتح المبین وغیرہ احناف نے صحیحین صحیح بخاری و مسلم کا اصح الکتب ہونا کیوں تسلیم کیا۔ اندریں صورت تو ان کو ضعیف کہنا چاہیے تھا۔

تیسرا جواب: یہ کہ تمام سلف و خلف امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اس بات پر کہ بخاری اور مسلم وغیرہ حدیث کی کتابیں کسی خاص مذہب کی کتابیں نہیں ہیں۔ مذاہب اربعہ کے کسی ایک عالم نے بھی آج تک بات نہیں کہی ہے کہ یہ کتابیں خاص شافعیوں ہی کی ہیں اور کسی خاص مذہب کی ان میں احادیث بھی نہیں ہیں بلکہ

مذہب کے موافق ان میں احادیث پائی جاتی ہیں اور ہر شخص کی دلیل ان کتابوں سے نکل سکتی ہے۔ لہٰذا اب ان کو شافعیوں کی کتابیں ٹھہرانا اجماع امت کے خلاف ہے اور اس کا قائل متبع غیر سبیل المومنین ہے۔

چوتھا جواب: یہ کہ صحیح بخاری کی تالیف کا سبب بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کتاب کسی خاص مذہب کے لیے تالیف نہیں ہوئی ہے جیسا کہ مولوی احمد علی سہارن پوری نے مقدمہ بخاری میں لکھا ہے:

وَاَمَّا سَبَبُ تَصْنِيْفِهٖ وَكَيْفِيَّةُ تَأْلِيْفِهٖ فَقَالَ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتُ عِنْدَ اِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ فَقَالَ لَنَا بَعْضُ اَصْحَابِنَا لَوْ جَمَعْتُمْ كِتَابًا مُخْتَصَرًا لِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَقَعَ ذٰلِكَ فِيْ قَلْبِيْ وَاَخَذْتُ فِيْ جَمْعِ هٰذَا الْكِتَابِ۔

صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب اور اس کی تالیف کی کیفیت یہ ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ میں اسحاق بن راہویہ کے پاس تھا تو ہمارے بعض دوستوں میں سے ایک نے ہم سے کہا کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مشتمل کوئی مختصر کتاب مرتب کر دو تو بہت خوب ہو۔ پس یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے اس کتاب کو جمع کرنا شروع کیا' انتھٰی۔

پانچواں جواب: اگر یہ حدیث کی کتابیں شافعی ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہیں تو پھر اسی اصول کے مطابق فقہ کی کتابیں بھی حنفی ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں رہتیں۔

چھٹا جواب: ان حدیث کی کتابوں کے مؤلفین نے کئی جگہ امام شافعی سے اختلاف کیا ہے بلکہ ان کے مسائل کو رد کیا ہے پھر ان کتابوں میں اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہیں پھر اگر یہ کتابیں شافعیوں کی ہوتیں تو امام شافعی کے خلاف ان میں کوئی حدیث نہ لائی جاتی۔

ساتواں جواب: اگر ان میں بعض احادیث امام شافعی کے موافق ہونے کی وجہ سے یہ کتابیں شافعیوں کی ٹھہر گئی ہیں تو پھر اکثر مسائل ان میں ایسے ہیں اور بہت سی احادیث ان میں ایسی بھی ہیں جو حنفیوں اور مالکیوں کے مذہب کے موافق ہیں تو پھر ان حدیث کی کتابوں کو حنفیوں کی کتابیں یا مالکیوں کی کتابیں بھی کہنا چاہیے پھر حنفیوں کی کتابیں ان کو کیوں نہیں کہا جاتا۔

آٹھواں جواب: اگر بقول آپ کے یہ کتابیں شافعیوں کی ہیں تو پھر عاملین بالحدیث کو شافعی کہنا لازم ہے۔ اس لیے کہ جو شافعیوں کی کتابوں پر عمل کرے گا وہ لامحالہ شافعی ہی ہو گا۔ اس کی رو سے آج کل کے عاملین بالحدیث کو غیر مقلد یا لامذہب وغیرہ الفاظ قبیحہ سے یاد کرنا درست نہیں۔

ولیکن ھذا اٰخر ما اوردناہ فی ھذا الکتاب المسمّٰی بالفوزِ المبین الملقب بالظفر المبین
واٰخر دعونا ان الحمد لِلّٰہ رب العالمین۔

○═☆☆☆═○

سب تعریفیں اللہ ذوالجلال والاکرام کے لیے' جس کی توفیق سے یہ کتاب اختتام کو پہنچی۔

کمپیوٹر کتابت : نسیم حسن عبداللہ (دیپالپوری)